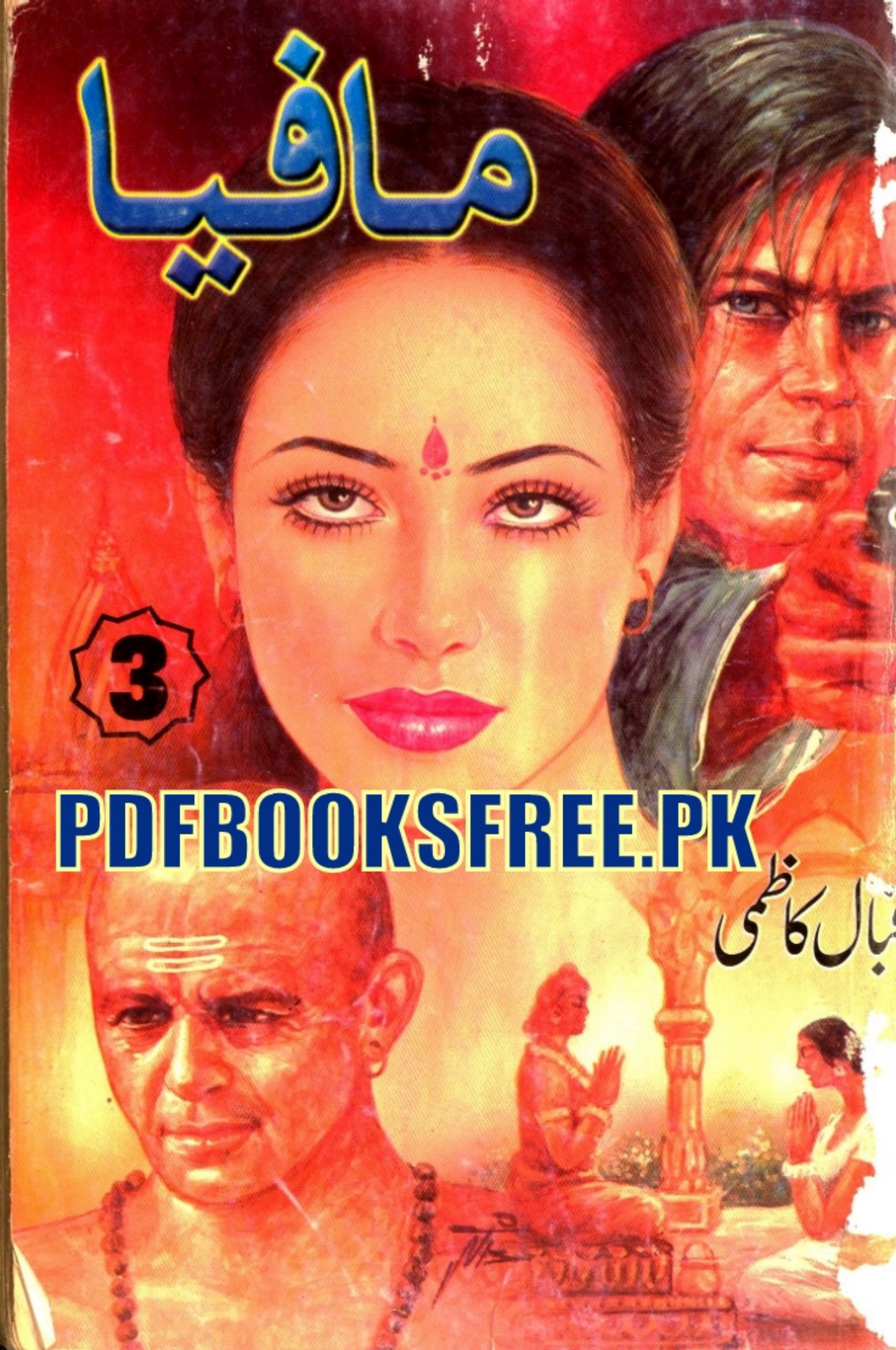

مافیا
3
PDFBOOKSFREE.PK
قبال کاظمی

پتھر کی طرح سخت، موت کی طرح بے رحم ایک شعلہ جوالا شخص کی داستان
جو لطیف جذبوں سے آشنا تھا، لیکن معاف کرنا اس کی فطرت میں شامل نہیں تھا

مافیا

3

تحریر: اقبال کاظمی —— راوی: نظیر محمد ناجی

اسٹاکسٹ
مکتبہ القریش ◎ سرکلر روڈ
اردو بازار۔ لاہور ۲۔ فون: ۷۶۶۸۹۵۸

سالار بازار سب سے زیادہ قریب تھا۔ اس علاقے میں بڑی رونق تھی بڑی تعداد میں سیاح بھی
لر آ رہے تھے۔ سمترا اور رتنا ادھر ادھر گھومتی رہیں اور میں ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ کبھی وہ رک جاتیں تو
بھی قریب ہی رک جاتا اور آس پاس موجود لوگوں سے باتیں کرنے لگتا۔

ہمیں مختلف شاپنگ ایریاز میں گھومتے ہوئے دو گھنٹے گزر گئے سمترا نے ایک حلوائی کی دکان سے
مٹھائی اور پکوڑے وغیرہ خریدے اور دور ہٹ کر فٹ پاتھ پر بیٹھ کر کھانے لگیں میں بھی ان کے قریب
گیا اور بھکاریوں کی طرح ہاتھ پھیلا دیا ان دونوں نے ناگوار سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا سمترا
دو جلیبیاں اور تین چار پکوڑے میرے ہاتھ پر رکھ دیئے اور میں اسے دعائیں دیتا ہوا قریب ہی بیٹھ گیا۔

''کوئی زیادہ گڑ بڑ نہیں ہے۔'' سمترا نے سرگوشیانہ لہجے میں اس طرح کہا جیسے وہ رتنا سے کچھ کہہ
رہو۔ ''لوگوں کو ناگ راج اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا پتہ چل گیا ہے لوگ اس راکھشس سے نجات
جانے پر بہت خوش ہیں اس لیے شہر میں رونق بھی نظر آ رہی ہے۔''

''اور رانا شمشیر سنگھ کو اب بیلا کی تلاش ہے۔'' میں نے منہ چلاتے ہوئے اپنی معلومات سے آگاہ

''میرا خیال ہے اب ہمیں واپس چلنا چاہئے۔ شہر میں گھومنا بیکار ہے۔''

''یہ کھالیں تو چلتے ہیں۔'' سمترا نے جواب دیا۔

ہم تقریباً آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھے رہے اس کے بعد میں نے ان سے بات نہیں کی تھی اور الگ تھلگ
ہی رہا تھا وہاں سے روانہ ہونے سے پہلے سمترا نے کچھ اور مٹھائی لے لی تھی۔

اس مرتبہ میں ان سے آگے تھا۔ بازار کے اگلے موڑ پر اکا دکا لوگ ہی تھے میں موڑ گھوما ہی تھا کہ
عقب سے رتنا کی چیخ سن کر چونک گیا اور تیزی سے پیچھے مڑا۔

وہ دو ہٹے کٹے غنڈے تھے جو رتنا کو پکڑ کر زبردستی قریب کھڑی ہوئی جیپ میں بٹھانے کی کوشش کر
رہے تھے۔ رتنا چیختے ہوئے مزاحمت کر رہی تھی اور سمترا بھی اسے غنڈوں کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش
میں تھی مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ غنڈے حلوائی کی دکان سے ہی ان کے پیچھے لگے تھے۔ یوں تو سمترا کے
بھی حسین ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا مگر رتنا کی بات ہی کچھ اور تھی لمبا قد، گداز جسم اور موٹی موٹی سیاہ
آنکھیں راجستھانی لباس میں تو اس کا سینہ کچھ اور بھی تن گیا تھا اور وہ واقعی دلوں پر قیامت ڈھا رہی تھی۔
میں یہ بھی سمجھ گیا کہ وہ غنڈے محض اس کے حسین ہونے کی وجہ سے اسے اٹھا لے جانے کے چکر میں تھے اگر
کوئی اور بات ہوتی تو وہ سمترا کو بھی گرفت میں لینے کی کوشش کرتے اور انہیں اغوا کرنے کا کوئی اور طریقہ
اختیار کرتے تا کہ اس طرح ہنگامہ نہ ہوتا۔

بار اول ـــــ 2003ء
ناشر ـــــ محمد علی قریشی
مطبع ـــــ نیر اسد پریس لاہور
سرورق ـــــ ذاکر
کمپوزنگ ـــــ نوید بٹ
قیمت ـــــ -/60 روپے

وہ دونوں چیخ رہی تھیں اور لوگ دوڑ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ کوئی آگے آنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا۔ میں پلٹ کر فوراً ہی اس طرف دوڑا اور جاتے ہی ایک غنڈے سے لپٹ کر گیا اس غنڈے کو پیچھے سے گرفت میں لیا تھا اس نے میرے پیٹ میں کہنی ماری مگر میری گرفت اتنی کمزور تو نہیں تھی کہ وہ آسانی سے چھوٹ جاتا میں چیخ چیخ کر لوگوں کو بھی غیرت دلا رہا تھا کہ اگر ان کے گھر کی کسی عورت کو اس طرح اٹھانے کی کوشش کی جائے تو کیا اس وقت بھی وہ خاموش کھڑے تماشا دیکھتے رہیں گے۔

میری یہ چیخ و پکار نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور پانچ چھ آدی آگے آ گئے ایک غنڈے نے چاقو نکال لیا مگر میں نے اسے ہاتھ ہلانے کا موقع بھی نہیں دیا اور اس کا بازو پکڑ کر پیچھے کی طرف موڑتا گیا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اب دس بارہ آدمیوں نے ان غنڈوں کو گھیر لیا تھا اور ان کی پٹائی کر رہے تھے میں نے سمترا اور رتنا کو اشارہ کیا وہ دونوں وہاں سے کھسک گئیں اور میں بھی غنڈوں کی پٹائی میں لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا۔

''دو پولیس والے بھی شور سن کر وہاں پہنچ گئے انہیں پوری بات بتائی گئی اور غنڈوں کو ان کی تحویل میں دے دیا گیا۔

''وہ لونڈیاں کہاں ہیں؟'' ایک پولیس والا ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

''شریف ناریاں تھیں اپنی اجت بچا کر ادھر کو چلی گئی ہیں حوالدار۔'' میں نے مخالف سمت کی ایک گلی کی طرف اشارہ کر دیا۔

''کوئی بات نہیں تم ہمارے ساتھ چلو سادھو مہاراج۔''

ایک پولیس والے نے کہا۔ ''ان کے خلاف رپٹ لکھوانے کے لیے کسی کی ضرورت تو ہو گی۔''

''ہم کو ان دنگا فساد سے الگ رکھیو مہاراج۔'' میں نے ہاتھ جوڑ دیے۔

''ہم سادھو سنت لوگ ان جھگڑوں میں نہ پڑتے انہوں نے عورتن کو نہ چھیڑا ہوتا تو ہم یہاں کبھی نہ رکتے اپنی راہ چلتے رہتے۔''

''ہاں سوامی جی کو بھی ساتھ لے جاؤ حوالدار جی۔'' ایک آدمی نے کہا۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان کی تائید کی اور میرے دیوتا کوچ کر گئے، لیکن بہرحال اس آدمی کو بھی ساتھ لے لیا گیا جس نے مجھے ساتھ لے جانے کو کہا تھا۔

میں پہلی بار تھانے میں آیا تھا یہاں ایک سے ایک گھاگ پولیس والا تھا مجھے اندیشہ تھا کہ اوٹ پٹانگ قسم کے سوالات نہ شروع کر دیے جائیں یا کسی کو مجھ پر کوئی شبہ نہ ہو جائے۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ان غنڈوں کے خلاف رپورٹ لکھی گئی مجھ سے نام پتہ پوچھا گیا تو میں نے بڑے اطمینان سے ایک آشرم کا پتہ لکھوا دیا اور پھر تھانے کے گیٹ سے نکلتے ہوئے میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ سمترا اور رتنا گھر پہنچ گئی ہوں گی اور مجھے دیر ہو جانے پر پریشان ہو رہی ہوں گی، لیکن تھانے سے نکل کر دوسری گلی کا موڑ گھوما ہی تھا کہ دو ہیولے اچانک ہی تاریکی سے نکل کر میرے سامنے آ گئے اور میں اچھل پڑا وہ سمترا اور رتنا تھیں۔

''تت ... تم۔'' مارے حیرت کے میرے منہ سے بات بھی ٹھیک سے نہیں نکل رہی تھی۔

''تمہیں چھوڑ کر ہم کیسے جا سکتی تھیں۔'' رتنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب جلدی سے یہاں سے نکل چلو اگر کوئی پولیس والا اس طرف آ گیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔'' میں نے کہا۔

ہم تیزی سے گلی میں چلتے رہے دو تین گلیاں گھوم کر ہم سڑک پر نکل آئے اور پھر آدھے گھنٹے بعد ہم اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے تھے۔

''کم بخت نے ایسی چٹکی کاٹی تھی کہ بوٹی نچ گئی۔'' رتنا کہتے ہوئے اپنے بائیں بازو کو دیکھنے لگی۔ اس کے بازو پر نیل پڑ گیا تھا اس نے گھاگھرا اور بغیر آستین کی چولی پہن رکھی تھی نہ صرف بازو بلکہ کمر بھی برہنہ تھی کپڑا صرف چولی کے اگلے حصہ پر تھا کمر پر صرف آدھا انچ چوڑے دو فیتے تھے۔

گھر پہنچ کر بھی ان دونوں میں سے کسی نے لباس نہیں بدلا البتہ چنریاں بھی اتار کر پھینک دی تھیں میں کبھی ایک کی طرف دیکھتا اور کبھی دوسری کی طرف۔ بعض اوقات تو میرے دل کی دھڑکن اس قدر تیز ہو جاتی کہ مجھے سانس لینا دشوار ہو جاتا۔

اس وقت گیارہ بج چکے تھے۔ سمترا میرے ساتھ بیٹھی رہی اور رتنا کچن میں گھس گئی۔ سمترا نے جو مٹھائی خریدی تھی وہ غنڈوں سے ہاتھا پائی کے دوران بھی محفوظ رہی تھی جسے اب سمترا نے ایک پلیٹ میں نکال لیا تھا۔

بارہ بجے کے قریب ہم نے کھانا کھایا اور پھر برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے تازہ ہوا اچھی لگ رہی تھی۔ ہم شہر کے حالات پر ہی تبصرے کرتے رہے۔ ناگ راج کی موت کے بعد لوگوں نے واقعی سکھ کا سانس لیا تھا لوگ تو یہی سمجھتے رہے تھے کہ وہ ایک غنڈہ اور بدمعاش تھا جس نے شہر والوں کا جیون دوبھر کر رکھا تھا اور اس کی موت پر انہوں نے سکھ کا سانس لیا تھا لیکن اندر کی کہانی انہیں معلوم نہیں تھی۔ انہیں کیا معلوم کہ ناگ راج کی موت سے ان کی سرکار کو کتنا ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ سرکار کے کیسے کیسے منصوبے خاک میں مل گئے تھے۔

بیلا کی گمشدگی ہمارے لیے حیرت انگیز تھی اب مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ زخمی تھی ہی، اس رات بھاگ دوڑ کی وجہ سے اس کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تھی اور وہ کہیں دبک کر بیٹھی ہوئی تھی۔

ہم تقریباً ایک گھنٹے تک برآمدے میں بیٹھے رہے اور پھر اندر آ گئے۔ سمترا نے دروازہ لاک کر دیا اور ہم ماسٹر بیڈ روم میں آ گئے۔ کمرے میں آتے ہی سمترا نے ویڈیو فلم لگا دی جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ان دونوں کا سونے کا ابھی کوئی ارادہ نہیں تھا۔

فلم میں وہی بے ہودگی اور بے حیائی کے مناظر تھے بعض مناظر دیکھ کر سمترا اور رتنا ایک دوسرے کو چٹکیاں کاٹنے لگیں انڈین فلموں میں کوئی کہانی نہیں ہوتی محض بے حیائی کی وجہ سے ہی یہ فلمیں چلتی ہیں۔

دو بجے کے قریب بپ بپ کی آواز سن کر ہم تینوں اچھل پڑے اور تینوں نے بیک وقت گھوم کر مانیٹرنگ سیٹ کی طرف دیکھا۔ پینل پر ایک سرخ بتی اسپارک کر رہی تھی۔

''سمترا چھلانگ لگا کر پینل کے قریب پہنچ گئی اور ایک بٹن دبا کر لیور کو آہستہ آہستہ حرکت دینے لگی میں مانیٹرنگ سیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ بھیرو کے بنگلے کے برآمدے کے دروازے کا منظر نظر آ رہا تھا۔

دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور سکرین پر جو چہرہ دکھائی دیا وہ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ وہ امرت ٹھاکرے تھا اور اس کے بعد جو چہرہ سکرین پر نظر آیا اس نے تو مجھے اچھلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ مدھو تھی۔

سمترا لیور کو حرکت دے کر کیمرے کو فوکس کرتی رہی اور سکرین پر ان چہروں کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہوتی رہی۔

مدھو کو امرت ٹھاکرے کے ساتھ دیکھ کر میرے جسم پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ دماغ میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔ اب یہ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی کہ اس رات ناگ راج کو ٹھکانے لگانے کے بعد واپس آتے ہوئے وہ دونوں راستے میں کیوں اتر گئے تھے۔ کھنڈر کے تہہ خانے میں مٹھو رام اور مدھو کچھ دیر کیلئے ایک دوسرے کے قریب رہے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ اس دوران موقع پا کر مدھو نے مٹھو رام کو بھیرو کے خزانے کے بارے میں بتا دیا ہو۔ بھیرو اب جہنم میں پہنچ چکا تھا۔ اس خزانے کا کوئی وارث نہیں تھا۔ وہ اس کا ہوسکتا تھا جو اس پر قبضہ کر لے۔ مٹھو رام یہ بھی جانتا تھا کہ ناگ راج اور امرت ٹھاکرے کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ وہ دولت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مدھو سے بھیرو کے قتل کا سننے کے بعد ہوسکتا ہے مٹھو کے ذہن میں بھی کوئی ایسا خیال آیا ہو اور مدھو کو ساتھ لے کر راستے میں اتر گیا کہ رات کسی محفوظ جگہ پر گزارنے کے بعد صبح سویرے ہی اس شہر سے نکل جائیں گے۔

مٹھو رام کو امرت ٹھاکرے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوں گی۔ اس نے ٹھاکرے سے رابطہ کیا۔ دو تین دن منصوبہ بندی میں لگے ہوں گے اور آخر کار وہ امرت ٹھاکرے کو لے کر یہاں پہنچ گئے۔ ان کی رہنمائی مدھو نے کی ہوگی۔

میں اسکرین پر ان لوگوں کی صورتیں دیکھ رہا تھا جو برآمدے والے دروازے سے اندر داخل ہوئے تھے ٹھاکرے، مدھو اور دو آدمی اور تھے مگر ان میں مٹھو نہیں تھا۔ ٹھاکرے اور اس کے ساتھیوں کے پاس آٹو میٹک رائفلیں تھیں مگر مدھو خالی ہاتھ تھی۔

ان لوگوں کی نقل و حرکت کے ساتھ سمترا چینل کے لیور کو بھی حرکت دیتی رہی۔ وہ لوگ چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ سمترا لیور کو کبھی ایک طرف گھماتی کبھی دوسری طرف۔ اسکرین پر ہال کمرے کے مختلف مناظر ابھر رہے تھے اور آخر کار اس راہداری کا منظر ہمارے سامنے آ گیا جس میں [illegible]ت بھیرو والا کمرہ تھا۔ اس کے سامنے والی لین میں دو کمرے اور تھے۔

اس لیور کا تعلق اس الیکٹرونک ٹی وی کیمرے سے تھا جو ہال میں کسی جگہ لگا ہوا تھا اور سمترا اس لیور کے ذریعے اس کے زاویے تبدیل کر رہی تھی۔ اب راہداری کا منظر دکھائی دے رہا تھا جہاں امرت ٹھاکرے مدھو کے ساتھ کھڑا تھا۔ ٹھاکرے کے دوسرے ساتھی سامنے والے کمروں میں گھس گئے تھے۔ چند سیکنڈ بعد وہ بھی سامنے آ گئے۔ ٹھاکرے نے انہیں اشارہ کیا۔ ایک تو رائفل تانے وہیں کھڑا رہا اور دوسرا ہال کی طرف چلا گیا۔

مدھو نے ٹھاکرے کی طرف دیکھتے ہوئے بھیرو والے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ ٹھاکرے نے دروازے پر زوردار ٹھوکر ماری۔ دروازہ کھل گیا۔ سمترا نے جلدی سے چینل پر ایک اور بٹن دبا دیا۔ اب بھیرو

کے کمرے میں لگے ہوئے کیمرے نے کام شروع کر دیا تھا اور اسکرین پر کمرے کے اندر کی طرف سے دروازے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ سامنے ہی مدھو اور ٹھاکرے کھڑے تھے۔ ٹھاکرے بہت محتاط انداز میں رائفل لے کر اندر داخل ہوا اور جب مدھو اندر داخل ہوئی تو میں چونک سا گیا۔

''اسے ذرا فوکس میں رکھو اور کلوز اپ میں لو۔'' میں نے سمترا سے کہا سمترا نے مدھو کو فوکس میں رکھتے ہوئے لیور پر ایک ننھا سا بٹن دبا دیا۔ مدھو کا چہرہ اسکرین پر پھیلتا چلا گیا۔

''یہ..... یہ دیکھو۔'' میں نے سمترا کو متوجہ کیا۔ ''کیا مدھو کے چہرے سے ایسا نہیں لگتا جیسے اسے اس کی مرضی کے خلاف یہاں لایا گیا ہے۔ اس سے زبردستی کوئی کام لیا جا رہا ہو۔''

سمترا غور سے مدھو کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ رتنا بھی اٹھ کر قریب آ گئی۔ وہ بھی بھرپور توجہ سے اسکرین پر مدھو کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''ان کے ساتھ مٹھو رام بھی نہیں ہے۔'' میں نے کہا ''پہلے مدھو کو ان کے ساتھ دیکھ کر میں یہ سمجھا تھا کہ اس نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے اور بھیرو کی دولت کیلئے وہ اور مٹھو رام ٹھاکرے سے جا ملے ہیں مگر مدھو کے چہرے کو دیکھ کر لگتا ہے کہ صورتحال کچھ اور ہے۔''

''میں ایسا نہیں سمجھتی۔'' سمترا نے کہا ''میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ لوگ قابل اعتماد نہیں ہیں۔ ان پر اسی حد تک بھروسا کیا جائے جس کے یہ اہل ہیں۔ دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ بھیرو مر چکا ہے اور ہر شخص اس کی دولت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مدھو اور مٹھو رام نے بھی ٹھاکرے کے ساتھ مل کر اس دولت کو اڑانے کا منصوبہ بنا لیا ہوگا۔ مدھو کا ان لوگوں کو یہاں تک لے آنا میری بات کا ثبوت ہے۔''

''نہیں سمترا'' میں نے کہا ''انہوں نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا ہے۔ بھگتی لال پانڈے اور ان کے کئی ساتھیوں نے ہمارے لیے اپنی جانیں دی ہیں۔ مدھو بھی کئی مرتبہ اپنی جان کی بازی لگا چکی ہے۔ وہ کسی بھی وقت موت کا شکار ہوسکتی تھی۔ ان لوگوں کے دلوں میں اس دولت کا لالچ ہوتا تو بڑی آسانی سے ہمیں ختم کر سکتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا اور اب جبکہ مدھو یہ جانتی ہے کہ بیلا جیسی خطرناک عورت فرار ہو چکی ہے۔ بیلا ہمارے اس ٹھکانے سے واقف ہے۔ وہ کسی بھی وقت ہلہ بول سکتی ہے۔ ایسی صورت میں ادھر کا رخ کرنا حماقت ہی ہوگی۔ نہیں سمترا معاملہ وہ نہیں جو تم سمجھ رہی ہو۔ مدھو کے چہرے پر خوف کے تاثرات کچھ اور کہانی سنا رہے ہیں۔''

''مجھے وشواش نہیں ہوتا'' سمترا نے کہا۔

میرے کہنے پر وہ ایک بار پھر لیور کو حرکت دینے لگی۔ کیمرے کا زاویہ بدلنے لگا۔ امرت ٹھاکرے بیڈ روم میں ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔ جیسے اسے کسی چیز کی تلاش ہو۔ اس نے بھیرو کی الماری کھول دی اور اس میں بھرے ہوئے کپڑے اور دوسری چیزیں نکال کر نیچے پھینکنا شروع کر دیں اور پھر ڈریسنگ ٹیبل کی درازیں کھول کر دیکھنے لگا۔

کیمرا اس کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہا تھا۔ ٹھاکرے مدھو کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ان کے حرکت کرتے ہوئے ہونٹ بتا رہے تھے کہ وہ آپس میں کوئی بات کر رہے تھے۔

''کیا اس کیمرے میں ساؤنڈ سسٹم نہیں ہے؟'' میں نے سمترا سے پوچھا۔

"اوہ مجھے اس کا خیال ہی نہیں رہا تھا"۔ سمترا نے کہا اور پینل پر سفید رنگ کا ایک بٹن دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹی وی سیٹ پر ٹھاکرے کی آواز سنائی دینے لگی۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے' کہاں گئے وہ لوگ؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں"۔ مدھو نے جواب دیا۔ "بیلا مندر والے کھنڈروں سے بھاگ گئی تھی۔ اسے اس جگہ کا معلوم ہے۔ ہوسکتا ہے وہ لوگ اس کے خوف سے یہاں سے بھاگ گئے ہوں۔"

اور تہہ خانے کا رستہ کہاں ہے؟" ٹھاکرے نے پوچھا۔

"اس باتھ روم کے اندر" مدھو نے اشارے سے بتایا۔

امرت ٹھاکرے باتھ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مدھو اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔ ٹھاکرے کیمرے کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا تھا۔ سمترا نے کچھ دیر تک مدھو کو فوکس میں رکھا پھر لیور کو آہستہ آہستہ حرکت دینے لگی۔ اب کمرے کے دروازے پر ایک اور آدمی نظر آ رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں رائفل تھام رکھی تھی اور وہ اس طرح کھڑا تھا کہ کمرے کے اندر اور باہر راہداری پر بھی نگاہ رکھ سکتا تھا۔

چند منٹ بعد ٹھاکرے کی آواز سن کر سمترا نے کیمرے کا زاویہ بدل دیا۔ ٹھاکرے باتھ روم سے نکل آیا تھا اور بڑی خونخوار نظروں سے مدھو کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تہہ خانے کا راستہ کدھر ہے چھوکری۔"

"اسی باتھ روم میں ہے"۔ مدھو نے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں خوف کی جھلک نمایاں تھی۔ "وہ لوگ اسی باتھ روم میں سے تہہ خانے میں آتے جاتے تھے۔ میں تہہ خانے میں کبھی نہیں گئی۔ نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ راستہ کیسے کھولا جاتا ہے"۔

یہ حقیقت تھی۔ مدھو کو تہہ خانے کے راستے کا علم نہیں تھا۔ وہ ایک آدھ مرتبہ بھیرو کے اس کمرے میں تو آئی تھی لیکن باتھ روم میں کبھی نہیں گئی تھی۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ خفیہ راستہ باتھ روم ہی میں سے ہے لیکن اس نے کبھی وہ راستہ دیکھا نہیں تھا۔

"سیدھی طرح سے بتاتی ہے یا دوسرا طریقہ اختیار کروں"۔ ٹھاکرے نے کہتے ہوئے اس کے بال مٹھی میں پکڑ کر اس کا سر پیچھے کی طرف جھکا دیا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی رائفل کی نال اس کی کنپٹی پر رکھ دی۔ "اگر تم نے نہیں بتایا تو اس رائفل کی ساری گولیاں تمہاری کھوپڑی میں اتار دوں گا اور تو بھی اپنے اس یار کے پاس پہنچ جائے گی"۔

میں نے سمترا کی طرف دیکھا۔ وہ ہولے سے سر ہلا کر رہ گئی۔ میری بات درست نکلی تھی۔ مدھو انہیں اپنی مرضی سے یہاں نہیں لائی تھی۔ اسے زبردستی لایا گیا تھا اور ظاہر ہے یہاں لانے کیلئے اس کے ساتھ کوئی زیادتی بھی کی گئی ہو گی اور ٹھاکرے کی اس بات نے بھی مجھے چونکا دیا تھا کہ "اور تو بھی اپنے یار کے پاس پہنچ جائے گی" اس بات کا صرف ایک ہی مطلب ہوسکتا تھا کہ منوہر رام کو ختم کر دیا گیا تھا لیکن مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ یہ دونوں ٹھاکرے کے ہاتھ کیسے لگے تھے۔

مدھو کی چیخ کی آواز سن کر میں اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ٹھاکرے اسے بالوں سے پکڑے زور زور سے جھٹکے دے رہا تھا اور پھر اس نے زوردار دھکا دیتے ہوئے مدھو کو بیڈ پر گرا دیا۔

"او ببر"۔ وہ دروازے میں کھڑے ہوئے آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے چیخا۔ "اس سے پوچھ دھرتی کے بھیتر جانے کا راستہ کدھر کو ہے۔ نہ بتاوے تو اس کا مستک درست کر دے نہیں تو اپنا مستک گھوم جائے گا"۔

"بتا دے گی۔ کیوں نہیں بتاوے گی"۔ ببر مونچھوں پر تاؤ دیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس نے اپنی رائفل ٹھاکرے کے حوالے کر دی اور مدھو کی طرف بڑھنے لگا۔

مدھو پشت کے بل بیڈ پر پڑی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف اور آنکھوں میں وحشت ابھر آئی تھی۔ وہ کہنیوں کے بل آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگی۔

"مم...... میں سچ کہتی ہوں"۔ وہ ہکلا رہی تھی۔ "تہہ خانے کا راستہ اسی باتھ روم میں ہے لیکن مجھے پتا نہیں"۔

ببر نے بیڈ پر چھلانگ لگا دی اس نے مدھو کو اس طرح دبوچ لیا تھا جیسے بلی چوہے کو دبوچتی ہے۔ مدھو مزاحمت کر رہی تھی۔ ببر اسے بری طرح رگید رہا تھا۔ ایک موقع پر مدھو نے ببر کو دھکا دے کر اپنے اوپر سے ہٹا دیا اور بیڈ سے چھلانگ لگا کر دروازے کی طرف دوڑی۔ اس کا اوپر کا لباس تار تار ہو گیا تھا اور جسم برہنہ ہو رہا تھا۔

وہ دروازے تک نہیں پہنچ سکی۔ ٹھاکرے نے دونوں رائفلیں کرسی پر پھینک کر مدھو کو دبوچ لیا اور اسے قالین پر گرا کر خونخوار بھیڑیے کی طرح اسے نوچنے لگا۔

ہم ٹی وی پر یہ اندوہناک منظر دیکھ رہے تھے۔ مدھو کی چیخیں ہمارے کانوں میں گونج رہی تھیں مگر ہم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔

اور پھر دفعتاً ٹی وی کے اسپیکر پر ابھرنے والی فائرنگ کی آواز نے ہمیں چونکا دیا۔ یہ آواز بھیرو والے بنگلے ہی میں کسی طرف سے آئی تھی۔ سمترا نے جلدی سے ہال والا کیمرا آن کر دیا اور لیور کو حرکت دینے لگی جلد ہی ٹھاکرے کا دوسرا ساتھی فوکس میں آ گیا۔ وہ رائفل پکڑے بدحواسی میں چیختا ہوا راہداری کی طرف دوڑ رہا تھا۔

چند سیکنڈ بعد ہی ٹھاکرے اور ببر بھی اس کمرے سے نکل آئے۔ ٹھاکرے چیخ چیخ کر اپنے دونوں ساتھیوں کو احکامات دے رہا تھا۔ ان تینوں نے برآمدے والے دروازے کے آس پاس پوزیشن سنبھال لی تھی اور باہر کی طرف فائرنگ کر رہے تھے۔ باہر سے بھی فائرنگ ہو رہی تھی اور ہمارے لیے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ باہر سے کون لوگ فائرنگ کر رہے تھے۔ ویسے میرے ذہن میں بیلا کا خیال تھا۔

سمترا نے ایک بار پھر کمرے والا کیمرا آن کر دیا۔ مدھو قالین پر پڑی تھی۔ اس کا لباس پھٹ چکا تھا۔ چہرے پر بے پناہ دہشت تھی۔ وہ خوف زدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اور پھر اچانک ہی جیسے اس کی آنکھوں میں عجیب چمک نظر آئی۔ وہ رینگتی ہوئی بیڈ کے نیچے چلی گئی۔

میرا خیال تھا کہ وہ فائرنگ سے خوف زدہ ہو کر چھپنا چاہ رہی تھی۔ مدھو کئی مرتبہ میرے ساتھ اہم معرکوں میں حصہ لے چکی تھی۔ جب افتاد پڑتی تھی تو وہ اس طرح خوف زدہ ہو جایا کرتی تھی اور اب بھی وہ خوف زدہ ہو کر چھپنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن چند سیکنڈ بعد ہی وہ رینگتی ہوئی بیڈ کے نیچے سے نکلی تو اس مرتبہ

میری آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

مدھو کے ہاتھ میں کاراکوف رائفل تھی اور میرے خیال میں یہ بھیرو کی رائفل تھی جو کسی وقت نیچے گر گئی ہو گی اور اب تک وہیں پڑی تھی۔ مدھو چونکہ قالین پر پڑی ہوئی تھی اس لیے اس نے بیڈ کے نیچے یہ رائفل دیکھ لی تھی۔

مدھو اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور رائفل کو دونوں ہاتھوں میں سنبھال کر دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کی چال میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔ وہ کمرے سے نکل گئی۔

اب ہال کمرے والا کیمرا آن ہو گیا تھا۔ مدھو فوکس میں تھی۔ وہ رائفل سنبھالے آگے بڑھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر اب خوف کے بجائے سفاکی تھی۔ راہداری کے آخر میں پہنچتے ہی اس نے فائرنگ شروع کر دی۔

تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ببر کی چیخ بھی گونجی تھی۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا نیچے گرا۔ اس کے جسم سے خون کی کئی دھاریں بہہ نکلی تھیں۔ امرت ٹھاکرے اس سے چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ اس نے تیزی سے مڑ کر فائر کھول دیا۔ کئی گولیاں مدھو کے جسم میں پیوست ہو گئیں۔ وہ تیورا کر گری۔ خون اس کے جسم سے فواروں کی طرح پھوٹ پڑا تھا۔

سمترا نے کیمرا ایک بار پھر ٹھاکرے پر فوکس کیا۔ وہ چیختا اور فائرنگ کرتا ہوا کھڑکی سے باہر کی طرف چھلانگ لگا رہا تھا۔ اس کا دوسرا ساتھی بھی دروازے سے باہر چھلانگ لگا چکا تھا۔

باہر سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سمترا نے کیمرا ایک بار پھر مدھو پر فوکس کر دیا۔ مدھو پشت کے بل پڑی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں اب بھی رائفل موجود تھی۔ اس کے چہرے پر کرب و اذیت کے تاثرات منجمد ہو کر رہ گئے تھے۔

سمترا نے کیمرے کو یک بار پھر برآمدے والے دروازے پر فوکس کر دیا اور لیور سے ہاتھ ہٹا لیا۔ وہ سیدھی ہو کر عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

''تم نے ٹھیک ہی کہا تھا''۔ وہ بولی۔ ''اسے زبردستی یہاں لایا گیا تھا اور وہ واقعی وفادار تھی۔ اس نے تہہ خانے کا راستہ نہیں بتایا۔''

''میرا خیال ہے اسے راستہ معلوم نہیں تھا''۔ رتنا نے کہا۔ ''جس طرح جان کے خوف سے انہیں لے کر یہاں تک آ گئی تھی۔ اگر تہہ خانے کا راستہ معلوم ہوتا تو وہ بھی بتا دیتی''۔

''اسے معلوم تھا''۔ سمترا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔ ''ایک مرتبہ میں اسے تہہ خانے میں لے گئی تھی اور اسے سب کچھ دکھایا تھا۔ وہ گن پوائنٹ پر ان کے ساتھ یہاں تک تو آ گئی تھی گو یہاں آ کر اس نے اپنی جان دے دی پر تہہ خانے کا راستہ نہیں بتایا''۔

میں عجیب سی نظروں سے سمترا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر افسردگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''تو پھر اب مدھو کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''مجھے اپنے خیالات پر شرمندگی ہے اور مدھو کی موت کا افسوس''۔ سمترا بولی۔

''بے چاری'' رتنا بولی۔ ''اچھی لڑکی تھی۔ ہمارا ساتھ اگرچہ چند روز ہی رہا لیکن لگتا تھا جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ بڑی بے تکلف ہو گئی تھی وہ ہم سب سے مجھے دیدی کہتی تھی''۔

''ہاں اب صرف افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔'' میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا ''زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم اسے مرتے ہوئے دیکھتے رہے اور اس کی کوئی مدد نہ کر سکے''۔

''لیکن مجھے حیرت ہے کہ وہ ٹھاکرے کے ہاتھ کیسے لگی اور متھورام کہاں ہے'' رتنا نے کہا'' اس رات تو متھو نے کہا تھا کہ اس کے پاس ایک محفوظ جگہ ہے جہاں رات گزار کر وہ صبح سویرے ہی کہیں چلے جائیں گے''۔

''ہاں یہ معمہ ابھی حل طلب ہے''۔ میں نے کہا'' رہی متھورام کی بات تو وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے ٹھاکرے کو کہتے ہوئے سنا تو تھا کہ وہ مدھو کو بھی اس کے یار کے پاس پہنچا دے گا''۔

''ہاں اور میرا خیال ہے متھو نے پہلے ہی مزاحمت کی ہو گی جس پر اسے ختم کر دیا گیا ہو گا''۔ سمترا نے کہا۔

میں ایک بار پھر ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔ وہی کھلے ہوئے دروازے کا منظر دکھائی دے رہا تھا اور فائرنگ کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ بنگلے کے کمپاؤنڈ میں کسی جگہ فائرنگ ہو رہی تھی لیکن ہم کسی کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد خاموشی چھا گئی اور اس کے دو تین منٹ بعد دو آدمی دوڑتے ہوئے برآمدے والے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں گنیں تھیں۔ وہ تیزی سے ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ سمترا بڑی مشکل سے باری باری انہیں فوکس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس بھاگ دوڑ سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ اس طرح دوڑتے ہوئے مکان کو چیک کر رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک مدھو کی لاش کے قریب رک گیا اور دوسرا دوڑتا ہوا باہر چلا گیا۔

تین منٹ بعد اسکرین پر جو چہرہ نظر آیا اسے دیکھ کر ہم تینوں ہی اچھل پڑے۔ وہ بیلا تھی۔ اس نے ڈھیلی ڈھالی ٹی شرٹ اور جینز پہن رکھی تھی۔ وہ قدرے لنگڑا کر چل رہی تھی۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا جس کا چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا لیکن یہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ اسے کب اور کہاں دیکھا تھا۔

بیلا کے ہاتھ میں بھی پستول تھا۔ وہ ہاتھ سے اشارے کرتے ہوئے اپنے آدمیوں کو احکامات جاری کر رہی تھی۔ ایک آدمی تو مدھو کی لاش کے قریب ہی کھڑا رہا۔ دوسرا برآمدے والے دروزے پر جم گیا اور تیسرا راہداری میں آ گیا۔

بیلا اسے راہداری میں چھوڑ کر بھیرو کے کمرے میں داخل ہو گئی اور دروازہ بند کر کے اندر سے نہ صرف لاک کر دیا بلکہ اوپر کا بولٹ بھی چڑھا دیا۔ وہ مڑ کر باتھ روم کی طرف بڑھی۔

ہمیں سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ تہہ خانے میں جائے گی۔

سمترا نے پینل پر ایک اور بٹن دبا کر تہہ خانے والا کیمرا آن کر دیا اور پھر ٹھیک ایک منٹ بعد بیلا

تہہ خانے میں نظر آئی۔ وہ چند لمحے ایک جگہ پر کھڑی رہی پھر تیز تیز قدم اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے ادھر ادھر گھومنے لگی۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ آنکھوں میں وحشت سی بھر گئی۔

بیلا کی اس حالت پر میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اسے اس کمرے کی تلاش تھی جس میں بھیرو کا خزانہ بھرا ہوا تھا لیکن اب وہ کمرہ غائب تھا۔ بیلا کو شاید اپنے آپ پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں اسے اسی کمرے میں لے کر گیا تھا۔ اس نے ایک ایک چیز اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور اب نہ صرف وہ تمام چیزیں بلکہ پورا کمرہ ہی غائب تھا۔ وہ دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھ رہی تھی۔

"اس کی حالت دیکھ کر مزا آ رہا ہے"۔ سمترا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی مزا آ رہا ہے" میں نے کہا "بھیرو واقعی عقلمند تھا اگر یہ انتظام نہ ہوتا تو وہ ساری دولت ہاتھوں سے نکل چکی ہوتی"۔

"مگر بھیرو کو اس کا کیا فائدہ ہوا"۔ سمترا نے کہا "وہ تو اس سے کوئی فائدہ اٹھائے بغیر نرک میں چلا گیا"۔

"ایسے آدمیوں کا انجام تو یہی ہوتا ہے"۔ میں نے کہا "بہر حال یہ دولت اب تمہارے کام آئے گی۔ تم نے بھیرو کے لیے اپنا سب کچھ تیاگ دیا تھا اور بھیرو تمہارے لیے یہ دولت چھوڑ گیا۔ چند روز بعد حالات پر سکون ہو جائیں تو یہاں سے کسی دوسرے شہر منتقل ہو جانا اور آرام سے باقی زندگی گزار دینا"۔

سمترا نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔ ہم ایک بار پھر اسکرین کی طرف دیکھنے لگے۔ بیلا اب واپس آ رہی تھی۔ تہہ خانے سے باہر آ کر بیلا چند لمحے بھیرو والے کمرے میں رکی اور پھر دروازہ کھول دیا۔

"تم دروازہ بند کر کے کمرے میں کیا کر رہی تھی؟" راہداری میں کھڑے ہوئے شخص نے مشتبہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کپڑے اتار کر ایک منتر کر رہی تھی۔ تم سے مطلب!" بیلا نے اسے گھورا۔ "تمہیں مجھ سے سوال کرنے کا حق کیسے مل گیا کیشو؟"

میرے دماغ میں جھماکا سا ہوا۔ اس نام سے مجھے یاد آ گیا کہ اس شخص کو کہ اور کہاں دیکھا تھا۔ بیلا اور اس کے ساتھی جب مجھے تھر سے اغوا کر کے لا رہے تھے تو ہم نے بلکہ میں نے اور بیلا نے چند گھنٹے صحرا میں اس پہاڑی میں واقع کالی کے مندر میں گزارے تھے اور وہیں پر موقع پا کر بیلا نے ٹرانسمیٹر پر ناگ راج سے بات کی تھی۔ اس کی باتیں میں نے بھی سن لی تھیں اور ٹرانسمیٹر پر اسی گفتگو میں بیلا نے کیشو رام کا نام بھی لیا تھا اور پھر ایک موقع پر ماؤنٹ آبو میں بیلا کے ساتھ کیشو سے آمنا سامنا بھی ہوا تھا۔ ناگ راج کے تقریباً سارے ہی ساتھ اگرچہ ختم ہو چکے تھے مگر یہ کیشو رام بچا ہوا تھا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ مجھے تم پر کوئی شبہ نہیں ہے۔" کیشو رام گڑبڑا سا گیا۔ "میں نے تو ویسے ہی پوچھ لیا تھا"۔

"ٹھیک ہے" بیلا نے جواب دیا "مجھے حیرت ہے یہ لوگ کہاں غائب ہو گئے"۔

"وہ ٹھاکرے تھا بیلا جی" کیشو نے کہا۔ "میں نے خود اسے پچھلی طرف سے بھاگتے ہوئے دیکھا۔

یہ لاش اس کے ساتھی کی ہے۔" اس نے دروازے کے قریب پڑی ہوئی ببر کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔

"مگر یہ مدھو"۔ یہ تو ناجی کے ساتھ تھی۔ بیلا نے مدھو کی لاش کی طرف دیکھا۔

"ہو سکتا ہے وہ لوگ یہاں ہوں اور ٹھاکرے نے یہاں حملہ کیا تو وہ مدھو کی لاش چھوڑ کر بھاگ گئے اور ہمارا مقابلہ صرف ٹھاکرے اور اس کے آدمیوں سے ہوا"۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو لیکن مدھو کی یہ لاش میرا مطلب ہے اس حالت میں پھٹا ہوا لباس"۔

"ٹھاکرے انسان نہیں راکھشس ہے"۔ کیشو نے اس کی بات کاٹ دی۔ "مدھو ان لوگوں کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہو گی۔ وہ ٹھاکرے اور اس کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئی۔ اس کی یہ حالت ٹھاکرے اور اس کے آدمیوں نے ہی کی ہو گی۔ مدھو کے ہاتھ میں رائفل سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے کچھ کرنے کا موقع مل گیا ہو گا"۔

"شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ بہر حال یہ دونوں لاشیں اٹھوا کر بنگلے کے پچھلی طرف پھینکوا دو اور یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو"۔ بیلا نے کہا۔

کیشو اور اس کے ساتھی باری باری مدھو اور ببر کی لاشیں اٹھا کر باہر کسی جگہ ڈال آئے اور پھر اس کے تقریباً پندرہ منٹ بعد بیلا بھی باہر چلی گئی اور دروازہ بند ہو گیا۔

سمترا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کیمرا آف کر دیا۔ مانیٹرنگ سیٹ کی اسکرین تاریک ہو گئی مگر اس کے نچلے پینل پر ننھی سی سرخ بتی جلتی رہی۔

"بیلا دوبارہ آئے گی"۔ میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس نے کیشو وغیرہ کو اس خزانے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اسی لیے بھیرو کے کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا لیکن تہہ خانے میں جا کر اسے خود بھی بڑی مایوسی ہوئی لیکن یہ مایوسی ایسی نہیں کہ وہ امید چھوڑ دے۔ وہ دوبارہ بنگلے میں آئے گی۔

"لیکن میرا خیال ہے اس سے پہلے پولیس بنگلے میں آئے گی"۔ سمترا نے کہا "بنگلے میں فائرنگ کی آوازیں دور دور تک سنی گئی ہوں گی۔ ہو سکتا ہے کچھ دیر میں پولیس بھی پہنچنے والی ہو"۔

"پولیس کو بنگلے کے کمپاؤنڈ میں دو لاشوں کے سوا کچھ نہیں ملے گا"۔ میں نے کہا۔ "بہر حال ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہاں ہم بھی محفوظ ہیں اور وہاں تہہ خانے میں وہ خزانہ بھی"۔

ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ہم کسی بھی لمحہ مانیٹرنگ سیٹ سے سگنل کے منتظر تھے مگر خاموشی رہی۔ چار بج گئے۔ میں بیڈ پر آڑھا ترچھا ہو کر لیٹ گیا۔ مجھے حیرت تھی کہ بھیرو کے بنگلے میں اتنی شدید فائرنگ کے باوجود پولیس کیوں نہیں پہنچی تھی۔

یہی سب کچھ سوچتے ہوئے میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

اور پھر صبح سات بجے کے قریب سمترا نے مجھے جھنجوڑ کر جگا دیا۔

"باہر پولیس کھڑی ہے"۔ سمترا نے کہا۔ "شاید وہ لوگ رات والی فائرنگ کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہیں"۔

"اوہ....." میں ایک جھٹکے سے اٹھ گیا۔ "تم لوگ باہر تو نہیں نکلیں۔ میرا مطلب ہے پولیس والوں

نے تمہیں دیکھا تو نہیں؟''

''نہیں میں نے کال بیل کی آواز سن کر کھڑکی سے جھانکا تھا۔'' سمترا نے کہا۔

''ٹھیک ہے تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں دیکھتا ہوں۔'' میں کہتے ہوئے پلنگ سے اٹھ گیا۔ جسم پر ایک چادر لپیٹ لی اور دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ گیٹ کے سامنے دو پولیس والے کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے گھور کر مجھے دیکھا او وہ پھر فائرنگ کے بارے میں پوچھنے لگا۔

''مہاراج۔ رات کو گولیاں تو بہت چلت رہی تھیں۔ پر ہم ڈر کے مارے باہر نہیں نکلا تھا۔ دل کا کمزور ہوں مہاراج۔ بہت ڈر لاگت ہے۔ ہم کا تو تمام درو سبے بند کر بیٹھا رہیو تھا۔ سویرے آنکھ لاگت تھی''۔

''یہاں اس بنگلے میں کون رہتا ہے۔ چند روز پہلے تک تو یہ خالی تھا'' اسی پولیس والے نے پوچھا۔

''رانا ہمیر سنگھ کا چاکر ہوں مہاراج''۔ میں نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔'' وہ لوگ جودھ پور سے آون والے ہیں۔ ہم کا پہلے بھیج دیا صفائی ستھرائی کرن واسطے۔''

''تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟'' ایک اور سوال کیا گیا۔

''نہیں مہاراج۔ اکیلا ہوں''۔ میں نے جواب دیا۔

وہ دونوں باری باری مجھ سے اس فائرنگ کے بارے میں سوال کرتے رہے اور پھر رخصت ہو گئے۔ فائرنگ رات کو تین بجے ہوئی تھی اور پولیس اس کے بارے میں معلوم کرنے اب آئی تھی۔ ویسے میں نے اپنے بارے میں جو بتایا تھا اس پر مجھے خوف زدہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بنگلہ تھا تو اس پہاڑی پر مگر بھیرو کے بڑے بنگلے سے اس کا فاصلہ نصف میل کے قریب تھا اور دوسرا قریب ترین بنگلہ بھی ایک ڈیڑھ فرلانگ کے قریب تھا۔ اس لیے میں مطمئن تھا کہ پولیس والے کسی اور سے ہمارے اس بنگلے کے بارے میں نہیں پوچھیں گے۔ ویسے بھی رانوں اور ٹھاکروں کے نام میں بڑی تاثیر تھی۔ ایسے بھاری بھرکم ناموں کے بارے میں کوئی زیادہ تحقیقات بھی نہیں کرتا تھا۔

رتنا گہری نیند سو رہی تھی۔ سمترا نے اسے جگایا تو تھا مگر وہ پھر سو گئی تھی۔ میں بھی صرف تین گھنٹے ہی سو سکا تھا۔ میری آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی لیکن اب میرا سونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

سمترا میرے انتظار میں دروازے کے قریب ہی کھڑی تھی۔ جب میں نے اسے بتایا کہ بلا ٹل گئی ہے تو اس نے اطمینان کا سانس لیا اور کچن میں گھس گئی۔ میں لاؤنج ہی میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سمترا چائے بنا کر لے آئی۔ اس نے دونوں کپ سنٹر ٹیبل پر رکھ دیے اور سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ وہ بھی صرف تین گھنٹے ہی سوئی تھی اور اس کی آنکھیں بھی سرخ ہو رہی تھیں۔

ہم رات کے واقعات کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ حیرت اس بات پر تھی کہ کل رات بھیرو کے بنگلے پر ٹھاکرے نے ریڈ کیا اور اس کے ایک گھنٹے بعد بیلا بھی اپنے آدمی لے کر پہنچ گئی تھی۔ اسے اتفاق سمجھا جائے یا بیلا کا کوئی آدمی بنگلے کی نگرانی کر رہا تھا جس نے ٹھاکرے وغیرہ کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر بیلا کو اطلاع کر دی تھی۔ مزید حیرت اس بات پر تھی کہ پولیس کئی گھنٹوں بعد پہنچی تھی اور ادھر ادھر سے

فائرنگ کے بارے میں پوچھ کر چلی گئی تھی مگر پولیس بھیرو والے بنگلے میں داخل نہیں ہوئی تھی۔

چائے پیتے ہوئے میری نظر سمترا کی طرف اٹھ گئی۔ اس کا ایک پیر تو نیچے ہی تھا اور دوسرا پیر اس نے صوفے پر رکھ لیا تھا۔ وہ رات والا راجستھانی لباس ہی پہنے ہوئے تھی۔ گھاگھرا گھٹنے پر سے نیچے کھسک گیا تھا۔ وہ کئی روز سے میرے ساتھ تھی لیکن اس وقت نجانے کیوں اسے دیکھ کر میری سانس تیز ہونے لگی۔ اس نے بھی شاید میری نگاہوں کے مرکز کو تاڑ لیا تھا لیکن گھاگھرا درست کرنے کے بجائے وہ کچھ اور پھیل گئی اور اس پر ستم یہ کہ اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی بھی لے ڈالی۔ مجھے اپنی گردن پر چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

سمترا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی اور صوفے پر نیم دراز ہو کر سر میرے گھٹنے پر رکھ دیا۔

''مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ آنکھوں میں بہت شدید جلن ہو رہی ہے۔'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''تو پھر اندر جا کر آرام سے سو جاؤ نا''۔ میں نے اسے اپنے اوپر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

''تم بھی سو جاؤ''۔ تم بھی تو رات بھر جاگے ہو''۔ اس نے اٹھ کر میرا بازو پکڑ لیا۔

اور جب میں رتنا والے کمرے کی طرف بڑھا تو سمترا مجھے ہاتھ سے پکڑ کر دوسری طرف کھینچنے لگی۔

''رتنا کی نیند خراب ہو گی۔ اسے سونے دو' دوسرے کمرے میں آ جاؤ''۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔

میں نے اس کی طرف دیکھا۔ ہم دوسرے کمرے میں آ گئے۔ سمترا نے مجھے دھکا دے کر بستر پر گرا دیا اور خود بھی میرے اوپر ڈھیر ہو گئی۔

دو دن اور گزر گئے۔ بھیرو والے بنگلے میں کوئی نہیں آیا۔ البتہ بنگلے کے پچھلی طرف پہاڑی پر میں نے گدھوں کو منڈلاتے' نیچے اترتے اور پرواز کرتے دیکھا تھا۔ مدھو اور ببر کی لاشیں اسی رات بیلا نے باہر پھنکوا دی تھیں اور اب گدھ دو دن سے دعوت اڑا رہے تھے۔ میں مدھو کیلئے اپنے آپ میں بے حد افسوس کر رہا تھا۔ اس نے ہمارے لیے جان دی تھی۔ ہم نہ تو اسے بچانے کی کوشش کر سکے تھے اور نہ ہی اس کے انتم سنسکار کا کوئی بندوبست۔ اگر اس رات بیلا وغیرہ کے جانے کے بعد ہم تہہ خانے کے راستے اس کی لاش اٹھا بھی لاتے تو اسے ٹھکانے لگانا ہمارے لیے مسئلہ بن جاتا۔ بہر حال اب تو میں اس کی روح کیلئے دعا کر سکتا تھا۔

تیسرا دن بھی گزر رہا تھا۔ بھیرو والے بنگلے کی طرف کسی نے رخ نہیں کیا تھا۔ میں اپنے آپ میں کچھ بے چینی سی محسوس کرنے لگا۔ یہ خاموشی مجھے کھل رہی تھی اسے نہ صرف یہ علم تھا کہ اتنے عرصہ تک ہم بھیرو کے اس بنگلے میں رہے تھے بلکہ وہ یہ بھی جان چکی تھی کہ اس بنگلے کے تہہ خانے میں ایک بہت بڑا خزانہ موجود ہے جسے وہ اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ چکی تھی۔ وہ اس رات کیشو رام اور دو تین آدمیوں کو لے کر آئی تھی۔ اس نے کیشو رام کو بھی اس خزانے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اس لیے اس نے بھیرو والے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔

بیلا کو تہہ خانے میں خزانہ نہیں ملا تھا۔ وہ کنفیوژ ہو گئی تھی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ کسی وقت واپس

آئے گی اور اکیلی آئے گی۔ اس خزانے کے بارے میں سوچتے ہوئے دفعتاً میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔

''سمترا''۔ میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ آج رات بھیرو کا وہ خزانہ بھی یہاں لے آئیں۔''

مجھے اس کی ضرورت نہیں''۔ سمترا نے جواب دیا۔ ''تم لوگ تو جانے کا پروگرام بنا رہے ہو۔ میں اکیلی سب کچھ کیسے سنبھالوں گی۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''میں نے بھی طے کر رکھا ہے کہ تم لوگوں کے جانے کے ایک دو روز بعد میں بھی کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں گی۔ جو کچھ بھی اس تہہ خانے سے لے آئے ہیں اسے تو میں کسی نہ کسی طرح سمیٹ ہی لوں گی لیکن زیادہ مال میرے لیے بھی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے''۔

''تو پھر...... کیا وہ خزانہ اس طرح زمین کے سینے میں چھپا رہے گا۔'' میں نے کہا۔

''یہاں سے جانے کے بعد میں کسی آشرم کو اس خزانے کے بارے میں گمنام اطلاع دے دوں گی۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔'' سمترا نے جواب دیا۔

میرے خیال میں سمترا ٹھیک ہی کہتی تھی۔ ہمیں اس خزانے کی زیادہ فکر نہیں ہونی چاہیے تھی۔

اس سے اگلے روز میں نے ایک بار پھر گھر سے باہر نکلنے کا پروگرام بنا لیا لیکن اس مرتبہ میں اکیلا ہی جانا چاہتا تھا اور اس کیلئے میں نے ایک نیا گیٹ اپ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

کئی ہفتوں سے ایک خاص مقصد کے تحت میں نے اپنی داڑھی مونچھوں کو نہیں چھیڑا تھا۔ جس کے نتیجے میں داڑھی اور مونچھیں بے تحاشا بڑھ گئی تھیں۔ میں قینچی اور ریزر لے کر آئینے کے سامنے بیٹھ گیا۔ داڑھی اور مونچھیں تھوڑی بہت تراش کر انہیں سلیقے سے سیٹ کیا اور سر کے بال سمیٹ کر سکھوں کی طرح پگڑی باندھنے لگا۔ اس سلسلے میں رتنا نے بھی میری تھوڑی بہت مدد کی تھی۔ بالکل تیار ہو کر میں آئینے میں اپنے آپ کا جائزہ لینے لگا۔ سیاہ پینٹ سفید شرٹ، سر پر پگڑی اور داڑھی مونچھوں میں میں بالکل سکھ لگ رہا تھا۔

''سردار جی''۔ رتنا میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔ ''اس وقت تو میرا بھی دل چاہنے لگا ہے کہ میں آپ کے ساتھ چلوں''۔

''تمہیں میں اپنی سردارنی بنا کر لمبے سفر پر ساتھ لے کر جاؤں گا لیکن اس وقت تو میں اکیلا ہی جا رہا ہوں۔ ذرا موج میلا کرنے کیلئے''۔ میں نے جواب دیا۔

''اپنے ہوش قابو میں رکھنا'' رتنا نے مجھے گھورا۔ ''موج میلے میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھنا جو تمہیں کسی مصیبت میں پھنسا دے''۔

''مصیبتیں تو اب خود میرے پاس آ کر پھنس جاتی ہیں۔ مجھے کیا پھنسائیں گی''۔ میں نے کوٹ پہنتے ہوئے کہا۔

کالی پتلون اور سفید شرٹ پر کوٹ گہرے نیلے رنگ کا تھا جو کچھ عجیب بھی لگ رہا تھا اور بیچ بھی رہا تھا۔ میں نے ایک معقول رقم کے علاوہ پستول بھی کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔

اس وقت شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ میں بنگلے سے نکل کر پیدل ہی ایک طرف چلتا رہا اور پھر

مجھے ایک آٹو رکشہ مل گیا جس پر بیٹھ کر میں بس اسٹاپ کے علاقے میں پہنچ گیا۔ میں نے آٹو والے کو کرایہ ادا کیا اور پیدل ٹہلتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔ خاصی رونق تھی۔ اندازہ ہوا کہ لوگوں کے دلوں پر ناگ راج اور اس کے غنڈوں کا جو خوف تھا وہ ختم ہو چکا تھا اور لوگ آزادی سے گھوم پھر رہے تھے۔

دراصل میرا یہاں آنے کا مقصد کچھ اور تھا۔ میں یہ جائزہ لینا چاہتا تھا کہ شہر سے نکلنے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ یہاں میں نے پورا گینگ ختم کیا تھا۔ ناگ راج کو ختم کر دیا تھا۔ عام لوگوں نے تو سکھ کا سانس لیا تھا مگر پولیس اور سرکاری ایجنسیوں، خصوصاً ''را'' کے ایجنٹ اب بھی صورتحال پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ انہیں اب بھی میری تلاش تھی شہر میں پکڑ دھکڑ تو بہت کم ہو گئی تھی لیکن میری معلومات کے مطابق شہر سے باہر جانے والوں کو چیک کیا جا رہا تھا۔ بعض مشتبہ افراد کو پکڑ بھی لیا جاتا تھا۔ جنہیں اپنی تسلی کرنے کے بعد ہی چھوڑا جاتا تھا اور میں یہاں سے نکلنے کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتا تھا کہ مجھ سے کسی قسم کا شبہ بھی نہ ہو سکے۔

رتنا نے ایک مرتبہ مجھے ایک سکھ بس ڈرائیور کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ سکھ بس ڈرائیور رتنا پر لٹو تھا اور بقول رتنا کے وہ شخص چونکہ اس کے شہر کا رہنے والا تھا اس لیے اسے کبھی گھاس نہیں ڈالی تھی اور میں نے اس سکھ بس ڈرائیور کی آڑ میں اس شہر سے نکلنے کا پروگرام بنایا تھا اس لیے میں نے کئی روز پہلے ہی داڑھی مونچھیں بڑھانا شروع کر دی تھیں۔

میں نے بس اسٹیشن سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ دوسرے شہروں سے آنے والی تمام بسیں آ چکی تھیں۔ یہ چونکہ پہاڑی علاقہ تھا راستہ خطرناک بھی تھا اس لیے ان بسوں کے شیڈول اس طرح بنائے گئے تھے کہ شام کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے پہلے ماؤنٹ آبو پہنچ جائیں۔ البتہ آبو روڈ ریلوے اسٹیشن سے آنے والی دو تین بسیں رات نو بجے تک پہنچتی تھیں۔ ایک دو پسنجر ٹرینیں چونکہ شام چھ اور سات بجے کے درمیان آبو روڈ ریلوے اسٹیشن پہنچتی تھیں اس لیے یہ بسیں ان ٹرینوں سے اترنے والے مسافروں کو لے کر آتی تھیں۔

اس روز بھی دوسرے شہروں سے آنے والی تمام بسیں پہنچ چکی تھیں لیکن ادھر ادھر سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ پنجاب کی طرف سے آنے والی کسی بس کا ڈرائیور سکھ نہیں تھا۔ البتہ یہ پتہ چل گیا کہ بلدیو سنگھ نامی سکھ ڈرائیور ہفتے میں دو دن جے پور کی بس پر یہاں آتا ہے۔ اس کے آنے کے دن مقرر تھے۔ جس دن وہ آتا تھا اس سے اگلے دن صبح سویرے اس کی واپسی ہوتی تھی۔ میں نے نہ صرف وہ دن ذہن نشین کر لیے بلکہ یہ بھی معلوم کر لیا کہ وہ رات کہاں گزارتا ہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں راجندر مارگ کی طرف آ گیا۔ رتنا والے پریم نواس ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر ڈٹ کر اپنی پسند کا کھانا کھایا رتنا کی جگہ کام کرنے والی خوبصورت ویٹرس نے مجھے اس شہر میں اجنبی سمجھ کر رات دس بجے کے بعد اپنی کمپنی کی پیشکش بھی کی تھی مگر میں نے مسکراتے ہوئے ٹال دیا۔

ریسٹورنٹ سے نکل کر میں ٹہلتا ہوا ایک موڑ پر پہنچ گیا اس موڑ سے کوئی راستہ کسی مندر کی طرف بھی جاتا تھا اسی لیے موڑ پر گل فروشوں کی کچھ دکانیں بھی تھیں۔ ان دکانوں کے علاوہ ایک طرف لکڑی کے تین چار تخت بھی بچھے ہوئے تھے۔ ان پر بھی ٹوکریوں میں پھول بھرے ہوئے تھے۔ ان تختوں پر پھول بیچنے والی عورتیں تھیں۔

میرا وہاں رکنے کا کوئی خاص مقصد نہیں تھا۔ میں سڑک کے دوسری طرف ایک آدمی کو دیکھ کر چونک گیا۔ وہ نوجوان تھا۔ اس کی عمر بیس' اکیس سال رہی ہوگی۔ اس نے سفید پتلون اور سفید شرٹ پہن رکھی تھی۔ میں نے اسے فوراً ہی پہچان لیا اس نوجوان کو میں شروع کے دنوں میں شکتی کے ساتھ دیکھ چکا تھا لیکن بعد میں کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ اس وقت وہ ایک اور آدمی کی تاک میں تھا۔

میں ان کے متوازی فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔ ایک موقع پر اس نوجوان نے بڑی صفائی سے دوسرے آدمی کا بٹوہ اڑا لیا اور بڑی تیزی سے سڑک پار کر کے اس فٹ پاتھ پر آ گیا جہاں میں موجود تھا۔ اس نوجوان نے بٹوہ اڑانے میں ہاتھ کی ایسی صفائی دکھائی تھی کہ اس کے شکار کو پتہ ہی نہیں چل سکا تھا اور وہ بڑے اطمینان سے اپنے راستے پر چلتا رہا تھا۔

وہ نوجوان اب مجھ سے پانچ چھ قدم آگے چل رہا تھا اور جیسے ہی وہ ایک گلی میں مڑنے لگا میں نے بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ تیزی سے مڑا۔ اس کے چہرے پر بدحواسی نمایاں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید پکڑا گیا ہے لیکن ایک سکھ کو دیکھ کر وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا۔

''کیا بات ہے سردار جی؟'' اس کے لہجے میں کرختگی تھی۔

''اگر تم خاموشی سے میرے ساتھ چلتے رہو تو میں کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ تم نے کسی کی پاکٹ ماری ہے''۔ میں نے سرگوشی میں کہا۔

''کیا مطلب!'' وہ ایک دم گڑبڑا گیا۔

''ڈرو نہیں میرے ساتھ چلتے رہو۔ اس گلی میں''۔ میں نے کہتے ہوئے دوستانہ انداز میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم گلی میں مڑ گئے۔

گلی کافی کشادہ تھی۔ دونوں طرف پرانی طرز کے مکان تھے۔ اسٹریٹ لائٹ کا انتظام مناسب نہیں تھا کھمبوں پر بلب یا تو فیوز تھے یا ٹوٹے ہوئے تھے۔ پوری گلی میں صرف چار بلب جل رہے تھے۔ لوگوں کی آمدورفت جاری تھی۔

میں اس جیب تراش کا ہاتھ پکڑے چلتا رہا۔ اس نے بھی اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید جانتا تھا کہ اگر بھاگنے کی کوشش کی تو دھر لیا جائے گا۔

ہم اس گلی سے نکل کر دوسری طرف والے شاپنگ ایریا میں آ گئے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے ساتھ لے کر ایک ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔ اچھا پرسکون ریسٹورنٹ تھا۔ زیادہ رش بھی نہیں تھا۔ کونے کی ایک میز پر بیٹھ کر میں نے ویٹر کو چائے لانے کیلئے کہا اور اس نوجوان کی طرف دیکھنے لگا۔

''سردار جی''۔ اس نے پہلی مرتبہ زبان کھولی۔ ''آپ مجھے پاکٹ مار تو نہیں لگتے لیکن اگر آپ کو حصہ چاہیے تو میں دینے کو تیار ہوں''۔

''اوئے..... اوئے.....'' میں نے اسے گھورا۔ ''کیا میں تمہیں پاکٹ مار یا اٹھائی گیر لگتا ہوں۔

''نہیں سردار جی' اسی لیے تو میں نے کہا کہ آپ ایسے نہیں لگتے مگر حصہ چاہیے تو.....''۔

''اچھا چل وہ بٹوہ نکال..... دیکھ اس میں کتنی رقم ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

اس نے جیب سے وہ بٹوہ نکال لیا جو راہ گیر کی جیب سے اڑایا تھا بٹوے میں دو سو پچاس روپے اور کچھ کاغذات تھے۔ اس نے ڈیڑھ سو روپے میری طرف بڑھا دیئے۔

''یہ آپ لے لیں سردار جی' سو روپے میں رکھ لیتا ہوں''۔ اس نے کہا۔

''رکھ اوئے رکھ..... ان کو اپنے پاس رکھ''۔ میں نے کہا اور ویٹر کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ ویٹر ہمارے سامنے چائے رکھ کر چلا گیا تو میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں نے پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھا ہے۔ کیا نام ہے تمہارا؟''

''میرا نام گنگا رام ہے جی''۔ اس نے جواب دیا۔ ''یہیں کہیں دیکھا ہوگا جی''۔

''میرا خیال ہے کئی روز پہلے میں نے تمہیں ریڈ لائٹ ایریا میں دیکھا تھا''۔ میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ میں براہ راست شکتی وغیرہ سے اپنا تعلق ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ان باتوں میں گھیر کر مٹھو رام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ''اس وقت تمہارے ساتھ تمہارے یار دوست اور بھی تھے وہ بھی نظر نہیں آئے۔ بھاگ گئے کیا؟'' میں اسے شکتی لال' بھانوٹ اور مٹھو رام کے حلیے بتانے لگا۔

''سردار جی تم تو ان کے حلیے ایسے بتا رہے ہو جیسے بہت قریب سے جانتے ہو''۔

''وہ یار بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ نام تو مجھے معلوم نہیں لیکن پٹاخہ قسم کی لڑکی تھی''۔ میں نے کہا۔

''اوہ..... سمجھ گیا''۔ گنگا رام نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ ''آپ شاید مدھو کی بات کر رہے ہیں۔ وہ واقعی بڑی زوردار چھوکری تھی مگر شکتی کے علاوہ کسی کو گھاس ہی نہیں ڈالتی تھی''۔

''اپنے پلے کچھ ہوتا تو تب گھاس ڈالتی ہیں''۔ میں نے کہا ''بہرحال اب کہاں ہیں وہ لوگ؟''

''سردار جی' وقت گزارنے کیلئے کوئی چھوکری چاہیے تو اپن سے کھل کر بات کرو نا''۔ گنگا رام نے کہا۔

''او نہیں یار..... میں کوئی عیاش آدمی نہیں ہوں۔ وہ لڑکی بس اس پر ذرا دل آ گیا تھا تم صرف اتنا بتاؤ وہ لوگ ہیں کہاں؟'' میں نے کہا۔

''وہ سب لوگ تو ختم ہو گئے سردار جی' اب تو ان کا نشان بھی نہیں رہا۔'' گنگا رام نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

''ختم ہو گئے کیا مطلب؟'' میں نے اسے گھورا۔ ''انہیں زمین کھا گئی کیا؟''

''ایسا ہی سمجھیں سردار جی'' گنگا رام نے کہا ''شکتی' بھانوٹ رامو اور سب مارے گئے۔ شکتی کو ایک ...ل گیا تھا میں اسے سمجھاتا بھی رہا کہ یہ گرو انہیں کسی مصیبت میں ڈال دے گا مگر ان لوگوں نے میری بات نہیں مانی۔ میں اسی لیے ان سے الگ ہو گیا تھا۔ ناگ راج جیسے آدمی سے پنگا لینا کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ وہ سب لوگ ایک ایک کر کے مارے گئے''۔

''مگر سنا ہے ناگ راج بھی مارا گیا ہے؟'' میں نے کہا۔

''ہاں..... وہ بھی مارا گیا''۔ گنگا رام نے کہا۔ ''اس رات مٹھو رام اور مدھو میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا وہ شہر سے نکلنا چاہتے ہیں میں نے انہیں مشورہ دیا کہ اگر وہ لوگ اپنی جان بچانا

چاہتے ہیں تو صبح کا انتظار کرنے کے بجائے رات ہی رات میں یہاں سے نکل جائیں۔ انہوں نے میرا مشورہ مان لیا اور رات ہی کو یہاں سے بھاگ گئے مگر موت نے جسے تاک لیا ہو وہ بچ نہیں سکتا"۔ وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "وہ دونوں یہاں سے بیس کوس دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچ گئے مگر بدقسمتی سے امرت ٹھاکرے پہلے سے وہاں موجود تھا۔ وہ دونوں اس کے ہاتھ لگ گئے۔ ٹھاکرے ان سے شکتی کے گرو کا پتہ معلوم کرنا چاہتا تھا تا کہ اس کے ذریعے پنڈت بھیرو کے خزانے تک پہنچ سکے۔ گرو نے پتہ نہیں انہیں کیا گھول کر پلا دیا تھا وہ اس کے بارے میں زبان کھولنے کو تیار نہیں تھے۔ متھورام تو اس کے ہاتھوں مارا گیا اور ٹھاکرے مدھو کو لے کر غائب ہوگیا۔ پتہ نہیں وہ زندہ ہے یا ٹھاکرے نے اسے بھی مار ڈالا"۔

"بڑا افسوس ہوا یار"۔ میں نے تاسف کا اظہار کیا۔

"اچھا چائے پی اور میری ایک بات مان لے"۔

"وہ کیا سردار جی؟" اس نے کپ اٹھاتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"یہ دھندہ چھوڑ دے ورنہ کسی دن تو بھی مارا جائے گا"۔ میں نے کہا "تم جوان آدمی ہو۔ ہٹے کٹے ہو۔ محنت مزدوری کر سکتے ہو۔ ہمارے پنجاب میں کہتے ہیں۔ "کر مزدوری تے کھا چوری"۔ محنت سے کما کر جو روٹی کھاؤ گے نا بڑا مزہ ہے اس میں"۔

"سردار جی" گنگا رام نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ "منہ کو حرام کی لگ چکی ہو تو حلال کی کھانے میں مزہ نہیں آتا۔ حلال پچتا ہی نہیں ہم جیسے لوگوں کو"۔

"ہاں... ٹھیک کہتے ہو۔ کسی کو حرام نہیں پچتا اور کسی کو رام نہیں پچتا۔ مگر میری ایک بات سمجھ لے۔ حلال کھانے میں بڑا سواد ہے"۔ میں نے کہا۔

"کوشش کروں گا سردار جی"۔ اس نے خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب تو جا میں تھوڑی دیر یہاں بیٹھوں گا"۔ میں نے کہا۔

وہ چند لمحے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد میں بھی زیادہ دیر وہاں نہیں بیٹھا تھا۔

میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لیے بازاروں میں گھومتے رہنا بیکار تھا میں نے پھل اور کچھ اور چیزیں خریدیں اور واپسی کیلئے چل پڑا۔

اس رات میں ۱۱ بجے میں صوفے پر سو رہا تھا کہ رتنا نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

"جلدی چلو"۔ وہ مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولی۔ "بیلا" بھیرو کے بنگلے میں آئی ہے۔

میں ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور پھر اس کمرے میں پہنچنے میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں لگا۔ سمترا مانیٹرنگ سیٹ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ اسکرین پر ہال کمرے کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ بیلا کمرے کے وسط میں کھڑی ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ میرا خیال ہے وہ ابھی ابھی اندر داخل ہوئی تھی۔

"اس کے ساتھ اور کون ہے؟" میں نے سمترا سے پوچھا۔

"کوئی نہیں"۔ سمترا نے جواب دیا۔ "بنگلے کے باہر کوئی ہو تو کچھ کہہ نہیں سکتی لیکن اندر وہ اکیلی ہی آئی ہے"۔

"تو پھر وہ یقیناً اکیلی ہی ہوگی"۔ میں نے کہا۔ اور اسکرین کی طرف دیکھنے لگا۔

بیلا راہداری کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا۔ سمترا کیمرے کو حرکت دیتی رہی۔ بیلا بھیرو کے کمرے سے ہوتی ہوئی تہہ خانے میں آ گئی۔ وہ کچھ دیر کھڑی الجھی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتی رہی اور پھر اس دن کی طرح دیواریں ٹھونک بجا کر دیکھنے لگی۔

اس دن بیلا کے ساتھ کیشو رام کے علاوہ دو آدمی اور تھے اس سے پہلے وہ یقیناً بنگلے کی نگرانی کرواتی رہی تھی اور کسی کے بنگلے میں داخلے کی اطلاع پا کر ہی کیشو رام وغیرہ کو لے کر یہاں پہنچی تھی۔ اس نے سوچا ہوگا کہ شاید ہم ہوں گے لیکن غیر متوقع طور پر اس کا مقابلہ ٹھاکرے سے ہوا تھا ٹھاکرے دو لاشیں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور بیلا جس طرح بھیرو والے کمرے کا دروازہ بند کر کے تہہ خانے میں گئی تھی اس سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کیشو وغیرہ کو اس نے خزانے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اور آج وہ اکیلی آئی تھی۔ اس وقت بھی اس کی آنکھوں میں بڑی شدید قسم کی الجھن تھی۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ وہ کمرہ کہاں غائب ہوگیا۔

اسے گھیر نہ لیا جائے؟" رتنا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورا۔

بیلا اس بنگلے میں اکیلی آئی ہے۔ رتنا نے وضاحت کی۔ "ہم سرنگ کے راستے تہہ خانے میں گھس کر اسے پکڑ لیں"۔

"تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ رتنا"۔ میں نے کہا۔ "کیا اب تک تمہیں اندازہ نہیں ہوا کہ وہ کس قدر عیار عورت ہے۔ وہ اندر تو اکیلی آئی ہے لیکن باہر یقیناً اس کا کوئی نہ کوئی آدمی موجود ہوگا اور پھر تم دونوں نے ایک اور بات پر غور نہیں کیا"۔

"وہ کیا.....؟" اس مرتبہ سمترا نے بھی سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"اس روز پولیس یہاں صبح سات بجے پہنچی تھی۔ حالانکہ فائرنگ چار بجے کے قریب ہوئی تھی"۔ میں نے کہا "پولیس نے آج تک اس بنگلے کا رخ نہیں کیا بیلا بہت اونچی شے ہے۔ سمترا تم تو اس رات کھنڈر کے تہہ خانے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو۔ بیلا ناگ راج کی رکھیل نہیں تھی۔ وہ اس سے بہت اوپر کی چیز ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس کے پاس کوئی بہت بڑا سرکاری عہدہ بھی ہے۔ اس نے پولیس کو اس بنگلے سے دور رکھا ہوگا اور اب جبکہ ہمارا مشن مکمل ہو چکا ہے۔ تمام کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکے ہیں ہمیں اس موقع پر ایسی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیے کہ پھر کسی الجھن میں پڑ جائیں۔

"ہاں.....تم ٹھیک کہتے ہو"۔ سمترا نے سر ہلا دیا۔

"اب ہمیں صرف یہ کرنا ہے کہ خاموشی سے اس شہر سے نکل جائیں"۔ میں نے کہا "آج میں ضروری معلومات حاصل کر چکا ہوں۔ ہم ایک دو دن میں یہاں سے چلے جائیں گے"۔

میں نے یہ بات خاص طور سے نوٹ کی تھی کہ سمترا کے چہرے پر کچھ اداسی سی چھا گئی تھی۔ وہ لیور کے ذریعے تہہ خانے کے کیمرے کو حرکت دیتے ہوئے ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔ بیلا اب بھی تہہ خانے

میں تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے تک بیلا تہہ خانے کی دیواروں سے سر پھوڑتی رہی اور پھر باہر آ گئی۔ وہ کچھ دیر اوپر کے کمروں میں گھومتی رہی پھر باہر نکل گئی۔ سمترا نے کیمرہ آف کر دیا اور گہرا سانس لیتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگی۔

اس کے بعد بھی ہم کافی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر ایک ہی بیڈ پر آڑے ترچھے ہو کر سو گئے۔

دو دن اور گزر گئے اسی دوران کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ تیسرے روز جے پور سے وہ بس آنے والی تھی جس کا مجھے انتظار تھا۔ میں اور سمترا وقت سے پہلے ہی بس اسٹاپ کے علاقے میں پہنچ گئے میں اس وقت بھی سکھ کے گیٹ اپ میں تھا اور میرے ساتھ رتنا تھی ہم کچھ دیر ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے رہے اور پھر بس اسٹینڈ پر آ گئے۔ اس کے چند ہی منٹ بعد بس پہنچ گئی۔ ڈرائیور بلدیو سنگھ میری طرح اونچا لمبا آدمی تھا اس کی داڑھی اور مونچھیں بھی میری ہی طرح تھیں۔ وہ انجن بند کر کے جیسے ہی نیچے اترا میں رتنا کو لے کر سامنے آ گیا۔

''بلے بھئی بلے''۔ وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے بولا۔ اپنے گھر سے دور کسی ہم وطن کو دیکھ کر خوشی تو ہوتی ہی ہے۔ ''اج تو یہاں اپنے شہر کے بندے نظر آ رہے ہیں''

''ست سری اکال بلدیو سنگھ جی'' میں نے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''ست سری اکال جی'' بلدیو سنگھ بولا۔ ''آپ کیسی ہیں سریندر کور جی۔ بڑے دنوں بعد درشن ہوئے ہیں۔ آپ تو اب ہوٹل میں بھی نظر نہیں آتیں۔ بھلا نوکری چھوڑ تو نہیں دی''۔

''ہاں سردار جی میں نے نوکری چھوڑ دی ہے'' رتنا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس نے شاید بلدیو سنگھ کو اپنا نام سریندر کور بتا رکھا تھا۔

''اج ادھر کیسے پھر رہے ہو''۔ بلدیو سنگھ بولا ''اور آپ سردار جی ..... کیا شغل ہے آپ کا اور کہاں سے آپ کا.....''

''یہ میری دوست ہیں سردار جی'' میں نے جواب دیا۔ ''میں چند روز پہلے ہی جالندھر سے یہاں آیا ہوں۔ کل اتفاق سے سریندر کور سے ملاقات ہو گئی۔ یہ بھی جالندھر کی رہنے والی ہے اور آپ کے محلے کی ہے۔ میں اسی کے سلسلے میں آپ سے ملنے کیلئے یہاں آیا ہوں''

''حکم کرو سردار جی'' وہ بولا۔

''ایسے نہیں بلدیو سنگھ جی''۔ میں نے کہا ''کہیں بیٹھ کر آرام سے بات کریں گے۔ ابھی تو آپ ویسے بھی تھکے ہوئے ہیں لمبے سفر سے آئے ہیں''۔

''یہ سفر تو ہمارا روز کا کام ہے بادشاہو۔ پر آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں کہیں بیٹھ کر باتیں ہوں گی۔ یہیں ٹھہرو میں دفتر میں چکر تو لگا آؤں''۔

بس کے تمام مسافر اتر چکے تھے کنڈ یکٹر بعض مسافروں کا چھت پر لدا ہوا سامان اتار رہا تھا۔

''اوئے کرم چند''۔ بلدیو نے منہ اٹھا کر کنڈ یکٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''فارغ ہو کر بس شیڈ میں لگا دینا میرے بیلی مل گئے ہیں میں جا رہا ہوں''۔

وہ چند گز دور دفتر کی طرف بڑھ گیا۔ رتنا تو باہر رک گئی تھی مگر میں بلدیو سنگھ کے ساتھ ہی دفتر میں داخل ہو گیا۔ وہاں تین چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ بلدیو سنگھ نے ان سے میرا بھی تعارف کرا دیا اور اپنے کام کے بارے میں باتیں کرنے لگا۔

دفتر سے باہر آ کر ہم کچھ دور تک چلتے رہے۔ پھر ایک ریسٹورنٹ میں چائے پی اور پھر بلدیو سنگھ ہمیں اپنے ڈیرے پر لے آیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جہاں وہ اپنے کنڈ یکٹر کے ساتھ رات گزارا کرتا تھا۔ دو جھلنگا سی چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ جن پر بچھے ہوئے بستر اتنے میلے تھے کہ دیکھ کر ہی کراہیت آتی تھی مگر ہمیں مجبوراً ان پر بیٹھنا پڑا۔ بلدیو سنگھ سامنے والی چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی نظریں بار بار رتنا کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''ہاں جی..... اب بتاؤ کیا بات ہے؟'' آخر کار بلدیو سنگھ نے میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''بات یہ ہے سردار جی کہ یہاں ہمیں ایک ایسی لڑکی ملی ہے جو جے پور میں اپنے ماں باپ سے ناراض ہو کر گھر سے نکل گئی تھی۔ یہاں وہ کچھ غلط لوگوں کے ہاتھ لگ گئی۔ لیکن دو دن پہلے اس سے ہماری ملاقات ہو گئی۔ وہ کچھ پریشان لگ رہی تھی۔ سریندر کور کے پوچھنے پر اس نے ہمیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ اب وہ پچھتا رہی ہے اور گھر واپس جانا چاہتی ہے لیکن ڈر رہی بھی ہے کہ اس کے ماں باپ شاید اسے گھر میں نہ گھسنے دیں لیکن کوئی سیانا بندہ ساتھ ہو تو بگڑی ہوئی بات بن سکتی ہے۔ اس کے ماں باپ کو سمجھایا جا سکتا ہے۔''

''تو پھر کوئی ایسا سیانا بندہ ملا؟'' بلدیو سنگھ نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''بندہ ایسا ہو جو قابل اعتماد بھی ہو''۔ میں نے کہا۔

''سریندر کور نے آپ کا ذکر کیا تھا۔ جوان لڑکی کا معاملہ ہے۔ آپ سے سریندر کور کی تھوڑی بہت جان پہچان تو ہے نا اس لیے ہم آپ کے انتظار میں بس اسٹیشن پر کھڑے تھے۔''

''بھلا میں کیا کر سکتا ہوں''۔ بلدیو سنگھ بولا ویسے وہ میرا مطلب سمجھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی تھی۔

''ہمارا خیال ہے اس لڑکی کی ذمے داری آپ کو سونپ دی جائے''۔ میں نے کہا ''آپ تو کل جے پور واپس جا رہے ہیں اس لڑکی کو بھی ساتھ لے جائیے اور اس کے گھر پہنچا دیں۔ بڑا ثواب کا کام ہے سردار جی''۔

''وہ لڑکی ہے کون..... کہاں ہے؟'' سردار بلدیو سنگھ بولا۔ ''پھر کوئی جھگڑے والی بات تو نہیں؟''

''نہیں بلدیو سنگھ جی۔'' میں نے کہا۔ ''جھگڑے والی بات ہوتی تو ہم اس لڑکی کو پولیس کے حوالے کر دیتے۔ پر وہ شریف خاندان کی لڑکی ہے میں تو خود اس کے ساتھ چلا جاتا مگر میری نئی نئی نوکری ہے سردار جی۔ رانا شمشیر سنگھ کے پاس گارڈ ملازم ہوا ہوں۔ مجھے چھٹی نہیں ملے گی۔ آپ چاہیں تو اس لڑکی سے مل لیں۔ وہ خود ہی آپ کو ساری بات بتا دے گی۔''

''ٹھیک ہے بھئی ..... چلو..... میں مل لیتا ہوں اس سے۔'' بلدیو سنگھ نے کہا۔

اور اس وقت بلدیو سنگھ کا کنڈ یکٹر بھی آ گیا۔

"اوئے کرم چند...... میں ذرا کام جا رہا ہوں۔ ہوسکتا ہے واپسی میں دیر ہو جائے۔" بلدیو سنگھ نے کہا۔

"بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سردار جی رات کو واپس ہی نہ آئیں۔ یہ صبح اڈے پر ہی پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا۔

"آہو بھئی...." بلدیو سنگھ جلدی سے بولا۔ "اگر میں نہ آیا تو تم سویرے اڈے پر پہنچ جانا۔ میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

ہم اس کمرے سے نکل آئے اور مختلف سڑکوں پر گھومتے ہوئے رتنا کے مکان پر پہنچ گئے۔ ہم اپنا پروگرام طے کر کے ہی گھر سے نکلے تھے اور سمترا پروگرام کے مطابق ہم سے پہلے رتنا کے مکان پر پہنچ چکی تھی۔ وہ ہمارا سامان بھی لے آئی تھی جو ہمیں ساتھ لے جانا تھا۔

اندر آنے کے بعد بلدیو سنگھ نے سمترا کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔

"اوئے یہ کڑی ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"آہو بلدیو سنگھ جی۔ بڑی مظلوم کڑی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ بلدیو سنگھ دیر تک سمترا کو دیکھتا رہا۔ لگتا تھا جیسے اس کی نظریں سمترا کے کپڑوں کے اندر کا بھی جائزہ لے رہی ہوں۔ وہ سمترا سے مختلف سوالات کرتا رہا اور سمترا بڑی مظلوم اور مسکین سی بنی بیٹھی اس کی باتوں کا جواب دے رہی تھی۔

"تم لوگ بیٹھ کر باتیں کرو۔ میں کچھ کھانے کو لے آؤں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں مکان سے نکل کر تقریباً دو تین گھنٹوں تک ادھر ادھر ٹہل کر وقت گزارتا رہا اور پھر گیارہ بجے کے قریب کچھ کھانے پینے کا سامان اور شراب کی دو بوتلیں لے کر واپس آ گیا۔ اس دوران سردار بلدیو سنگھ ان دونوں سے اچھا خاصا بے تکلف ہو چکا تھا۔ سمترا راجستھانی لباس میں بلدیو سنگھ پر کچھ زیادہ ہی ظلم کر رہی تھی۔

بارہ بجے کے قریب ہم نے کھانا ختم کیا اور پھر پینے پلانے کا دور شروع ہوا۔ پینے والا سردار بلدیو سنگھ تھا اور پلانے والی ایسی دو حسینائیں جن پر زمانہ مرتا تھا۔ میں اس وقت بڑی خوبصورتی سے وہاں سے ہٹ گیا تھا کہ وہ دونوں اسے سنبھال لیں گی اور بلدیو سنگھ تو رات کے کسی حصے میں واپسی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

میں صبح چھ بجے تک اطمینان سے سوتا رہا اور پھر رتنا نے مجھے جگا دیا۔ میں دوسرے کمرے میں آیا تو بلدیو سنگھ نشے میں دھت پڑا ہوا تھا۔ سمترا کی آنکھیں بھی رات بھر جاگنے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

بس آٹھ بجے روانہ ہوئی تھی۔ میں نے اور رتنا نے تیاری شروع کر دی میں نے بلدیو سنگھ کی جیب سے اس کا لائسنس وغیرہ نکال کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور رتنا کی طرف دیکھنے لگا۔ راجستھانی لباس کے ساتھ اس نے چہرے پر بڑا بھونڈا میک اپ کیا تھا۔ راجستھانی لباس بھی ایسا تھا جو عام طور پر بڑی بوڑھیاں پہنتی تھیں۔ ڈھیلا ڈھالا لباس جس سے پورا جسم ڈھکا ہوا تھا اس میں کسی مرد کے لئے کوئی کشش نظر نہیں آتی تھی۔

اس نے کپڑے کا ایک تھیلا بغل میں دبا لیا جس میں ایک جوڑا میرا، دو جوڑے اس کے اپنے،

ایک خطیر رقم اور قیمتی زیورات تھے لاکھوں کی مالیت کے یہ زیورات سمترا نے اسے زبردستی دیئے تھے۔

"ہمارے فرار کی کامیابی کا دارومدار تم پر ہے سمترا" میں نے سمترا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اسے دوپہر سے پہلے یہاں سے نہیں نکلنا چاہئے۔"

"تم چنتا مت کرو۔" سمترا نے کہا۔ "دوپہر تو کیا اسے شام تک ہوش نہیں آئے گا کہ یہ کہاں ہے۔"

وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی اور پھر بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی میں نے بڑی مشکل سے اسے اپنے آپ سے الگ کیا۔ مجھ سے الگ ہو کر وہ رتنا سے لپٹ گئی۔ وہ بڑا جذباتی منظر تھا دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ مجھے بھی سمترا سے جدا ہونے کا بے حد افسوس ہو رہا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی۔ مجھے پوری طرح احساس تھا کہ ہم اسے کس پوزیشن میں چھوڑ کر جا رہے تھے۔ کوئی معمولی سی غلطی اسے موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی۔

"اپنا خیال رکھنا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"حالات پرسکون ہوتے ہی یہاں سے نکل جانا۔ زندگی رہی تو پھر کہیں نہ کہیں ملاقات ہوگی۔"

"تم بھی اپنا خیال رکھنا۔" سمترا نے کہا۔ "اور تم بھی۔" آخری جملہ اس نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کو کس کیا اور ہم مکان سے باہر آ گئے۔ اس وقت گلی میں اکا دکا لوگوں کی آمدورفت تھی لیکن سب اپنے اپنے دھیان میں تھے کسی کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کون یہاں سے جا رہا ہے۔

گلی کے موڑ پر پہنچ کر ہم دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ سمترا اب بھی دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ ہم دونوں نے ہاتھ ہلایا اور دوسری طرف مڑ گئے۔

ہم دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چلتے رہے۔ رتنا نے تھیلا چادر کے نیچے بغل میں دبا رکھا تھا۔ بس سٹیشن کے قریب پہنچ کر ہم ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

یہ سیاحت کا سیزن تھا۔ ماؤنٹ آبو آنے والی بسیں تو مسافروں سے بھری ہوئی تھیں مگر باہر جانے والوں کی تعداد کم تھی۔ بکنگ ونڈو کے سامنے صرف دو تین مسافر تھے۔ رتنا بھی لائن میں لگ گئی۔ میں بس کی طرف آ گیا۔ بس میں بیس بائیس مسافر بیٹھے ہوئے تھے کنڈیکٹر کرم چند چھت پر سامان باندھ رہا تھا۔ اس وقت آٹھ بجنے میں پانچ منٹ تھے۔ کرم چند نے مجھے دیکھ لیا اور وہیں سے چیخ کر بولا۔

"سردار جی۔ اپنا استاد کہاں ہے۔ صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔"

"تم ذرا نیچے آؤ۔" میں نے اسے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ وہ رسی کو گرہ لگا کر نیچے اتر آیا۔

"کیا بات ہے سردار جی۔ استاد کہاں ہے؟" اس نے الجھی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور میرے چہرے سے کسی گڑبڑ کا اندازہ لگا چکا تھا۔

"ایک گڑبڑ ہوگئی ہے کرم چند۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "تمہارا استاد بلدیو سنگھ تو بالکل ہی پھس پھسا نکلا۔"

”کیا ہوا سردار جی!“ کرم چند کی آنکھوں میں تشویش ابھر آئی۔

”او۔ ہونا کیا تھا۔ رات کو گلاس پر گلاس چڑھاتا رہا۔ منع کرنے کے باوجود نہیں مانا۔ صبح ہوتے ہی الٹیاں شروع کر دیں طبیعت اتنی خراب ہوئی کہ اسپتال لے جانا پڑا ابھی میں اسے اسپتال چھوڑ کر آ رہا ہوں۔ شام تک تو وہ اپنے حواس میں نہیں آ سکے گا۔“

”یہ تو گڑبڑ ہو گئی سردار جی۔“ کرم چند فکر مند لہجے میں بولا۔ ”اس وقت تو اڈے پر کوئی اور ڈرائیور بھی نہیں ہے اور ہماری بس کے روانہ ہونے میں صرف تین چار منٹ رہ گئے ہیں۔“

”بلدیو سنگھ نے اس لئے مجھے بھیجا ہے۔ میں بھی بہت اچھا ڈرائیور ہوں۔ اس نے کہا تھا کہ کرم چند بھی بڑا اچھا ڈرائیور ہے۔ ہم دونوں باری باری چلاتے ہوئے بس لے جائیں۔ وہ کل صبح کسی بس سے آ جائے گا۔“ میں نے کرم چند کو اچھا ڈرائیور اس لئے کہہ دیا تھا کہ پرانے کنڈیکٹر عام طور پر پورے نہیں تو آدھے ڈرائیور ضرور بن چکے ہوتے ہیں۔

”منیجر سے بات کرنی پڑے گی۔“ کرم چند نے کہا۔ ”ویسے برا مت ماننا سردار جی۔ کل رات وہ ناری کون تھی آپ کے ساتھ۔“

”وہ ایسے ہی مل گئی تھی۔ شغل میلے کے لئے۔“ میں نے اس سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

”سمجھ گیا سردار جی۔“ کرم چند بولا۔ ”اپنا استاد ساری تنخواہ اسی طرح شغل میلے پر خرچ کر دیتا ہے۔ کوئی خوبصورت ناری ہو تو وہ سب کچھ بھول جاتا ہے آؤ سردار جی۔ میرے ساتھ آؤ۔ میں منیجر سے بات کرتا ہوں۔“

ہم دونوں منیجر کے دفتر میں داخل ہو گئے۔ اس وقت وہ اکیلا ہی تھا۔ منیجر ادھیڑ عمر بھاری بھرکم آدمی تھا۔ توند مٹکے کی طرح پھولی ہوئی تھی۔ سر گنجا اور کھوپڑی کے پچھلے طرف بالشت بھر لمبی چٹیا تھی۔ ماتھے پر سرخ ٹیکہ بھی لگا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کٹر ہندو ہے۔

کرم چند مدہم لہجے میں اس سے بات کرتا رہا۔ منیجر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

”بلدیو سنگھ کا کوئی بندوبست کرنا ہی پڑے گا۔“ اس نے کہا۔ پھر میری طرف دیکھنے لگا۔ ”تمہارے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے۔“

”آہو جی۔“ میں نے جیب سے بلدیو سنگھ والا لائسنس نکال لیا اور اس کا صرف اشارہ دے کر دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔

”ٹھیک ہے سردار جی۔“ وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”اس وقت اڈے پر کوئی اور ڈرائیور نہیں ہے مجبوری ہے آج تم ہی گاڑی لے جاؤ۔ مگر سنبھال کے چلانا۔ راستہ خطرناک ہے۔“

”میں نے بڑے بڑے خطرناک راستوں پر گاڑی چلائی ہے جناب۔“ میں نے کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ جاؤ۔۔۔ ٹائم ہو رہا ہے۔“ منیجر بولا۔

ہم دونوں دفتر سے باہر آ گئے کنڈیکٹر تو واؤچر لینے کے لئے اسسٹنٹ منیجر کے کمرے کی طرف چلا گیا اور میں بس میں سوار ہو گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے میں نے مسافروں پر نگاہ ڈالی۔ رتنا چوکی

سیٹ پر کھڑکی کی طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے چادر سے گھونگھٹ سا نکال رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بھاری بھرکم ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔

میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انجن اسٹارٹ کرنے سے پہلے گیئر بکس اور ڈائلز وغیرہ کا اچھی طرح جائزہ لیا اور اللہ کا نام لے کر اگنیشن کی گھما دی۔ چھوٹی گاڑیاں چلانے میں تو میں اپنے آپ کو بہت ماہر سمجھتا تھا مگر کار اور بس میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

کرم چند بھی بس میں آ گیا۔ اس نے سرسری سے انداز میں بس کے اندر کا جائزہ لیا اور دروازہ بند کر کے مجھے روانگی کا اشارہ کر دیا۔ میں اللہ کا نام لے کر بس کو حرکت میں لے آیا۔

شہر سے بسوں کی آمدورفت کا راستہ مجھے معلوم تھا میں بہت محتاط انداز میں اور بہت ہلکی رفتار سے بس کو مختلف سڑکوں پر گھماتا ہوا دل واڑہ روڈ پر لے آیا۔ یہی سڑک آبو روڈ ریلوے اسٹیشن کی طرف چلی گئی تھی اور وہاں سے مختلف شہروں کی طرف سڑکیں نکلتی تھیں۔

شہر سے نکلتے ہی ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ آسمان پر بادل تو پچھلے دو تین دنوں سے نظر آ رہے تھے اور اب انہوں نے اچانک ہی برسنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

ماؤنٹ آبو سے پندرہ میل آگے کسی دیہات کی طرف ایک راستہ پھوٹتا تھا۔ اس موڑ پر پولیس کی عارضی چوکی بنی ہوئی تھی لوہے کی زنجیر لگا کر سڑک بند کر دی گئی تھی۔ میں نے بیریئر کے قریب پہنچ کر بس روک لی۔ کرم چند نے دروازہ کھول دیا۔ دو پولیس والے اندر گھس آئے اور مسافروں کا جائزہ لینے لگے۔ دو چار آدمیوں سے انہوں نے کچھ سوالات بھی کئے تھے ان کے انداز اور لہجے میں بڑی بدتمیزی تھی ایک ادھیڑ عمر مسافر تو ان سے الجھ بھی پڑا تھا۔

”آتنک وادیوں کی تلاش ہے۔ انہیں تو پکڑ نہیں سکے سالے جنتا کو پریشان کرتے ہیں۔“ وہ شخص بڑبڑا رہا تھا۔

ایک پولیس والا تو اسے بس سے اتارنے پر تیار ہو گیا تھا اس موقع پر دوسرے مسافروں کو مداخلت کرنی پڑی تھی۔ میں خاموشی سے اپنی سیٹ پر بیٹھا رہا۔

پولیس والوں نے مجھ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی بلکہ میری طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ ڈرائیوروں کو شاید وہ سنتری سمجھتے تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد بیریئر ہٹا لیا گیا۔ میں نے انجن اسٹارٹ کر کے بس آگے بڑھا دی۔ بوندا باندی کا فائدہ مجھے ہوا تھا اگر بارش نہ ہوتی تو مجھے بس تیز چلانا پڑتی اور وہ صورت حال خطرناک ہوتی میرے لئے بس کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ بارش کی وجہ سے میں بس کو ہلکی رفتار سے چلاتا رہا اس طرح بس بھی میرے کنٹرول میں رہی۔

آبو روڈ تک بتیس کلومیٹر کا راستہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا تھا بس میں بیٹھے ہوئے تمام مسافر بڑبڑا رہے تھے لیکن میں کسی کی پروا کئے بغیر بڑے آرام سے بس چلاتا رہا۔

میرا دھیان سمترا کی طرف بھی تھا۔ اگر بلدیو سنگھ اس کے قبضے سے نکل گیا تو صورت حال ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ ٹیلی فون پر آگے اطلاع دی جاتی اور ہمیں روک لیا جاتا مگر مجھے سمترا کی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ تھا۔ بلدیو سنگھ کو میں سمجھ گیا تھا کہ وہ کس فطرت کا آدمی ہے۔ سمترا اگر تین دن تک

بھی اسے روکے رکھے تو وہ اف نہیں کرے گا بلکہ اس حسین جال سے خود بھی نہیں نکلنا چاہے گا۔

آبو روڈ ریلوے سٹیشن کے اسٹاپ پر ہم صرف پانچ منٹ رکے تھے یہاں سے کچھ اور مسافر بس میں سوار ہوئے تھے۔ یہاں سے چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے بس روک لی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کرم چند کو بٹھا دیا اور خود کنڈیکٹر کی ڈیوٹی سنبھال لی۔

کرم چند واقعی اچھا ڈرائیور تھا۔ وہ بس کو مناسب رفتار سے سڑک پر دوڑاتا رہا بس کی رفتار سے مسافر بھی اب مطمئن ہوگئے تھے۔

لیکن بارش بدستور ہوتی رہی۔ کرم چند بڑی مہارت سے بس چلا رہا تھا راستے میں کئی چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی تھیں۔ میں کئی مہینے پہلے بیلا کے ساتھ تھر کی طرف سے کدھالیہ سے ہوتا ہوا آیا تھا اس طرف بھی کہیں وسیع و عریض ریگستان تھے اور کہیں پہاڑیاں تھیں بھاگ دوڑ میں مجھے وہ علاقہ اچھی طرح دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا لیکن اس وقت بس پر سفر کرتے ہوئے میں پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا کہیں پہاڑیاں اور کہیں میلوں دور تک پھیلے ہوئے صحرا۔

دوپہر کے وقت ہم پالو پہنچ گئے۔ شہر کے پھیلاؤ سے لگتا تھا کہ اس کی آبادی دو ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ یہاں ریلوے سٹیشن بھی تھا یہاں سے ایک لائن جودلاپور اور دوسری مارواڑ کی طرف چلی گئی تھی۔ مارواڑ زیادہ دور نہیں تھا۔ وہ ریلوے جنکشن تھا ایک لائن جے پور دوسری آبو روڈ تیسری کنکرول سے ہوتی ہوئی اودھے پور کی طرف چلی گئی تھی۔

اس سفر کے دوران میں میں نے ایک مرتبہ بھی رتنا کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ پالی شہر میں داخل ہونے کے بعد ایک جگہ بس رکی تو میں نے رتنا کو اشارہ کیا وہاں اترنے والے دو مسافروں کے ساتھ وہ بھی اپنا تھیلا سنبھالتی ہوئی اتر گئی۔ تقریباً سو گز آگے جا کر میں نے بس رکوالی۔

''کرم چند۔'' میں نے نیچے اتر کر ڈرائیونگ سائیڈ کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ''بس کو اڈے پر لے جاؤ چند منٹ میرا انتظار کرنا مجھے ایک ضروری کام ہے میں نمٹا کر آتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے سردار جی۔ پر ذرا جلدی آ جانا ہم پالی کے اڈے پر دس منٹ سے زیادہ نہیں رکتے۔'' کرم چند نے کہا۔

''بس میں یوں چٹکی بجاتے ہوئے پہنچ رہا ہوں۔'' میں نے کہتے ہوئے چٹکی بجائی اور سڑک پار کر کے ایک بازار میں داخل ہو گیا۔

یہ شہر کا نواحی علاقہ تھا رتنا بھی سڑک پار کر کے اس طرف آ رہی تھی میں اس کے انتظار میں گلی کے موڑ پر رک گیا اور پگڑی اتار کر سر کھجانے لگا۔ پگڑی اتارنے سے میرے بال گردن پر پھیل گئے تھے۔ کسی نے ہماری طرف توجہ نہیں دی چند قدم چلنے کے بعد میں نے اپنی پگڑی اس کے حوالے کر دی جو اس نے تھیلے میں ڈال لی۔

اس گلی میں دکانیں اکا دکا ہی تھیں زیادہ تر رہائشی مکان ہی تھے۔ ہم باتیں کرتے ہوئے وہاں سے بہت دور نکل گئے اور پھر ایک حجام کی چھوٹی سی دکان دیکھ کر میں رک گیا۔ دکان میں کوئی گاہک نہیں تھا۔ حجام اکیلا بیٹھا بیٹھا استرا تیز کر رہا تھا۔ دکان کے سامنے نیم کا ایک درخت تھا۔

''تم یہاں درخت کے نیچے بیٹھ جاؤ۔ میں اس حجام سے اپنا حلیہ درست کروالوں۔'' میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

رتنا درخت کے نیچے ایک پتھر پر بیٹھ گئی اس نے تھیلا گود میں دبا رکھا تھا اور چادر اس طرح اوڑھی ہوئی تھی کہ چہرہ چھپ گیا تھا میں دکان میں داخل ہوا تو حجام ہاتھ روک کر سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

''میری شکل کیا دیکھ رہے ہو بھایا'' میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے کو بندہ بنا دے تو۔ یہ سارے بال کاٹ دے اور داڑھی مونچھ۔ ہاں یہ بھی صاف کردے۔ پر نہیں۔ مونچھیں چھوڑ دینا یہ تو مرد کی نشانی ہوویں نا۔''

''بیٹھو۔ حجام نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

اگر آپ نے کسی دیہات میں حجام کی دکان دیکھی ہو تو سمجھ لیں کہ وہ دکان بھی ایسی ہی تھی۔ سامنے دیوار پر دو فٹ چوڑا تختہ لگا ہوا تھا جس پر دیوار کے سہارے ایک پرانا سا آئینہ تھا اور اسی کے قریب ہی استرے قینچیاں وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔

حجام نے فوراً ہی کام شروع کر دیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد میں نے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھا تو مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا سر کے بال ایک انچ سے زیادہ بڑے نہیں تھے۔ درمیان سے مانگ بنا دی گئی تھی۔ ٹوتھ برش ٹائپ کی بھاری مونچھیں میرے چہرے پر بڑی بھلی لگ رہی تھیں۔ میں نے غالباً دو اڑھائی مہینوں بعد بال کٹوائے تھے اور اپنے آپ کو بڑا ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

''بات یہ ہے بھایا۔'' میں نے حجام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سہرا آئے ہیں تو سہرو والوں کی طرح رہنا چاہیے نا۔'' میں نے دس کا نوٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا تو وہ خوش ہو گیا۔

رتنا درخت کے نیچے بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''اب تو واقعی بندے دے پتر لگ رہے ہو۔'' اس نے چادر کے گھونگھٹ کی آڑ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ یقیناً مسکرائی بھی تھی۔

''اب تمہیں بندے دی پتر بنانا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

ہم گلیوں ہی گلیوں میں چلتے ہوئے اس علاقے سے بہت دور نکل آئے اور پھر ایک چھوٹی سی سرائے میں داخل ہو گئے۔ وہاں ایک کمرہ حاصل کرنے میں ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ میں نے کمرے کا صرف ایک دن کا کرایہ ادا کیا تھا۔

کمرے میں ایک ہی چارپائی تھی۔ رتنا اندر داخل ہوتے ہی چارپائی پر گر سی گئی۔ اس نے چادر اتار کر ایک طرف پھینک دی۔

''چار گھنٹے بس میں بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ گئی اور پھر ایک گھنٹے تم نے درخت کے نیچے بٹھائے رکھا۔'' اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کمر سیدھی کر کے اپنا حلیہ درست کر لو تو چلیں یہاں سے۔'' میں کہتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ کرسی کی چولیں ڈھیلی ہو چکی تھیں۔ مجھے سنبھل کر بیٹھنا پڑا۔ سامنے رکھی ہوئی چھوٹی سی میز بھی ایسی ہی

تھی۔

میں سرائے کے منشی کو چائے کے لئے کہہ آیا تھا۔ چند منٹ بعد ہی دروازہ دھڑ سے کھلا اور میلے سے لباس میں ایک نوعمر لڑکا چائے لے کر اندر داخل ہوا۔ دروازہ کھلتے ہی رتنا گڑبڑا کر اٹھ گئی تھی۔ لڑکے کی عمر دس گیارہ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اگر کوئی بڑا اس طرح دروازہ کھولتا تو میں اس پر چڑھ دوڑتا۔

''چائے کے پیسے دیدو۔'' لڑکے نے دونوں کپ میز پر رکھتے ہوئے میری طرف ہاتھ پھیلا دیا۔

میں نے اس سے پوچھ کر چار روپے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے میں نے اسے بخشش نہیں دی تھی۔ وہ مجھے گھورتا ہوا باہر نکل گیا۔ ہم نے صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ بڑے زور کی بھوک لگ رہی تھی مگر ہم زیادہ دیر یہاں رکنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

چائے پی کر رتنا اپنے تھیلے میں سے کپڑے نکالنے لگی۔ یہاں کوئی باتھ روم نہیں تھا۔ اس قسم کی سرائے میں ایسی کوئی توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی اس نے جگ میں پڑے ہوئے پانی سے منہ ہاتھ دھویا پھر دروازہ کو کنڈا لگا کر کپڑے بدلنے لگی۔ میں کرسی پر بیٹھا چائے کی چسکیاں لیتا رہا۔ رتنا اپنے ساتھ دو جوڑے لے کر آئی تھی۔ اس وقت اس نے ساڑھی پہن لی تھی۔ میں نے بھی پینٹ شرٹ تبدیل کر لی اور اس کے کچھ ہی دیر بعد ہم کمرے سے باہر آگئے۔ رتنا نے ساڑھی پر چادر اوڑھ لی تھی تا کہ اس کی تبدیلی کو محسوس نہ کیا جاسکے مگر سرائے سے کچھ دور آنے کے بعد اس نے چادر اتار کر تھیلے میں ڈال لی اور تھیلا میں نے سنبھال لیا۔

میرا خیال تھا کہ بس اڈے پر ہمیں جے پور کے لئے کوئی نہ کوئی بس مل جائے گی لیکن بس اڈے پر پہنچتے ہی جو صورت حال نظر آئی اس نے مجھے چونکا دیا۔

وہ بس ابھی تک اڈے پر کھڑی تھی اس میں مسافر بھی موجود تھے مجھے چونکہ پہچانے جانے کا اب کوئی اندیشہ نہیں تھا اس لئے میں صورت حال معلوم کرنے کے لئے مزید آگے بڑھتا چلا گیا لیکن چند ہی قدم چلنے کے بعد رتنا نے میرا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

''وہ دیکھو۔ دائیں طرف۔ شیڈ کے نیچے۔''

میں نے اس طرف دیکھا تو سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ امرت ٹھاکرے اپنے دو آدمیوں کے ساتھ وہاں کھڑا تھا۔ اس کے سامنے ایک ستون سے کرم چند ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اس کی اچھی خاصی مرمت ہو چکی تھی۔ دائیں طرف گنگا رام بھی کھڑا تھا۔

لوگ دور دور کھڑے تھے ٹھاکرے جیسے لوگوں کے قریب جانا کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ ڈرامہ پتہ نہیں کب سے چل رہا تھا مگر کوئی پولیس والا بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''کیا بات ہے بھائی۔ وہ اس غریب کو کیوں مار رہے ہیں۔'' میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا۔

''وہ جو زمین پر پڑا ہے ماؤنٹ آبو سے آنے والی بس کا کنڈیکٹر ہے۔'' اس آدمی نے جواب دیا۔ ''اور وہ ٹھاکرے ہے۔ بہت بڑا ڈاکو اور بدمعاش۔'' اس نے ٹھاکرے کی طرف اشارہ کیا۔ ''ٹھاکرے

اس سے بس کے سکھ ڈرائیور کے بارے میں پوچھ رہا ہے پتہ نہیں کیا معاملہ ہے۔''

''اور وہ سکھ ڈرائیور کہاں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کنڈیکٹر کا کہنا ہے اور مسافر بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ شہر کے پہلے اسٹاپ پر اتر گیا تھا اس نے دس منٹ میں اڈے پر پہنچنے کو کہا تھا مگر پتہ نہیں کہاں غائب ہو گیا۔'' اس شخص نے جواب دیا۔

''ڈرائیور کچھ لے کر بھاگا ہے کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''پتہ نہیں کیا معاملہ ہے۔'' اس شخص نے کندھے اچکا دیئے۔ ''یہاں تو ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کی حکومت ہے قانون تو بالکل بے بس ہو کر رہ گیا ہے۔ اب دیکھ لو بھائی۔ بیچارے کنڈیکٹر کو مار مار کر ادھ موا کر دیا مگر پولیس کا دور دور تک پتہ نہیں۔''

''پولیس بھی تو ان ڈاکوؤں اور بدمعاشوں سے ڈرتی ہے۔'' میں نے کہا۔

''ڈرتی کیا ہے گھوس کھاتی ہے۔'' اس شخص نے جواب دیا۔ ''جب تک پولیس والوں کے کرم اچھے نہ ہوں گے یہی کچھ ہوتا رہے گا۔''

میں جواب دینے کے بجائے کرم چند کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اس کی حالت پر افسوس ہو رہا تھا۔ اس دوران گنگا رام آگے آ گیا اور لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے چیخا۔

''اے..... تم لوگ یہاں کیوں کھڑے لا ہے۔ مجرا ہو رہا ہے کیا؟ چلو بھاگ لیو یہاں سے۔''

اس کا انداز بالکل تھرڈ ریٹ غنڈوں جیسا تھا اس کی وجہ بھی میری سمجھ میں آ گئی تھی اسے اس وقت ٹھاکرے جیسے شخص کا آشیرباد حاصل تھا حالانکہ چار دن پہلے جب میں نے اسے پکڑا تھا تو اس کی جان نکلی جا رہی تھی۔ اس نے میری طرف بھی دیکھا تھا لیکن اس کے فرشتے بھی مجھے نہیں پہچان سکے تھے۔

''چلو..... نکلو پیارے کہیں کوئی اور رپھڑ نہ شروع ہو جائے۔'' رتنا نے میرا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ رتنا جالندھر کی رہنے والی تھی وہ میرے بارے میں بھی جانتی تھی کہ میرا تعلق بھی پنجاب سے ہے اس لئے اب وہ باتوں میں اکثر پنجابی کے الفاظ استعمال کرنے لگی تھی۔

میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ ہمارا انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی بس سے اترے ہوں یا کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

''اس کمینے ٹھاکرے کو شاید یہ شبہ ہو گیا ہے کہ اس بس کے سکھ ڈرائیور کے بھیس میں تم تھے۔'' رتنا نے کہا۔ اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ ''لیکن حیرت ہے وہ یہاں کیسے پہنچ گیا! یا وہ پہلے سے یہاں موجود تھا اور اسے اطلاع مل گئی تھی کہ تم اس بس پر سکھ ڈرائیور کے بھیس میں آ رہے ہو۔''

''بات اتنی سہل نہیں جتنی تم سمجھ رہی ہو۔'' میں نے کہا۔ ''چار دن پہلے میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ شہر میں مجھے شکتی کا ایک پرانا دوست گنگا رام مل گیا تھا۔''

''ہاں..... وہی جس نے تمہیں مٹھو رام اور مدھو کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ ٹھاکرے کے ہاتھ لگ گئے تھے۔'' رتنا بولی۔

''ہاں..... اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ محض اتفاق سے ٹھاکرے کے ہاتھ نہیں لگے تھے۔'' میں نے کہا۔

''ناگ راج کوٹھکانے لگانے والی رات مدھو اور مٹھو رام راستے میں ہماری کار سے اتر گئے تھے۔ مٹھو نے کہا تھا کہ وہ رات اپنے کسی دوست کے پاس گزاریں گے اور صبح سویرے یہاں سے چلے جائیں گے۔'' میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''اور میرے خیال میں مٹھو کا وہ دوست گنگا رام تھا جسے مٹھو نے اس رات کی کارروائی کے بارے میں بتایا ہوگا۔ گنگا رام جیسے لوگ کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ وہ پہلے ہی سے جانتا ہوگا کہ ٹھاکرے کو بھیرو کے خزانے کے سلسلے میں میری تلاش ہے۔ اس نے مدھو اور مٹھو رام کو ٹھاکرے کے حوالے کر دیا۔ مٹھو نے اپنی جان دیدی مگر میرے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور مدھو نے جو کچھ کیا اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی تم نے دیکھ لیا تھا۔''

''مگر... گنگا رام آج کی اس کہانی میں کہاں فٹ ہوتا ہے۔'' رتنا نے کہا۔

''چار دن پہلے وہی گنگا رام مجھے ملا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اس نے مجھے پہچان لیا تھا مگر کچھ بولا نہیں تھا۔ بعد میں اس نے ٹھاکرے کو میرے بارے میں بتا دیا ہوگا۔''

''مگر وہ یہاں کیسے پہنچ گیا۔ میرا مطلب ہے ٹھاکرے کو کیسے پتہ چلا کہ تم سکھ ڈرائیور کے بھیس میں ہو۔'' رتنا نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے آج صبح گنگا رام نے مجھے بس میں دیکھ لیا تھا اور وہ ٹھاکرے کو بتانے کے لئے بھاگا ہوگا۔'' میں نے کہا۔ ''سفید پینٹ شرٹ والا وہ غنڈہ جو ابھی کچھ دیر پہلے لوگوں کو وہاں سے ہٹا رہا تھا وہ گنگا رام تھا۔''

''کیا ....؟'' رتنا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

''ہاں ...'' میں نے کہا۔ ''اس نے ٹھاکرے کو بتایا ہوگا اور ٹھاکرے نے ہمارا پیچھا شروع کر دیا اس کو روانگی میں دیر ہوئی ہوگی۔ ورنہ وہ ہمیں راستے ہی میں روک لیتے۔ ویسے یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ ہم شہر کے نواحی علاقے میں بس سے اتر گئے تھے۔ اڈے تک آتے تو شاید دھر لیے جاتے۔''

''اب کیا ارادہ ہے۔'' رتنا نے پوچھا۔

''جو بھی بس روانہ ہوتی ہوئی نظر آئے اس پر سوار ہو جاؤ۔'' میں نے کہا۔ ''انہیں یہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ میرے ساتھ کوئی عورت بھی ہے لیکن اس طرف بھی میری تلاش میں آدمی ضرور بھیجے ہوں گے جہاں میں بس سے اترا تھا اور اگر وہ حجام کی دکان تک پہنچ گئے تو انہیں ساری کہانی کا پتہ چل جائے گا۔''

''مجھے تو بیچارے بلدیو سنگھ پر ترس آ رہا ہے۔'' رتنا نے کہا۔ ''اگر وہ ان کے ہاتھ لگ گیا تو نجانے اس کا کیا حشر کریں گے۔''

''شام تک تو وہ سمترا ہی کے قبضے میں رہے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس سے چھوٹتے ہی وہ بس سٹیشن جائے گا اور پھر پولیس تھانے ہوگا۔ بہر حال، میرا خیال ہے اسے کچھ نہیں ہوگا البتہ ماؤنٹ آبو میں سمترا کی اور دوسرے شہروں میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔''

''اگر سمترا ان کے ہاتھ لگ گئی تو؟'' رتنا بولی۔

''وہ ذہین لڑکی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''وہ بلدیو سنگھ کو تمہارے ہی مکان میں چھوڑ کر اپنے بنگلے پر چلی جائے گی۔ میں نے اسے سمجھا تو دیا تھا کہ جیسے ہی حالات پرسکون ہوں کہیں اور چلی جائے۔''

ہم باتیں کرتے ہوئے جودھ پور جانے والی بسوں کے سٹینڈ پر پہنچ گئے۔ میں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ جودھ پور کے لئے دس منٹ بعد ایک بس روانہ ہونے والی ہے۔ میں نے جلدی سے ٹکٹ خرید لئے اور ایک اسٹال سے کھانے کی کچھ چیزیں خرید لیں۔ کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر کھانے کا وقت نہیں تھا۔ نان، پکوڑے اور کچھ اور چیزوں کے علاوہ میں نے پانی کی ایک بوتل بھی لے لی تھی۔

بھوک اس شدت کی لگ رہی تھی کہ مزید صبر نہیں ہو سکا۔ بس میں اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی ہم نے کھانا کھانا شروع کر دیا۔ یہ جان کر مجھے اطمینان ہوا کہ اس طرح کھانا کھانے والے ہم اکیلے نہیں تھے۔ ہماری آگے والی سیٹ پر ایک جوڑا اور پچھلی سیٹوں پر بھی دو تین آدمی کچھ نہ کچھ کھا رہے تھے۔

یہ سفر بھی خاصا طویل ثابت ہوا تھا۔ ہم شام چھ بجے کے قریب جودھ پور پہنچ گئے۔ وسیع و عریض ریگستان کے بیچوں بیچ پہاڑیوں پر آباد اس شہر کی شان ہی نرالی تھی۔ یہ شہر سب کے لئے اپنی آغوش وا کئے ہوئے تھا مگر ریت کے داخلے پر پابندی تھی۔ شہر کے چاروں طرف دس میل کے فاصلے پر اونچی دیوار تھی تا کہ صحرا کی اڑتی ہوئی ریت کو شہر میں پھیلنے سے روکا جا سکے۔

ہم ابھی خطرے سے باہر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے گھومنے پھرنے کے بجائے ہم نے کسی محفوظ جگہ پر ٹک جانے کو ترجیح دی۔ ریتا نگر کے علاقے میں ڈیفنس لیبارٹری روڈ پر ہوٹل کارتی بھون سے کچھ فاصلہ پر درمیانے درجے کے ایک رہائشی ہوٹل کی ساتویں منزل پر ہمیں ایک تین بیڈ والا کمرہ مل گیا۔ یہ ہوٹلوں والے بھی عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ مسافروں کو لوٹنے کے لئے بڑے بڑے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ اکیلا آدمی ہوگا تو معذرت کر لیں گے کہ کوئی سنگل بیڈ روم خالی نہیں ہے۔ اس سے ڈبل بیڈ روم کا کرایہ وصول کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر مسافر دو ہوں گے تو انہیں ٹرپل بیڈ روم دیں گے۔ ہم اگر کوشش کرتے تو کسی اور ہوٹل میں ڈبل بیڈ کا کمرا مل سکتا تھا مگر ہم گھومنے پھرنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ اس لئے ٹرپل بیڈ والا کمرا ہی لے لیا۔ یہاں بھی میں نے صرف ایک دن کا کرایہ دیا تھا اور رجسٹر پر آمد کے خانے میں بیکانیر اور جانے کے خانے میں ماؤنٹ آبو لکھا تھا اور آمد کا مقصد سیر و تفریح تحریر کیا تھا۔

باہر سے اس ہوٹل کی بلڈنگ تو بہت خوبصورت تھی مگر اندر سے یہ نہایت تھرڈ کلاس ثابت ہوا تھا۔ کمرا زیادہ بڑا نہیں تھا۔ لوہے کے سپرنگ والے تین بیڈ تھے جن پر نہایت گھٹیا میٹرس اور میلی سی چادریں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک جھولتی ہوئی میز اور دو کرسیاں تھیں۔ ایک دیوار پر کیلنڈر ٹنگا ہوا تھا جس پر سری دیوی کی نیم عریاں تصویر تھی۔ وہ تصویر کچھ زیادہ ہی فری اسٹائل انداز میں کھینچی گئی تھی۔

ایک دیوار میں ہضمی الماری بنی ہوئی تھی۔ جس میں کنکریٹ کے شیلف لگے ہوئے تھے جس پر پرانے اخبار بچھے ہوئے تھے۔ الماری کا دروازہ وغیرہ نہیں تھا۔ میں نے تھیلا اس الماری میں رکھ دیا اور جوتے اتارے بغیر ایک پلنگ پر نیم دراز ہو گیا۔ رتنا بھی دوسرے پلنگ پر لیٹ گئی تھی۔

''کھانے کا کیا بندوبست ہوگا۔'' کچھ دیر بعد رتنا نے پوچھا۔

''ہم یہ تھیلا کمرے میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ نہ ہی اسے ساتھ لئے گھوم سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''کھانا ہمیں کمرے ہی میں منگوانا ہوگا۔''

''یہ ہوٹل ایسا ہے تو یہاں کا کھانا بھی اچھا نہیں ہوگا۔''

’’مجبوری ہے۔‘‘ میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ ’’میں تو کئی مہینوں سے اچھے کھانے کو ترس گیا ہوں۔ راجستھان سے نکلنے کے بعد ہی کوئی ڈھنگ کی چیز کھانے کو ملے گی۔‘‘

میں نے اٹھ کر کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ ویٹر تقریباً دس منٹ بعد آیا۔ اس نے اگرچہ ہوٹل کی یونیفارم پہن رکھی تھی مگر یہ یونیفارم اس قدر میلی تھی جیسے مہینے بھر سے اس کے جسم سے الگ نہ ہوئی ہو۔ میں نے کھانے کے بارے پوچھا تو وہ درجنوں نام گنواتا چلا گیا مگر ایک چیز کا نام بھی میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔

’’دال چاول ہیں یا نہیں۔‘‘ رتنا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

’’ملے گا۔ ضرور ملے گا۔‘‘ ویٹر نے جواب دیا۔

’’تو پھر دال چاول ہی لے آؤ۔‘‘ رتنا نے کہا۔

ویٹر ہمیں گھورتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس کا خیال تھا کہ ہم کوئی لمبا چوڑا آرڈر دیں گے جس سے انہیں ہماری کھال اتارنے کا مزید موقع ملے گا۔

ویٹر کی واپسی آدھے گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ چاول پلیٹوں میں الگ تھے اور دال ایک پیالے میں الگ تھی۔ بس پانی ہی پانی تھا۔ دال کا دانہ غوطہ لگا کر ڈھونڈنے سے ہی مل سکتا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں دیر تک کھڑکی میں کھڑے بازار کی رونق دیکھتے رہے۔ ہمارا کمرا ساتویں منزل پر تھا اور ہم دونوں طرف دور دور تک دیکھ سکتے تھے۔ سامنے سڑک کے دوسری طرف بھی بڑی بڑی بلڈنگیں تھیں۔ ان میں بھی ایک ہوٹل تھا اور باقی بلڈنگوں میں رہائشی فلیٹ تھے۔

گیارہ بجے کے قریب دروازے پر دستک کی آواز سن کر میں چونک گیا۔ ویٹر برتن لے جا چکا تھا۔ یہ کون ہو سکتا تھا؟ میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔ اسے وہیں کھڑے رہنے کا اشارہ کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا اور جیسے ہی دروازہ کھولا دو پولیس والوں کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی لیکن میں نے فوراً ہی اپنی کیفیت پر قابو پالیا اور چہرے سے کسی قسم کے تاثرات کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ ان میں ایک کانسٹیبل تھا اور دوسرا ہیڈ کانسٹیبل۔ کانسٹیبل کے کندھے پر رائفل لٹکی ہوئی تھی اور ہیڈ کانسٹیبل کے ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی تھی۔

’’کیا بات ہے حوالدار جی!‘‘ میں نے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا ان کے کھڑے ہونے کے انداز سے میں سمجھ گیا تھا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ پولیس والے رات کو ہوٹلوں میں ٹھہرنے والے مسافروں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ مقصد کچھ بٹورنے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔

’’ہاں بھئی۔‘‘ تمہارا نام کیا ہے۔ کہاں سے آئے ہو۔ کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ کیا کام کرتے ہو؟‘‘ حوالدار نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے تھے۔

میں نے اپنا وہی نام بتادیا جو ہوٹل کے رجسٹر میں لکھوایا تھا۔

’’بیکانیر میں اپنی دکان ہے۔ مرچوں کی آڑھت کی۔‘‘ میں نے کہا۔

’’گھومنے پھرنے کو نکلے ہیں جی، ماؤنٹ آبو جا رہے ہیں۔ ہفتہ دس دن وہاں رہیں گے پھر واپس چلے جائیں گے۔‘‘

’’تمہارے ساتھ کون ہے؟‘‘ حوالدار نے نیم کھلے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

’’میری پتنی ہے جی۔‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’اچھا تو بیس روپے نکالو۔‘‘ حوالدار بولا۔

’’وہ کیوں جی، ہوٹل کا کرایہ تو ہم دے چکے ہیں۔‘‘ میں نے کہا۔

’’یہ ہوٹل کا کرایہ نہیں، تمہاری سرکشا کے لئے یہ چھوٹی سی رقم لے رہے ہیں۔ بہت سی پریشانیوں سے بچ جاؤ گے۔ اگر نہیں دو گے تو۔‘‘ وہ خاموش ہو کر معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

’’اچھی زبردستی ہے۔‘‘ میں نے بڑبڑاتے ہوئے جیب سے بیس روپے نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیئے۔

’’اب رات بھر عیش کرو اپنی پتنی کے ساتھ۔‘‘ حوالدار مسکرایا۔ ’’کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا۔ جے رام جی کی۔‘‘

’’دھنے باد۔‘‘ میں نے کہا اور پھر جے رام جی کی کہتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔

رتنا اب بھی کھڑکی کے قریب کھڑی تھی۔ میں نے جیسے ہی دروازہ بند کیا وہ میری طرف گھوم گئی۔

’’کیا پوچھ رہے تھے وہ لوگ؟‘‘ اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

’’ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے مسافروں سے بھتہ جمع کر رہے تھے۔‘‘ میں نے جواب دیا۔ ’’بیس روپے میں ٹل گئے۔ ان کے اوٹ پٹانگ سوالات سے بچ گئے۔ ورنہ پریشانی ہو سکتی تھی۔‘‘

رتنا بیڈ پر لیٹ گئی۔ میں بھی دوسرے بیڈ پر لیٹ گیا۔ ہم نے پورا دن سفر کیا تھا۔ تھکن سے بری حالت ہو رہی تھی۔ بستر پر لیٹنے کے تھوڑی ہی دیر بعد میں سو گیا۔

میں پتا نہیں کتنی دیر سویا تھا کہ سینے پر بوجھ محسوس کر کے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے کروٹ لینے کی کوشش کی مگر دباؤ کم نہیں ہوا۔ وہ رتنا تھی جو میرے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور اس کا ایک ہاتھ میرے سینے پر تھا۔ میں نے پوری طرح آنکھیں کھول دیں اور پھر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔ رتنا کے بدن پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

’’ارے..... کیا ہے، سونے دو مجھے۔‘‘ میں بڑبڑایا۔

’’تو میں کیا کہہ رہی ہوں، سو جاؤ۔‘‘ رتنا نے سرگوشی میں جواب دیا۔ ’’مجھے ڈر لگ رہا تھا، اس لئے یہاں آ گئی۔‘‘

میری نیند غائب ہو چکی تھی۔ میرے ذہن میں رضیہ کے الفاظ گونجنے لگے۔ قصور میں جب میں رضیہ کے گھر میں رہ رہا تھا۔ اس کا شوہر جیل میں تھا اور ایک رات رضیہ اسی طرح میرے بستر پر آ گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ سردی لگ رہی تھی اس لئے میرے پاس آ گئی تھی اور مجھے حیرت ہوئی تھی کہ سردی لگنے کے باوجود اس نے لباس کیوں اتار رکھا تھا اور اب رتنا کو ڈر لگ رہا تھا تو وہ میرے پاس آ گئی تھی مگر لباس کو اپنے بستر پر ہی چھوڑ آئی تھی۔ بہرحال، رتنا سے میں نے یہ نہیں پوچھا کہ ڈر لگ رہا تھا تو اس نے اپنے لباس سے پیچھا کیوں چھڑا لیا تھا کیونکہ اب یہ بات میری سمجھ میں آ گئی تھی کہ جب کوئی عورت اس طرح کسی مرد کے پاس آ کر سردی لگنے یا ڈر لگنے کی بات کرے تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔

رات کا باقی حصہ جاگتے ہوئے ہی گزرا تھا۔ صبح سات بجے میں نے بستر چھوڑ دیا اور جب تک

تیار ہو کر باتھ روم سے نکلا تو رتنا اس وقت بھی سو رہی تھی۔ میں نے اسے جھنجوڑ کر جگا دیا۔

"جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ ہم ایک گھنٹے میں یہاں سے نکل جائیں گے۔" میں نے کہا۔

رتنا باتھ روم میں گھس گئی اور میں کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر باہر جھانکنے لگا۔ نیچے بازار میں دکانیں کھلنا شروع ہو گئی تھیں اور لوگوں کی آمد و رفت بھی جاری تھی۔

آٹھ بجے کے قریب ہم نے ہوٹل چھوڑ دیا۔ ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھ کر ناشتہ کیا اور پھر ایک آٹو رکشہ پر بیٹھ کر ریلوے سٹیشن پہنچ گئے۔ میرا خیال تھا کہ یہاں سے ہمیں جے پور یا بیکانیر کے لئے کوئی نہ کوئی ٹرین مل جائے گی۔ سٹیشن پر پہنچ کر پتا چلا کہ جے پور کی ٹرین آدھا گھنٹہ پہلے جا چکی ہے۔ دوسری ٹرین گیارہ بجے جائے گی۔ البتہ آدھے گھنٹے بعد بیکانیر کے لئے ٹرین مل سکتی ہے۔ بیکانیر کے لئے چیتوڑ گڑھ سے آنے والی یہ ٹرین بیس منٹ بعد یہاں پہنچنے والی تھی۔ میں نے بیکانیر کے لئے ٹکٹ خرید لئے اور ہم دونوں پلیٹ فارم پر آ کر داخلی گیٹ سے کچھ دور ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ جہاں ایک جوان عورت اور ایک ادھیڑ عمر مرد پہلے ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ دونوں میاں بیوی تھے اور انہیں ناگور جانا تھا۔ وہ عورت فوراً ہی رتنا سے بے تکلف ہو گئی اور وہ آپس میں باتیں کرنے لگیں۔ اس کے برعکس اس عورت کا شوہر غالباً خاموش طبیعت کا مالک تھا۔ نمسکار کے تبادلے کے علاوہ وہ مجھ سے زیادہ بات چیت نہیں ہوئی تھی۔

پلیٹ فارم پر خاصا ہجوم ہو گیا تھا۔ ٹرین آنے میں پانچ منٹ باقی تھے پلیٹ فارم پر اطلاعی گھنٹی بھی بج چکی تھی۔

وہ بنچ اگرچہ صرف چار ہی افراد کے لئے مخصوص تھی لیکن اس پر اتنی گنجائش تھی کہ پانچ افراد بھی بیٹھ سکتے تھے اور شاید یہی سمجھتے ہوئے وہ ادھیڑ عمر عورت میری طرف کنارے پر بیٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اسے جگہ دینے کے لئے سرک کر اس آدمی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میرے ساتھ بیٹھنے والی وہ عورت اگرچہ ادھیڑ عمر تھی، رنگت بھی قدرے سانولی تھی لیکن اس کے چہرے کے نقوش اور فگر غضب کے تھے۔ وہ میرے ساتھ بالکل جڑ کر بیٹھی تھی اور میں اپنے آپ میں کچھ بے چینی سی محسوس کرنے لگا تھا۔

ٹرین پلیٹ فارم میں داخل ہوئی تو میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ رتنا اور وہ دونوں میاں بیوی بھی اٹھ گئے تھے مگر وہ ادھیڑ عمر عورت بنچ پر بیٹھی رہی تھی۔

ٹرین آتے ہی پلیٹ فارم پر افراتفری سی مچ گئی تھی۔ وہ دونوں میاں بیوی تو اپنا سوٹ کیس اٹھا کر ٹرین کی طرف چلے گئے اور میں اپنے سامنے سے گزرتی ہوئی ٹرین کی بوگیوں کے نمبر دیکھنے لگا۔ ہماری سیٹیں نو نمبر کی بوگی میں تھیں۔ ریزرویشن کے اضافی پیسے بھی دیئے تھے اس لئے مجھے اطمینان تھا کہ ہماری سیٹوں پر کوئی دوسرا مسافر قبضہ نہیں کرے گا۔

"کھڑے دیکھ کیا رہے ہو۔" رتنا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "ٹرین میں بیٹھنا نہیں کیا؟"

ٹرین رک چکی تھی۔ کچھ اترنے والے مسافر اور کچھ سوار ہونے والے مسافروں کی ہڑبونگ۔ خاصی افراتفری دکھائی دے رہی تھی۔

"یہ ہجوم چھٹ لینے دو، ہماری سیٹیں تو ریزرو ہیں۔ پریشانی کی کیا بات ہے۔" میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بنچ پر بیٹھی ہوئی عورت بھی اب اٹھ گئی تھی۔ وہ چند لمحے عجیب سی نظروں سے کبھی مجھے اور کبھی رتنا کو دیکھتی رہی اور پھر ایک طرف چلنے لگی۔ رتنا کو نجانے کیا بے چینی تھی کہ وہ بار بار مجھے ٹرین پر سوار ہونے کو کہہ رہی تھی۔ اصولی طور پر ہمیں اب ٹرین پر سوار ہو جانا چاہئے تھا مگر میں بھی اپنے آپ میں کچھ عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

ٹرین دس منٹ یہاں رکتی تھی۔ پانچ منٹ گزر چکے تھے۔ میں رتنا کو اشارہ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا لیکن تین چار قدم ہی چلا تھا کہ ایک آدمی سے ٹکرا گیا۔ وہ شخص بھی ٹرین کی طرف دیکھتا ہوا چل رہا تھا مگر ٹکر لگنے کے بعد وہ لڑکھڑایا تو میں نے اسے دونوں بانہوں سے پکڑ کر سنبھال لیا اور وہ جیسے ہی سیدھا ہوا میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

وہ کیشو رام تھا۔

تقریباً پانچ مہینے پہلے بیلا کیساتھ کیشو رام سے آمنا سامنا ہوا تھا تو اس وقت بھی میرے چہرے پر گھنی داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے اور چڑیا کے گھونسلے کی طرح الجھے اور بکھرے ہوئے تھے۔ جبکہ اس وقت میں اپنے اصل روپ میں تھا اور کیشو رام نے میرا یہ چہرہ نہیں دیکھا تھا لیکن میرے دل میں چور تھا۔ اسے براہ راست اپنے چہرے پر نظریں جمائے پا کر میرے دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز ہو گئی۔ اس کے دونوں بازو میں نے ابھی تک تھام رکھے تھے۔ اس سے پہلے کہ میں اس کے خلاف کوئی سنگین قدم اٹھاتا۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی اور وہ معذرت آمیز لہجے میں بولا۔

"معاف کرنا شریمان جی! میرا دھیان دوسری طرف تھا۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے اس کے بازو چھوڑ دیئے۔ وہ جے رام جی کی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

میری پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آئے تھے۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھا اور رتنا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر بھی ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں۔ اسی رات بھیرو والے بنگلے میں بیلا کے ساتھ وہ مانیٹرنگ سیٹ پر کیشو رام کو دیکھ چکی تھی اور اس وقت کیشو کو پہچاننے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

"لگتا ہے یہ راکھشس ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔" رتنا نے اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اگر کیشو رام یہاں ہے تو بیلا بھی جودھ پور پہنچ چکی ہوگی۔ کیشو رام تو مجھے اس حلیے میں نہیں پہچانتا۔ اسے تو داڑھی والے سوامی کی تلاش ہوگی۔ میرا یہ چہرہ صرف بیلا ہی پہچان سکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"ہو سکتا ہے وہ سٹیشن پر موجود نہ ہو۔ ٹرین چلنے میں صرف تین منٹ رہ گئے ہیں، آؤ۔ جلدی کرو۔"

ہم دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے نو نمبر کی بوگی کے سامنے پہنچ گئے۔ اس وقت مسافروں کا ہجوم بڑھ گیا تھا۔ ٹرین کے روانہ ہونے میں کچھ ہی دیر رہ گئی تھی اس لئے جانے والے مسافر کسی بھی بوگی میں سوار ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ نو نمبر بوگی کے دروازے کے اندر کی طرف بھی بڑا رش تھا۔ میں نے تھیلا رتنا کو تھما دیا اور خود اوپر چڑھ گیا۔ مختصر سی راہداری میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی جو ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ میں اس وقت باتھ روم کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر

سے اٹھنے والے تعفن سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری طرف سے ایک عورت دوسروں کو دھکیلتی ہوئی آگے آ گئی۔ اس نے سفید ٹی شرٹ اور جینز کی پینٹ پہن رکھی تھی۔ وہ شاید نیچے اترنا چاہتی تھی۔ اس کا سر قدرے جھکا ہوا تھا۔ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا لیکن میرے قریب پہنچ کر اس نے جیسے ہی سر اوپر اٹھایا مجھے اپنا دل کنپٹیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

وہ بیلا تھی۔

بیلا بھی براہ راست میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

میرا اصل چہرہ اس نے کئی مہینوں بعد دیکھا تھا اور شاید اسے شناخت میں کچھ دشواری پیش آ رہی تھی لیکن صرف ایک سیکنڈ میں اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔

”تت..... تم.....“

میرے دماغ کا کمپیوٹر بھی تیزی سے کام کر رہا تھا اور ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میں نے بیلا کو جملہ مکمل کرنے کا موقع دیئے بغیر اس کا بازو پکڑ لیا اور تیزی سے اسے کھینچتا ہوا باتھ روم میں گھس گیا اور دھڑ سے دروازہ بند کر دیا۔

میں بیلا کو دھکیل کر باتھ روم کے بند دروازے کے پیچھے کونے میں لے گیا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ سکتی میں نے ایک ہاتھ سے اس کا منہ دبا لیا اور دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے سے اس کے کان کے نیچے گردن پر ایک نس مسلنے لگا۔ بیلا اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتی رہی لیکن میری گرفت خاصی مضبوط تھی۔ ایک منٹ سے بھی کم عرصہ میں وہ بے جان سی ہو کر جھول گئی۔ میں نے اسے سمیٹ کر دروازے کے پیچھے ہی گندے فرش پر ڈال دیا اور احتیاط سے دروازہ کھول کر باہر آ گیا اور دروازہ دھڑ سے بند کر دیا تاکہ اندر پڑی ہوئی بیلا کسی کو نظر نہ آ سکے۔

یہ سب کچھ ایک منٹ میں ہو گیا تھا۔ دروازے سے اندر کی طرف اب بھی دھکم پیل تھی۔ کچھ اور لوگ اندر گھس آئے تھے اور دو آدمی پائیدان پر بھی کھڑے تھے۔ میں جب بوگی میں سوار ہوا تھا تو رتنا بھی میرے پیچھے ہی تھی اور اب وہ دھکے کھاتی ہوئی دوسرے دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

اس وقت انجن کے وسل کی آواز فضا میں گونج اٹھی۔ اس ٹرین میں سفر کرنا اب خطرے سے خالی نہیں تھا۔ بیلا کم سے کم ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتی تھی اور یہ خطرہ بہرحال تھا کہ کوئی مسافر باتھ روم میں داخل ہونے کے لئے دروازہ کھولنے لگے تو بیلا کو دیکھ لیا جائے۔

رتنا سامنے والے دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ اس نے تھیلا بھی بغل میں دبا رکھا تھا۔ اس کا واپس آنا ممکن نہیں تھا۔ انجن کے وسل کے بعد کچھ اور لوگ اندر گھسنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ میں لوگوں کو دھکے دیتا ہوا رتنا کے قریب پہنچ گیا۔ وہ بھی بیلا کو دیکھ چکی تھی اور اس وقت اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ رتنا واحد ہستی تھی جس نے مجھے بیلا کو کھینچتے ہوئے باتھ روم میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ مجمع میں کسی شخص کو پتا نہیں چل سکا تھا کہ کیا ڈرامہ ہو چکا ہے۔ البتہ دو آدمیوں نے مجھے باتھ روم سے نکلتے ہوئے ضرور دیکھا تھا اور ان میں سے ایک اب باتھ روم کے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

”اتنے رش اور گرمی میں مجھ سے سفر نہیں ہو سکتا۔“ میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میرا

اس وقت واقعی دم گھٹ رہا تھا۔ اتر چلو بھاگوان، کسی دوسری ٹرین سے چلیں گے۔“

”میرا بھی گھٹن کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔ چلو اترو۔“ رتنا نے جواب دیا۔ ٹھیک اس وقت ٹرین حرکت میں آ گئی۔ وہ دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔ میں نے بیلا کے ہاتھ سے تھیلا لے لیا۔

”اترو۔ جلدی کرو۔“ میں نے کہا۔

رتنا دروازے سے نکل کر پائیدان پر پہنچ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے باہر والے راڈ کو پکڑ لیا تھا مگر اس کا منہ پیچھے کی طرف تھا۔

”آگے کی طرف رخ کر کے اترو ورنہ گر جاؤ گی۔“ میں نے کہا۔ یہ میرا زندگی بھر کا مشاہدہ تھا کہ عورتیں ہمیشہ پیچھے کی طرف رخ کر کے بس یا ٹرین سے اترتی تھیں اور اس طرح اکثر عورتوں کو چوٹ بھی لگتی تھی مگر رتنا کی سمجھ میں میری بات آ گئی۔ اس نے آگے کی طرف رخ کر لیا اور چھلانگ لگا دی۔ ساڑھی اس کے پیروں میں الجھ گئی تھی۔ وہ لڑکھڑائی مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اس کے پیچھے ہی میں نے بھی چھلانگ لگا دی۔

دوسری پٹڑی پر ایک مال گاڑی کھڑی تھی۔ میں نے رتنا کو اشارہ کیا ”اس کے نیچے سے دوسری طرف نکل چلو۔“

میرا خیال تھا کہ ٹرین گزر جانے کے بعد پلیٹ فارم پر کھڑے ہوئے لوگ ہمیں دیکھیں گے تو ہو سکتا ہے کسی کو ہم پر شبہ ہو جائے۔ ویسے بھی میرا اندازہ تھا کہ بیلا اور کیشو رام کے ساتھ ان کے کچھ اور ساتھی بھی سٹیشن پر موجود ہوں گے اور ہو سکتا ہے ان میں سے کسی نے رتنا کو ماؤنٹ آبو کے پریم نواس ریسٹورنٹ میں ویٹرس کی حیثیت سے دیکھا ہو۔ ٹرین گزر جانے کے بعد ہم پلیٹ فارم پر موجود بہت سے لوگوں کی نظروں میں آ سکتے تھے۔ اس لئے میں مال گاڑی کے دوسری طرف نکل جانا چاہتا تھا۔

دوسری طرف ایک اور پلیٹ فارم تھا۔ وہاں بھی کچھ لوگ موجود تھے۔ میں نے پلیٹ فارم پر چڑھ کر رتنا کو بھی اوپر کھینچ لیا اور ایک طرف چلنے لگے۔ ہم پلیٹ فارم پر مخالف سمت میں جا رہے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو چونک گیا۔ وہ مسافر ٹرین پلیٹ فارم سے نکل کر تھوڑی دور جانے کے بعد رک گئی تھی۔

”ٹرین کیوں رک گئی۔“ رتنا کے لہجے میں تشویش تھی۔

”بڑے سٹیشنوں پر اکثر ایسا ہوتا ہے۔“ میں نے جواب دیا۔ ”کوئی مسافر اپنا سامان پلیٹ فارم پر بھول جاتا ہے اور کوئی اپنا بچہ۔ بعض اوقات کوئی مسافر ہی رہ جاتا ہے تو دوسرے ہمدرد زنجیر کھینچ کر ٹرین رکوا دیتے ہیں۔ ایسا ہی کوئی مسئلہ ہوا ہوگا۔“

”ایسا تو نہیں کہ کسی مسافر نے باتھ روم میں بیلا کو پڑے دیکھ لیا ہو یا وہ خود ہی ہوش میں آ گئی ہو۔“ رتنا نے کہا۔

”وہ از خود تو ایک ڈیڑھ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتی۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ کسی مسافر نے ٹرین روانہ ہوتے ہی باتھ روم جانا چاہا ہو اور بیلا اس کی نظروں میں آ گئی ہو۔ ممکن ہے اسے لاش ہی سمجھ لیا گیا ہو۔“ میں نے کہا اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دوبارہ بولا۔ ”وہ سامنے مال گاڑیوں کے پیچھے کوئی کچی آبادی نظر

آ رہی ہے۔ اس آبادی سے نکل کر ہم کسی اور طرف نکل جائیں گے۔ تمہارا اندیشہ غلط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ذرا تیز چلو۔"

ہم اس پلیٹ فارم کی آخری حد پر ریلوے یارڈ پر پہنچے ہی تھے کہ دائیں طرف ایک مال گاڑی کے نیچے سے وہی عورت نمودار ہوئی جو پلیٹ فارم پر میرے ساتھ بنچ پر بیٹھ گئی تھی اور بعد میں جاتے وقت اس نے عجیب سی نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا تھا۔

"شریمان جی۔" اس نے ہماری طرف آتے ہوئے مجھے آواز دی۔ "اس طرف جانا خطرے سے خالی نہیں، ادھر کو آ جاؤ۔"

میں چونک گیا۔ اس نے کیسے سمجھ لیا کہ ہم کسی خطرے سے بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ یہاں تک ہمارے پیچھے کیسے آ گئی تھی۔ میں رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیسے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی ہے اور اس عورت نے اسی کو پکارا تھا۔

"میں نے آپ ہی کو آواز دی ہے شریمان جی اور شریمتی جی۔" اس نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ادھر کو آ جاؤ۔"

میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی الجھن تھی۔ ایک لمحہ کو میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ وہ بیلا کی ساتھی تو نہیں لیکن اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اگر وہ بیلا کی ساتھی ہوتی اور اس نے ہم میں سے کسی کو پہچان لیا تھا تو ہمیں پلیٹ فارم پر بنچ سے اٹھنے کا موقع نہ ملتا۔ ہم دونوں اس کے قریب آ گئے۔

"میرا نام سیتا ہے، مجھے اپنا ہمدرد سمجھو۔" اس نے باری باری ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔ "میں نے جب تم دونوں کو پلیٹ فارم پر دیکھا تھا تو اس وقت سمجھ گئی تھی کہ کوئی گڑبڑ ہے اور نجانے مجھے یہ وشواس بھی کیوں تھا کہ تم لوگ اس ٹرین سے رہ جاؤ گے اور میرا اندازہ درست نکلا۔ ٹرین جانے کے بعد میں نے تم دونوں کو دوسری پٹڑی پر مال گاڑی کے نیچے سے گزرتے ہوئے دیکھا تو میں سمجھ گئی کہ تم لوگوں کو اس وقت کسی مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں بھی اس پلیٹ فارم سے اتر کر اس مال گاڑی کے پیچھے چلتی رہی۔ اب وہ ٹرین بھی رک گئی ہے۔ کسی نے زنجیر کھینچ دی ہے۔ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے؟ اس کا پتا تو بعد میں چل جائے گا۔ فی الحال تو تم لوگوں کو ایسی جگہ کی ضرورت ہے جہاں محفوظ رہ سکو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

میں نے اور رتنا نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑے۔ ہم مال گاڑیوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے وہاں سے کسی قدر دور ریلوے یارڈ سے باہر آ گئے۔ یہاں ریلوے لائن اور سڑک کے درمیان کی جگہ پر بیس پچیس جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔ یہ بھیل خانہ بدوش تھے جو ہر جگہ کو اپنی ملکیت سمجھ کر جھونپڑے ڈال لیتے تھے۔ ہم لوگ جھونپڑوں سے نکل کر سڑک کے کنارے پر آ گئے۔ دائیں طرف ریلوے سٹیشن تھا اور بائیں طرف کافی آگے ایک چوراہا تھا۔

"تم لوگ یہاں رکو۔ میں گاڑی لے کر آتی ہوں۔" سیتا نے کہا۔

ہم ایک جھونپڑے کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ جھونپڑوں کے درمیان کھلی جگہ پر ایک گھنا شاخوں

والا درخت تھا جس کے سائے میں بیٹھی ہوئی بھیل عورت مشکوک سی نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہی تھی۔

"مجھے تو یہ عورت کچھ مشتبہ سی لگتی ہے۔ ایسا نہ ہو کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔ بہتر ہوگا کہ یہاں سے کسی طرف بھاگ چلو۔" رتنا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مشتبہ تو مجھے بھی لگتی ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس کا تعلق بیلا سے نہیں ہوسکتا۔" میں نے کہا۔ "اگر ٹرین بیلا کی وجہ سے رکی ہے تو سمجھو کہ اس علاقے میں بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ ہم اگر یہاں سے بھاگ بھی لیں تو زیادہ دور نہیں جا سکیں گے۔ ہمیں کسی محفوظ جگہ کی ضرورت ہے اور ایسی جگہ ہمیں یہ سیتا ہی فراہم کر سکتی ہے۔ یہ کون ہے اور اسے یکایک ہم سے ہمدردی کیوں ہوگئی ہے۔ اس کا بھی پتا چل جائے گا۔ اگر اس نے ہمارے ساتھ کوئی دھوکا کرنے کی کوشش کی تو یہ زندہ نہیں بچ سکے گی۔"

ہم ان جھونپڑوں کے پاس تقریباً دس منٹ تک کھڑے رہے۔ اس دوران رتنا نے ایک بھیل عورت سے پانی لے کر بھی پیا تھا۔ وہ عورت اپنے آپ کو اچھوت سمجھتے ہوئے پانی دینے میں کچھ پس و پیش کر رہی تھی مگر جب رتنا نے کہا کہ وہ کسی ذات کو اچھوت نہیں سمجھتی تو اس عورت نے ایلومنیم کے کٹورے میں مٹکے سے پانی بھر کر دے دیا۔ اسی کٹورے میں سے چند گھونٹ میں نے بھی پیے تھے۔

جس جگہ ہم کھڑے تھے وہاں دھوپ تھی۔ پسینے سے میری قمیص جسم سے چپک گئی تھی۔ ان بھیل عورتوں نے ہمیں کہا بھی تھا کہ ہم درخت کے سائے میں کھڑے ہو جائیں مگر ہم نے اسی جگہ پر کھڑے رہنے کو ترجیح دی جہاں سیتا ہمیں چھوڑ کر گئی تھی۔

سڑک پر ٹریفک کی آمدورفت جاری تھی۔ دس منٹ بعد سلور کلر کی ایک مرسڈیز جھونپڑوں کے سامنے آ کر رکی تو میں نے اور رتنا نے معنی خیز نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ مرسڈیز کے اسٹیئرنگ کے ساتھ ہم دونوں نے سیتا کو بیٹھے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ کار میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

کار ایئر کنڈیشنڈ تھی کیونکہ اس کے تمام شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ آگے والی کھڑکی کا شیشہ آدھا نیچے سرک گیا اور سیتا نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے آواز دی۔

"آ جاؤ شریمان جی۔"

میں اور رتنا کار کی طرف بڑھ گئے۔ پچھلا دروازہ کھول کر پہلے میں اندر داخل ہوا اور پھر رتنا بیٹھ گئی اور دروازہ بند کر دیا۔ کار میں بیٹھتے ہی یوں لگا تھا جیسے ہم جہنم سے نکل کر جنت میں آ گئے ہوں۔ کار کا ایئرکنڈیشنر فل اسپیڈ پر چل رہا تھا۔

"بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے شریمان جی۔" سیتا نے کار کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں ٹرین رکنے کی وجہ معلوم کرنے کے لئے رک گئی تھی۔ اس لئے دیر ہوگئی۔ ٹرین پلیٹ فارم پر واپس آ گئی ہے اور شاید اب اس کی روانگی میں دو چار گھنٹوں کی تاخیر ہو جائے۔ ٹرین کو چاروں طرف سے پولیس نے گھیر لیا ہے اور کسی مسافر کو نیچے اترنے کی اجازت نہیں۔"

"کیوں .... کیا ہوا؟" میں نے اپنی اندرونی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔ "ٹرین میں ڈاکو گھس گئے ہیں کیا؟"

"معاملہ اس سے بھی زیادہ خطرناک لگتا ہے۔" سیتا نے سامنے لگے ہوئے آئینے کا زاویہ درست

کرتے ہوئے کہا۔ ”ٹرین کی نونمبر بوگی کے ٹائلٹ سے ایک عورت بے ہوش پڑی ہوئی ملی ہے۔ اسے شاید گلا گھونٹ کر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی تھی مگر وہ جو کوئی بھی تھا اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکا۔“

”کاش! میں نے بیلا کا گلا گھونٹ کر مار ہی دیا ہوتا۔“ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور ریتا کی بات پر غور کرنے لگا۔ اس نے بات کرتے ہوئے نونمبر بوگی پر خاصا زور دیا تھا۔ اس سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ اس نے ہمیں اس بوگی میں سوار ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

”وہ کون تھا، پکڑا گیا؟“ میں نے کہا اور جواب کا انتظار کیے بغیر بولا۔ ”وہ عورت کون ہے؟ کیا وہ آدمی اسے لوٹنا چاہتا تھا یا ریپ کرنا چاہتا تھا۔ آج کل ٹرینوں میں عورتوں کے ساتھ ایسی بہت سی وارداتیں ہورہی ہیں۔“

”تم نے ایک دم سے کئی سوال کر ڈالے۔“ ریتا نے سامنے لگے ہوئے آئینے میں میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اس عورت کے ساتھی بھی اسٹیشن پر موجود ہیں۔ وہ مقامی پولیس کو بتا چکے ہیں کہ بیلا نام کی وہ عورت سرکار میں ایک بہت بڑے عہدے پر ہے۔ اتنے بڑے عہدے پر کہ اگر وہ چاہے تو چیف منسٹر بھی اس کے پیر چاٹنے پر مجبور ہوسکتا ہے۔ وہ عورت ابھی ہوش میں نہیں آئی تھی۔ میں زیادہ دیر وہاں نہیں رکی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کے ہوش میں آنے کے بعد ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا اور پھر تم لوگوں کے لئے یہاں سے نکلنا مشکل ہوجائے گا۔“

”کیوں؟ ہمیں کیوں مشکل پیش آئے گی۔ بیلا نام کی اس عورت سے ہمارا کیا تعلق ہوسکتا ہے؟“ میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا بیلا نام کی اس عورت سے کوئی تعلق نہ بھی ہو لیکن بہت سے لوگ بتا سکتے ہیں کہ تم لوگ بھی نونمبر بوگی میں سوار ہوئے تھے۔ ہوسکتا ہے میری طرح کسی اور نے بھی تمہیں دوسری طرف ٹرین سے اترتے ہوئے دیکھ لیا ہو۔ اس بوگی کے مسافر تو یہ بتا ہی سکتے ہیں کہ تم لوگ ٹرین چلنے کے بعد اس بوگی سے اتر گئے تھے۔“

”اوہ۔“ میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ ریتا بہت گہری اور ذہین عورت تھی۔ اس کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا تھا کہ اس نے ہمیں پلیٹ فارم پر ہی تاڑ لیا تھا کہ ہم کسی پریشانی میں مبتلا ہیں اور وہ شاید میرے پاس بنچ پر بیٹھی بھی اس لئے تھی کہ باتوں کا سلسلہ شروع کرتی اور ہمارے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کرتی لیکن اسی وقت ٹرین آگئی تھی اور ہم بنچ سے اٹھ گئے تھے مگر اس نے ہمیں نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا تھا۔

اس نے پلیٹ فارم پر ہماری نگرانی کیوں شروع کی تھی اور ہماری مدد کو ریلوے یارڈ میں کیوں پہنچ گئی تھی؟ اس کا پتا تو بعد میں چلتا لیکن مجھے کچھ ہلکا سا اندازہ تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ رتنا کے چکر میں تھی۔ رتنا کم بخت تھی ہی ایسی حسین کہ خواہ مخواہ اس کی طرف دیکھتے رہنے کو دل چاہتا تھا۔ مجھے ریتا پر شبہ تھا کہ وہ شکاری عورت تھی۔ رتنا کا شکار کھیلتی تھی۔ اس کی باتوں سے اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ وہ بہت ذہین عورت تھی اور عقاب جیسی نگاہیں رکھتی تھی۔ ہوسکتا ہے وہ یہ بھی سمجھی ہو کہ میں رتنا کو بھگا کر لے جا رہا ہوں۔ ہمارے پاس سامان کے نام پر کپڑے کا ایک تھیلا تھا اور اس تھیلے ہی نے ہمیں اس کی نظروں میں مشکوک بنا دیا ہوگا۔ اگر

ہمارے پاس سوٹ کیس ہوتا تو شاید اسے ہم پر شبہ نہ ہوتا۔ بہرحال، میں محتاط ہوگیا۔ وہ دس منٹ میں ٹرین رکنے کی وجہ اور اس کے حوالے سے اتنی ساری معلومات حاصل کر آئی تھی۔ اس موضوع پر مزید گفتگو ہوتی تو بات بہت آگے بڑھ سکتی تھی اور ہمارے بارے میں وہ کچھ اور نتیجہ اخذ کرسکتی تھی۔

کار شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑتی ہوئی سرکٹ ہاؤس کے قریب سے گزر کر ایک اور کشادہ سڑک پر مڑ گئی اور پھر مزید دو تین سڑکوں پر گھومنے کے بعد ایک ایسی سڑک پر آگئی جس کے دونوں طرف بڑے بڑے بنگلے تھے۔ سڑک کافی کشادہ تھی۔ فٹ پاتھ کے بجائے تقریباً پندرہ فٹ چوڑا گرین بیلٹ تھا جہاں مناسب فاصلوں پر قد آور درخت بھی لگے ہوئے تھے۔ گرین بیلٹ کے ساتھ سروس روڈ اور پھر بنگلے تھے۔ بنگلوں اور سروس روڈ کے درمیان بھی خوبصورت لان بنے ہوئے تھے۔ ہر بنگلے کا لان الگ تھا۔

ریتا نے کار کی رفتار کم کردی اور پھر ایک موڑ کاٹ کر ایک بنگلے کے گیٹ کے سامنے روک لی۔ پہلی مرتبہ ہارن بجانے کے صرف دو منٹ بعد گیٹ کھل گیا اور ریتا کار کو اندر لیتی چلی گئی۔ گیٹ کھولنے والے آدمی کو دیکھ کر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ اس کا قد ساڑھے چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا تھا۔ سر پر گہرے رنگ کی بل دے کر باندھی ہوئی بڑی سی پگڑی، بل کھاتی ہوئی مونچھیں جو زیادہ بڑی نہیں تھیں، داڑھی البتہ دو تین روز سے نہیں بنائی گئی تھی۔ اس نے براؤن کلر کی پینٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔ یہ غالباً اس کا یونیفارم تھا۔ کمر پر لگے ہوئے چوڑے بیلٹ کے ہولسٹر میں پستول کا دستہ بھی جھانک رہا تھا۔ وہ بنگلے کا گارڈ تھا۔

میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ ایک نئی مصیبت کا آغاز ہونے والا ہے۔ میں نے رتنا کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں تشویش نمایاں تھی۔ جب ہم خانہ بدوشوں کے جھونپڑوں میں کھڑے تھے تو رتنا نے وہاں سے بھاگ جانے کو کہا تھا لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی اور اب میں سوچ رہا تھا کہ اگر رتنا کی بات مان لیتا تو اچھا ہی ہوتا۔ شاید ہمیں کوئی محفوظ جگہ مل جاتی مگر اب تو جو ہونا تھا وہ ہو ہی چکا تھا۔ اگر یہ کوئی جال تھا تو ہمیں اس سے نکلنا تھا۔

کار کشادہ پورچ میں رک گئی۔ ریتا نے انجن بند کردیا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ میں اور رتنا بھی نیچے آگئے۔ رتنا نے تھیلا بغل میں دبا رکھا تھا۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ بہت کشادہ کمپاؤنڈ تھا۔ کچھ حصہ تو ٹائلز پر سفید ماربل کے بڑے بڑے ٹکڑے لگے ہوئے تھے جب کہ لان کا باقی حصہ لش گرین تھا۔ خوبصورت کیاریاں بنی ہوئی تھیں جن میں پھولوں کے پودے لگے ہوئے تھے۔ زیادہ پودے گلاب کے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ بھی مور پنکھ کے پودے لگے ہوئے تھے لیکن کوئی بھی پودا دیوار سے زیادہ اونچا نہیں تھا۔

”یہ میرا غریب خانہ ہے۔“ ریتا نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہاں تم لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ ہی تمہیں کوئی خطرہ ہوگا۔“

”بار بار خطرہ کا ذکر کیوں کررہی ہو۔“ میں نے ریتا کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”ہم کوئی جرم کرکے نہیں آئے کہ ہمیں کسی قسم کا ڈر خوف ہو اور ہم کسی سے چھپتے پھریں۔ بس ایک چھوٹی سی غلطی ہوگئی ہے لیکن وہ بھی گھریلو معاملہ ہے۔“

''میں اس غلطی کو سمجھ رہی ہوں۔ اس لئے تو تم لوگوں کی مدد کر رہی ہوں۔'' سیتا نے کہتے ہوئے معنی خیز نظروں سے رتنا کی طرف دیکھا۔ ''لیکن تم لوگ گھبراؤ نہیں۔ تمام مسئلے حل ہو جائیں گے۔ آؤ اندر تو چلو۔''

اس وقت برآمدے والا دروازہ کھلا اور گیٹ پر موجود گارڈ کی طرح کا ایک اور لمبا تڑنگا آدمی باہر نکلا۔ اس کے سر پر بھی گہرے سرخ رنگ کی پگڑی اور براؤن کلر کی یونیفارم تھی۔ یہ بھی ملازم ہی تھا مگر اس کے بیلٹ میں کوئی پستول وغیرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

برآمدہ بھی بہت وسیع و عریض تھا۔ یہاں بھی فرش پر سفید ماربل کے بڑے بڑے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ دیواروں پر بھی ماربل ہی نظر آ رہا تھا۔ راجستھان میں ماربل اور سنگ مرمر کی پہاڑیاں نہیں بلکہ پہاڑ تھے۔ اس لئے گھروں کی تعمیر میں ماربل اور سنگ مرمر کا استعمال کثرت سے کیا گیا تھا۔

دروازے سے برآمد ہونے والے لمبے تڑنگے ملازم نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ بہت وسیع و عریض ہال تھا۔ فرش پر دبیز قالین اور بہت شاندار قیمتی فرنیچر آراستہ تھا۔ دیواروں پر تصاویر آویزاں تھیں جو سیتا کے ذوق کا ثبوت فراہم کر رہی تھیں اس وسیع و عریض بنگلے اور اس کی آرائش کو دیکھ کر اس کی مالی حیثیت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

ایک عورت دائیں طرف کی راہداری سے نکل کر ہال میں آ گئی اس کی عمر تیس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ درمیانہ قد، سڈول جسم اور چہرے کے نقوش واجبی سے تھے۔ رنگت کسی قدر کھلتی ہوئی تھی اس نے ہلکے فیروزی رنگ کی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ جو اس پر بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

''شاردا!'' سیتا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہمارے مہمان ہیں ان کی خاطر خدمت میں کوئی کسر نہیں رہنی چاہئے میں کوئی شکایت نہ سنوں۔ ان کا سامان لے جا کر کمرے میں رکھ دو اور چائے وغیرہ کا بندوبست کرو۔''

مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ شاردا بھی ملازمہ تھی۔ سیتا کا حکم سن کر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کا خیال تھا کہ ہمارے سامان میں سوٹ کیس یا کچھ اور چیزیں ہوں گی مگر جب اسے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی تو وہ رتنا کے تھیلے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولی۔

''لائیے میڈم۔ یہ بیگ مجھے دے دیجئے۔''

''نہیں، نہیں۔ یہ میرے پاس ہی ٹھیک ہے۔'' رتنا نے جواب دیا۔

سیتا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

''شاردا...... میڈم کو ان کا کمرہ دکھا دو۔'' اس نے کہا۔

''آئیے میڈم۔'' شاردا نے رتنا کی طرف دیکھا۔

رتنا نے میری طرف دیکھا۔ میں نے اسے اشارہ کر دیا۔ وہ خاموشی سے شاردا کے ساتھ راہداری میں چلی گئی۔

''بیٹھو۔'' ان کے جانے کے بعد سیتا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔ سیتا بھی میرے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی

پھر بولی۔

''لونڈیا تو بہت زوردار ہے۔ عمر اگرچہ پینتیس سے کچھ اوپر ہی لگتی ہے مگر لاکھوں میں ایک ہے۔ جوان چھوکریوں کو بھی مات کرتی ہے۔ کہاں سے اڑا کر لائے ہو؟''

''جی!'' میں اچھل پڑا۔ سیتا کے بارے میں جو میں نے سوچا تھا وہ درست ثابت ہوا تھا۔ وہ یہی سمجھی تھی کہ میں رتنا کو کہیں سے بھگا کر لایا ہوں۔ وہ واقعی بڑی گھاگ قسم کی عورت تھی اس کی زبان اور لب و لہجے سے بھی میں نے فوراً ہی انداہ لگا لیا تھا کہ وہ کس کیریکٹر کی مالک ہوگی۔

''رچنا میری پتنی ہے۔ میں اسے کہیں سے بھگا کر نہیں لایا۔'' میں نے کہا۔ میں نے جان بوجھ کر رتنا کا نام غلط بتایا۔

''میں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی ہوں مسٹر۔'' اس نے میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بھی اب بالکل بدل گیا تھا۔ ''میں تو تم دونوں کو دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ بھاگے ہوئے ہو۔ اگر وہ تمہاری پتنی ہے تو کہیں جانے کے لئے اس طرح ڈرنے کی کیا ضرورت تھی اور تمہارے پاس کوئی سوٹ کیس بھی نہیں۔ وہ تھیلا بھی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ......''

''میں اسے کہیں سے بھگا کر نہیں لایا سیتا دیوی۔'' میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''میرا اندازہ ہے کہ اسٹیشن پر تمہیں رچنا کا کوئی رشتے دار نظر آ گیا ہوگا جس سے تم لوگ بدحواس ہو گئے اور شاید وہ شخص ٹرین میں بھی سوار ہو گیا تھا جس وجہ سے تم لوگ ٹرین سے اتر گئے۔ میں شروع سے تم لوگوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھی۔ میں نے تم لوگوں کو دیکھتے ہی جو اندازہ قائم کیا تھا وہ درست نکلا۔''

''تم غلط سمجھ رہی ہو سیتا دیوی۔'' میں نے کسی قدر کڑے لہجے میں کہا۔

ویسے یہ اچھا ہی تھا کہ اس نے ہمارے بارے میں یہ رائے قائم کی تھی اور یہ بھی غنیمت تھا کہ اس نے بیلا والے واقعہ سے ہمارا کوئی تعلق نہیں جوڑا تھا۔ ویسے راستے میں اس نے ٹرین کی بوگی نمبر نو کا جو حوالہ دیا تھا، وہ شاید ہمیں ڈرانے کے لئے تھا۔

''دیکھو مسٹر۔'' وہ میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولی۔ ''میں کچھ غلط نہیں سمجھ رہی ہوں۔ میں نے دنیا دیکھی ہے۔ ایک نظر کسی کے چہرے پر ڈالوں تو اس کے اندر تک جھانک لیتی ہوں۔ تم لوگوں کے بارے میں میرا اندازہ غلط نہیں ہو سکتا۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''میں پریم کہانیوں پر یقین نہیں رکھتی اس لئے یہ مت کہنا کہ تم دونوں ایک دوسرے سے بہت پریم کرتے ہو اس لئے بھاگ نکلے ہو۔ یہ پریم وریم سب ڈھکوسلے ہیں۔ آج کل جو کچھ بھی ہوتا ہے دولت اور عورت کے لئے ہوتا ہے تم بھی پریم نہیں بلکہ یقیناً اس کے حسن سے متاثر ہو۔ تم بھی خوبرو اور جوان ہو وہ آسانی سے تمہارے جال میں پھنس گئی ہوگی اور تم اسے بھگا لائے۔ اس تھیلے میں یقیناً نقدی اور زیورات ہوں گے جو وہ گھر سے چرا کر لائی ہے۔''

وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''اب ہوگا یہ کہ تم اسے مستقل طور پر اپنے گلے کا ہار بنا کر نہیں رکھ سکتے۔ تمہیں ہر وقت پکڑے جانے کا خوف ہوگا ایسے کیسوں میں ہوتا یہ ہے کہ کوئی لڑکا جب کسی لڑکی کو بھگا کر لاتا ہے تو لڑکی گھر سے نقدی اور زیورات بھی چرا کر لے آتی ہے۔

دونوں کچھ روز عیش کرتے ہیں اور جب لڑکی کی لائی ہوئی دولت ختم ہوجاتی ہے تو لڑکا اس لڑکی کو بوجھ سمجھنے لگتا ہے اور اس سے جان چھڑانے کے لئے اسے کسی اجنبی شہر میں اجنبی لوگوں کے بیچ بے سہارا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ وہ خود تو غائب ہوجاتا ہے لیکن لڑکی پولیس یا غنڈوں کے ہاتھ لگ جاتی ہے اور میں وثوق سے کہہ رہی ہوں کہ تم بھی رچنا کے ساتھ یہی کچھ کرو گے۔ اس لئے......" وہ ایک بار پھر خاموش ہوگئی۔ اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ خاموشی کا یہ وقفہ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا وہ کہہ رہی تھی۔ "میں تمہیں بھلائی کے لئے ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں۔ یہ عورت تمہارے لئے عذاب بنی رہے گی۔ اگر پولیس کے ہاتھ لگ گئے تو اغوا کے کیس میں چار چھ سال کے لئے اندر ہوجاؤ گے۔ جب بات پولیس اور عدالت تک پہنچے گی تو یہ عورت بھی تمہارا ساتھ نہیں دے گی۔ اس لئے تمہاری بھلائی کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ ابھی اس عورت سے پیچھا چھڑالو۔"

میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ گھر سے بھاگنے والی لڑکیوں کے بارے میں سیتا کا تجزیہ بالکل درست تھا۔ خود رتنا اس تجربے سے گزر چکی تھی بلکہ اس کی زندگی برباد ہوگئی تھی۔ وہ اگرچہ گھر سے بھاگی نہیں تھی اپنے باس کے ساتھ آئی تھی۔ اس کا باس چند روز عیش کر کے اسے ہوٹل میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور وہ بعد میں ہوٹل کا کرایہ چکاتی رہی تھی۔

"تم لوگ چند روز یہاں میرے پاس رہو۔ عیش کرو۔ اپنے من کی آشائیں پوری کرلو اور پھر رچنا کو یہاں چھوڑ کر خاموشی سے چلے جاؤ۔ وہ تھیلا بھی اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو۔ اس میں کیا ہوگا زیادہ سے زیادہ چالیس ہزار کا مال۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں بلکہ دس بیس ہزار میں بھی تمہیں دے دوں گی۔ میں جانتی ہوں رچنا سے تمہارا دل جلد ہی بھر جائے گا تم اسے کہیں نہ کہیں چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے اور وہ غنڈوں کے ہاتھ لگ جائے گی یہاں میرے پاس رہے گی تو زندگی بھر عیش کرے گی اسے رانی بنا کر رکھوں گی۔"

اب اصل حقیقت سامنے آگئی تھی کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی۔ اس نے شروع ہی سے رتنا کو تاڑ تھا اور ہمارے چہروں سے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ ہم کچھ پریشان ہیں اس نے اپنے طور پر یہ نتیجہ اخذ کرلیا تھا کہ میں اسے بھگا کر لایا ہوں اور اس نے ہماری ہمدرد بن کر ہمیں پھنسا لیا تھا اور گھر میں آتے ہی لگی لپٹی رکھے بغیر اس نے میرے سامنے اپنا مقصد بیان کردیا تھا۔

میں سمجھ گیا کہ وہ اونچے درجے کی طوائف تھی۔ جودھ پور راجواڑوں کا علاقہ تھا۔ یہاں دولت مندوں کی کمی نہیں تھی اور سیتا ان دولت مندوں کو عورتیں سپلائی کرتی تھی۔ یہ عالیشان بنگلہ، قیمتی ساز و سامان اور مرسڈیز جیسی نئے ماڈل کی کار...... یہ سب کچھ اسے ایسے ہی نہیں مل گیا تھا۔ ویسے میں اس کی نگاہ انتخاب کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ رتنا واقعی ایسی تھی کہ اسے رانی بنایا جائے۔

یہاں آنے کے بعد فوراً ہی میں نے ایک بات نوٹ کرلی تھی کہ ہم زبردستی یہاں سے نہیں جاسکتے تھے۔ اس نے دو مسٹنڈے پال رکھے تھے۔ ان میں سے ایک مسلح بھی تھا ان پر قابو پانا آسان نہیں تھا۔ سیتا طوائف تھی اور اس قسم کی طوائفیں ایسے غنڈے ضرور پالتی ہیں ان سے نہ صرف عورتیں قابو میں رہتی ہیں بلکہ معزز اور دولت مند گاہک بھی دباؤ میں رہتے ہیں۔

ریلوے سٹیشن پر جو کچھ بھی ہوا تھا وہ ہمارے لئے نہایت سنگین تھا۔ کیشو رام نے بیلا کی اصلیت

ظاہر کردی تھی۔ صرف اس کے کہنے پر ٹرین کو روک کر گھیرے میں لے لیا گیا تھا اور بیلا کے ہوش میں آنے کے بعد تو وہاں کھلبلی مچ گئی ہوگی۔ ماؤنٹ آبو میں کھنڈر کے تہ خانے میں یہ انکشاف بھی میرے لئے بڑا سنسنی خیز ثابت ہوا تھا کہ ناگ راج تو محض ایک مہرہ تھا اور وہ ناگ راج سے اوپر کی شے تھی اور اب کیشو رام نے ریلوے اسٹیشن پر بھی یہ انکشاف کردیا تھا کہ بیلا بہت بڑے سرکاری عہدے پر ہے اور یہ عہدہ کیا تھا۔ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکا تھا لیکن یہ اندازہ تھا کہ وہ پورے شہر کو بلاک کردینے کی قوت رکھتی ہے۔ شبہ ہونا الگ بات تھی لیکن وہ مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔ میں نے اسے بے ہوش کر کے ٹرین کے گندے ٹائلٹ میں ڈال دیا تھا اور ظاہر ہے اب وہ ہر حربہ بروئے کار لائے گی۔

جودھ پور بہت بڑا شہر تھا لیکن ہمارے لئے کہیں پناہ حاصل کرنا بہت مشکل ہوجاتا۔ کسی ہوٹل میں تو ظاہر ہے ہم نہیں ٹھہر سکتے تھے گزشتہ رات ہوٹل کا تجربہ مجھے ہوچکا تھا اب جو ہوٹلوں میں چیکنگ ہوگی اس میں نجانے کتنے بے گناہ شبے میں دھر لئے جائیں گے۔

سیتا کا مل جانا بھی غنیمت تھا۔ اس نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ اپنی جگہ لیکن ہمیں کسی پناہ گاہ کی ضرورت تھی جو ہمیں مل گئی تھی۔ ہمیں دو چار دن تو ہر صورت میں یہاں رہنا تھا اور اس دوران میں یہاں سے فرار کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتا۔ اس وقت میرے ذہن میں یہی خیال آیا کہ سیتا کے شبے کو تقویت دی جائے کہ میں واقعی رتنا کو بھگا کر لایا ہوں اور تھوڑی سی حیل و حجت کے بعد اس کا یہ قیمتی مشورہ مان لوں کہ چند روز یہاں رتنا کے ساتھ عیش کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جاؤں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"اوہ...... کچھ نہیں......" میں اس کی آواز سن کر چونک گیا۔

"تم لوگوں کے بارے میں میرا اندازہ غلط نہیں ہوسکتا۔" وہ میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولی۔ "میرا مشورہ مان کر تم آنے والی بہت سی مصیبتوں سے بچ سکتے ہو۔ چند روز یہاں رہو، کھاؤ پیو اور رتنا کے ساتھ عیش کرو اور پھر خاموشی سے یہاں سے چلے جاؤ۔ رچنا کو میں سنبھال لوں گی۔"

"میں تمہارے اندازے کو چیلنج نہیں کروں گا۔" آخر کار میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن مجھے سوچنے کے لئے وقت چاہئے۔"

سیتا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔ "اس میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ بولی۔ "تمہارے سامنے اب صرف یہی ایک راستہ ہے۔ دوسرا کوئی نہیں ہے یہاں تمہیں ہر قسم کی سرکشا ہوگی۔ کوئی تم دونوں کے معاملے میں مداخلت نہیں کریگا۔ بنگلے کی چار دیواری کے اندر آزادی سے گھوم پھر سکتے ہو مگر گیٹ سے باہر نکلنا خطرناک ہوگا۔"

"لیکن اگر رچنا کو کوئی شبہ ہوگیا تو وہ ہنگامہ کھڑا کردے گی۔" میں نے اس طرح کہا جیسے اس کی بات مان رہا ہوں۔

"تم اسے کوئی شبہ مت ہونے دو۔ ہماری طرف سے ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔" سیتا نے کہا۔ "میرے چند ملنے والے بڑے لوگ یہاں آتے ہیں میں انہیں منع کردوں گی کہ چند روز ادھر کا رخ نہ کریں تاکہ رچنا انہیں دیکھ کر کسی شبے میں مبتلا نہ ہوجائے۔"

''ٹھیک ہے۔'' میں نے ایک بار پھر گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میرے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا جائے گا۔''

''تمہارے ساتھ دھوکا کیوں ہوگا۔'' سیتا نے کہا۔ ''میں تو چاہوں گی کہ تم یہاں سے زیادہ سے زیادہ دور چلے جاؤ۔ میں خود تمہیں ٹرین پر بیٹھا کر آؤں گی۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ''تو میں یہ سمجھوں کہ تم میرے مشورے پر عمل کرنے کو تیار ہو۔''

''ہاں...... مجبوری ہے۔'' میں نے شکست خوردہ سے لہجے میں جواب دیا۔

''ویسے مجھے تم پر ایک اور بات کا بھی شبہ ہے۔'' وہ میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولی۔ ''تم ہندو نہیں ہو۔'' اس نے کہا۔ ''تم بالکل صاف اردو بولتے ہو۔ تمہاری گفتگو میں بعض ایسے الفاظ بھی سننے کو ملے ہیں جو صرف مسلمان ہی استعمال کرتے ہیں۔''

مجھے سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ وہ واقعی بہت چالاک تھی اس نے محض باتوں سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔

''کیا رچنا کو معلوم ہے کہ تم مسلمان ہو!'' اس نے میرے جواب کا انتظار کئے بغیر سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ گویا اس نے طے کر لیا تھا کہ میری قومیت کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ درست تھا۔

''ہاں......'' میرا لہجہ اس مرتبہ بھی شکست خوردہ سا تھا۔'' وہ جانتی ہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن پریم دین دھرم کو نہیں دیکھتا۔ وہ مجھے بہت چاہتی ہے میں جب اسے چھوڑ کر چلا جاؤں گا تو اسے بہت دکھ ہوگا۔''

''اب تو اس سے نجات حاصل کرنا تمہارے لئے اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔'' سیتا نے کہا۔ ''یہاں کٹر ہندو رہتے ہیں اور کوئی ہندو یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی مسلمان لڑکا ان کے گھر کی کسی عورت سے اس طرح کے تعلقات رکھے اور تم تو اسے بھگا کر لائے ہو۔ خون خرابہ ہو سکتا ہے۔ تم جانتے ہو ہندوستان میں آئے دن نسلی فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ سینکڑوں بے گناہ مارے جاتے ہیں پکڑے جانے کی صورت میں تم زندہ نہیں بچ سکو گے۔ اس لئے جتنی جلد ممکن ہو اسے چھوڑ کر یہاں سے چلے جاؤ۔ میں تمہیں ایک ہفتہ دے رہی ہوں۔ اس دوران جی بھر کے رچنا کے ساتھ اپنے ارمان نکال لو۔''

میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شاردا آ گئی۔ اس نے بتایا کہ ڈائننگ ٹیبل پر چائے لگا دی گئی ہے۔

''میں رچنا کو بلا کر لاتا ہوں۔'' میں کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ شاردا نے مجھے راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتا دیا کہ رچنا کس کمرے میں ہے۔

میں جب کمرے میں داخل ہوا تو رچنا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ تھیلا اس نے گود میں رکھا ہوا تھا۔ میں نے دروازہ بھیڑ دیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا بیڈ روم بہت شاندار تھا۔ میں رچنا کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

''سیتا کو شبہ ہے کہ میں تمہیں محبت کا جھانسہ دے کر گھر سے بھگا کر لایا ہوں۔'' میں نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس کے شبے کی تصدیق کر دی ہے یعنی یہ اعتراف کر لیا ہے کہ تمہیں بھگا کر لایا

ہوں تمہارا نام رچنا ہے اور میرا نام سلیم ہے۔ وہ بہت چالاک عورت ہے اس نے تاڑ لیا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ غلطی میری ہی تھی کہ روانی میں ایسی باتیں کرتا رہا جس سے اسے میرے مسلمان ہونے کا شبہ ہوا۔ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ تم یہ جانتی ہو کہ میں مسلمان ہوں اور بھی بہت سی باتیں ہوئی ہیں جو بعد میں بتاؤں گا۔ فی الحال جو ضروری تھا وہ بتا دیا ہے تاکہ تم اس کی باتوں کا مناسب جواب دے سکو۔''

''لگتا ہے یہ کوئی اچھی عورت نہیں ہے۔ مجھے پہلے ہی شبہ ہوا تھا۔'' رچنا نے کہا۔

''تمہارا شبہ درست ہے لیکن باقی باتیں بعد میں ہوں گی وہ چائے پر ہمارا انتظار کر رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''اسے کہاں رکھوں؟'' اس نے تھیلے کی طرف اشارہ کیا۔

میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ وہ تھیلا اس وقت ستر اسی لاکھ مالیت کا تھا اور اسے کمرے میں اس طرح نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ میری نظریں ڈریسنگ ٹیبل کیساتھ استادہ سفید الماری پر جم گئیں اس میں چابی بھی لگی ہوئی تھی۔ میں نے الماری کو کھول کر دیکھا اور پھر تھیلا اس میں رکھ کر چابی رچنا کو دے دی جسے اس نے گریبان میں بلاؤز کے اندر ڈال لیا۔

ہم دونوں کمرے سے نکل کر اسی ہال میں آ گئے دائیں طرف ایک کشادہ محراب بنی ہوئی تھی جہاں شیفون کا سفید پردہ ڈالا ہوا تھا۔ اس کے دوسری طرف ڈائننگ روم تھا۔ سیتا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ہم شیفون کا پردہ ہٹا کر اس طرف آ گئے۔

ڈائننگ روم بھی بہت شاندار تھا میز پر آٹھ آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ ضرورت کے وقت زیادہ بھی بیٹھ سکتے تھے۔ اس سے آگے کچن تھا۔ جس میں ایک بہت کشادہ کھڑکی تھی جس کے دونوں طرف سفید ماربل کے سلیب لگے ہوئے تھے جن پر چیزیں رکھی جا سکتی تھیں۔

میز پر بہت سے لوازمات آراستہ تھے۔ شاردا کچن میں تھی ہمیں دیکھ کر اس نے کپ میں چائے انڈیلی اور کپ ہم تینوں کے سامنے رکھ کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

''تم جاؤ۔ ضرورت ہوگی تو بلا لوں گی۔'' سیتا نے شاردا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور شاردا خاموشی سے وہاں سے چلی گئی۔

''شروع ہو جاؤ بھئی۔'' سیتا نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے بے تکلفی سے کہا۔ ''یہ بسکٹ لو..... اور یہ چیوڑہ ممبئی کا ہے۔ کوئی تکلف مت کرنا تم لوگ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔''

میں نے ایک بسکٹ اٹھایا اور اس کے ساتھ چائے کی چسکیاں لینے لگا۔ رچنا بھی بسکٹ کھاتے ہوئے چائے کی چسکیاں لینے لگی۔ میں نے محسوس کر لیا تھا کہ سیتا بڑی گہری نظروں سے رچنا کا جائزہ لے رہی تھی اور پھر اس نے رچنا سے مختلف سوالات شروع کر دیئے۔ یہ غنیمت تھا کہ اس نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہیں اور کہاں سے آئے ہیں وہ رچنا سے ذاتی نوعیت کے سوال کر رہی تھی اور رچنا بڑی خوبصورت اور مہارت سے جواب دے رہی تھی۔

''میں گریجوایٹ ہوں۔'' رچنا بتا رہی تھی۔ ''میرے پتا جی ایک سرکاری دفتر میں سپرنٹنڈنٹ ہیں ہم تین بہن بھائی ہیں بڑا بھائی ولایت پڑھنے گیا تھا اس نے وہیں شادی کر لی۔ بابو جی کو اتنا دکھ ہوا کہ انہوں

نے بیٹے سے قطع تعلق کرلیا۔ مجھ سے چھوٹا بھی ایک بھائی ہے وہ کالج میں پڑھتا ہے میں نے گریجوایشن کرنے کے بعد ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت کرلی۔

"اس دوران میرے کئی رشتے آئے خاندان سے بھی اور خاندان سے باہر سے بھی۔ بعض رشتے تو بہت اچھے گھرانوں سے آئے تھے مگر بابو جی ہر ایک کو انکار کرتے رہے۔

ماتا جی کو اس کا بڑا دکھ تھا کہ میری شادی کی عمر نکلی جارہی تھی لیکن وہ ہمیشہ پتا جی کے دباؤ میں رہی تھیں کبھی زبان کھولنے کی ہمت نہ کرسکیں اور یہی دکھ سینے میں لئے پرلوک چلی گئیں۔

"ماتا جی کے دیہانت کے بعد تو بابو جی بالکل ہی بدل گئے۔ خاندان کے دوسرے لوگوں نے بھی سمجھایا کہ اب بیٹی کی شادی کردینی چاہیئے اس کی عمر نکلی جارہی ہے مگر بابو جی کسی کی کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھے۔ انہیں تو میری شادی کے نام سے ہی چڑ ہوگئی تھی۔ انہوں نے مجھے کمائی کا ایک ذریعہ سمجھ لیا تھا۔ شاید بڑے بیٹے کی تعلیم پر اٹھنے والے اخراجات بھی وہ مجھ سے پورے کرنا چاہتے تھے۔

"میں نے دل پر پتھر کی سل رکھ لی۔ میں نے وہ سپنے ہی دیکھنا چھوڑ دیئے جو میری عمر کی غیر شادی شدہ لڑکیاں دیکھا کرتی ہیں بلکہ میں تو سپنے دیکھنے والی لڑکی سرحد پار کرکے بہت دور جاچکی تھی اور پھر سلیم کے گھر والے میرے محلے میں آکر آباد ہوئے۔" اس نے میری طرف اشارہ کیا اور بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

ہم ایک سال تک ایک دوسرے سے چھپ چھپ کر ملتے رہے۔ سلیم کا خیال تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کے ذریعے میرے پتا جی سے بات کرے تو شاید وہ ہماری شادی پر رضامند ہوجائیں مگر میں اپنے پتا کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ بڑے اچھے اچھے ہندو گھرانوں سے میرے لئے رشتے آئے تھے اور پتا جی نے انکار کردیا تھا۔ وہ ویسے بھی کٹر ہندو ہیں۔ برہمن، کسی مسلمان ۔ ، میری شادی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دوسری نیچ جاتیوں کی طرح وہ مسلمانوں کو بھی نیچ اور ملیچھ سمجھتے ہیں۔

"میں سلیم سے بہت پریم کرتی ہوں۔ اس سے دور رہنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ ملاپ کا کوئی راستہ نہ پاکر آخر کار ہم نے گھر سے بھاگنے کا پروگرام بنالیا۔ میرے پتا جی دفتر گئے ہوئے تھے۔ پروگرام کے مطابق سلیم محلے کے باہر سڑک کے موڑ پر میرا منتظر تھا۔ ہم دونوں اسٹیشن پہنچ گئے لیکن پتہ نہیں میرے چھوٹے بھائی کو کیسے خبر ہوگئی اسے سٹیشن پر دیکھ کر میری آتما کانپ اٹھی۔ اس کے ساتھ دو دوست بھی تھے وہ بھی مجھے پہچانتے تھے۔ وہ لوگ بھی ٹرین پر سوار ہوگئے تھے اور ہمیں مجبوراً پچھلی طرف سے ٹرین سے اترنا پڑا اگر آپ ہمیں نہ ملتیں تو ہم ضرور پکڑے جاتے۔"

"اب تم لوگوں کو ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" سیتا نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔ "یہاں تم لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے چند روز یہاں رہو۔ وہ لوگ تمہاری تلاش سے مایوس ہوجائیں گے تو ٹھنڈے ہوکر بیٹھ جائیں گے۔ اس کے بعد میں تم لوگوں کو اپنی گاڑی پر اوسیان چھوڑ آؤں گی وہاں سے آگے جانے کے لئے ٹرین یا بس مل جائے گی۔"

"دھنے باد سیتا جی۔" رتنا نے کہا۔

"اس میں دھنے باد کی کیا ضرورت ہے۔" سیتا مسکرائی۔ "تم یہ سمجھ لو کہ میں تمہاری دیدی ہوں اور

اس آڑے وقت میں، میں نے تمہاری مدد کی ہے اور ہاں ... یہاں رہتے ہوئے جھجکنا نہیں، جس چیز کی ضرورت ہو بلاتکلف مجھے کہہ دینا لیکن ایک بات کا خیال رکھنا بنگلے میں تم آزادی سے گھوم پھر سکتی ہو لیکن گیٹ سے باہر قدم مت رکھنا اور ایسا نہ ہو کوئی جانکار تمہیں دیکھ لے اور تمہاری بھاگ دوڑ اور میرے کئے کرائے پر پانی پھر جائے۔"

"فکر مت کرو دیدی۔ ہم گیٹ سے باہر نہیں نکلیں گے۔" رتنا نے کہا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ چائے پی جاچکی تھی۔ سیتا ہمیں اپنا بنگلہ دکھانے لگی۔ بہت شاندار بنگلہ تھا قیمتی ساز و سامان سے آراستہ اس دوران وہ ہمیں اپنے بارے میں بھی بتاتی رہی تھی اس کے کہنے کے مطابق اس کا شوہر کروڑ پتی آدمی تھا جس کا دو سال پہلے دیہانت ہوگیا تھا۔

"تم ودھوا ہو دیدی۔ مگر تم نے سفید ساڑھی تو نہیں پہنی۔" رتنا نے نکتے کی بات نکالی۔

"میں ودھوا ضرور ہوں مگر پرانی رسموں پر عمل کرکے اپنی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتی۔" سیتا نے جواب دیا۔ "کیا یہ ظلم نہیں کہ عورت جوانی میں ودھوا ہوجائے تو وہ زندگی بھر سفید ساڑھی پہنے اور خوشیوں کو ترستی رہے میں ایسی فرسودہ رسموں کو نہیں مانتی۔ میں تو جانتی ہوں کہ جس طرح ستی کی ظالمانہ رسم ختم کردی گئی ہے اسی طرح یہ رسم بھی ختم کردی جانی چاہیئے۔ ودھوا عورت کو بھی خوشیوں میں اپنا حصہ وصول کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیئے۔"

ہم بنگلے سے نکل کر برآمدے میں آگئے۔ سیتا شاید ہمیں لان دکھانے کے لئے جانا چاہتی تھی مگر اس وقت اندر کہیں فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ایک منٹ بعد شاردا دروازے سے برآمد ہوئی۔

"راجکمار کشور سنگھ کا فون ہے میڈم۔" شاردا نے سیتا کو بتایا۔ "میں ابھی آئی۔" سیتا کہتے ہوئے اندر چلی گئی۔

ہم دونوں برآمدے میں کھڑے رہے۔ شاردا بھی اندر جاچکی تھی البتہ دوسرا لمبا تڑنگا ملازم برآمدے میں کھڑا تھا۔ میں اس سے کوئی بات کرنا چاہتا تھا مگر اسی لمحہ سیتا باہر آگئی۔ اس نے فون پر بہت مختصر بات کی تھی۔

"وہ سامنے کیا ہے؟" میں نے دور ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کیا جہاں غالباً کوئی قلعہ تھا۔

سیتا نے پہلے چونک کر میری طرف دیکھا۔ مجھے فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اسے تو یہی بتایا گیا تھا کہ ہم جودھ پور ہی کے رہنے والے تھے لیکن میں نے ایک ایسا سوال کرڈالا تھا جو مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"وہ چار سو فٹ اونچی پہاڑی پر پرانا قلعہ ہے۔" سیتا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھنے کی چیز ہے۔ موقع ملے تو ضرور دیکھنا۔"

اس کے لہجے سے اندازہ ہوتا تھا کہ اسے مجھ پر کچھ اور شبہ ہوچکا تھا۔ "میں ابھی کسی کام سے جارہی ہوں راجکمار کشور سنگھ کا شمار جودھ پور کے ایک ایسے پریوار سے ہے جنہوں نے طویل عرصہ اس علاقے پر حکمرانی کی ہے اس نے مجھے کسی کام سے بلایا ہے اور میں انکار نہیں کرسکتی۔ تم لوگ آرام سے یہاں رہو۔ تم

دونوں کے لئے وہی کمرہ مخصوص کردیا گیا ہے جہاں شاردا رچنا کو لے کر گئی تھی۔ میں تم لوگوں کو الگ الگ کمروں میں رکھ کر تم دونوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتی۔" وہ آخری جملہ کہتے ہوئے معنی خیز انداز میں مسکرا دی تھی۔

"تم کب تک آؤ گی؟" میں نے پوچھا۔

"میری واپسی کی کیا فکر۔" سیتا نے جواب دیا۔ "یہاں لان میں یا بنگلے کے اندر گھومو پھرو اور انجوائے کرو۔"

اس نے شاردا کو بھی ہدایت کردی ہمارے کھانے وغیرہ کا خیال رکھے اور پھر برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر کار میں بیٹھ گئی۔

کار پختہ راستے پر مختصر سا چکر کاٹتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ گیٹ پر کھڑے ہوئے گارڈ نے گیٹ کھول دیا کار چند سیکنڈ کو وہاں رکی سیتا نے گارڈ سے کچھ کہا اور کار باہر نکال لے گئی۔

میں اور رتنا برآمدے سے نکل کر لان میں گھومتے رہے یوں تو مختلف کیاریوں میں بھی گلاب کے پودے نظر آرہے تھے لیکن ایک تختہ صرف گلاب کے لئے مخصوص تھا۔ اس میں کئی اقسام کے گلاب لگے ہوئے تھے۔ ہلکا گلابی، سرخ، گہرا سرخ، پیلا، سفید اور بنفشی رنگ کے پھول بھی کھلے ہوئے تھے۔ میں نے ایک پھول توڑ کر رتنا کے بالوں میں لگا دیا اور کھڑا ہوا گارڈ ہماری طرف دیکھتا رہا مگر بولا کچھ نہیں۔

اس وقت دوپہر کا ایک بج چکا تھا دھوپ خاصی تیز تھی ہم کچھ دیر ایک درخت کے نیچے پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھے رہے اور پھر اندر آگئے۔ شاردا کچن میں تھی اور دوسرا ملازم کسی اور کام میں مصروف تھا۔ ہم اس کمرے میں آگئے جو ہمارے لئے مخصوص کردیا گیا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی میں نے دروازہ بھیڑ دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ رتنا میرے سامنے پلنگ پر پیر لٹکا کر بیٹھ گئی تھی۔

"تم نے سیتا کو کہانی تو بہت اچھی سنائی ہے اور میرے خیال میں اب اسے وشواش ہو جانا چاہئے کہ میں واقعی تمہیں بھگا کر لایا ہوں لیکن......"

"لیکن کیا......؟" رتنا نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"معاملہ گڑبڑ ہے۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کے لئے خاصی محنت کرنی پڑے گی۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" رتنا نے مجھے گھورا۔

میں چند لمحے خاموش رہا پھر اسے سیتا سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کردیا۔ رتنا کے چہرے کی رنگت بار بار بدل رہی تھی۔

"اس سے گفتگو کے دوران کچھ غلطیاں مجھ سے بھی ہوئیں جن سے اس کے شبہات کو تقویت ملی۔ ویسے اچھا ہی ہے کہ وہ ہمارے بارے میں جو سمجھتی ہے وہی سمجھتی رہے اور اس کا دھیان کسی اور طرف نہ جائے۔" میں کہہ رہا تھا۔ "سیتا...... ہندوؤں میں یہ نام مریم کی طرح مقدس سمجھا جاتا ہے مگر اس سیتا کے کرم اس نام کے بالکل برعکس ہیں۔ یہ بہت اونچے درجے کی طوائف ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کو عورتیں

سپلائی کرتی ہے۔ اس دھندے سے وہ شاہانہ زندگی گزار رہی ہے۔ وہ ریلوے سٹیشن پر ہمارے پیچھے بھی اس لئے لگی تھی۔ اس نے تمہیں تاڑ لیا تھا۔ وہ تم پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔" میں چند لمحوں کو خاموش ہوا اور پھر اسے باقی باتیں بتانے لگا۔ "اس کا منصوبہ یہ ہے کہ میں چند روز یہاں رہ کر تمہارے ساتھ عیش کرلوں اور پھر تمہیں یہیں چھوڑ کر غائب ہو جاؤں اور وہ تم پر قبضہ کرلے اور تمہیں اپنی مرضی کے مطابق چلاتی رہے۔ اس نے مجھے ایک ہفتے کا وقت دیا ہے اور مجھے شبہ ہے کہ اس ایک ہفتے کے دوران وہ ہمارے بارے میں اور بھی بہت کچھ جان لے گی۔ وہ بہت چالاک ہے دو اور دو کے ملاپ کا نتیجہ اخذ کرنا جانتی ہے۔ جب اسے ہماری اصلیت کا پتہ چلے گا تو نجانے اس کا ردعمل کیا ہوگا لیکن ہمارے لئے صورت حال سنگین تر ہو جائے گی لیکن ظاہر ہے ہم اس کے قیدی بن کر نہیں رہ سکتے۔ نہ ہی اسے من مانی کرنے کا موقع دے سکتے ہیں ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے دو تین دن کے اندر اندر کرنا ہوگا اور یہ دو تین دن بھی ہمارے لئے بہت خطرناک ثابت ہوں گے۔ بیلا اب کھل کر سامنے آگئی ہے وہ ہماری کھوج میں اپنی پوری طاقت استعمال کرے گی۔ ہوسکتا ہے اس نے پورا شہر بلاک کردیا ہو۔ لیکن بہرحال، دو تین دن میں ہمیں ہر صورت میں یہاں سے نکلنے کا موقع تلاش کرنا ہے۔"

رتنا اس صورت حال سے واقعی ڈر گئی تھی ہم کٹھن سے کٹھن صورت حال کا مقابلہ کرتے آئے تھے۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا لیکن اس وقت ہم آزاد تھے اور اب صورت حال مختلف تھی۔ ہم اس چوہے دان میں پھنس کر رہ گئے تھے جہاں دو بٹے کٹے محافظ بھی موجود تھے۔ میں اکیلا ہوتا تو مار دھاڑ کرتا ہوا نکل جاتا مگر رتنا کی وجہ سے کچھ دشواری پیدا ہوسکتی تھی۔ اسے یہاں چھوڑ جانے کا تو میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا لیکن بہرحال اس چوہے دان سے نکلنے کے لئے ہمیں کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرنا تھا۔

ہم دونوں بیٹھے سرگوشیوں میں باتیں کررہے تھے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا وہ شاردا تھی جو اندر جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بھوجن تیار ہوگیا ہے۔ میڈم کا فون آیا تھا وہ تو ابھی نہیں آئیں گی آپ لوگ بھوجن کرلیں۔"

اس وقت ڈھائی بج رہے تھے مجھے بھوک لگ رہی تھی۔ شاردا کے جانے کے بعد میں رتنا کو لے کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ میز پر کھانا چنا ہوا تھا۔ ہندو گوشت نہیں کھاتے تھے مگر سبزیوں، دالوں اور دوسری چیزوں سے طرح طرح کے کھانے تیار ہوتے تھے۔ اس وقت میز پر تین چار قسم کے کھانے تھے۔ پالک کے کوفتے، آلو میتھی، بھنی ہوئی ماش کی دال اور ایک چیز تھی جو میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ ہر ڈش میں پنیر کا استعمال ضرور ہوتا تھا جس سے کھانے کی لذت دو چند ہو جاتی تھی۔

کھانے کے بعد ہم دوبارہ کمرے میں آگئے کچھ سستی سی طاری ہونے لگی تھی۔ میں بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوگیا۔ رتنا بھی دروازہ اندر سے لاک کرکے بیڈ پر ہی آڑھی ترچھی لیٹ گئی۔

دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیوار گیر کلاک کی طرف دیکھا۔ چھ بج رہے تھے۔ رتنا بھی جاگ گئی تھی۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا وہ شاردا تھی۔

"میڈم چائے پر آپ کا انتظار کررہی ہیں۔" اس نے پہلے رتنا اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے

"ہم دس منٹ میں آ رہے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

شاردا کے جانے کے بعد رتنا نے پھر دروازہ بند کر دیا۔ میں چند سیکنڈ اپنی جگہ پر لیٹا رہا، پھر اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔ نیند کی وجہ سے میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ میں نے بیسن میں سر جھکا کر ٹھنڈے پانی کے دو تین مگے سر پر ڈالے تو ہوش ٹھکانے آ گئے۔ پانی برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔

میں تیار ہو کر باہر آ گیا۔ رتنا سے میں نے کہہ دیا تھا کہ وہ بھی منہ ہاتھ دھو کر آ جائے۔

سیتا لان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے جسم پر وہی صبح والی ساڑھی تھی اور چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے۔ میں اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ٹھنڈی ہوا بہت بھلی لگ رہی تھی۔

"وہ کہاں ہے، تمہاری پریم داسی؟" سیتا نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آ رہی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "دراصل دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ ایسی سستی طاری ہوئی کہ نیند پر قابو نہ پا سکے۔"

"ہاں..... دوپہر کے کھانے کے بعد اکثر ایسا ہوتا ہے۔" سیتا نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد رتنا بھی آ گئی سیتا نے بڑی گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ رتنا کے آنے کے فوراً ہی بعد شاردا چائے لے کر آ گئی تھی۔

"صبح تم نے قلعے کے بارے میں پوچھا تھا۔" سیتا میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تمہیں جودھ پور کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ ویسے میرے خیال میں آدمی جس علاقے میں رہتا ہو، وہاں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات ضرور ہونی چاہئیں۔ میں تمہیں جودھ پور کے بارے میں کچھ بتا دیتی ہوں۔ یہ معلومات بعد میں کسی وقت تمہارے کام آ سکیں گی۔"

میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ ہمارے بارے میں اور بھی بہت کچھ معلوم کر چکی ہے۔

"جودھ پور ایک بہت قدیم تاریخی شہر ہے۔" سیتا کہہ رہی تھی۔ "یہ خطہ صدیوں سے بنجر اور ویران رہا ہے میلوں دور تک اب بھی ریگزار پھیلے ہوئے ہیں یہاں سب سے پہلے 1211ء میں قنوج (یوپی) کے راٹھور آ کر آباد ہوئے تھے۔ اس زمانے میں یہاں زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ خطہ جہنم کا نمونہ تھا۔ قنوج سے نقل مکانی کر کے آنے والے ٹکڑیوں میں مختلف علاقوں میں آباد ہوتے چلے گئے۔ ان کی نسبت سے یہ علاقہ مارواڑ کہلانے لگا۔

"چھوٹے چھوٹے قبیلے مختلف علاقوں میں آباد تھے جن کے سربراہ اپنے آپ کو راجہ کہلاتے تھے۔ مندور اس وقت اس خطے کا سب سے بڑا قصبہ تھا اور اسے راج دھانی کی حیثیت بھی حاصل تھی لیکن یہاں زندگی کی وہ سہولتیں میسر نہیں تھیں۔ پانی سب سے بڑا مسئلہ تھا پھیلتا ہوا صحرا پانی کے ذخائر کو نگل رہا تھا۔ 1459ء میں راؤ جودھا نے مندور سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک اور شہر آباد کیا جو اس کے نام پر جودھ پور کہلانے لگا۔

"پانچ صدیوں تک اس شہر نے ترقی کی منازل بھی طے کیں اور بڑے نشیب و فراز بھی دیکھے۔ موجودہ صدی کے وسط میں ایک خوفناک قحط نے اس شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت مہاراجہ امید سنگھ یہاں حکمران تھا۔ اس نے لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کے لئے اپنے لئے ایک شاندار مکان کی تعمیر شروع کرا دی۔ تین سو سینتالیس کمروں پر مشتمل یہ مکان آج بھی دنیا کا سب سے بڑا مکان سمجھا جاتا ہے۔ آج کل اس مکان میں ایک رہائشی ہوٹل قائم ہے۔

"چار سو فٹ اونچی پہاڑی پر وہ قلعہ اس زمانے میں تعمیر ہوا تھا جب راجستھان کے راجواڑے ایک دوسرے سے دست و گریبان تھے۔ ایک دوسرے کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے خونریز جنگیں روز کا معمول بن چکی تھیں۔

"قلعے تک جانے والا راستہ اس زمانے میں زیادہ کشادہ نہیں تھا۔ اس راستے میں مختلف فاصلوں پر سات مضبوط دروازے بنے ہوئے تھے۔ قلعے کے اندر کئی خوبصورت محل ہیں۔ بن کی سرخ پتھروں کی دیواروں پر نہایت خوبصورت نقش کاری کا کام کیا ہوا ہے۔ آج اس قلعے کو ایک میوزیم کی حیثیت حاصل ہے جہاں قدیم زمانے کی تصاویر، ہتھیار، تخت، ملبوسات اور دیگر قیمتی نوادرات رکھے ہوئے ہیں۔

"بڑا خوبصورت شہر ہے یہ جودھ پور تمہیں گھوم پھر کر دیکھنا چاہئے تھا۔ آدمی کو اپنے علاقے کے بارے میں اتنی معلومات تو ہونی چاہئیں کہ اسے کسی دوسرے سے کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔"

"بات دراصل یہ ہے سیتا جی کہ....."

"اصل بات یہ ہے کہ تم اس شہر کے رہنے والے نہیں ہو۔" سیتا نے میری بات کاٹ دی۔ اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ "آج صبح ریلوے اسٹیشن پر جو کچھ بھی ہوا ہے وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ بیلا اور اس کے آدمیوں کو کسی ایسے آدمی کی تلاش تھی جو ماؤنٹ آبو میں تباہی پھیلا کر بھاگا ہے۔ اتفاق سے وہ شخص بھی مسلمان ہے۔ بیلا نے اسے ٹرین میں دیکھ لیا تھا لیکن وہ اسے ناکٹ میں بے ہوش کر کے بھاگ گیا۔

"بیلا انٹیلی جنس میں ایک بہت اونچے عہدے پر ہے۔ اس نے ناجی نامی اس شخص کی تلاش کے لئے پورے شہر کی ناکہ بندی کرا دی ہے کوئی پرندہ بھی اجازت کے بغیر شہر سے نہیں نکل سکتا۔ تمام ہوٹل، سرائے اور گیسٹ ہاؤسز پولیس کے گھیرے میں ہیں۔ سڑکوں پر بھی پولیس پھیلی ہوئی ہے۔ سینکڑوں مشتبہ لوگوں کو گھیرے میں لیا جا چکا ہے جن سے پوچھ گچھ کی جا رہی ہے۔"

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا ان معاملات سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ ویسے اندر سے میری حالت غیر ہو رہی تھی۔ سیتا بالکل صحیح رخ پر جا رہی تھی۔ اس نے اگرچہ ابھی تک براہ راست ہمارے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی لیکن میں سمجھ گیا تھا کہ وہ حقیقت کی تہہ تک پہنچ گئی تھی۔

"کوئی تعلق نہ بھی ہو تو تمہارے لئے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔" سیتا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں نے تم لوگوں کو پناہ دی ہے اور تمہارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کروں گی۔ بشرطیکہ تم میرے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے مجھے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔"

"تم ہماری محسنہ ہو۔" میں نے کہا۔ "ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"ویسے تم نے بہت اچھی کہانی سنائی تھی۔" سیتا نے رتنا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ رتنا کوئی جواب نہیں دے پائی۔ وہ بھی صورت حال کو سمجھ گئی تھی اور مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ وہ شاید سیتا کا مزید سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے چائے ختم کرتے ہی اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"مسٹر سلیم یا جو بھی تمہارا نام ہے۔" سیتا میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہارے چاروں طرف خطرات منڈلا رہے ہیں اس میں اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ تم وہی ہو جس کی تلاش بیلا کو ہے۔ ایسے شخص کی مدد کرنا سنگین ترین جرم ہے۔ دیش سے غداری ہوگی مگر میں تم سے کئے ہوئے وعدے پر اب بھی قائم ہوں مجھے یہ لڑکی چاہئے اس کے لئے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔"

"کیوں.....؟" میں نے چبھتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ "اگر یہ دیش سے غداری ہے تو....."

"اس دیش نے مجھے کیا دیا ہے۔" سیتا نے میری بات کاٹ دی۔ "میں ایک باعزت خاندان سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں سیتا کی طرح پوتر تھی مگر مجھے طوائف بنا دیا گیا۔ میرے ماں باپ کو ذلیل و رسوا کیا گیا۔ دیش کے نیتاؤں نے میرا سب کچھ چھین لیا مجھے طوائف بنا دیا۔ میں دیش کی بھلائی کیوں سوچوں۔" وہ چند لمحوں کو رکی پھر بولی۔ "صبح سے اب تک تم نے میرے بارے میں بہت سی باتیں سوچی ہوں گی۔ اب صورت حال کچھ ایسی ہے کہ ہمیں کھل کر بات کر لینی چاہئے کچھ دو اور کچھ لو کے اصول کے تحت ایک دوسرے کے کام آنا چاہئے ویسے بھی رچنا سے تمہاری کوئی رشتہ داری تو نہیں ہے نا۔ اسے میرے حوالے کر دو۔ میں تمہیں حفاظت سے اس شہر سے نکال دوں گی۔"

میں اندر سے کانپ کر رہ گیا۔ اب کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی۔ اس نے واضح الفاظ میں فرد جرم عائد کردی تھی اور میں اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ بوگی نمبر کا حوالہ تو وہ پہلے ہی دے چکی تھی۔ جس کے ٹائلٹ میں ٹرین کے چلتے ہی ایک عورت کو بے ہوش کر کے ڈال دیا گیا تھا اور اب بیلا نے ہوش میں آنے کے بعد بتا دیا تھا کہ اسے بے ہوش کرنے والا ناجی تھا جس کی تلاش میں ماؤنٹ آبو سے یہاں آئی تھی اور اگر میں سیتا کے سامنے انکار کر دیتا تو وہ مجھے کسی نہ کسی طرح بیلا کے سامنے لے آتی۔ یہ اندازہ تو میں بھی لگا سکتا تھا کہ سیتا بھی بہت اونچی شے تھی اس کے تعلقات بھی بہت اوپر تک تھے جن عورتوں کی رسائی راجوں مہاراجوں تک ہو ان کے لئے بیلا تک پہنچنا کون سا مشکل کام تھا اور بیلا کو تو ویسے بھی ایسے لوگوں کی تلاش تھی جو اسے میرے بارے میں کچھ بتا سکیں۔

"ٹھیک ہے سیتا دیوی۔" میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "غلطی میری ہی تھی جو میں تمہارے دام میں پھنس گیا۔ مجھے تمہاری یہ شرط بھی منظور ہے لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا میں وہ شخص ہوں جس نے ناگ راج جیسے شخص اور اس کے چیلوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ جس نے تمہاری سرکار کو نیچا رکھا ہے۔ حکومت کی پوری مشینری حرکت میں ہے مگر میرا آج تک سراغ نہیں لگایا جا سکا۔ میں بیلا سے خوفزدہ نہیں ہوں وہ کئی مرتبہ میرے ہاتھ آئی اور میں نے اسے نکل جانے کا موقع دیا۔ آج صبح بھی اگر میں چاہتا تو ٹرین کے ٹوائلٹ میں اس کا گلا گھونٹ کر اس کے جیون کا انت کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ بیلا ایک ذہین اور دلیر عورت ہے اور میری بدترین دشمن اور میں اپنے دشمن کو وار کرنے کا پورا پورا موقع دیتا ہوں یہاں

تک کہ وہ تھک کر خود ہی میرے قدموں پر ڈھیر ہو جاتا ہے۔ بیلا بھی ایک روز خود بخود میرے قدموں پر ڈھیر ہو جائے گی۔" میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "یہ سب کچھ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم نے میرے ساتھ دھوکا کرنے کی کوشش تو میرے ان خونی پنجوں سے بچ کر نہیں جا سکو گی۔ یہاں صرف دو گارڈ ہیں اگر چار چھ بھی ہوں تو میرا راستہ نہیں روک سکیں گے لیکن میں تمہاری شرط مان کر تم پر اعتماد کر رہا ہوں۔"

"میں اتنی احمق نہیں ہوں کہ تمہیں دھوکا دینے کی کوشش کروں گی۔" سیتا نے کہا۔ "میں اگرچہ جودھ پور میں رہتی ہوں مگر گزشتہ چند مہینوں کے دوران میں ماؤنٹ آبو کے بھی کئی چکر لگا چکی ہوں۔ وہاں جو کچھ بھی ہوتا رہا وہ سب میرے علم میں ہے میں اب تک ناگ راج کو ہی دنیا کا سفاک ترین انسان سمجھتی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ اس سے بھی زیادہ سفاک اور ظالم..... نہیں شاید میں نے غلط کہا۔ سفاک اور ظالم نہیں ایک بہادر انسان سے ملاقات کرنے کا موقع ملے گا تم نے میری بات مان لی۔ مجھے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہئے مجھے صرف رچنا چاہئے ایسی حسین عورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ میں صرف چند مہینوں بعد چند ہفتوں میں اس سے اتنا کمالوں گی کہ زندگی بھر اس گندے کام کے بارے میں نہیں سوچوں گی۔"

"حیرت ہے۔ تم نے اس سے اتنی توقعات وابستہ کر لیں۔" میں نے کہا۔

"میں عورتوں کی سوداگر ہوں۔" سیتا مسکرائی۔ "اور جانتی ہوں کہ مجھے کس سے کتنی توقع ہونی چاہئے اور تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ اس کے لئے مجھے ایک ایسا گاہک بھی مل گیا ہے جو مجھے مالا مال کر دے گا۔"

"کیا.....؟" میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "یعنی دیکھے بغیر گاہک!"

"وہ گاہک اسے دیکھ چکا ہے۔" سیتا مسکرائی۔ "تمہیں یاد ہوگا کہ صبح جب ہم چائے پی کر آمدے میں آئے تھے تو راجکمار کشور سنگھ کا فون آیا تھا۔ میں اسی سے ملنے کے لئے گئی تھی۔ راجکمار کشور سنگھ نے راستے میں رچنا کو میری گاڑی میں دیکھ لیا تھا میرے پاس جو بھی لڑکی آتی ہے اس کا پہلا گاہک وہی ہوتا ہے۔ وہ رچنا کو میری گاڑی میں دیکھ کر یہی سمجھا تھا کہ کوئی نیا مال آیا ہے۔ اس لئے اس نے مجھے بلایا تھا لیکن میں نے اسے ایک ہفتے کے لئے ٹال دیا ہے۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ "میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا کروں گی ایک ہفتے تک یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ تم لوگ یہاں ہو۔ چند روز میں بیلا کی سرگرمیاں ماند پڑ جائیں گی اور میں تمہیں حفاظت سے شہر سے باہر پہنچا دوں گی۔"

"میں نے جو کچھ کہا ہے وہ ذہن میں رکھنا۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو تمہارا کوئی راجکمار بھی تمہیں نہیں بچا سکے گا۔"

"اطمینان رکھو۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ مجھے اپنا جیون پیارا ہے۔" سیتا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر موضوع بدل گیا۔ سیتا ناگ راج کے بارے میں باتیں کرنے لگی۔ اس نے کوئی نئی بات نہیں کہی تھی۔ ہر شخص سے میں ایسی ہی باتیں سن چکا تھا

''تم نے اب تک اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''تم پڑھی لکھی ہو اور میرا خیال ہے تمہارا تعلق بھی ایک اچھے اور شریف گھرانے سے ہے۔''

''وہ اچھا اور شریف گھرانہ ختم ہو گیا۔'' سیتا نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''میرا تعلق بمبئی کے ایک متوسط گھرانے سے تھا۔ میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ انہوں نے مجھے خوب پڑھایا لکھایا، مجھے کالج ہی کے زمانے سے سیاست کا چسکا لگ گیا۔ میں کالج یونین کی سرگرم رکن تھی۔ پھر انہی دنوں ایک سیاسی پارٹی میں شامل ہو گئی اور ایک ورکر کی حیثیت سے بڑی محنت سے کام کرتی رہی۔ میں سوشیالوجی کی طالبہ تھی خدمت خلق کا شوق تھا کچی بستیوں میں رہنے والوں کی حالت دیکھتی تو میرا دل خون کے آنسو روتا۔ میں ان کی حالت بدلنا چاہتی تھی اور اسی لئے سیاست میں آئی تھی۔

''میں جس سیاسی پارٹی میں شامل ہوئی تھی اس کا نعرہ بھی یہی تھا۔ ''غریبی مٹاؤ'' میں پارٹی کے نیتا جیون لال شرما کی بہت معترف تھی۔ وہ ہر بھاشن میں یہی کہتا کہ جب تک غریبوں کی حالت نہیں بدل جائے گی اس وقت تک دیش میں خوشیاں نہیں آ سکتیں۔ وہ پڑوسی ملکوں کو نہیں غریبی کو بھارت کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا۔

''ایک مرتبہ ہمارے یونٹ نے ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا۔ جیون لال شرما کو بھاشن دینا تھا۔ میں اپنے علاقے کی بڑی سرگرم کارکن تھی۔ مجھے بھی اس جلسے میں بھاشن دینے کا موقع دیا گیا۔ میں پہلی مرتبہ اتنے بڑے جلسے کے سٹیج پر آئی تھی لیکن میں ذرا بھی نہیں جھجکی اور خوب دل کی بھڑاس نکالی۔

''اس سے اگلے روز جیون لال شرما نے مجھے اپنے دفتر طلب کیا اور میری خوب تعریف کی اور اس امر کا اشارہ دیا کہ اگر میں چاہوں تو اس کے ساتھ رہ کر کام کر سکتی ہوں۔ میں فوراً تیار ہو گئی لیکن کچھ ہی عرصہ بعد جیون لال شرما کی اصلیت میرے سامنے آ گئی۔

''وہ غریبوں کی قسمت بدلنے کے نعرے لگاتا تھا لیکن غریبوں کی بستیوں میں جوئے، شراب اور ہیروئن کے تمام اڈے اس کی ملکیت تھے۔ اس کا یہ گھناؤنا کاروبار پورے شہر کی غریب اور متوسط بستیوں میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے غنڈے دکانداروں کے علاوہ طوائفوں سے بھی بھتہ وصول کرتے تھے۔

''مجھ پر جیون لال شرما کے اس گھناؤنے کردار کا انکشاف محض اتفاقیہ طور پر ہوا تھا۔ اس وقت جیون لال کے پاس شہر کے دو اور معزز آدمی بھی موجود تھے۔ میں نے جیون لال شرما کو کھری کھری سنا دیں اور پھر اس وقت پتہ چلا کہ شہر کے وہ دونوں معززین بھی اس کے کاروبار میں شریک ہیں۔

''میں نے جیون لال شرما کو جتا کے سامنے اس کی اصلیت بتا دینے کی دھمکی دی تو مجھے کوٹھی سے باہر نہیں نکلنے دیا تھا۔ وہ تینوں رات بھر مجھے خونخوار بھیڑیوں کی طرح بھنبھوڑتے رہے اور پھر صبح ہونے سے پہلے مجھے ایک سنسان سڑک پر پھینکوا دیا گیا۔ جیون لال نے صبح دھمکی دی تھی کہ اگر میں کبھی بھی اس کا نام زبان پر لائی تو وہ مجھے اور میرے گھر والوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

''ایک شریف آدمی نے مجھے سڑک سے اٹھا کر گھر پہنچا دیا۔ میری ماتا اور پتا جی میری حالت دیکھ کر چیختے رہے۔ میں نے انہیں بتا دیا کہ میرے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کس نے کیا تھا۔ اتفاق سے جو شخص مجھے سڑک سے اٹھا کر لایا تھا وہ جیون لال شرما کی مخالف پارٹی کا آدمی تھا۔ اس نے ساری باتیں سن لیں اور مجھے پہچان بھی لیا۔

''صبح سات بجے کے قریب مخالف پارٹی کا نیتا پریم چند اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ ہمارے گھر پہنچ گیا۔ میرے پتا جی اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے رہے کہ وہ اس معاملے کو اچھال کر رسوا نہیں ہونا چاہتے بلکہ وہ اپنے پریوار کو لے کر دو چار روز میں یہ شہر ہی چھوڑ دیں گے مگر پریم چند کو جیون لال شرما کو نیچا دکھانے کا موقع مل گیا تھا اس نے پتا جی کی ایک نہیں سنی اور مجھے ساتھ لے جا کر تھانے میں رپورٹ درج کروا دی۔

''پریم چند نے شرما کو نیچا دکھانے کے لئے ہماری عزت کو خوب اچھالا۔ وہ جلسوں میں اس کے خلاف خوب زہر اگلتا ادھر جیون لال شرما بھی کھول رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں خود پریم چند کے پاس گئی تھی۔

''چند روز بعد شرما کے غنڈوں نے ہمارے گھر پر حملہ کر دیا۔ اتفاق سے میں اس وقت گھر پر نہیں تھی۔ غنڈے میرے بوڑھے ماں باپ کو گھر سے گھسیٹتے ہوئے سڑک پر لے آئے اور دونوں کو برہنہ کر کے مارتے پیٹتے رہے۔ میری ماں نے تو وہیں دم توڑ دیا اور پتا جی اسپتال پہنچ کر ختم ہو گئے۔

''میں اس وقت اپنے دور کے ایک رشتے دار کے ہاں گئی ہوئی تھی۔ مجھے وہیں پر اطلاع مل گئی کہ میرے ماتا پتا کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ میرے رشتے داروں نے مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیا۔

''میری جان کے خوف سے مجھے کئی روز تک غائب رکھا گیا اور پھر چوری چھپے مجھے کھنڈالا پہنچا دیا گیا۔ جہاں ہمارے ایک اور رشتے دار رہتے تھے۔ تین دن وہاں رکنے کے بعد وہ مجھے پونا لے آئے۔

''جیون لال شرما کے غنڈے مجھے تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ لیکن میں ان کے ہاتھ نہیں آئی میں نے بمبئی کا رخ نہیں کیا۔ اپنے گھر کو بھول گئی۔ مجھے صرف ایک بات یاد تھی مجھے اپنی بے عزتی اور اپنے ماں باپ کے قتل کا بدلہ لینا تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح گوا پہنچ گئی۔ وہاں ان دنوں جگن ناتھ کا بڑا چرچا تھا وہ بہت بڑا بدمعاش اور منشیات کا اسمگلر تھا۔ پورے گوا پر اس کا راج تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح جگن ناتھ تک پہنچ گئی اور اس کا اعتماد حاصل کر لینے کے بعد اس سے دل کی بات کہہ دی۔

''جگن ناتھ ہوشیار آدمی تھا۔ اس کے دل میں شبہ ہوا کہ میں کسی دوسرے گینگ کی جاسوس تو نہیں؟ اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے بمبئی میں میرے بارے میں معلومات حاصل کیں تو تصدیق ہو گئی کہ میں نے اسے جو کچھ بھی بتایا تھا وہ غلط نہیں تھا۔

''جگن ناتھ منشیات کا بیوپاری تھا۔ دوسری پارٹیوں سے بھی اس کی ٹسل چلتی رہتی تھی۔ جیون لال شرما کے آدمی گوا میں قدم جمانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جگن ناتھ نے ان سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

''اور پھر بمبئی میں ان دونوں پارٹیوں میں زبردست تصادم ہوا۔ جگن ناتھ اور جیون لال شرما بھی براہ راست ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئے۔ اس تصادم میں وہ دونوں مارے گئے۔ میں کچھ عرصہ جگن ناتھ کے گینگ میں رہی جس کی کمان ایک اور آدمی نے سنبھال لی تھی۔ میں دو لڑکیوں کے ساتھ اس گینگ سے الگ ہو گئی۔ وہ دونوں لڑکیاں جوان اور بے حد حسین تھیں۔ ان دونوں نے میرے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا میری طرح اس دنیا میں ان کا بھی کوئی نہیں تھا۔ میں ان دونوں کو لے کر حیدر آباد آ گئی جہاں ہم نے چوری چھپے جسم فروشی کا دھندہ شروع کر دیا۔

''کچھ عرصہ حیدر آباد گزارنے کے بعد ہم تینوں مختلف شہروں میں ہوتی ہوئی جے پور پہنچ گئیں

اور پھر دوسال پہلے ہم جے پور سے یہاں جودھ پور منتقل ہوگئیں۔ یوں تو جے پور میں بھی بڑے بڑے دل والے موجود ہیں مگر جودھ پور کی بات ہی کچھ اور ہے۔ راجکمار کشور سنگھ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ یہ بنگلہ مجھے اس نے تحفے میں دیا تھا۔

''ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا پچھلے سال انتقال ہوگیا۔ دوسری کو ایک ٹھاکر نے پسند کرلیا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا میرے پاس لڑکیاں آتی جاتی رہتی ہیں اور میرا کام چلتا رہتا ہے۔

''آج اتفاق سے میں اپنے کسی ملنے والے کو سی آف کہنے کے لئے ریلوے سٹیشن گئی تھی کہ تم لوگ میری نظروں میں آ گئے۔ تم دونوں کے چہروں سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ میں نے اس وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ آخر تک تم لوگوں کا پیچھا کروں گی۔ میرا فیصلہ درست نکلا۔ رچنا کو دیکھ کر میرے دل میں جو خواہش اٹھی تھی۔ وہ پوری ہوگئی۔'' سیتا خاموش ہوگئی۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

میں گہری نظروں سے سیتا کی طرف دیکھ رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اپنے بارے میں اس نے کوئی بھی بات غلط نہیں کہی تھی اور میں جانتا تھا کہ اس نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اس پر پورا اترے گی۔ وہ کسی کو ہمارے بارے میں نہیں بتائے گی لیکن ہم نے کچھ اور سوچ رکھا تھا۔

اس رات کھانا کھانے کے بعد سیتا نے لاؤنج میں رکھے ہوئے ٹی وی پر فلم لگادی۔ فلم کی کہانی بھی ایک ایسی عورت کے گرد گھومتی تھی جس کا تعلق ایک شریف گھرانے سے تھا مگر سماج کے ٹھیکیداروں نے اسے طوائف بننے پر مجبور کردیا تھا۔

رتنا کو نیند آ رہی تھی۔ وہ بار بار جمائیاں لے رہی تھی۔ لیکن فلم دلچسپ تھی اس لئے بیٹھی دیکھتی رہی۔ ایک بجے کے قریب فلم ختم ہوئی تو میں اور رتنا اپنے کمرے میں آ گئے۔ میں نے دروازہ اندر سے بند کرکے لاک لگادیا تھا۔ مجھے توقع تھی کہ سیتا کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گی جس سے اسے بھی نقصان اٹھانا پڑے۔ وہ میرے بارے میں سب کچھ جان چکی تھی۔ وہ عقل مند عورت تھی اس سے کسی ایسے کام کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی جس پر اسے بعد میں پچھتانا پڑے۔

''بڑی خطرناک عورت ہے۔'' میں نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔

''یہ ہمارے بارے میں سب کچھ جان چکی ہے ایسا نہ ہو کہ رات ہی کو ہمیں گھیر لیا جائے۔'' رتنا نے کہا۔

''وہ ایسا نہیں کرے گی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اس کی نظریں تم پر ہیں اور اس نے تمہارے لئے پہلا گاہک بھی تلاش کرلیا ہے۔''

''کیا بکتے ہو؟'' رتنا نے مجھے گھورا۔

''یہ سچ ہے۔ راجکمار کشور سنگھ تمہیں حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہورہا ہے۔'' میں نے کہا اور پھر اسے ساری باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔

''کمینی..... حرامزادی۔'' رتنا نے دانت کچکچائے۔ ''میرا سودا کررہی ہے میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔''

ہم ایک ڈیڑھ گھنٹے تک باتیں کرتے رہے کہاں تو یہ کہ رتنا کو بڑی شدت سے نیند آ رہی تھی اور کہاں یہ کہ اس کی نیند غائب ہوگئی۔ بات وہی تھی کہ سیتا ہمارے بارے میں سب کچھ جان چکی تھی اور ہم چوہے دان میں پھنس گئے تھے۔ بات صرف اس بنگلے تک ہوتی تو کوئی مسئلہ نہ ہوتا مگر سارا شہر بلاک کردیا گیا تھا ہمیں دو تین دن کا وقت چاہئے تھا لیکن موجودہ صورت حال نے رتنا کو زیادہ پریشان کردیا تھا۔

میں سونے کی کوشش کررہا تھا۔ بستر پر لیٹنے سے پہلے میں نے ٹیوب لائٹ بجھا کر ہرے رنگ کا نائٹ بلب جلا دیا تھا۔ مدھم سبز روشنی بڑی بھلی لگ رہی تھی میری آنکھیں بند ہورہی تھیں۔ میں سونا چاہتا تھا مگر رتنا کسی اور موڈ میں تھی۔ اس نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی اور پھر میرے لئے بھی اپنے آپ پر قابو رکھنا مشکل ہوگیا۔

اس رات بھی ہم صبح چار بجے تک جاگتے رہے اور جب ہم سوئے تو ہم بارہ بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوسکے تھے۔

سیتا گھر میں اکیلی تھی۔ شاردا کے بارے میں اس نے بتایا کہ اودتا پور میں اس کی ماتا کا دیہانت ہوگیا ہے اور وہ ایک گھنٹے پہلے اودتا پور جاچکی ہے اس کی واپسی تیجے سے پہلے نہیں ہوگی۔

اس روز ہمارے لئے ناشتہ سیتا ہی نے تیار کیا تھا ناشتہ کیا دوپہر کا کھانا ہی تھا۔ سیتا نے بھی ہمارے ساتھ ہی بیٹھ کر کھایا تھا اور پھر وہ کہیں جانے کے لئے تیار ہوگئی۔

''میری واپسی میں تین چار گھنٹے لگیں گے۔'' وہ برآمدے سے اتر کر کار کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔ ''ٹی وی پر ایک نیا ویڈیو کیسٹ رکھا ہوا ہے نئی فلم ہے تم دونوں اسے دیکھ کر یقیناً بہت محظوظ ہوگے۔ بوریت محسوس کرو تو وہ فلم دیکھ لینا۔''

سیتا چلی گئی۔ ہم کچھ دیر تک لان میں بیٹھے رہے اور پھر اندر آ گئے گارڈ گیٹ کے ساتھ اپنے کیبن ہی میں تھا۔ دوسرا لمبا تڑنگا ملازم بھی اس کے پاس جا بیٹھا تھا۔

رتنا نے ٹی وی پر رکھا ہوا ویڈیو کیسٹ اٹھا کر دیکھا اور پھر اسے ٹرالی کے نیچے رکھے ہوئے وی سی آر میں لگادیا اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

کسی میرا گھی فلم کا گانا تھا لیکن اس گانے کے بیچ میں ہی ایک اور سین دیکھ کر میں اچھل پڑا۔ رتنا نے بھی بے چینی سے اپنی جگہ پر پہلو بدلا تھا۔ میں گہری نظروں سے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا اسکرین پر پہلے میرا چہرہ دکھائی دیا اور پھر رتنا کا مناظر بدلتے رہے اور ہم ٹی وی اسکرین پر وہ سب کچھ دیکھتے رہے جو گزشتہ رات میرے اور رتنا کے درمیان ہوا تھا۔ رتنا نے اٹھ کر ٹی وی اور وی سی آر بند کردیا اور ویڈیو کیسٹ نکال کر اس کا فلیپ کھولا اور ویڈیو ٹیپ کھینچتی چلی گئی اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہورہا تھا اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے غلیظ گالیوں کا سیلاب بہہ رہا تھا۔

''یہ فلم ضائع کرکے تم سمجھتی ہو کہ ہم محفوظ ہوگئے ہیں۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اس کے چالاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں لیکن اس حرکت کی تو مجھے بھی توقع نہیں تھی۔''

''وہ سمجھتی ہے کہ ہمیں بلیک میل کرکے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرسکے گی۔'' رتنا دانت کچکچاتے ہوئے بولی۔ ''اب تو میں اسے واقعی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ اسے اس طرح سسکا سسکا کر ماروں

گی کہ..."

"ہمیں صرف کل کا دن اور انتظار کرنا ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "آج کا دن خاموشی میں ہی گزار دیا جائے تو بہتر ہے کل ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔"

رتنا دیر تک سیتا کو گالیاں بکتی رہی پھر ہم اٹھ کر کمرے میں آ گئے۔ میں گہری نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مگر مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائی نہیں دے رہی تھی جہاں کیمرہ چھپا ہونے کا شبہ ہو مگر آخر کار ایک ایسی جگہ نظر آ ہی گئی۔ ایک مورتی دیوار پر ٹنگی ہوئی تھی۔ وہ مورتی حجم میں چار پانچ انچ سے زیادہ بڑی نہیں تھی۔ پتہ نہیں وہ ہندوؤں کا کون سا دیوتا تھا۔ مورتی کا منہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے وہ مورتی دیوار سے ہٹا دی اور پھر دیوار میں ایک گول سوراخ دیکھ کر میری آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی سوراخ میں کیمرے کے لینس کا شیشہ بھی چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

میں اس کمرے سے نکل کر گھومتا ہوا پچھلی طرف کی راہداری میں آ گیا یہاں بھی ایک کمرے کا دروازہ تھا جس پر تالا لگا ہوا تھا مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ کیمرہ اس کمرے کی دیوار میں نصب تھا اور وہ کیمرہ یقیناً انفراریڈ شعاعوں کے سسٹم کے تحت کام کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں بھی فلم بڑی صاف بنی تھی۔

میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے تالا توڑا جا سکتا ویسے بھی تالا توڑنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا جو ہونا تھا وہ تو ہو ہی چکا تھا۔ سیتا نے جو ویڈیو کیسٹ ہمارے لئے رکھا تھا وہ یقیناً ڈپلی کیٹ تھا اس کا اوریجنل تو وہ کہیں غائب کر چکی ہوگی۔

سیتا کی واپسی چار بجے کے قریب ہوئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی وہ ادھڑی ہوئی فلم دیکھ لی۔

"مجھے یقین تھا کہ اس کا یہی حشر ہوگا۔" وہ بکھری ہوئی فلم کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "لیکن اس کی اوریجنل کاپی محفوظ ہے۔"

"اس کا تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔" میں نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے اسے گھورا۔

"ایسی چیزوں کے فائدے تو صرف میں ہی سمجھ سکتی ہوں۔" اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

میں نے رتنا کی طرف دیکھا اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ میں سیتا سے مزید کوئی بات کئے بغیر رتنا کو لے کر کمرے میں آ گیا۔ میں نے اس روز رتنا کو بڑی مشکل سے قابو میں رکھا تھا۔ اس روز میں نے سیتا سے بھی زیادہ بات نہیں کی اور اسے یہی تاثر دیا کہ میں اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکا ہوں۔

اس رات ہم اگرچہ محتاط ہو گئے تھے مگر میں نے وہ مورتی دیوار سے اتار کر کیل پر ایک تصویر کا فریم لگا دیا تھا۔

رتنا رات بھر بے چین رہی۔ کبھی وہ لیٹ جاتی، کبھی اٹھ کر ٹہلنے لگتی اور کبھی کرسی پر بیٹھ جاتی۔ وہ کوئی پارسا عورت نہیں تھی مجھ سے ملاقات سے پہلے وہ ایک طوائف کی طرح ہی زندگی گزار رہی تھی۔ اس کی زندگی میں نجانے کتنے مرد آئے تھے۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے عرصہ ہو گیا تھا مگر کسی کے ساتھ ایک بستر پر

لیٹنا الگ بات تھی اور ان مکروہ حرکات و سکنات کی فلم بنانا دوسری بات۔ اسے اس بات کا دکھ تھا کہ یہ فلم نجانے کتنے لوگ دیکھیں گے۔

"کیوں پریشان ہو رہی ہو۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "اگر ہمیں یہاں رہنا ہوتا تو پریشانی کی بات ہوتی۔ ہمیں تو یہاں رہنا ہی نہیں۔ یہ فلم کسی سینما یا ڈش پر بھی چلا دی جائے تو ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا۔ ہمیں یہاں کوئی نہیں جانتا ہے اور ویسے بھی ہم یہاں نہیں ہوں گے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں کوئی نہیں جانتا۔ ہم یہاں نہیں ہوں گے مگر ذلت کا احساس مجھے اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔" رتنا نے کہا۔

"ہم کوشش کریں گے کہ جانے سے پہلے وہ اوریجنل فلم بھی تلاش کر کے ضائع کر دی جائے۔" میں نے کہا۔

"مگر ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے؟" وہ بولی۔

"یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" میں نے کہا۔ "بس تم یہ بات ذہن میں رکھ لو کہ کل شام تک ہم یہاں سے بہت دور جا چکے ہوں گے۔"

کچھ دیر تک خاموش رہی اور پھر میں اسے سمجھانے لگا کہ میرا منصوبہ کیا ہے اور اس پر کس طرح عمل کیا جائے گا۔

"کیا میں پھر......"

"مجبوری ہے۔" میں نے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ "بس یوں سمجھ لو کہ اس کے بعد ہماری ساری کٹھنائیاں دور ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" رتنا گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ کل ہمیں موقع مل جائے گا۔"

"ہاں۔ امید تو ہے۔" میں نے سر ہلا دیا۔

اور پھر دوسرے دن ہمیں وہ موقع مل بھی گیا۔ ناشتے کے بعد سیتا باہر چلی گئی۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ دوپہر کے کھانے تک واپس آئے گی۔

دوسرا لمبا تڑنگا ملازم فرنیچر کی ڈسٹنگ وغیرہ کر رہا تھا۔ رتنا لاؤنج ہی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اٹھ کر باہر آ گیا۔ چند منٹ تک ادھر ادھر گھومتا رہا پھر درخت کے نیچے گھاس پر لیٹ گیا۔

تقریباً بیس منٹ بعد برآمدے سے رتنا کی آواز سنائی دی وہ مجھے پکار رہی تھی۔ میں نے اپنی جگہ سے حرکت کئے بغیر اس طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ رتنا اپنا کام کر چکی تھی اس وقت اس کے جسم پر لباس بھی ایسا تھا کہ اسے دیکھ کر سینے میں ہلچل سی مچنے لگی تھی۔ میں نے دوبارہ اس کی آواز سنی مگر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ تقریباً دو منٹ بعد میں نے اپنے قریب گارڈ کی آواز سن کر آنکھیں کھول دیں اور گارڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ "کیا ہے؟" میں نے خوابیدہ سے لہجے میں پوچھا۔

"آپ کو شریمتی جی بلا رہی ہیں۔" گارڈ نے کہا۔

"مجھے بڑے زور کی نیند آ رہی ہے یار۔ اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ اسے کسی چیز کی ضرورت ہوگی جاؤ

تم جا کر پوچھ لو۔'' میں نے دوبارہ آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

گارڈ چند لمحے میری طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے رتنا کی طرف دیکھا اور نپے تلے قدم اٹھاتا ہوا برآمدے کی طرف چلنے لگا۔ میں نے ایک آنکھ کھول کر دیکھا رتنا گارڈ سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اور پھر گارڈ اس کے ساتھ اندر چلا گیا اور اس کے ٹھیک تین منٹ بعد میں نے اندر سے فائر کی دبی دبی سی آواز سنی۔ وہ آواز ایسی ہی تھی جیسے کوئی پھس پھسا پٹاخہ چلایا گیا ہو۔ میں اٹھ کر تیزی سے برآمدے کی طرف دوڑا۔ رتنا سیتا والے کمرے میں تھی اس کے لباس کا اوپر کا حصہ غائب تھا۔ دائیں ہاتھ میں پستول تھا۔ گارڈ بیڈ پر پڑا تھا اور ٹھیک دل کے مقام پر سینے سے بہنے والا خون چادر پر پھیل رہا تھا۔ رتنا نے پستول اس کے سینے پر رکھ کر گولی چلائی تھی اس لئے فائر کی آواز زیادہ نہیں ابھری تھی۔

مجھے دیکھ کر رتنا نے پستول بیڈ پر پھینک دیا اور قمیص پہننے لگی۔

''عورت کو اس حالت میں دیکھ کر کم بخت اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ''اسے اتنا ہوش نہیں رہا تھا کہ اس کا پستول کب ہولسٹر سے نکل کر میرے ہاتھ میں آیا اسے پتہ تو اس وقت چلا جب میں نے پستول اس کے سینے پر رکھ کر ٹرائیگر دبا دیا۔''

''اور وہ دوسرا کہاں ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ساتھ والے کمرے میں۔'' رتنا نے جواب دیا۔

ہم دونوں دوسرے کمرے میں آ گئے۔ دوسرے لمبے تڑنگے ملازم کی لاش قالین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے گلے میں رسی پڑی ہوئی تھی۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ رسی کا بندوبست کرنے کے بعد ہی رتنا اسے کمرے میں لے کر آئی تھی۔ وہ اگرچہ خاصا لمبا تڑنگا اور طاقتور تھا مگر رتنا بھی بڑی اونچی لمبی تھی۔ اس کی بانہوں میں بھی طاقت اور دل میں نفرت اور انتقام کی آگ تھی۔ وہ اس کے گلے میں رسی ڈال کر اسے بل دیتی چلی گئی تھی۔ لمبے تڑنگے ملازم نے ہاتھ پیر ضرور مارے ہوں گے مگر گلے میں پڑے ہوئے پھندے نے اسے بے بس کر دیا تھا اور آخرکار وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔

میں نے اسٹور روم سے ایک ہتھوڑا تلاش کر لیا اور اس دروازے کے سامنے آ گیا جس پر تالا لگا ہوا تھا۔ ہتھوڑے کی ایک ہی ضرب سے تالا ٹوٹ گیا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ سامنے والی دیوار پر ایک چھوٹے سے شیلف پر ویڈیو کیمرہ رکھا ہوا تھا۔ کیمرے کے سامنے دیوار میں وہ سوراخ تھا جہاں سے دوسرے کمرے کی فلم بنائی گئی تھی۔

میں نے کیمرہ اٹھا کر فرش پر پھینک دیا اور ہتھوڑے کی چند ضربوں سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ویڈیو فلم کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ایک الماری میں صرف دو ویڈیو کیسٹس تھے۔ میں نے دونوں کیسٹ توڑ پھوڑ دیئے اور پھر میں نے اور رتنا نے پورا بنگلہ چھان مارا۔ کہیں اور کوئی کیسٹ نہیں ملا۔ سیتا یا تو وہ کیسٹ کہیں اور لے جا چکی تھی یا ان دونوں میں سے کوئی ایک تھا جنہیں میں توڑ پھوڑ چکا تھا۔

رتنا اپنی تیاری کرنے لگی۔ اس نے الماری سے اپنا تھیلا نکال لیا۔ میں سیتا کے کمرے سے الماری کے اوپر رکھا ہوا ایک سوٹ کیس بھی اٹھا لایا تھا اور پھر رتنا بھی میرے ساتھ اسی کمرے میں آ گئی۔ اس نے سیتا کے وارڈ روب سے چند اچھی ساڑھیاں اور کچھ دیگر لباس نکال لئے اور ہم دوبارہ اس کمرے میں

آ گئے۔ رتنا نے پہلے دو ساڑھیاں سوٹ کیس میں بچھائیں۔ پھر اپنے تھیلے کا سامان رکھا اور اس کے اوپر دوسرے کپڑے اور ساڑھیاں رکھنے لگی۔ اس نے اپنا لباس اتار کر سیتا ہی کی ایک ساڑھی پہن لی تھی۔ سوٹ کیس کا تالا لگا کر اس نے چابی اپنے بلاؤز کے گریبان میں ڈال لی۔

اب ہمارے پاس انتظار کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا۔ سیتا نے کہا تھا کہ وہ دوپہر کے کھانے تک واپس آ جائے گی۔ اس وقت ایک بجا تھا اور یہاں دوپہر کا کھانا دو ڈھائی بجے کے قریب کھایا جاتا تھا۔

رتنا نے چائے بنالی جس کے ساتھ وہ کچھ کھانے کو بھی لے آئی تھی۔ چائے پیتے ہوئے میں دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ سیتا کسی اور کو ساتھ نہ لے آئے۔ ویسے نجانے میرے دل میں یہ شبہ کیوں تھا کہ وہ آج کسی کو ساتھ لے کر آئے گی۔

دو بجے کے قریب کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔ رتنا اٹھ کر تیزی سے اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اٹھ کر باہر کی طرف لپکا اور گیٹ کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے آپ پر بدحواسی سی طاری کر لی تھی۔

گیٹ کھلتے ہی سیتا کار اندر لے آئی۔ وہ اکیلی ہی تھی مگر گارڈ کے بجائے مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی۔

''گارڈ کہاں مر گیا؟'' اس نے کار روک کر پوچھا۔

میں جلدی سے گیٹ بند کر کے کار کے قریب آ گیا۔

''تم نے کہا تھا کہ یہاں ہمارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ ہمارے ساتھ اس طرح دھوکا ہوگا تو.....''

''کیا ہوا..... ؟ کیا زیادتی ہوئی ہے تمہارے ساتھ۔'' اس نے میری بات کاٹ دی۔

''تمہارے وہ دونوں مسٹنڈے رچنا کو لے کر کمرے میں گھسے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر رکھا ہے۔ پتا نہیں اب تک وہ اس بے چاری کا کیا حشر کر چکے ہوں گے۔'' میں نے کہا۔

''ان کی یہ جرأت کیسے ہوئی۔'' سیتا کے منہ سے غراہٹ سی نکلی۔ ''میں شوٹ کر دوں گی ان دونوں کو۔'' اس نے کار ایک زوردار جھٹکے سے آگے بڑھا دی اور پورچ میں جا کر روک لی۔ اس دوران میں بھی دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ برآمدے والے دروازے میں ہم اکٹھے ہی داخل ہوئے تھے۔

''وہ اس طرف، ہمارے کمرے میں۔'' میں نے اشارہ کیا۔

سیتا مجھ سے آگے تھی۔ دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ اندر سے رتنا کی گھٹی گھٹی ایسی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جیسے اپنے آپ کو کسی سے بچانے کی کوشش کر رہی ہو۔

''رگھو۔ دروازہ کھول۔'' سیتا نے دروازے پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہا صرف ایک سیکنڈ بعد دروازہ زوردار جھٹکے سے کھل گیا۔ میں نے سیتا کو زوردار دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی سامنے بیڈ پر اوندھے منہ گری۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔ وہ بیڈ پر گرتے ہی سیدھی ہوئی تھی۔ اسی لمحہ رتنا بھی دروازے کی آڑ سے نکل آئی۔

''یہ..... یہ کیا.....'' سیتا ہکلا کر رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا تھا۔ ''رگھو کہاں ہے؟''

''وہ دونوں نرک میں پہنچ چکے ہیں اور بہت جلد تمہیں بھی ان کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''وہ فلم کہاں ہے؟''

''فلم ایک ایسی جگہ جا چکی ہے جہاں تمہارے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے۔'' سیتا نے جواب دیا۔

''لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ یہاں سے نکل سکو گے۔ اس شہر کی چاروں طرف سے ناکہ بندی ہے۔ چپے چپے پر پولیس کھڑی ہے۔ اس بنگلے سے نکل کر تم چند گز دور نہیں جا سکو گے۔'' وہ ایک لحہ کو خاموش ہوئی پھر بولی۔

''میں نے تم پر اعتبار کیا لیکن تم مجھے دھوکا دے رہے ہو۔ میں اب بھی اپنے وچن پر قائم ہوں۔ تم نے اگر میرے دونوں آدمی مار دیئے ہیں تو میں انہیں بھول جاؤں گی اور وعدے کے مطابق تمہیں حفاظت سے شہر سے باہر پہنچا دوں گی۔''

''کیا تم سمجھتی تھیں کہ میں نے تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے اور تمہاری بات مان لی تھی۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''بات یہ ہے سیتا دیوی کہ میں نے پہلے ہی روز تمہیں پہچان لیا تھا کہ تم کون ہو اور ہماری مدد کیوں کر رہی ہو۔ ہمیں بھی پناہ کی تلاش تھی اس لئے ہم خاموشی سے تمہارے ساتھ آ گئے تھے اور میں تمہاری ہر بات مانتا چلا گیا تھا۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ تم ہماری اصلیت معلوم کر لو گی اور ایسا ہی ہوا لیکن تم نے ہمیں سرکار کے حوالے کرنے کے بجائے اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دی۔ تمہاری نظریں رتنا پر تھیں اور یہ بھی اتفاق ہے کہ اس روز کسی راج کمار نے اسے تمہارے ساتھ گاڑی میں دیکھ لیا تھا۔ تمہیں یقین ہو گیا تھا کہ رتنا تمہارے لئے سونے کی چڑیا ثابت ہو گی اور تم یہاں کے دولت مندوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹو گی اور جب تم نے ہماری ویڈیو فلم بنائی تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ تم یہاں کے بڑے بڑے لوگوں کو اس طرح بھی بلیک میل کرتی ہو۔ اتنی دولت ایسے ہی تو اکٹھی نہیں ہو جاتی۔

''رتنا میری وہ ساتھی ہے جس نے ناگ راج اور بیلا کے خلاف جنگ میں قدم قدم پر میرا ساتھ دیا۔ اس نے میری خاطر، ایک بار نہیں کئی بار موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھانکا ہے جو عورت میرے لئے موت کے منہ میں چھلانگ لگا سکتی ہے کیا تم سمجھتی ہو کہ میں اس سے دھوکا کروں گا اور اسے تم جیسی شیطان عورت کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔''

''تم پچھتاؤ گے۔'' سیتا نے کہا اور پھر اس نے اچانک ہی اٹھ کر دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔

مگر رتنا مجھ سے زیادہ پھرتیلی ثابت ہوئی۔ اس نے جلدی سے ٹانگ آگے کر دی۔ سیتا اس کی ٹانگ سے الجھ کر لڑکھڑاتی ہوئی دروازے میں گری اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھلنے کی کوشش کرتی رتنا نے اسے چھاپ لیا۔

وہ دونوں ایک دوسرے پر گرتی ہوئی راہداری میں آ گئیں۔ دونوں کے منہ سے بلیوں جیسی غرائیں نکل رہی تھیں۔ میں قریب کھڑا دلچسپ نظروں سے انہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

دونوں نے ساڑھیاں پہن رکھی تھیں اور دونوں بار بار اپنی ہی ساڑھیوں میں الجھ رہی تھیں۔ دونوں کے بلاؤز پھٹ گئے تھے اور بال چڑیوں کے گھونسلوں کی طرح بکھر گئے تھے۔

رتنا سیتا پر حاوی تھی۔ اس نے جلد ہی سیتا کو زیر کر لیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کے نرخرے پر

پنجے جما دیئے۔ سیتا اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی مگر رتنا میں نجانے اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی۔ سیتا کی آنکھیں حلقوں سے ابل آئیں۔ اس کے حلق سے خرخراہٹ کی سی آواز نکل رہی تھی۔ اس کی قوت مدافعت بھی ختم ہوتی جا رہی تھی اور آخر کار وہ بے حس و حرکت ہو گئی مگر رتنا نے اس کے گلے سے ہاتھ اس وقت تک نہیں ہٹائے جب تک اس کی موت کا یقین نہیں ہو گیا۔

رتنا اسے چھوڑ کر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی دیر تک ہانپتی رہی۔

''اب جلدی سے اٹھ کر اپنا حلیہ درست کر و تا کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔'' میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

رتنا نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور پھر اٹھ کر سیتا والے کمرے میں گھس گئی۔ میں اپنے کمرے سے سوٹ کیس نکال کر لاؤنج میں آ گیا۔

رتنا تقریباً پندرہ منٹ بعد کمرے سے باہر آئی۔ اس نے اپنے بال وغیرہ درست کر کے سیتا ہی کی ایک اور ساڑھی پہن لی تھی۔

ہم دونوں برآمدے میں آ گئے۔ میں نے دروازہ بند کر دیا اور سوٹ کیس اٹھائے برآمدے سے اتر کر کار میں آ گیا۔ چابیوں کا گچھا کار میں لگا ہوا تھا۔ میں نے سوٹ کیس ڈکی میں رکھا اور رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم کار اسٹارٹ کر کے لاؤ، میں گیٹ کھولتا ہوں۔''

میں دوڑ کر گیٹ کے قریب پہنچ گیا۔ اس دوران رتنا بھی کار کو گھما کر اس طرف لے آئی۔ میں نے گیٹ کھول دیا تھا۔ رتنا نے کار باہر نکال کر روک لی۔ میں نے گیٹ بند کیا اور کار کی پسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رتنا نے کار دائیں طرف موڑ لی اور اس کی رفتار بڑھاتی چلی گئی۔

سیتا نے غلط نہیں کہا تھا۔ شہر میں واقعی چپے چپے پر پولیس موجود تھی۔ اہم سڑکوں پر بعض مقامات پر گاڑیاں روک کر چیکنگ بھی کی جا رہی تھی اور میرا خیال تھا کہ یہ سب کچھ بیکار تھا نہ تو مجھے کوئی پہچانتا تھا اور نہ ہی رتنا کو۔ بیلا ہی ایسی ہستی تھی جو ہم دونوں کی صورت آشنا تھی لیکن ظاہر ہے وہ ایک وقت میں صرف ایک ہی جگہ پر موجود ہو سکتی تھی۔ بیک وقت مختلف جگہوں پر اس کی موجودگی کا تصور محال تھا۔

اس میں شبہ نہیں کہ بیلا نے میرا حلیہ بتا دیا ہو گا لیکن ہر شخص اتنا ذہین نہیں تھا کہ محض بتائے ہوئے حلیے سے کسی کو شناخت کر لیا جائے اور پھر پچھلے تین چار دنوں کے دوران کچھ تبدیلی بھی آ گئی تھی۔ اس دوران شیو کسی حد تک بڑھ گیا تھا اور مونچھیں تو میں نے اسی روز صاف کر دی تھیں جب سیتا ہمیں یہاں لے کر آئی تھی اور پھر بیلا نے مجھے ٹرین میں اکیلے ہی دیکھا تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ کوئی اور تھا بھی یا نہیں۔ اگر تھا بھی تو وہ کون تھا۔ کوئی مرد یا عورت؟ بہر حال بہت سی باتیں تھیں جو میری شناخت کے سلسلے میں دوسروں کے لئے الجھن پیدا کر سکتی تھیں۔

رتنا کار کو شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑاتی رہی۔ شہر سے باہر جانے کا راستہ نہ اسے معلوم تھا اور نہ مجھے۔ راستوں سے عدم واقفیت کی وجہ سے ہم گھومتے ہوئے کلاک ٹاور کی طرف نکل آئے۔

گھنٹا گھر چوک کا یہ علاقہ شہر کا سب سے بارونق علاقہ تھا۔ چیکنگ اس طرف بھی ہو رہی تھی۔

پولیس والے ہر طرف دندناتے پھر رہے تھے اور میرے خیال میں وہ چند ہی تھے جو اس طرح مکمل شناخت کے بغیر کسی کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اس علاقے میں لاتعداد ریسٹورنٹ اور کئی چھوٹے بڑے رہائشی ہوٹل بھی تھے۔ ان ہوٹلوں میں لوگ کو تنگ تو کیا جاسکتا تھا مگر کسی کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا میری تشویش بڑھ رہی تھی۔ اندیشہ اس بات کا تھا کہ اگر سیتا کا کوئی جاننے والا اس کے بنگلے پر پہنچ گیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ ظاہر ہے ہمیں سیتا کے بنگلے میں کسی نے نہیں دیکھا تھا مگر اس کی کار کی تلاش شروع ہو سکتی تھی۔ سیتا اس شہر کی بہت معروف شخصیت تھی اور مجھے یقین تھا کہ بہت سے لوگ اس کی کار کو بھی پہچانتے ہوں گے اور کار کی شناخت ہمارے لئے مسئلہ بن سکتی تھی۔ سب سے زیادہ اندیشہ مجھے شاردا کی طرف سے تھا۔ وہ آج کسی بھی وقت واپس آسکتی تھی۔

''اس طرح تو ہم پورے شہر میں گھومتے رہیں گے اور ہمیں باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔'' میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اسی وقت ہم نجانے کہاں کہاں گھومتے ہوئے امید بھون کی طرف نکل آئے تھے۔ ''بہتر ہوگا کہ کسی سے راستہ پوچھ لیا جائے۔''

رتنا نے کار ایک موڑ پر روک لی جہاں ایک ناریل فروش کی ریڑھی کھڑی تھی۔ ریڑھی کے قریب ایک نوجوان لڑکی اور ایک مرد کھڑا تھا وہ دونوں ناریل میں اسٹرا لگائے اس کا پانی پی رہے تھے۔

''او بھایا۔'' میں نے ناریل فروش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مندور جانے کا رستہ کس طرف کو ہے؟''

اس عورت اور مرد نے بھی ہماری طرف دیکھا تھا۔ ریڑھی والا اپنا کام چھوڑ کر کار کے قریب آگیا اور قدرے جھک کر رتنا کو راستہ سمجھانے لگا۔ وہ ہاتھ سے اشارے کر رہا تھا مگر اس کی نظریں رتنا کے گریبان میں جھانک رہی تھیں۔ رتنا نے ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

مندور جودھ پور سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر پرانا شہر تھا۔ صدیوں پہلے یہ شہر اس خطے کا مرکز ہوا کرتا تھا مگر جودھ پور کی تعمیر کے بعد یہ شہر ویران ہو گیا تھا۔ اگرچہ اب بھی یہاں آبادی تھی لیکن شہر کی وہ حیثیت نہیں رہی تھی جو پہلے تھی۔ یہاں لاتعداد اور قدیم تاریخی عمارتیں تھیں۔ عالیشان محل تھے۔ حویلیاں تھیں اور اب لوگ انہی تاریخی عمارتوں کو دیکھنے کے لئے یہاں آیا کرتے تھے۔

ہمارا ان قدیم اور تاریخی عمارتوں کو دیکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مندور کی طرف جانے والی سڑک ہی دراصل آگے ناگور کی طرف چلی گئی تھی۔ ناگور اگرچہ تین چار گھنٹوں کے فاصلے پر تھا لیکن وہاں سے ہمیں کسی اور طرف جانے کا راستہ مل سکتا تھا۔

ایک موڑ پر دو پولیس والے کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک بیڑی کے کش لگا رہا تھا۔ رتنا نے ان کے قریب کار روک لی۔ دونوں پولیس والے ایک دم ہوشیار ہو گئے۔ رتنا نے ایک پولیس والے کو اشارے سے قریب بلایا تو وہ دونوں بھاگتے چلے آئے۔

''تم میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ مندور کا راستہ کس طرف ہے۔'' رتنا نے باری باری دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ان دونوں نے مختلف سمتوں میں اشارہ کیا تھا۔ ظاہر ہے دونوں طرف سے کوئی نہ کوئی راستہ اس طرف جاتا ہوگا۔

''تم لوگ کس ڈیوٹی پر ہو، میرا مطلب ہے کوئی خاص ڈیوٹی یا گشت؟'' رتنا نے اس مرتبہ پھر باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔

''پورے شہر کی پولیس ایک مفرور کو تلاش کر رہی ہے جی۔'' ایک پولیس والے نے جواب دیا۔

''لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ مفرور ہندوستان کی سرحد بھی پار کر چکا ہوگا۔''

''اور کیا۔'' دوسرے نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''وہ چار دن تک یہاں تو نہیں رُکا رہے گا۔ ہم تو یونہی ٹیم پاس کرتے ہیں دیوی جی۔''

ایک بات میں نے خاص طور پر نوٹ کی تھی کہ ان دونوں نے مجھے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ دونوں رتنا ہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''یہ سیتا دیوی کی گاڑی ہے نہ دیوی جی۔'' ایک کانسٹیبل نے کہا۔

میرا اندازہ درست نکلا تھا۔ بہت سے لوگ سیتا کی کار کو پہچانتے تھے۔

''ہاں..... یہ سیتا دیوی کی کار ہے۔'' رتنا نے جواب دیا۔ ''ہم سیتا کے مہمان ہیں۔ بمبئی سے آئے ہوئے ہیں۔ مندور دیکھنے کے ارادے سے گھر سے نکلے تھے، مگر ایک گھنٹے سے بھٹک رہے ہیں۔ پتا ہی نہیں چلتا کس طرف جانا ہے۔ اس شہر میں نئے آئے ہیں نا، پہلی مرتبہ۔''

''ہم آپ کی کوئی مدد کر سکتے ہیں دیوی جی۔'' ایک کانسٹیبل نے کہا۔ ''ہمارا مطلب ہے۔ آپ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ جاواں اور رستہ بتاتا رہاں۔''

''ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔'' رتنا نے گردن ہلائی اور میری طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرا دی۔ ''ایسا کرو تم دونوں گاڑی میں بیٹھ جاؤ ہم تمہیں انعام دیں گے اور سیتا دیوی سے کہہ کر اور بھی انعام دلوائیں گے۔''

ایک پولیس والے نے فوراً ہی کار کے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا مگر دوسرا کچھ ہچکچا رہا تھا۔

میں نے پیچھے مڑ کر دروازے کی لاک ناب ہٹا دی۔ وہ پولیس والا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

''کیوں بھایا، تم کیوں نہیں بیٹھ رہے؟'' میں نے دوسرے پولیس والے سے کہا۔

''ہم کا ڈیوٹی اس سڑک پر ہے صاحب جی۔'' اس نے جواب دیا۔ انسپکٹر صاحب آ گیو تو ہم کا نوکری سے نکال دے گا۔''

''انسپکٹر کچھ نہیں کہے گا۔ تم بیٹھو۔'' میں نے کہا۔ ''کوئی راستے میں پوچھے تو کہہ دینا کہ ایسے ہی صاحب نے تمہاری ڈیوٹی ہمارے ساتھ لگائی ہے۔ سیتا دیوی کو تم جانتے ہو، کوئی گڑبڑ ہوئی تو وہ سنبھال لے گی۔''

دوسرا پولیس والا بھی ہچکچاتا ہوا اپنے ساتھی کے پاس پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ان دونوں کے پاس کلاشنکوف قسم کی رائفلیں تھیں جو انہوں نے اپنے پیروں کے بیچ میں کھڑی کر لی تھیں۔

''مجھے راستہ بتاتے رہنا۔'' رتنا نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''پہلے تو کھبے پاسے کو موڑ لیو دیوی جی۔ آگے کا رستہ پھر بتاتے روئیں گے۔'' ایک پولیس والے نے کہا۔

اگلے موڑ پر رتنا نے کار بائیں طرف موڑ لی اور پھر وہ پولیس والا راستہ بتاتا رہا۔ تقریباً بیس منٹ بعد کار شہر سے باہر جانے والی سڑک پر پہنچ گئی مگر کچھ آگے جانے کے بعد رتنا کو کار کی رفتار کم کرنی پڑی۔

آگے ایک عارضی پولیس چوکی بنی ہوئی تھی اور سڑک پر بیریر لگا ہوا تھا۔ اس بیریر کے قریب کم از کم چار پولیس والے نظر آ رہے تھے۔

رتنا نے بیریر کے قریب پہنچ کر کار روک لی۔ دو پولیس والوں نے کار کو گھیرے میں لے لیا۔ ایک پانچواں پولیس والا سڑک سے ذرا ہٹ کر درخت کے سائے میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی اٹھ کر قریب آ گیا۔ وہ سب انسپکٹر تھا اور ظاہر ہے اس پارٹی کا انچارج وہی تھا۔ اس نے پہلے کار کو دیکھا پھر جھک کر مجھے گھورا اور پھر گھوم کر ڈرائیونگ سائیڈ پر آ گیا۔ اس نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں کانسٹیبلوں کو بھی دیکھ لیا تھا۔ ان دونوں نے بیٹھے بیٹھے ہی اپنے اپنے ہاتھ ماتھے پر رکھ دیئے تھے۔

"یہ کار تو سیتا دیوی کی ہے۔ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟" سب انسپکٹر نے جھک کر رتنا سے پوچھا۔ اس کی نظریں بھی رتنا کے چہرے سے پھسلتی ہوئی بلاؤز میں رینگ گئی تھیں۔

"میں سیتا کی کزن ہوں اور یہ میرے پتی ہیں۔" رتنا نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "ہم لوگ کل شام کو بمبئی سے آئے ہیں۔ مندور شہر دیکھنے جا رہے ہیں۔ سیتا مصروفیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ نہیں آ سکی۔ اس نے بتایا تھا کہ یہاں کچھ گڑبڑ ہے اس لئے سیتا کے ایک دوست پولیس آفیسر نے یہ دو کانسٹیبل ہمارے ساتھ کر دیئے ہیں۔" رتنا نے بات کرتے ہوئے اس انداز میں پہلو بدلا تھا کہ سب انسپکٹر کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔

"صرف مندور یا کہیں اور بھی جانے کا ارادہ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"صرف مندور۔" رتنا مسکرائی۔ "بڑی تعریف سنی ہے وہاں کی تاریخی عمارتوں کی۔ دو تین گھنٹوں میں واپسی ہو جائے گی۔"

سب انسپکٹر اگرچہ مطمئن ہو گیا تھا۔ ہمارے ساتھ ان دو کانسٹیبلوں کی موجودگی بھی اس کے اطمینان کے لئے کافی تھی۔ لیکن وہ رتنا سے کچھ اور بھی سوال کرتا رہا۔ اس دوران اس نے دو تین مرتبہ میری طرف بھی دیکھا تھا مگر بالکل سرسری سے انداز میں۔ اس کی توجہ کا مرکز تو رتنا تھی اور میں سمجھ گیا کہ وہ سوالات کے بہانے زیادہ سے زیادہ وقت لینا چاہتا تھا تا کہ آنکھوں کو تراوٹ پہنچا سکے۔

"تو کیا اب ہم جا سکتے ہیں آفیسر؟" رتنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بالکل، آپ جایئے دیوی جی۔" آفیسر نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اسی راستے سے ہو گی نا؟"

"کیا کوئی اور راستہ بھی ہے؟" رتنا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ایک دو کچے راستے اور بھی ہیں مگر وہ آپ کے لئے مناسب نہیں رہیں گے۔" سب انسپکٹر نے کہا اور پھر پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے کانسٹیبلوں کو ہدایت کرنے لگا کہ دیوی جی کا خیال رکھا جائے۔

رتنا نے پہلو بدلتے ہوئے سب انسپکٹر کو آخری جھلک دکھائی اور مسکراتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

کچھ دیر تک تو کار ہلکی رفتار سے چلتی رہی اور پھر رتنا ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھاتی چلی گئی۔ [illegible] ٹریفک بھی [illegible] اور [illegible] کاریں بھی۔

تیز رفتاری کی وجہ سے مندور پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ قدیم شہر کی تاریخی عمارتیں دور سے ہی نظر آ رہی تھیں۔ یہ سڑک شہر کے پہلو سے گزرتی ہوئی ناگور کی طرف چلی گئی تھی۔ سڑک کے دائیں طرف بھی اکا دکا عمارتیں نظر آ رہی تھیں مگر شہر کا بڑا حصہ سڑک کے بائیں طرف اور قدرے ہٹ کر تھا۔

"آگے ایک پٹرول پمپ ہے دیوی جی۔" پہلے بیٹھے ہوئے ایک کانسٹیبل نے کہا۔ "وہاں سے گاڑی کھبے پاسے موڑ لیو۔"

پٹرول پمپ کا نام سنتے ہی میں نے کار کے ڈیش بورڈ کی طرف دیکھا۔ رتنا کی نظریں بھی اس طرف اٹھ گئی تھیں۔ فیول بتانے والے ڈائل کی سوئی درمیان میں تھی۔ کانسٹیبل نے بروقت یاد دلایا تھا۔

رتنا نے کار پٹرول پمپ پر روک لی۔ ٹنکی فل کروانے کے بعد میں نے ادائیگی کی اور کار پٹرول پمپ کی حدود سے نکل کر بائیں طرف والی ایک سڑک پر مڑ گئی۔ یہ سڑک مندور شہر کے اندرونی حصے کی طرف چلی گئی تھی۔

یہ شہر بالکل ویران نہیں تھا۔ مقامی لوگوں کی آبادی بھی تھی اور سیاحوں کی آمد و رفت بھی۔ سڑک کے دونوں طرف بڑی خوبصورت عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔

پانچ بج چکے تھے۔ رتنا نے ایک جگہ گاڑی روک لی۔ قریب ہی ایک ڈھابہ تھا۔ رتنا نے میری طرف دیکھتے ہوئے اشارہ کیا۔ میں نے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر پچاس پچاس روپے ان دونوں کانسٹیبلوں کو دے دیئے۔

"تم دونوں اس ڈھابے پر بیٹھ کر چائے وغیرہ پیو۔ ہم گھوم پھر کر دو ڈھائی گھنٹوں میں واپس آ جائیں گے اور اگر واپس نہ آئے تو سمجھ لینا کہ ہم نے کسی راجہ کے محل یا حویلی میں رات گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ایسی صورت میں تم لوگ بس پر بیٹھ کر واپس چلے جانا۔" کسی محل یا حویلی میں رات گزارنے کی بات کرتے ہوئے میں نے مخصوص انداز میں ایک آنکھ بھی دبا دی تھی۔

کانسٹیبلوں کو اس سے غرض نہیں تھی کہ ہم رات کسی محل میں گزاریں گے یا کھنڈر میں۔ پچاس پچاس روپے مل جانے پر ان کی باچھیں کھل گئی تھیں وہ دونوں کار سے اتر گئے۔

"سات بجے تک ہمارا انتظار کرنا اور پھر چلے جانا۔" میں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

رتنا نے کار آگے بڑھا دی اور پھر شہر سے نکل کر مین روڈ پر آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ مین روڈ پر آتے ہی رتنا نے کار کی رفتار بڑھا دی۔

مندور شہر دور رہ گیا تھا۔ ناگور کی طرف سے آنے والا ٹریفک بھی اب کم ہو گیا تھا۔ کبھی کوئی مال بردار ٹرک یا بس سامنے سے آتی ہوئی نظر آ جاتی۔

سڑک کے دونوں طرف دور دور تک وسیع و عریض صحرا پھیلے ہوئے تھے۔ کسی وقت کوئی بستی بھی نظر آ جاتی۔ ان بستیوں کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی تھی کہ یہاں کے رہنے والے کیا کرتے تھے۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ ریگستان میں اب کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی نظر آ جاتیں۔ اندھیرا ہونے کے بعد پہاڑیاں [illegible] دکھائی [illegible] تھے۔

سات بجے کے قریب رتنا نے ایک چھوٹی سی بستی میں سڑک کے کنارے ایک دکان کے سامنے کار

روک لی۔

"یہاں سے کھانے کی کوئی چیز ملے تو لے لو اور اب گاڑی تم چلاؤ۔ میں تھک گئی ہوں۔" اس نے کہتے ہوئے انجن بند کر دیا اور دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔

میں بھی نیچے اتر آیا، دو تین دکانیں گھومنے کے بعد کچھ چیزیں مل گئیں جنہیں ہم راستے میں بھی کھا سکتے تھے۔ رتنا پسنجر سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اور میں ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

میں پہلی مرتبہ اس کار کے اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھا تھا۔ بہت شاندار کار تھی۔ لگتا تھا جیسے ہم جہاز پر سفر کر رہے ہوں۔ ویسے جودھ پور سے بھاگنے میں ہمیں کوئی اور کار بھی مل سکتی تھی۔ ہم گن پوائنٹ پر کوئی بھی کار چھین سکتے تھے مگر سیتا کی اس کار کا یہ فائدہ ہوا تھا کہ ہمیں شہر سے نکلنے میں آسانی ہو گئی تھی۔ سیتا کے نام نے ہمیں بہت فائدہ پہنچایا تھا۔ پہلے وہ دو کانسٹیبل مل گئے جن سے راستہ پوچھنے کے لئے ہم رکے تھے۔ ان کانسٹیبلوں نے سیتا کی کار پہچان لی اور رتنا نے بڑی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے ان دونوں کانسٹیبلوں کو کار میں بٹھا لیا تھا۔ کار میں ان کانسٹیبلوں کی موجودگی کا بھی ہمیں بڑا فائدہ ہوا چیک پوسٹ پر پولیس آفیسر پہلے سیتا کی کار اور پھر ان کانسٹیبلوں کی وجہ سے بڑی آسانی سے جھانسے میں آ گیا تھا جس سے ہم کسی پریشانی کے بغیر وہاں سے نکل آئے تھے۔

اب ان کانسٹیبلوں اور سب انسپکٹر کا کیا حشر ہوگا؟ اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں تھی۔ اتنا تو مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر سیتا اور اس کے محافظوں کے قتل کا پتا چل جائے گا ہوسکتا ہے اب تک پتا چل بھی چکا ہو اور ہماری تلاش شروع ہو چکی ہو۔

آگے پہاڑیاں شروع ہو گئی تھیں۔ یہ پہاڑیاں ڈیڑھ دو ہزار فٹ سے زیادہ بلند نہیں تھیں اور دائیں بائیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان پہاڑیوں میں بڑے خطرناک موڑ تھے۔ ڈرائیور کی معمولی سی غفلت موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی۔ اس لئے میں بہت محتاط ہو کر گاڑی چلا رہا تھا۔

یہ پہاڑی سلسلہ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ دوسری طرف چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے۔ جن پر سبزہ بھی نظر آ رہا تھا۔ یوں تو یہ کار ایئر کنڈیشنڈ تھی مگر میں نے اے سی بند کر کے دونوں طرف کی کھڑکیوں کے شیشے گرا دیئے تھے۔ تازہ ہوا اے سی سے کہیں بہتر تھی اور اس وقت ہوا میں کسی قدر خنکی اور نمی محسوس ہو رہی تھی جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ قرب و جوار میں کوئی جھیل موجود ہے۔

راجستھان کے بارے میں عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ بنجر اور بے برگ و گیاہ ریگزار ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑا خوبصورت علاقہ ہے اس میں شبہ نہیں کہ یہاں میلوں دور تک ایسے ریگستان بھی پھیلے ہوئے ہیں جہاں زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی سبزے سے ڈھکی ہوئی پہاڑیاں اور خوبصورت قدرتی جھیلیں بھی ہیں۔

کسی جھیل کے بارے میں میرا خیال درست نکلا تھوڑا ہی آگے جانے کے بعد دائیں طرف ایک موڑ پر سنگرام نگر اور سنگرام لیک کا بورڈ نظر آیا۔ ہندی اور انگریزی میں لکھا ہوا یہ بورڈ کار کے ہیڈ لیمپس کی روشنی میں دور سے ہی نظر آ گیا تھا۔ کار جیسے ہی اس بورڈ سے آگے نکلی میں نے کار روک لی۔

"کیا ہوا؟" رتنا نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"اس طرف سے چلتے ہیں۔" میں نے کار کو ریورس گیئر میں لیتے ہوئے جواب دیا۔ "میری چھٹی حس کسی خطرے کا احساس دلا رہی ہے۔ نجانے یہ خیال بار بار کیوں آ رہا ہے کہ ہمارا پیچھا ہو رہا ہے اور پیچھا کرنے والے ہمارے قریب پہنچ رہے ہیں۔"

"پیچھے تو میلوں دور تک کوئی گاڑی نہیں ہے۔" رتنا نے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی گاڑی ہوتی تو اس کے ہیڈ لیمپس کی روشنی ضرور آتی۔"

"میری چھٹی حس بھی غلط نہیں ہو سکتی۔" میں نے کہا اور کار کو کافی پیچھے لے جا کر بورڈ کے قریب اسی راستے پر موڑ لیا جو ٹیلوں میں بل کھاتا ہوا اندر کی طرف چلا گیا تھا۔

یہ ریت کے ٹیلے نہیں تھے۔ سرخ بھربھری مٹی تھی، ہم پیچھے جو پہاڑیاں چھوڑ کر آئے تھے وہ بھی سرخ تھیں۔ ٹیلوں کے درمیان بل کھاتا ہوا راستہ کچا تھا۔ کار کی رفتار بھی زیادہ تیز نہیں ہو سکتی تھی۔

سڑک کے موڑ پر لگے ہوئے بورڈ پر سنگرام کا فاصلہ بارہ کلومیٹر لکھا ہوا تھا لیکن میرے خیال میں یہ فاصلہ بیس کلومیٹر سے کم نہیں تھا۔ ٹیلوں کے اختتام پر نشیبی علاقہ تھا جہاں کچھ دور ایک بستی کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

ٹیلوں سے نکلتے ہی تاڑ اور ناریل کے درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جھیل کے کنارے پر آباد سنگرام نگر نامی وہ بستی خاصی بڑی تھی اور میرے اندازے کے مطابق اس کی آبادی پانچ ہزار کے لگ بھگ نفر و رہی ہوگی۔ یہاں بجلی نہیں تھی۔ بازار میں مناسب فاصلوں پر لکڑی کے لیمپ پوسٹ لگے ہوئے تھے جن پر کیروسین کے لیمپ جل رہے تھے۔ دکانوں وغیرہ میں بھی پیٹرومکس اور کیروسین کے لیمپ روشن تھے۔

اس بستی کا ایک ہی بازار تھا جہاں خاصی رونق تھی۔ لوگ حیرت سے ہماری کار کو دیکھ رہے تھے۔ میں نے ایک جگہ کار روک لی۔ قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی کو اشارہ کر کے اپنی طرف بلایا۔

"یہاں کوئی اچھا ریسٹورنٹ ہے۔ میرا مطلب ہے ہوٹل۔" میں نے پوچھا۔

"جھیل پر چلے جاؤ بھایا۔" اس شخص نے مارواڑی زبان میں جواب دیا۔ "ادھر کو مڑ جاؤ، سیدھا جھیل پر پہنچ جاؤ گے۔"

میں نے آگے جا کر کار جھیل کی طرف جانے والے راستے پر موڑ لی۔

جھیل کے کنارے پر ناریل کے درختوں کی بہتات تھی۔ یہاں بھی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین چار ریسٹورنٹ تھے۔ میرے خیال میں اس طرف ٹورسٹ وغیرہ آتے ہوں گے جن کے لئے یہ ریسٹورنٹ بنائے گئے تھے۔

میں نے ایک جگہ گاڑی روک لی اور ہم دونوں نیچے اتر کر ایک ریسٹورنٹ کی طرف چلنے لگے جہاں ... گھاس پر چند میزیں اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں کچھ لوگ بیٹھے بھی ہوئے تھے یہ غالباً بستی ہی کے لوگ تھے جو شام کی تفریح کے لئے اس طرف آ گئے تھے۔ تین چار جگہوں پر لکڑی کی بلیوں پر پیٹرومکس ٹنگے ہوئے تھے جن کی روشنی آس پاس کے ماحول کو اجاگر کرنے کے لئے کافی تھی۔

لوگ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں اور رتنا لان کے کونے کی ایک میز پر بیٹھ گئے۔ اس کے چند سیکنڈ بعد ہی دھوتی اور کرتے میں ملبوس ایک ویٹر ہمارے پاس آ گیا اور کندھے پر پڑی ہوئی میلی سی صافی

سے میز صاف کرنے لگا۔

''کافی ملے گی؟'' میں نے پوچھا۔

''جرور ملے گی، بلیک یا ملک والی؟'' ویٹر بولا۔

''ملک والی۔'' میں نے جواب دیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد ہماری میز پر کافی سرو کردی گئی۔ خوش ذائقہ کافی تھی۔ ہم ہلکی ہلکی چسکیاں لیتے ہوئے اس جھیل اور بستی کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ فضا میں مچھلیوں کی بو رچی بسی تھی۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ اس بستی کے لوگوں کا ذریعہ معاش ماہی گیری تھا۔ وہ اس جھیل سے مچھلیاں پکڑ کر جودھ پور یا ناگور جیسے شہروں میں لے جاتے ہوں گے۔

کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے میری نظریں ان ٹیلوں کی طرف اٹھ گئیں جس طرف سے ہم آئے تھے۔ وہ ٹیلے بلندی پر تھے اور وہاں کسی گاڑی کے ہیڈلیمپس کی روشنیاں چمکتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ وہ روشنیاں کبھی سامنے آجاتیں اور کبھی کسی ٹیلے کی آڑ میں چھپ جاتیں۔ ان روشنیوں کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اس گاڑی کی رفتار خاصی تیز تھی۔

''رتنا۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مدہم لہجے میں کہا۔ ''اس گاڑی کی رفتار دیکھ کر مجھے کچھ شبہ ہورہا ہے۔''

''تو پھر نکل چلو یہاں سے۔'' رتنا نے جواب دیا۔

میں نے ویٹر کو بلا کر بل کی رقم ادا کردی اور پانچ روپے کا نوٹ بخشش کے طور پر بھی دے دیا۔

''ناگور جانے کے لئے ایک راستہ تو وہ ہے۔'' میں نے ویٹر کو متوجہ کرکے ٹیلوں کی طرف اشارہ کیا۔ ''کوئی دوسرا راستہ بھی ہے؟''

''ادھر جھیل کے ساتھ ساتھ چلے جاؤ گے تو تین کوس آگے چھم پورم ہے۔ اس گاؤں سے آگے ایک بہت بڑی تری مورتی بنی ہوئی ہے اس کے ساتھ ہی وہ راستہ مین روڈ سے جاملتا ہے۔''

''ٹھیک ہے، دھنے باد۔'' میں نے فوراً ہی کرسی چھوڑ دی۔

رتنا بھی ایک جھٹکے سے اٹھ گئی اور ہم دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کار کے قریب آگئے۔ رتنا نے پیسنجر سیٹ پر بیٹھتے ہی ساڑھی میں چھپا ہوا پستول نکال کر گود میں رکھ دیا۔ میں نے انجن اسٹارٹ کرکے کار ایک زوردار جھٹکے سے آگے بڑھادی۔

لوگوں نے ہمیں یہاں آتے ہوئے بھی دیکھا تھا اور جاتے ہوئے بھی دیکھ رہے تھے۔ اگر ٹیلوں کی طرف سے آنے والی اس گاڑی میں ہمارے مخالفین ہی تھے تو وہ قصبے میں داخل ہوتے ہی ہمارے بارے میں ضرور پوچھیں گے اور پھر جھیل تک پہنچنے میں انہیں زیادہ دیر نہیں لگے گی اور میں چاہتا تھا کہ اس دوران اپنے اور ان کے درمیان زیادہ سے زیادہ فاصلہ حاصل کرلوں۔

میں نے کار کو ویٹر کے بتائے ہوئے راستے پر ڈال دیا۔ جھیل کے کنارے کے ساتھ ساتھ یہ راستہ بھی کچا تھا۔ کار کی تیز رفتاری کی وجہ سے سرخ مٹی اڑ رہی تھی۔ میں نے ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبا کر دونوں طرف کے شیشے چڑھا دیئے اور اے سی آن کردیا۔

رتنا بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی۔ وہ گاڑی ابھی جھیل کی طرف نظر نہیں آئی تھی۔ میں کار کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ یہ راستہ جھیل کے ساتھ ساتھ تقریباً نصف میل تک چلا گیا تھا اور اس سے آگے جھیل سے بتدریج دور ہٹتا ہوا ٹیلوں میں داخل ہوگیا تھا۔ شروع میں تو یہ چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے لیکن آگے جا کر انہوں نے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی صورت اختیار کرلی تھی جن پر جھاڑیاں اور پودے وغیرہ تو تھے مگر کوئی درخت نہیں آرہا تھا۔

''وہ گاڑی اس ریسٹورنٹ کے قریب رکی ہے جہاں سے ہم اٹھ کر آئے ہیں۔'' رتنا نے پیچھے دیکھتے ہوئے بتایا۔

میں نے کار کی رفتار کچھ اور بڑھادی۔ اگر یہ ہمارے مخالفین کی گاڑی تھی تو وہ لوگ ہمارے پیچھے آنے میں دیر نہیں لگائیں گے۔ گاڑی سے اتر کر انہیں جیسے ہی پتا چلے گا کہ ہم لوگ یہاں سے نکل گئے ہیں وہ فوراً ہی ہمارے پیچھے لگ جائیں گے۔

ٹیلوں کے بیچ راستہ بل کھاتا ہوا جارہا تھا۔ جو بالکل تنگ تھے جس کی وجہ سے رفتار بھی نہیں بڑھائی جاسکتی تھی۔ چند موڑ کاٹنے کے بعد سامنے والی چٹان پر کچھ اوپر روشنی پڑتے دیکھ کر میں چونک گیا۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ گاڑی انہی لوگوں کی تھی۔ کوئی موڑ گھومتے ہوئے اس کے ہیڈلیمپس کی روشنی سامنے والی چٹان پر پڑی تھی۔ اس گاڑی کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر یہ بات بھی میری سمجھ میں آئی تھی کہ جودھ پور سے ہمارے تعاقب میں ایک گاڑی نہیں، دو یا ممکن ہے تین گاڑیاں آئی ہوں۔ وہ لوگ راستے میں پڑنے والی بستیوں سے ہمارے بارے میں پوچھتے آئے ہوں گے اور یہ بستی چونکہ مین روڈ سے بہت ہٹ کر تھی اس لئے ایک گاڑی اس طرف آگئی تھی اور باقی گاڑیاں سیدھی مین روڈ پر نکل گئی تھیں اور عین ممکن ہے جب ہم چھم پورم نامی گاؤں سے دوبارہ مین روڈ پر پہنچیں تو وہاں بھی کوئی گاڑی ہماری منتظر ہو۔

رتنا نے پستول ہاتھ میں لے لیا تھا۔ میں نے بھی کھڑکیوں کے شیشے گرادیئے تاکہ ضرورت کے وقت فائر کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بھی اپنا پستول جیب سے نکال کر گود میں رکھ لیا تھا۔ یہ دونوں پستول ماؤنٹ آبو سے ہمارے پاس تھے۔ ہم چار دن سیتا کے ہاں رہے تھے مگر اسے اپنے پاس پستول کی موجودگی کی ہوا تک نہیں لگنے دی تھی۔

میں سیتا کو بہت چالاک سمجھتا تھا۔ بعض معاملات میں تو اس نے واقعی بہت چالاکی کا ثبوت دیا تھا۔ مثلاً یہ کہ اس نے ہماری اصلیت معلوم کرلی تھی مگر ایک معاملہ میں وہ دنیا کی سب سے بڑی احمق ثابت ہوئی تھی۔ ہمارے بارے میں سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے ہمیں اپنے قابو میں رکھنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا تھا۔ حالانکہ میں نے دھمکی بھی دی تھی کہ اگر ہمارے ساتھ دھوکا کرنے کی کوشش کی گئی تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے باوجود اس نے ہماری نگرانی کے لئے مزید آدمیوں کا انتظام نہیں کیا تھا صرف دو آدمیوں پر بھروسہ کیا تھا جو بڑی آسانی سے رتنا کا شکار ہوگئے تھے۔ اس حوالے سے ایک بات میری سمجھ میں آئی تھی۔ وہ یہ کہ رتنا کو دیکھ کر وہ سب کچھ بھول گئی تھی اور اس نے میری بات کا یقین کرلیا تھا کہ میں رتنا کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور اگر میں واقعی اس کی بات مان لیتا تو وہ یقیناً مجھے اس طرح بحفاظت شہر سے نکال دیتی کہ کسی کو پتا بھی نہ چلتا۔

پہاڑیوں میں یہ تنگ سا راستہ مزید دشوار اور تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ سامنے سے اگر کوئی چھوٹی کار بھی آ جائے تو اسے کراس کرنے کے لئے جگہ نہ ملتی اور میں سوچ رہا تھا کہ کہیں میں غلط راستے پر تو نہیں آ گیا لیکن دوسری گاڑی بھی ہمارے پیچھے ہی آئی تھی۔

مجھے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کسی موقع پر گاڑی جواب نہ دے جائے۔ مرسڈیز کار ایسے پہاڑی راستوں پر چلنے کے لئے نہیں بنائی گئی تھی۔

ایک اور موڑ گھومتے ہی مجھے کار روک لینی پڑی۔ سامنے ایک عمودی چٹان تھی اور آگے جانے کا راستہ بند تھا۔ البتہ دائیں طرف ایک تنگ سا راستہ تھا۔ میں نے کار کو کسی قدر ریورس میں لیا اور پھر گیئر بدل کر اسے اسی تنگ سے راستے پر موڑ دیا۔ کچھ دور تک تو یہ راستہ خاصا تنگ رہا پھر بتدریج کشادہ ہوتا چلا گیا۔ دو تین موڑ کاٹنے کے بعد ہم ایک بار پھر نشیب کی طرف جانے لگے۔ ایک موڑ گھومتے ہوئے جھیل کے دوسرے کنارے پر بستی کی روشنیاں بھی دکھائی دی تھیں مگر میں نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

اور پھر ایک موڑ گھومتے ہی مجھے کار کا بریک پیڈل دبا دینا پڑا۔ اس کے ساتھ ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

سامنے ایک جیپ کھڑی تھی جس کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ جیپ کے آس پاس کسی کی موجودگی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور آنکھوں میں وحشت بھر گئی تھی۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جیپ اس طرح کھڑی تھی کہ راستہ بالکل بند ہو گیا تھا۔ پچھلا موڑ تنگ ہونے کی وجہ سے کار کو ریورس میں بھی نہیں لیا جا سکتا تھا۔

اور پھر اسی لمحہ ویرانے میں ایک آواز گونجتی ہوئی سنائی دی۔

”تاجی! تم لوگ ہماری رائفلوں کی زد پر ہو۔ کار کے ہیڈ لیمپس جلتے رہنے دو اور نیچے اتر کر سامنے روشنی میں آ جاؤ، کوئی گڑبڑ کی تو بھون دیئے جاؤ گے۔“

مجھے سینے میں دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

وہ بیلا کی آواز تھی!

☆......☆......☆

اس وقت مجھے اپنا دل کنپٹیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دماغ میں دھماکے سے ہو رہے [...]۔ بیلا کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ بیلا کا اتنی جلدی ہمارے تعاقب میں یہاں تک پہنچ جانا [...]ت انگیز تھا اور پھر جس طرح اس نے مجھے گھیرا تھا وہ اس سے زیادہ انوکھی بات تھی۔ میں جھیل کنارے [...]ٹورنٹ کے اس ویٹر کے بارے میں سوچنے لگا جس نے ہمیں پہاڑیوں کی طرف یہ راستہ بتایا تھا۔ میرا [...]ل تھا جب ہم ٹیلوں کی طرف گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنیاں دیکھ کر آپس میں باتیں کر رہے تھے اور [...] طرح ہم نے ویٹر سے کسی اور راستے کے بارے میں دریافت کیا تھا تو اسے ہم پر شبہ ہو گیا ہو گا۔ وہ سمجھ [...]ہو گا کہ ہم کوئی جرم کر کے بھاگے ہیں اور غالباً پولیس ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔ اس نے جان بوجھ کر [...]ڑیوں میں وہ راستہ بتا دیا تھا جو گھوم کر دوبارہ اس طرف آ نکلتا تھا۔ اس کا خیال ہو گا کہ اگر ہم واقعی کوئی [...]کر کے بھاگے ہوئے ہیں اور پولیس نے ہمیں ان پہاڑیوں میں گھیر کر پکڑ لیا تو اسے بھی انعام میں تھوڑی [...]ی رقم مل جائے گی لیکن میں اس طرح آسانی سے گرفت میں آنے والا تو نہیں تھا۔

کار کے ہیڈ لیمپس جل رہے تھے اور میں سامنے کھڑی ہوئی جیپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بیلا اور [...] کے ساتھی یقیناً تاریکی میں چھپے ہوں گے۔ وہ جیپ جس جگہ کھڑی تھی وہاں ایک اور راستہ سا تھا۔ ایک [...]تہ تو جھیل کی طرف سے آ رہا تھا دوسرا سیدھا آگے نکل گیا تھا اور ہم اس راستے سے گزر کر پہاڑیوں میں [...]تے گھماتے یہاں تک پہنچے تھے۔ تیسرا راستہ جیپ کے پچھلی طرف تھا وہ راستہ قدرے کشادہ تھا اور [...]ڑیوں میں اندر کی طرف چلا گیا تھا۔

میں نے گردن گھما کر پیچھے کی طرف دیکھا جس جگہ ہماری کار رکی تھی۔ وہ تنگ سی جگہ تھی البتہ [...]باً دس گز پیچھے کی جگہ اتنی کشادہ تھی کہ وہاں سے کار کو گھمایا جا سکتا تھا۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال [...]ا تھا اس میں اگرچہ خطرہ بہت زیادہ تھا لیکن آدھا فیصد امکان اس بات کا بھی تھا کہ اگر میں اپنی کوشش [...]کامیاب ہو گیا تو بچ نکلنے کی تھوڑی بہت امید پیدا ہو سکتی تھی۔

میں نے پسنجرز سیٹ پر بیٹھی ہوئی رتنا کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ اس نے [...]ں رکھا ہوا پستول ہاتھ میں پکڑ لیا تھا لیکن بغیر سوچے سمجھے پستول کا استعمال خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ [...]نا اندھیرے میں تھا ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے جبکہ ہم ان کی زد پر تھے۔ وہ ہمیں اڑا کر رکھ دیتے۔

”رتنا“ میں نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ ”تقریباً دس گز پیچھے اتنی کشادہ جگہ ہے کہ ہم وہاں سے [...]و پیچھے موڑ سکیں مگر اصل مسئلہ کار کو وہاں تک لے جانے کا ہے۔ میں جیسے ہی اشارہ کروں نیچے جھک

جانا، میں اگر کار کو ریورس میں وہاں تک لے جانے میں کامیاب ہو گیا تو ان کے گھیرے سے نکلنے کی کوئی امید پیدا ہو سکتی ہے۔"

"بیلا کے ساتھ پتا نہیں کتنے آدمی ہیں۔ انہوں نے ہمیں گھیر رکھا ہوگا، ایسی کوئی حرکت ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔" رتنا نے کہا۔

"ہمیں خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔" میں نے جواب دیا۔ "ہم آسانی سے خود کو بیلا کے حوالے نہیں کر سکتے۔ ہم نے بیلا کو جس طرح تکلیفیں پہنچائی ہیں وہ ہم سے ایک ایک بات کا بدلہ لے گی۔ ان اذیتوں سے بہتر ہے کہ ہم بچاؤ کی کوشش میں ان کی گولیوں سے چھلنی ہو جائیں۔ تیار ہو جاؤ۔" میرے دونوں ہاتھ سٹیئرنگ پر تھے میں نے بایاں ہاتھ تو سٹیئرنگ پر ہی جمائے رکھا اور دایاں ہاتھ اٹھا کر گیئر لیور پر رکھ لیا۔

"گیئر لیور سے ہاتھ ہٹا لو تاجی۔" بیلا کی آواز سناٹے میں گونجتی ہوئی محسوس ہوئی۔ "میں سمجھتی ہوں تم کیا کرنا چاہتے ہو مگر تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکو گے۔ بہتر ہے ایسی کوئی حماقت مت کرو۔ ہاتھ ہٹا لو اور رتنا تم بھی اپنا پستول کھڑکی سے باہر پھینک دو۔"

میرے پورے جسم میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ کار کے اندر کی بتی بجھی ہوئی تھی اور مجھے حیرت تھی کہ بیلا نے اندھیرے میں ہماری حرکات کیسے دیکھ لی تھیں۔ اندھیرے میں دیکھنے کی صلاحیت صرف بلی میں پائی جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی اور جانور میں بھی یہ صلاحیت پائی جاتی ہو لیکن کسی انسان کے بارے میں آج تک نہیں سنا تھا کہ وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہے۔

"میں تم لوگوں کو صرف تین سیکنڈ کا وقت دے رہی ہوں۔" بیلا کی آواز سنائی دی۔ "رتنا پستول پھینک دو اور تم دونوں کار سے باہر آ جاؤ۔"

اور پھر ٹھیک اسی لمحے فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ کئی گولیاں کار کے بانٹ پر لگیں، بانٹ میں سوراخ ہو گئے اور ظاہر ہے ان گولیوں سے انجن کو بھی نقصان پہنچا ہوگا۔

"اگر تین کہنے تک تم لوگوں نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو گولیوں کی اگلی برکھا تم دونوں کے جسموں پر برسے گی۔" بیلا کی آواز سنائی دی اور پھر اس نے پہلے سے قدرے اونچی آواز میں ایک کہا، دو کی آواز سنائی دی۔ میں نے رتنا کو اشارہ کیا اس نے پستول کھڑکی کے کھلے ہوئے شیشے سے باہر پھینک دیا اور میں نے بھی گیئر لیور سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"گڈ" بیلا کی آواز سنائی دی۔ "اب تم لوگ شرافت سے کار سے باہر آ جاؤ، اچھے بچوں کی طرح۔"

رتنا میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے کندھے اچکا دیئے اور اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ رتنا بھی کار سے اتر گئی تھی۔

"تم دونوں جیپ کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ۔" بیلا نے اگلا حکم دیا۔ "اور تم دونوں کے ہاتھ اپنی اپنی گردن پر ہونے چاہئیں۔"

میں نے رتنا کو اشارہ کیا اس نے دونوں ہاتھ اپنی گردن پر رکھ لئے۔ میں نے بھی دونوں ہاتھ

اپنی گردن پر رکھے اور رتنا کو اشارہ کرتا ہوا جیپ کی طرف چلنے لگا۔ جیپ کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے۔ میرے اور رتنا کے بیچ تین چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ ہم دونوں مکمل طور پر اپنی کار کے ہیڈ لیمپس کی روشنی میں تھے۔ ہماری کوئی بھی حرکت بیلا اور اس کے ساتھیوں کی نگاہوں سے چھپی نہیں رہ سکتی تھی اور میرا خیال ہے تاریکی بھی ہوتی تو بلی کی آنکھوں والی بیلا ہمیں اندھیرے میں بھی دیکھ سکتی تھی۔ بیلا کئی مرتبہ میرے ساتھ رہی تھی، کئی مہینوں سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ موت کی آنکھ مچولی کھیل رہے تھے لیکن بیلا کی اندھیرے میں دیکھنے والی صلاحیت پہلی مرتبہ میرے علم میں آئی تھی۔

میں دونوں ہاتھ گردن پر رکھے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ میری آنکھیں ہیڈ لیمپس کی تیز روشنی میں چندھیا رہی تھیں۔ اطراف میں پہاڑیوں پر تاریکی تھی۔ بیلا اور اس کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ لوگ ہمیں دیکھ رہے تھے۔

ایک طرف سے پتھر لڑھکنے کی آواز سن کر میں چونک گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرف دیکھنے لگا۔ چھوٹے چھوٹے پتھروں کے لڑھکنے کی آواز سنائی دیتی رہی اور پھر دھب کی ایک بھاری آواز سنائی دی۔ کسی نے پہاڑی ڈھلان پر چند فٹ اوپر سے چھلانگ لگائی تھی اور پھر ایک انسانی ہیولہ چند قدم آگے بڑھ کر ہماری کار کے قریب رک گیا۔ وہ ہیولا کار کے ہیڈ لیمپ سے تقریباً ایک فٹ پیچھے کھڑا تھا۔ ہیڈ لیمپ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ہیڈ لیمپ کے قریب اس پھیلاؤ کے مدھم سے پس منظر میں اس ہیولے کو میں نے پہچان لیا وہ بیلا تھی۔

اس کے ہاتھ میں کار اکوف رائفل تھی اور میں اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بھی دیکھ سکتا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ تم بچ کر نہیں جا سکو گے۔" بیلا کی آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ "یہ تمہاری خوش قسمتی تھی کہ یہاں تک پہنچ گئے۔ میرے حساب سے تو تمہیں ماؤنٹ آبو میں ہی گھیر لینا چاہئے تھا لیکن میں ہی بھاگ دوڑ کے قابل نہیں رہی تھی جس سے تمہیں وہاں سے بھاگنے کا موقع مل گیا۔"

پہاڑیوں میں کھنڈر والے مندر سے، جہاں ہم نے ناگ راج کو ٹھکانے لگایا تھا، فرار ہونے کے بعد دوسری مرتبہ بیلا سے آمنا سامنا ہوا تھا۔

"تمہارے اتنی جلدی ری کور ہونے پر مجھے واقعی حیرت ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ سب میری ول پاور کا چمتکار ہے۔" بیلا نے جواب دیا۔ "بھیرو اور تم نے تو مجھے مفلوج کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ میری جگہ کوئی عورت تو کیا کوئی مرد بھی ہوتا تو اتنے گھاؤ کھانے کے بعد کم از کم ایک مہینہ بستر سے نہ اٹھ پاتا۔"

"ہاں یہ تو واقعی درست کہا تم نے لیکن۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ واقعی تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ہم ان پہاڑیوں میں پھنس کر تمہارے ہاتھ لگ گئے۔ اگر ریسٹورنٹ کا ویٹر ہمیں دھوکا نہ دیتا تو شاید تم سارا جیون میری صورت بھی دیکھنے کو ترستی رہتیں۔"

"کیسا دھوکا" وہ چونک سی گئی۔ "ویٹر نے تمہیں کیا دھوکا دیا؟"

"اس نے شاید تاڑ لیا تھا کہ ہم کوئی جرم کر کے بھاگے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس نے

گاڑی کے دوسری طرف ٹیلوں میں آتی ہوئی تمہاری جیپ کی روشنی بھی دیکھ لی تھی جسے وہ پولیس کی جیپ سمجھا ہوگا جو ہمارے تعاقب میں آ رہی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر ہمیں اس طرف بھیج دیا تھا کہ چم پورم کا راستہ ان پہاڑیوں میں سے جاتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہمارے تعاقب میں آنے والی پولیس کو بتا دے گا۔ ہم پکڑے جائیں گے تو اسے بھی کچھ انعام ملے گا۔''

''تم غلط سمجھے، ویٹر نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا۔'' بیلا نے کہا۔ ''اس نے چم پورم کی طرف جانے والے راستے کی بالکل درست نشاندہی کی تھی۔ غلطی تو تمہاری تھی جو ان بھول بھلیوں میں صحیح راستہ تلاش نہیں کر سکے۔ نئے آنے والے اکثر دھوکا کھا جاتے ہیں۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔

''جیپ کے پچھلی طرف چٹانوں میں وہ راستہ دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس طرف مڑ جاتے تو میں واقعی جیون بھر تمہاری صورت دیکھنے کو ترستی رہتی لیکن تم یہاں سے سیدھے نکل گئے تھے۔ پہلی مرتبہ اس طرف آنے والے اکثر دھوکا کھا جاتے ہیں اور انہیں چٹانوں میں بل کھاتے ہوئے تنگ سے راستے پر چکر کھاتے ہوئے اس طرف آنا پڑتا ہے۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر کہنے لگی۔ ''یہاں پہنچ کر ہم نے آگے دھول اڑتی دیکھی تو میں سمجھ گئی کہ تم لوگ دھوکا کھا گئے ہو اور یا تو اسی راستے سے واپس آؤ گے یا گھوم کر اس طرف سے آؤ گے جہاں سے اب آ رہے ہو۔ اس لئے میں نے تمہارے پیچھے جانے کے بجائے یہیں رک کر تمہارا انتظار کرنا مناسب سمجھا۔''

اس وضاحت کے بعد ریسٹورنٹ کے ویٹر پر غصہ کرنے کی واقعی کوئی وجہ نہیں تھی۔

''چلو۔ یہ بات تو سمجھ میں آ گئی کہ غلطی میری تھی۔'' میں نے کہا۔ میں اسے باتوں میں لگا کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ ابھی تک تو کوئی بھی سامنے نہیں آیا تھا۔ ''لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا کہ ہم جودھ پور سے اسی طرف نکلے ہیں ہم جے پور یا پوکھران کی طرف بھی جا سکتے تھے۔''

''تم اپنے جرائم کی فہرست میں خود ہی بڑھوتری کرتے جا رہے ہو لیکن تمہیں ایک ایک چیز کا حساب دینا ہوگا۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''ہم تمہیں جودھ پور ریلوے سٹیشن یا اس کے آس پاس ہی پکڑ لیتے لیکن تم لوگ سیتا کے ہاتھ لگ گئے۔ سیتا اونچے درجے کی طوائف ہے وہ بھی سمجھی تھی کہ شاید تم رتنا کو کہیں سے بھگا کر لائے ہو۔ وہ تمہیں دھمکا کر رتنا پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔ اس کے ساتھ چلے جانے سے تم لوگ چند روز کیلئے محفوظ ہو گئے۔''

''تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا؟ میرا مطلب ہے کہ سیتا کو ہم پر کسی قسم کا شبہ ہو گیا تھا اور وہ ہمیں دھوکے سے اپنے گھر لے گئی تھی؟'' میں نے کسی قدر چونکتے ہوئے کہا۔

''تم شاید سیتا کی ملازمہ شاردا کو بھول گئے ہو۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''شاردا کی ماں کا دیہانت ہو گیا تھا اور وہ اودھے پور چلی گئی تھی۔ اس دوران تم لوگوں کو وہاں سے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ اگر بات صرف سیتا کی ہتیا کی ہوتی تو سمجھ میں آتی تھی لیکن مجھے حیرت ہے تم لوگوں نے ان دو ہٹے کٹے محافظوں کو کیسے ٹھکانے لگایا ہوگا۔ انہیں خاص طور پر ہدایت کی گئی ہوگی کہ تم لوگوں پر نگاہ رکھی جائے۔''

''عورت کے حسن میں بڑی طاقت ہے۔ اس حقیقت سے تم بھی واقف ہو جاؤ۔'' میں نے کہا۔

''اوہ۔'' بات بیلا کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ ''بہر حال۔'' وہ بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''تم

لوگوں کے کوٹھی سے نکلنے کے تقریباً دو گھنٹوں بعد شاردا اودھے پور سے واپس آ گئی۔ اس نے کوٹھی میں سیتا اور محافظوں کی لاشیں دیکھیں تو سمجھ گئی کہ یہ سب تم دونوں کا کیا دھرا ہے۔ سیتا نے تم دونوں کی اصلیت بھی معلوم کر لی تھی اور اس نے شاردا کو بھی بتا دیا تھا اسے یقین تھا کہ تم اپنی جان بچانے کیلئے رتنا کو اس کے حوالے کر کے چلے جاؤ گے۔ بہر حال، شاردا نے واپس آ کر کوٹھی میں وہ خوفناک منظر دیکھا تو اس نے فوراً ہی سیتا کے ایک جاننے والے پولیس انسپکٹر کو فون کر دیا اور پولیس انسپکٹر کے پہنچنے پر شاردا نے تم دونوں کے بارے میں بتا دیا۔

''جودھ پور کی ساری پولیس اس وقت میرے تابع ہے اور میرے احکامات پر شہر کی ناکہ بندی کر کے تم دونوں کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ شاردا سے معلوم ہونے کے بعد انسپکٹر نے مجھے فون پر اطلاع دی اور میں بھی سیتا کی کوٹھی پر پہنچ گئی۔ میں نے خود شاردا سے ساری باتیں پوچھیں۔ اس نے بتا دیا کہ سیتا کو پتہ چل گیا تھا کہ تم دونوں وہی ہو جنہیں شہر میں تلاش کیا جا رہا ہے لیکن اسے دیش سے زیادہ اپنا ذاتی مفاد عزیز تھا۔ اس لئے اس نے تم دونوں کو چھپائے رکھا۔

''میں شاردا سے کرید کرید کر پوچھتی رہی اور پھر شاردا نے بتایا کہ سیتا کی کار بھی موجود نہیں ہے میں ایک دم اچھل پڑی۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ تم لوگ سیتا کی گاڑی پر فرار ہوئے ہو گے۔ میں نے وہیں سے ٹیلی فون پر پولیس ہیڈ کوارٹر کو سیتا کی گاڑی کے بارے میں اطلاع دی اور سیتا کی کوٹھی کے معاملات انسپکٹر کے سپرد کر کے خود بھی پولیس ہیڈ کوارٹر پہنچ گئی۔

''پولیس ہیڈ کوارٹر کے کنٹرول روم سے سیتا کی کار کے بارے میں پیغام نشر کیا جا چکا تھا۔ آدھے گھنٹے بعد مندور روڈ پر قائم کی گئی چوکی سے اطلاع ملی کہ سیتا کی کار مندور کی طرف گئی ہے جس میں سیتا کے مہمان تھے اور ان کی حفاظت کیلئے دو کانسٹیبل بھی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

''میں نے فوراً ہی مندور کی طرف دوڑ لگا دی۔ چوکی انچارج نے تم دونوں کے حلیے بتا کر میرے شبہ کی تصدیق کر دی۔ میں وہاں رکے بغیر آگے روانہ ہو گئی۔ مندور میں ایک جگہ مجھے دونوں کانسٹیبل بھی مل گئے۔ انہوں نے بتایا کہ تم لوگ انہیں ایک جگہ بٹھا کر مندور کی تاریخی عمارتیں دیکھنے گئے ہوئے ہو اور واپس وہیں آؤ گے۔

میں ان کی طرح بے وقوف نہیں تھی کہ وہیں بیٹھ کر تم لوگوں کی واپسی کا انتظار کرتی اور مجھے یقین تھا کہ اب تک تم بہت دور نکل چکے ہو گے۔ میں نے مندور میں رکے بغیر جیپ کو دوڑا دیا۔

''راستے میں سنگرام نگر اور سنگرام جھیل کا بورڈ دیکھ کر اچانک ہی مجھے خیال آیا کہ تعاقب سے بچنے کیلئے تم راستے میں کسی ایسی جگہ پناہ لے سکتے ہو جس کے بارے میں شبہ نہ کیا جا سکے۔ میں نے جیپ سنگرام نگر کی طرف موڑ لی۔ گاؤں میں سیتا کی گاڑی کے بارے میں پوچھا تو میرے شبے کی تصدیق ہو گئی اور پتہ چلا کہ تم لوگ جھیل کی طرف گئے ہو۔ جھیل کے ریسٹورنٹ کے ویٹر نے بتایا کہ تم لوگ اس پہاڑی راستے سے چم پورم کی طرف گئے ہو۔ میں نے وقت ضائع کئے بغیر تمہارا تعاقب جاری رکھا اور اس طرف اڑتی ہوئی دھول نے بتایا کہ تم لوگ کس طرف گئے ہو۔ اس لئے میں یہاں رک کر تمہارا انتظار کرنے لگی اور مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔''

''تم اب تک صرف میں کا لفظ استعمال کرتی رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ اکیلی ہو اور واقعی بہت بہادر ہو۔'' میں نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔

''تمہاری چالاکیوں اور تمام ہتھکنڈوں سے واقف ہونے کے بعد تو مجھے فوج کا ایک دستہ ساتھ لانا چاہئے تھا لیکن میرے ساتھ نہ فوج کا دستہ ہے اور نہ ہی میں اکیلی ہوں۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''میرے ساتھ ایک ہی آدمی ہے اور میں تمہیں یقین دلا دینا چاہتی ہوں کہ اس مرتبہ تمہاری کوئی چالاکی کام نہیں آئے گی۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر ایک طرف دیکھتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔ ''رتلام سنگھ، اب مجھے تمہاری ضرورت ہے آگے آ جاؤ۔''

اس مرتبہ دوسری طرف سے پتھر لڑھکنے کی آواز سنائی دی اور پھر ایک آدمی سامنے آ گیا۔ اس کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا اور وہ مضبوط جسم کا مالک تھا، سر پر اورنج رنگ کی پگڑی اور لباس خالص راجستھانی تھا۔ داڑھی صاف تھی، مونچھیں زیادہ بڑی نہیں تھیں مگر کناروں سے اوپر کو بل کھائے ہوئے تھیں۔ اس کی عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ اس کے ہاتھ میں خنجر تھا جو کار کے ہیڈ لیمپس کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ وہ رتنا سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔

بیلا بھی آگے آ گئی اور مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ اس نے آنکھوں پر عینک لگا رکھی تھی۔ عینک کے شیشے نہ تو سفید تھے اور نہ ہی تاریک شیشوں میں پیلاہٹ واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔

''رانا'' بیلا نے رتلام سنگھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہی وہ راکھشش ہے جس نے پچھلے چھ مہینوں سے ہمیں انگلیوں پر نچا رکھا ہے۔ ہمارے سارے منصوبے اس نے خاک میں ملا دیئے ہیں۔ تمہارے گرو ناگ راج کا قاتل بھی یہی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم ان کی سیوا کیسے کرتے ہو۔'' ''لیکن یہاں نہیں پہلے انہیں باندھ کر جیپ میں ڈالو باقی کام ہم جے پور پہنچ کر کریں گے۔''

''ان کی سیوا تو میں ایسی کروں گا بیلا رانی کہ یہ کئی جنموں تک رانا رتلام سنگھ کو یاد رکھیں گے۔'' رانا نے کہا اور خنجر کمر پر باندھے ہوئے پٹے میں چمڑے کے ہولسٹر میں اڑس لیا اور جیپ کے دوسری طرف چلا گیا۔ جیپ میں رسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک رسی اٹھا کر رتنا کے سامنے آ گیا۔

''ارے بیلا رانی'' وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''یہ چھوکری تو بڑے گجب کی ہے اس کو تو مارے کھاتے میں ڈال دو۔''

''یہ تمہارے ہی کھاتے میں جائے گی۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''فی الحال اس کے ہاتھ پیر باندھ کر جیپ میں ڈال دو۔''

''پلٹ کے کھڑی ہو چھوکری اور ہاتھ پیچھے کر لیو۔'' رانا رتلام سنگھ رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے غرایا۔

رتنا نے گہرا سانس لیتے ہوئے گردن پر رکھے ہوئے دونوں ہاتھ نیچے گرا دیئے۔ اس کے چہرے پر شدید تناؤ تھا اور آنکھوں میں بھری ہوئی وحشت صاف نظر آ رہی تھی۔

''تمہارے چہرے پر خوف! مجھے حیرت ہے۔'' بیلا کہتے ہوئے قریب آ گئی۔ یہ بات اس نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہی تھی۔ ''تم تو بہت بہادر ہو۔ تم نے تو اس سوربا کے ساتھ مل کر بڑے بڑے

کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اگر تم بچ کر نکل جاتیں تو مجھے افسوس ہوتا رانا تم جیسی حسین عورتوں کی سیوا کرنے میں بڑا ماہر ہے۔ یہ عورتوں کی سیوا کے بڑے بڑے آسن جانتا ہے۔''

''اور شاید تم اس کے آسنوں کا مزا چکھ چکی ہو۔'' رتنا نے جواب دیا۔

بیلا کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔ اس نے کاراکوف بائیں ہاتھ میں پکڑ لی اور رتنا کو تھپڑ مارنے کیلئے اس کی طرف لپکی۔ میری آنکھوں میں ایک دم چمک سی ابھر آئی۔ بیلا نے خود ہی ایک موقع فراہم کر دیا تھا اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

میں اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے طاقتور سپرنگ کی طرح اچھلا۔ میرے پیر کی ٹھوکر بیلا کے رائفل والے ہاتھ پر لگی۔ رائفل اس کے ہاتھ سے گری نہیں لیکن بیلا لڑکھڑا گئی۔ وہ رتنا کو تھپڑ مارنے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے دوسرا ہاتھ بھی رائفل پر جما دیا لیکن میں نے اسے رائفل سیدھی کرنے کا موقع نہیں دیا۔

دوسری طرف رتنا نے بھی اس صورتحال سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ وہ خاصی قد آور عورت تھی۔ اس نے اچھل کر رانا رتلام سنگھ کے منہ پر سر کی زوردار ٹکر مار دی۔ ٹکر رانا کی ناک پر لگی تھی۔ وہ بلبلا اٹھا اس کا ایک ہاتھ اپنی ناک پر پہنچ گیا، دوسرے ہاتھ سے اس نے رتنا کو پکڑنے کی کوشش کی مگر صرف ساڑھی کا پلو اس کے ہاتھ میں آ سکا۔ رتنا دونوں ہاتھوں سے اسے دھکا دے کر چکراتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ رانا نے اب ساڑھی کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور رتنا کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا مگر اسے شاید اس کی پرواہ نہیں تھی۔ رتنا اپنی جگہ پر کھڑی لٹو کی طرح گھوم رہی تھی جس سے اس کی ساڑھی کے بل کھلتے چلے گئے۔ آخر میں ساڑھی اس کی ٹانگوں میں الجھ گئی اور وہ لڑکھڑا کر گر گئی۔ ساڑھی پوری کی پوری رانا کے ہاتھ میں آ چکی تھی جسے اس نے ایک طرف پھینک دیا۔

''تمہارے کو تو میں کچا کھا جاؤں اور ڈکار نہ لوں چھوکری۔'' رانا غراتا ہوا رتنا کی طرف بڑھا۔

میں بیلا میں الجھا ہوا تھا۔ ہم دونوں میں رائفل کیلئے کشمکش ہو رہی تھی۔ اس وقت بیلا میں بے پناہ طاقت آ گئی تھی۔ رائفل پر اس کی گرفت بڑی مضبوط تھی۔ اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ کھینچا تانی میں ٹریگر دب گیا، گولیوں کی تڑتڑاہٹ کے ساتھ رانا رتلام سنگھ کی چیخوں کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ رائفل سے نکلنے والی گولیوں نے اس کے ایک پیر میں سوراخ کر دیئے تھے۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا نیچے گرا تھا مگر گرتے ہوئے بھی اس نے رتنا کو گرفت میں لینے کی کوشش کی تھی مگر رتنا بڑی پھرتی سے لوٹ لگا کر ایک طرف ہٹ گئی۔ اگر رتنا اس کی گرفت میں آ جاتی تو وہ اس کی گردن ہی مروڑ دیتا۔ رانا کے غالباً دائیں پیر پر کم از کم دو گولیاں لگی تھیں۔ یقیناً ہڈیاں بھی ٹوٹ گئی ہوں گی۔ اس کی ناک سے بھی خون بہہ رہا تھا لیکن وہ بڑا ڈھیٹ ثابت ہوا تھا اتنی تکلیف کے باوجود دوبارہ رتنا کی طرف لپکا تھا۔ رتنا بھی اب پوری طرح فارم میں تھی اسے احساس تھا کہ وہ اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی، معمولی سی سستی یا غفلت اسے موت کے گھاٹ اتار سکتی تھی۔

رانا رتلام سنگھ کڑیل جوان تھا۔ ناک پر لگنے والی ٹکر اور پیر میں لگنے والی گولیوں نے اسے مفلوج نہیں کیا تھا۔ وہ اٹھ کر غراتا ہوا ایک بار پھر رتنا کی طرف لپکا۔ رتنا نے اس مرتبہ وہ حربہ استعمال کیا جو کسی بھی

مرد کو کچھ دیر کیلئے تو مفلوج کر سکتا تھا۔ اس کے پیر کی ٹھوکر بڑے زور سے رانا کی ٹانگوں کے بیچ میں لگی رانا اس مرتبہ ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح بلبلا اٹھا اور وہ دوہرا ہوتا چلا گیا۔ پگڑی بھی کھل کر گلے کا ہار بن گئی تھی۔ رتنا نے اس کی پگڑی کو گردن پر بل دے کر دونوں طرف سے پکڑ لیا اور اسے کھینچنے لگی۔

بیلا میرے لئے عذاب جان بنتی جا رہی تھی۔ میں نے رائفل تو اس کے ہاتھ سے چھین کر پھینک دی تھی مگر وہ جونک کی طرح مجھ سے لپٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے نوکیلے ناخنوں سے میری گردن پر کچھ خراشیں بھی آ گئی تھیں جن میں شدید جلن ہو رہی تھی اور پھر بیلا نے میرے خلاف بھی وہی حربہ استعمال کیا جو رتنا نے رانا کیخلاف استعمال کیا تھا۔ میری ٹانگوں کے بیچ میں لگنے والی ٹھوکر بڑی قیامت خیز ثابت ہوئی تھی۔ میں بری طرح چیخ اٹھا۔ بیلا نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور دونوں ہاتھ ملا کر کسی ریسلر کی طرح میری گردن پر زوردار دوہتھڑ مار دیا۔ میں منہ کے بل نیچے گرا۔

میرا خیال تھا بیلا مجھ پر اس طرح کا کوئی دوسرا وار کرے گی لیکن وہ حملہ کرنے کے بجائے دو تین گز دور پڑی ہوئی رائفل کی طرف لپکی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی چیخ سن کر میں چونک گیا۔

رتنا نے میری چیخ سن لی تھی اور پھر اس نے بیلا کو رائفل کی طرف لپکتے ہوئے بھی دیکھ لیا تھا۔ وہ رانا کو چھوڑ کر بیلا کی طرف لپکی اور اسے آدھے راستے ہی میں جا لیا۔ رتنا کی ٹکر لگنے سے بیلا لڑکھڑا کر پتھروں پر گری اور اس کے منہ سے نکلنے والی چیخ نے ہی مجھے اس طرف متوجہ کیا تھا۔ رتنا نے بیلا کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اسے ایک زوردار ٹھوکر رسید کر دی اور لپک کر رائفل اٹھا لی۔

”اب کوئی حرکت کی تو بھون ڈالوں گی گولیوں سے۔“ رتنا بیلا کو رائفل کی زد پر لے کر غرائی۔

میں بھی اس وقت تک سنبھل چکا تھا۔ پہلے میں نے بیلا کی طرف دیکھا اور پھر رانا کی طرف دیکھتے ہی چیخ اٹھا۔ رانا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے خنجر کو نوک کی طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ رتنا پر خنجر پھینکنے کیلئے پر تول رہا تھا۔

”رتنا بچو۔“ میں چیخا۔

رتنا بڑی پھرتی سے ایک طرف جھک گئی اور خنجر زن کی آواز سے اس کے قریب سے گزر گیا۔ رتنا فوراً ہی سنبھل گئی۔ اس نے رائفل رانا کی طرف اٹھا کر ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاتی ہوئی کئی گولیاں رانا کے جسم کے مختلف حصوں میں پیوست ہو گئیں۔ اس کے حلق سے نکلنے والی آخری چیخ بڑی خوفناک تھی۔

بیلا نے اٹھنے کی کوشش کی مگر پھر سے دوبارہ زمین پر گر گئی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ بازی پلٹ گئی تھی۔ چند منٹ پہلے ہم اس کے رحم و کرم پر تھے لیکن اب وہ اپنا سب کچھ ہار بیٹھی تھی۔ رتنا نے جس بے رحمی سے رانا رتلام سنگھ کو گولیوں سے چھلنی کیا تھا اس نے بیلا کو بھی دہلا کر رکھ دیا تھا۔

میں نے رتنا کو پہلے بھی لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ آج دن میں تو سیتا سے اس کی دھواں دھار قسم کی فائٹ ہوئی تھی مگر وہ عورتوں کی لڑائی تھی اور اب رتنا نے جس طرح رانا کو رگیدا اور گھسیٹا تھا وہ قابل تعریف تھا او میں یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کروں گا کہ میری نئی زندگی رتنا ہی کی مرہون منت تھی۔ اگر وہ وقت پر کارروائی کر کے رائفل پر قبضہ نہ کر لیتی تو اس وقت ہم زمین پر پڑے ہوتے اور بیلا ہم سے حساب

کتاب کر رہی ہوتی اور رانا رتنا کا جو حشر کرتا وہ تو میں جانتا ہی تھا۔ وہ بے پور پہنچنے کا انتظار نہ کرتا بلکہ اسی جگہ رتنا کے بخیے ادھیڑ دیتا۔

میری ناف کے نچلے حصے میں اب بھی درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ کم بخت بیلا نے بڑی زوردار ٹھوکر ماری تھی۔ میں اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا چند قدم دور تک گیا اور پھر واپس آ گیا۔ اس طرح تھوڑی دیر چلنے سے میری حالت کچھ بہتر ہو گئی۔

”تم خوش قسمت ہو کہ رتنا نے رائفل کا رخ تمہاری طرف نہیں کر دیا۔“ میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اب کیا ارادہ ہے یہیں پڑی رہو گی یا ہمارے ساتھ جانا چاہتی ہو۔“

”میرا تو خیال ہے کہ اسے بھی یہیں ختم کر دیا جائے۔“ بیلا سے پہلے رتنا بول پڑی۔ ”اس کا کانٹا ہی ختم ہو جانا چاہئے اگر یہ پھر بچ کر نکل گئی تو ہمارے لئے اسی طرح قدم قدم پر دشواریاں پیدا کرتی رہے گی۔“ اس نے رائفل کا رخ بیلا کی طرف کر دیا اور انگلی ٹریگر پر رکھ لی۔

”نہیں رتنا“ میں نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ ہماری زندگی کی ضمانت ہے۔ قدم قدم پر ہمارے کام آئے گی۔ ابھی تک ہم ڈینجر زون میں ہیں، خطرے سے نکلنے کے بعد کوئی مناسب موقع دیکھ کر ہم اسے ٹھکانے لگا دیں گے۔“

بیلا کے چہرے پر خوف کے سائے کچھ اور گہرے ہو گئے اس نے پہلے رتنا کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اب تک یہ سب کچھ محض کھیل ہو رہا ہو۔ خوف کے سائے بھی اس کے چہرے سے ایک دم غائب ہو گئے تھے اور حیرت انگیز طور پر اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے اٹھا دیا۔ وہ اس طرح اپنے کپڑے جھاڑنے لگی جیسے یہ سب کچھ مذاق تھا۔ میں تقریباً چھ مہینوں سے بیلا سے زندگی اور موت کی آنکھ مچولی کھیل رہا تھا اس کی فطرت سے بڑی حد تک واقف ہو چکا تھا۔ اس کے ہتھکنڈوں اور چالاکیوں سے واقف تھا۔ اس نے اگرچہ اس وقت ہتھیار ڈال دیئے تھے مگر میں جانتا تھا کہ وہ موقع ملتے ہی کوئی نہ کوئی حرکت کر گزرے گی۔ میں بڑی گہری نظروں سے اس کی حرکتوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ اس کی جیب میں کوئی پستول وغیرہ ہو گا۔

میں بیلا نے جسم کو اوپر سے نیچے تک ٹٹول ڈالا۔ اس کے پاس خنجر یا پستول نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ میں اس کے سامنے آ گیا۔

”تسلی ہو گئی۔“ وہ میری طرف دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ ”اس وقت تو میں ہار مان گئی لیکن یہ زندگی کی آخری بازی نہیں ہے۔ میں جیون کے آخری لمحوں تک مزاحمت جاری رکھوں گا۔ تمہیں اپنے دیش کی سرحد سے نکلنے نہیں دوں گی لیکن کاش! تم ہمارے آدمی ہوتے۔“ آخری بات کہتے ہوئے اس کے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔

”دوسروں کو پیار محبت اور اخلاق سے اپنا بنایا جاتا ہے، دہشت گردی سے نہیں۔“ میں نے جواب دیا۔ ”اگر تم لوگ خلوص نیت سے ہمارے ملک کے وجود کو تسلیم کر لیتے تو آج یہ صورتحال نہ ہوتی۔ ہم

یک دوسرے کی دشمنی میں اپنی توانائی ضائع نہ کر رہے ہوتے۔ یہ ساری توانائیاں اپنے اپنے عوام کو خوشحال انے میں صرف ہوتیں تو آج برصغیر کے ان دونوں ممالک کو سپر پاورز تسلیم کر لیا گیا ہوتا لیکن تمہاری سرکار نے ہمارے وجود کو اپنے لئے خطرہ سمجھا اور شروع ہی سے ہمارے وجود کو مٹانے کی کوششیں کر رہی ہے۔"

"تقریر اچھی کر لیتے ہو۔" بیلا نے کہا۔ "یہ کیا ارادہ ہے، انہی ویران پہاڑیوں میں زندگی گزارنا چاہتے ہو کیا؟"

"پروگرام یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ چلو گی۔" میں نے کہا۔ "مگر اس طرح نہیں، مجھے اب تم پر تبار نہیں رہا بلکہ شروع ہی سے تم پر اعتبار نہیں تھا۔ ہاتھ پیر باندھ کر تمہیں جیپ میں ڈال دیا جائے گا اگر ں تمہیں رتنا کے حوالے کر دوں تو یہ شاید تمہیں ایک منٹ بھی زندہ رکھنا پسند نہ کرے۔ تم میری بدترین دشمن ۔ مجھے اس عذاب میں مبتلا کرنے میں تمہارا بڑا ہاتھ ہے لیکن نجانے کیا بات ہے، کہ میں تمہیں جان سے یں مارنا چاہتا یا کم سے کم اپنے ہاتھوں سے یہ کام نہیں کرنا چاہتا۔ بہرحال اس کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا ہ تمہارا کیا کیا جائے۔ فی الحال تو میں تمہارے ہاتھ پیر باندھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے جیپ سے وہی رسی اٹھالی جس سے رات رتنا امنگھ رتنا کو باندھنا چاہتا تھا۔ پہلے میں نے اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے اور اسے اٹھا کر جیپ کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا اور اس کے پیر باندھنے لگا۔

"میری ایک آفر ہے تاجی۔" بیلا نے کن انکھیوں سے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی میں ہا۔ "اس حرافہ سے پیچھا چھڑا لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ پاکستان بھی سکتی ہوں۔ حفاظت سے سرحد پار کرانا میرا کام ہے۔"

"میں فی الحال زندگی کی سرحد پار نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے کہا۔

"اگر میں چاہتی تو بہت پہلے تمہیں زندگی کی سرحد پار کرا چکی ہوتی۔" بیلا نے کہا۔ "لیکن پتہ ہیں تم سے اتنا لگاؤ کیوں ہو گیا ہے کہ۔"

"میں اس وقت کوئی پریم کہانی سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی راس کے پیروں میں رسی کی گرہ لگا کر اٹھ گیا۔

"میرا خیال ہے تم اس جیپ پر جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔" بیلا نے کہا۔ "اس گاڑی کا کیا کرو گے؟" اس نے سیتا والی کار کی طرف دیکھا۔

"یہ گاڑی میری نہیں ہے۔ اسے یہاں چھوڑ دیا جائے تو مجھے کوئی دکھ نہیں ہوگا اور میرا خیال ہے یسے بھی یہ گاڑی اب استعمال کے قابل نہیں رہی۔ تمہاری چلائی ہوئی گولیوں نے اس کے انجن میں ضرور لی گڑبڑ کی ہوگی اور میرے خیال میں اس علاقے میں سفر کرنے کیلئے جیپ سے بہتر اور کوئی سواری نہیں ملتی۔"

"یہ پولیس کی جیپ ہے۔" بیلا نے کہا۔ "تمہارے لئے کسی مصیبت کا باعث بھی بن سکتی ہے۔"

"مصیبتوں سے تو نمٹتے آ رہے ہیں۔ کوئی نئی مصیبت آئی تو اس سے بھی نمٹ لیں گے۔" میں نے جواب دیا اور جیپ سے اتر گیا۔

سیتا والی گاڑی کی ڈگی کھول کر میں نے سوٹ کیس نکالا اور جیپ میں بیلا کے سامنے والی سیٹ

کے نیچے رکھ دیا۔ بیلا بڑے غور سے سوٹ کیس کو دیکھ رہی تھی پھر میں نے رتنا کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

یہ بھی کھلی جیپ تھی یعنی بغیر چھت کی۔ انجن سٹارٹ کرنے سے پہلے میں نے ڈیش بورڈ کے ڈائلز پر نظر ڈالی۔ فیول بتانے والی سوئی بتا رہی تھی کہ ٹینکی فل تھی۔

انجن سٹارٹ کر کے میں نے جیپ کو ریورس میں لیا اور کچھ پیچھے لے جا کر اسے آگے بڑھا دیا اور اسے چٹانوں کے درمیان اس راستے پر موڑ دیا جسے پہلے میں نظر انداز کر چکا تھا۔

بیلا نے ٹھیک کہا تھا جم پورم کی طرف جانے والا اصل راستہ یہی تھا جو کافی کشادہ تھا۔ دو بسیں بھی آسانی سے پہلو بہ پہلو چل سکتی تھیں۔ پختہ سڑک نہیں تھی۔ چٹانوں میں بل کھاتے ہوئے راستے کو بلڈوزر سے ہموار کیا گیا تھا۔ بعض مقامات پر چٹانیں کاٹ کر راستہ بنایا گیا تھا۔

ہم تقریباً آدھے گھنٹے تک ان چٹانوں میں رہے۔ پتھریلے اور ناہموار راستے پر جیپ بری طرح جھٹکے کھا رہی تھی۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی بیلا بار بار اچھل رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کیلئے کوئی سہارا بھی نہیں لے سکتی تھی۔ کوئی زوردار جھٹکا لگتا تو وہ اپنی سیٹ پر زور سے اچھلتی اور اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل جاتی۔ بیلا ہی کی وجہ سے میں نے جیپ کی رفتار بھی زیادہ نہیں رکھی تھی۔

پہاڑیوں سے نکل کر ہم کھلے میدان میں آ گئے۔ میدان نہیں بلکہ ہمارے چاروں طرف ریگستان تھا۔ سخت اور جمی ہوئی ریت تھی لیکن چند میل کا فیصلہ طے ہونے کے بعد علاقہ تبدیل ہونے لگا۔ اب راستے کے دونوں طرف جھڑیاں نظر آنے لگی تھیں اور فضا میں کچھ خنکی سی بھی آ گئی۔ خنکی وہیں ہوتی ہے جہاں پانی اور سبزہ ہو۔ سبزے کے آثار تو نظر آنے لگے تھے آگے کہیں کوئی جھیل بھی ضرور ہوگی دراصل راجستھان میں جگہ جگہ یہ قدرتی جھیلیں ہی زندگی کا باعث تھیں۔ اگر یہ جھیلیں نہ ہوتیں تو یہاں آبادی بھی نہ ہوتی اور شاید یہ علاقہ دنیا کا سب سے بڑا ریگستان کہلاتا۔

"کیا تمہیں ایک بات پر حیرت نہیں ہوئی بیلا۔" میں نے کہا۔ "ہم تقریباً چالیس منٹ تک ان پہاڑیوں میں برسرپیکار رہے۔ وہ جھیل اور بستی وہاں سے زیادہ دور نہیں تھی لیکن کسی نے مداخلت نہیں کی۔ میرا مطلب ہے بستی کے لوگ فائرنگ کی آوازیں سن کر صورتحال معلوم کرنے کیلئے اس طرف نہیں آئے۔"

"وہ لوگ پاگل نہیں ہیں۔" پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی بیلا نے جواب دیا۔ "اگر پہاڑیوں میں فائرنگ دن کے وقت ہوتی تب بھی اس طرف کوئی نہ آتا۔ رات کے وقت کیوں آنے لگے۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "اس بستی میں پولیس والوں کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں ہوگی۔ انہیں کیا پڑی ہے کہ رات کو پہاڑیوں میں آ کر فائرنگ کی وجہ معلوم کرتے اور بستی کے لوگ وہ تو فائرنگ کی آوازیں سن کر اپنے گھروں میں بند ہو گئے ہوں گے۔ ڈاکوؤں کے گروہ وقتاً فوقتاً بستیوں پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔"

"ارے چھوڑو تاجی۔" رتنا نے اس کی بات کاٹ دی۔ وہ اب تک خاموش بیٹھی رہی تھی۔ "یہ بنیا قوم ہے ہی ڈاکو جوڑ توڑ کی ماہر جوڑ توڑ سے تو ہندوستان پر حکومت کر رہی ہے۔ اگر ان کی سازشیں نہ

ہوتیں تو اب تک ہندوستان میں خالصتان بھی بن چکا ہوتا۔"

"اوہو۔ بلی مینڈکی کو بھی زکام ہوگیا۔" بیلا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "خالصتان کیلئے تم سکھوں نے کیا کچھ نہیں کیا لیکن کیا ملا تم لوگوں کو؟ ذلت، رسوائی کے سوا کچھ ملا؟ ہندوستان میں تم لوگوں کی جو عزت تھی وہ بھی ختم ہوگئی اور دیش سے باہر بھی رسوا ہوئے۔"

رتنا نے بھی بہت سخت قسم کا جواب دیا۔ اسے بیلا کا جواب بھی سننا پڑا۔ کچھ دیر تک ان دونوں میں زبانی تکرار ہوتی رہی پھر رتنا طیش میں آ کر اپنی سیٹ پر کھڑی ہوگئی اور رائفل کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس کا بٹ زور سے مار دیا۔ بیلا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ وہ سیٹ سے نیچے گر گئی۔ رتنا کو حملہ آور ہوتے دیکھ کر اگر وہ جلدی سے سر نہ جھکا لیتی تو رائفل کا بٹ اس کے شانے کے بجائے سر پر لگتا اور کھوپڑی پاش پاش ہو جاتی۔ میں نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جیپ روک لی۔

"یہ کیا کیا تم نے؟" میں نے رتنا کو گھور کر دیکھا اور چھلانگ لگا کر جیپ کے پچھلے حصے میں آ گیا۔ بیلا منہ کے بل سیٹوں کے درمیان گری تھی۔ شانے پر رائفل کی ضرب کے علاوہ اسے گرنے سے بھی چوٹ لگی ہوگی۔ میں نے اسے بانہوں سے پکڑ کر دوبارہ سیٹ پر بٹھا دیا۔

"میرے ہاتھ پیر کھول دو۔ میں نے اس کتیا کو بتاتی ہوں کہ مجھ پر ہاتھ اٹھانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔" بیلا کے حلق سے بلی جیسی غراہٹ نکلی۔

"مجھے کسی ڈھنگ کی جگہ پر پہنچ لینے دو میں تم دونوں کو قوت آزمائی کا پورا پورا موقع دوں گا۔" میں نے اپنی سیٹ پر آتے ہوئے کہا اور رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "رتنا تم بھی ذرا اپنے غصے پر قابو رکھو۔ بیلا اس وقت ہماری قیدی ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جنیوا کنونشن کے مطابق جنگی قیدیوں کے ساتھ اس قسم کا سلوک غیر قانونی ہے۔ قیدی کی دیکھ بھال کرنا اور اسے اچھی حالت میں رکھنا ہمارا فرض ہے۔"

"جنگی قیدی۔" رتنا غرائی۔ "تم نہیں جانتے انہوں نے ہمارے نوجوانوں کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ان کے سورما تو دندناتے ہوئے گولڈن ٹمپل میں گھس گئے تھے اور وہاں سے پکڑے جانے والے نوجوانوں کے ساتھ انہوں نے جو بہیمانہ سلوک کیا اسے دیکھ کر شیطان کا بھی سر جھک گیا تھا۔ ان لوگوں نے خالصہ تحریک کے دوران ہمارے جتنے بھی نوجوان پکڑے تھے ان میں سے اکثر کو اس طرح غائب کر دیا کہ ان کا آج تک پتہ نہیں چلا اور جن کو ان لوگوں نے چھوڑ دیا تھا وہ زندگی بھر کیلئے مفلوج ہو گئے تھے۔ کسی کی آنکھیں نکال دی گئیں، کسی کی ٹانگیں توڑ دی گئیں اور کسی کے بازو کاٹ دیئے گئے اور تم کہتے ہو کہ مجھے اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنا چاہئے۔ اسے تو میرا شکر گزار ہونا چاہئے کہ میں نے اسے صرف رائفل کا بٹ مارا ہے۔ اس کے گندے شریر میں گولیوں سے سوراخ نہیں کر دیئے۔"

"تمہیں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع ضرور ملے گا مگر بیلا اس وقت ہماری قیدی ہے۔" میں نے انجن سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس وقت ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ اگر ہم کسی مصیبت میں پھنس گئے تو یہی ہمارے کام آ سکتی ہے۔" میں نے آخری جملے دھیمے لہجے میں کہے تھے تا کہ آواز بیلا کے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔

بیلا پچھلی سیٹ پر کراہ رہی تھی۔ رائفل کے بٹ سے اسے یقیناً زوردار چوٹ لگی تھی اور ہاتھ بندھے ہوئے ہونے کی وجہ سے وہ اپنی چوٹ سہلا بھی نہیں سکتی تھی۔

میں ایک جھٹکے سے جیپ کو حرکت میں لے آیا اور بتدریج اس کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔ اب سڑک کے اطراف میں خود رو جھاڑیاں نہیں تھیں باقاعدہ کھیت تھے اور جا بجا اونچے درخت بھی نظر آ رہے تھے۔ رات کے وقت یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ان کھیتوں میں کون سی فصلیں تھیں اور درخت کس قسم کے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد سامنے بہت دور ٹمٹماتی ہوئی سی روشنیاں دکھائی دینے لگیں۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ ہم چرم پورم نامی قصبے کے قریب پہنچ رہے تھے۔

وقت کا مجھے اندازہ نہیں تھا لیکن میرے خیال میں دس بجنے کے لگ بھگ ہوں گے۔ میری نظریں ان روشنیوں پر تھیں جو رفتہ رفتہ واضح ہوتی جا رہی تھیں۔

"بیلا" میں نے پہلے گردن گھماتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے ہم چرم پورم پہنچنے والے ہیں۔ یہ کتنا بڑا قصبہ ہے اور یہاں پولیس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"بیلا نے بھی گردن گھما کر سامنے دیکھا پھر بولی۔

"اس قصبے کی آبادی آٹھ دس ہزار کے قریب ہے۔ یہاں ایک پولیس چوکی ہے۔ عملے کی تعداد تیس چالیس ضرور ہوگی لیکن ان علاقوں کے پولیس والے ڈاکوؤں سے زیادہ خوفناک ہیں۔ یہاں تو دن کے وقت بس کے مسافروں کو بھی پریشان کیا جاتا ہے۔ رات کو تو سفر کرنے والوں کی جامہ تلاشی لے کر ان سے قیمتی چیزیں چھین لی جاتی ہیں۔ احتجاج کرنے پر سلاخوں کے پیچھے بند کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے لوگ رات کے وقت چھوٹے علاقوں میں سفر نہیں کرتے۔"

"تو پھر کیا خیال ہے جیپ کو کسی اور راستے پر موڑ لیں تا کہ قصبے میں داخل ہوئے بغیر باہر ہی باہر سے نکلا جائے۔" میں نے کہا۔

"بیکار ہے۔" بیلا نے جواب دیا۔ "جیپ کے ہیڈ لیمپس کی روشنیاں دیکھ لی گئی ہوں گی۔ یہ سڑک سیدھی قصبے کے مین بازار میں جاتی ہے جہاں ہوٹل وغیرہ دیر تک کھلے رہتے ہیں۔ لوگ کسی ایک جگہ جمع ہونا شروع ہو گئے ہوں گے تا کہ اس خطرناک علاقے میں رات کو سفر کرنے والوں کو دیکھ لیں۔ اگر جیپ کسی اور راستے سے نکالنے کی کوشش کی گئی تو پولیس کو شبہ ہو جائے گا اور ہمیں گھیرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

"یہ بھی تو پولیس کی جیپ ہے کیا اس کے باوجود ہمیں کوئی خطرہ ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "تم پر شبہ ہو سکتا ہے جیپ چھینی بھی جا سکتی ہے۔" بیلا نے جواب دیا۔

"یہاں بجلی تو نظر آ رہی ہے، ٹیلی فون کی لائن بھی ہوگی۔" میں نے پوچھا۔

"بجلی کیلئے قصبے کا اپنا چھوٹا سا پاور ہاؤس ہے البتہ ٹیلی فون کی لائن نہیں ہے مگر پولیس چوکی میں وائرلیس ضرور ہوگا۔" بیلا نے کہا۔

"اوہ" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ نجانے میرے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا تھا۔

ممکن ہے ٹیلی فون اور وائرلیس کے ذریعے اس علاقے کے پولیس سٹیشنوں کو ہمارے بارے میں اطلاع دی جا چکی ہو۔

''میری ایک بات مانو گے۔'' بیلا نے کہا۔

''کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے ہاتھ پیر کھول دو اور مجھے سٹیئرنگ کے سامنے بیٹھنے دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں بحفاظت اس قصبے سے نکال لے جاؤں گی۔'' بیلا نے کہا۔

''نہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔'' مجھ سے پہلے رتنا چیخ اٹھی۔

''تم چپ رہو۔ میں نے تم سے بات نہیں کی۔'' بیلا اس سے بھی زیادہ زور سے چیخی۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ''میری تمہاری دشمنی ضرور ہے لیکن بعض اوقات تمہاری باتیں مجھے کچھ اور سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں اور اسی لئے اس وقت بھی میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔''

''اس وقت تم ہمارے رحم و کرم پر ہو لیکن بعد میں ہم تمہارے رحم و کرم پر ہوں گے۔'' اس مرتبہ بھی رتنا ہی بولی تھی۔

''تمہارے رحم و کرم پر ہونے کے باوجود میں اس قصبے میں داخل ہوتے ہی تم لوگوں کیلئے مصیبت بن سکتی ہوں۔'' بیلا نے کہا۔ ''میں چیخ چیخ کر لوگوں کو بتا دوں گی کہ تم لوگ کون ہو۔ تم عقل کی اندھی ضرور ہو مگر لوگ اندھے نہیں ہیں وہ جب مجھے اس طرح بندھے ہوئے دیکھیں گے تو انہیں یقیناً شبہ ہوگا اور پولیس کے بارے میں تو میں تمہیں بتا ہی چکی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جیپ روک لی۔ اس مرتبہ میں نے رتنا کو بولنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ''میں گن لے کر تمہارے ساتھ بیٹھوں گا بیلا۔ اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی تو اپنی اور رتنا کی زندگیوں کی پرواہ کیے بغیر تمہیں گولی مار دوں گا۔''

''تم یقیناً ایسا کر سکتے ہو لیکن مجھے جیون سے بہت پریم ہے۔'' بیلا نے جواب دیا۔ ''میں ایسی بے بسی کی موت نہیں مرنا چاہتی۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتی ہوں۔''

میں نے جیپ کے پچھلے حصے میں آ کر بیلا کی رسیاں کھول دیں۔ وہ کلائیاں سہلانے لگی اور پھر اس کا ایک ہاتھ اپنے شانے پر بھی پہنچ گیا جہاں رائفل کے بٹ سے چوٹ لگی تھی۔ اس دوران رتنا بھی آگے والی سیٹ سے اٹھ کر پیچھے آ گئی تھی۔ ان پہاڑیوں سے جب ہم روانہ ہوئے تھے تو رتنا نے اپنی ساڑھی اٹھا کر دھوتی کی طرح لپیٹ لی تھی۔ اس وقت بھی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے ساڑھی کو اس طرح لپیٹ لیا کہ ٹانگیں ننگی نہ ہوں۔ میں اس سے رائفل لے کر آگے والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بیلا نے سٹیئرنگ سنبھال لیا تھا۔

''ارے، مجھے یاد آیا۔ تمہاری وہ عینک کہاں گئی جو پہاڑیوں میں ہمارا سامنے ہوتے وقت تم نے لگا رکھی تھی۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میرا خیال تھا وہ عینک کہیں گر گئی تھی۔

''یہ رہی۔'' بیلا نے پتلون کی جیب سے عینک نکال کر میری طرف بڑھا دی۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

میں اس سے عینک لے کر کچھ دیر اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور پھر غیر ارادی طور پر اسے اوپر لگا لیا۔ اس کے ساتھ ہی میں اچھل پڑا۔ سامنے سڑک پر تو جیپ کے ہیڈ لیمپس کی روشنی تھی لیکن باہر اندھیرا تھا۔ مگر عینک لگاتے ہی مجھے یوں لگا جیسے اچانک ہی دن نکل آیا ہو۔ چاروں طرف تیز پھیل گئی تھی۔ میں نے عینک اتار لی پھر وہی اندھیرا تھا۔ چند لمحوں بعد میں نے عینک دوبارہ لگائی۔ اس اطراف میں روشنی پھیل گئی۔ میں جس طرف بھی دیکھتا دن جیسی روشنی نظر آتی۔ اب یہ بات میری آ گئی تھی کہ ان پہاڑیوں میں جب میں اور رتنا کار میں بیٹھے ہوئے تھے تو بیلا ہماری ہر حرکت کو کس طرح دیکھ رہی تھی۔

''یہ عینک۔'' میں نے عینک اتار کر بیلا کی طرف دیکھا۔

''روس کی بنی ہوئی ہے۔'' بیلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''افغانستان میں روسی فوجی یہ استعمال کرتے ہیں تاکہ رات کی تاریکی میں بھی افغان مجاہدین پر نگاہ رکھی جا سکے۔ ہمیں بھی ماسکو نے یہ عینکیں بڑی تعداد میں تحفے میں دی ہیں۔ ہمارے سرحدی محافظ یہ عینکیں استعمال کرتے ہیں، وہ رات کی تاریکی میں بھی سرحد کے دوسری طرف دور دور تک دیکھ سکتے ہیں۔''

میں ایک بار پھر عینک کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس وقت جیپ قصبے کے قریب پہنچ رہی تھی۔ رفتار ہلکی کر دی۔ قصبے کی آبادی سڑک کے دونوں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ دائیں بائیں کی گلیوں میں دکانیں ہوں گی مگر مرکزی بازار یہی تھا جس طرف ہماری جیپ بڑھ رہی تھی۔

بیلا کا کہنا درست ثابت ہوا تھا بہت سے لوگ سڑک پر کھڑے ہماری جیپ کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ اس طرف شاید رات کے وقت کوئی گاڑی نہیں آتی تھی۔ ان لوگوں کا یقیناً تجسس ہوگا کہ رات کے وقت سفر کرنے والے کون لوگ ہیں۔

آگے ایک چھوٹا سا چوراہا تھا جس کے وسط میں ایک دو اڑھائی فٹ اونچا وسیع چبوترا بنا ہوا تھا چبوترے پر مالشیوں کا قبضہ تھا، چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں اور کئی لوگ مالش کروا رہے تھے۔

جیپ ابھی اس چبوترے سے کچھ دور ہی تھی کہ ایک آدمی اچانک ہی کسی طرف سے نکل کر آ گیا۔ بیلا کو اچانک ہی بریک لگانے پڑے تھے، میں بھی اپنی سیٹ پر اچھل کر رہ گیا تھا۔

وہ ایک پولیس کانسٹیبل تھا، گھٹنوں تک نیکر آدھے آستین کی قمیض سر پر ٹوپی بیلٹ کے ہولسٹر میں اڑسا ہوا تھا اور ہاتھ میں چھڑی تھی، داڑھی اور مونچھیں کچھ اس طرح کی تھیں کہ اس کا چہرہ خاصا خوفناک ہو گیا تھا۔ وہ پولیس والے سے زیادہ کوئی ڈاکو ہی لگ رہا تھا۔

''کیا تمہیں سڑک پر چلنے کی تمیز نہیں۔ اگر جیپ کے نیچے آ جاتے تو کون ذمے دار ہوتا۔'' بیلا نے چیختے ہوئے کہا۔

''جوبان سنبھال کر بات کر چھوری۔'' پولیس والے کے لہجے میں بڑی کرختگی تھی۔ ''جیپ کا انجن بند کر اور نیچے اتر آ اور تو بھی بھیا اور یہ بندوکڑی نیچے کر لو۔'' اس نے آخری الفاظ میری طرف دیکھتے ہوئے کہے تھے۔

بیلا نے جیپ کو سائیڈ پر لے کر انجن بند کر دیا۔ سامنے ہی ایک ہوٹل تھا جس کے سامنے سڑک۔

کے کنارے تک میزیں اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور سب ہماری طرف
دیکھ رہے تھے ان سب کو شاید اس بات پر حیرت تھی کہ ایک آدمی اور دو عورتیں رات کے وقت سفر کس طرح
کر رہی تھیں جبکہ ان علاقوں میں قدم قدم پر ڈاکوؤں کا خطرہ تھا۔

یہ سب رانگڑ تھے اور آپس میں چہ مگوئیاں کر رہے تھے۔ ان کی آوازیں تو سنائی دے رہی تھیں
الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ ان علاقوں میں زیادہ تر مارواڑی زبان بولی جاتی تھی۔ علاقہ کوئی
ہو، شہر اور دیہات کی زبان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ میں چھ مہینوں سے ماؤنٹ آبو میں تھا وہاں بھی مارواڑی
ہی بولی جاتی تھی اور میں یہ زبان سمجھنے کے علاوہ بولنے بھی لگا تھا مگر دیہاتوں میں بولی جانے والی یہ زبان
میرے سر پر سے گزر جاتی تھی اور اس وقت بھی کچھ ایسی ہی صورتحال تھی۔ کچھ لوگ اٹھ کر جیپ کے قریب
آ گئے تھے۔ ان میں کئی ایسے تھے جو کھا جانے والی نظروں سے بیلا اور رتنا کو گھور رہے تھے۔ وہ پولیس
بھی سامنے سے ہٹ کر ڈرائیونگ سائیڈ پر آ گیا۔

"کدھرے آیوری۔ آدھی رات کو؟" پولیس والے نے بیلا سے کہا پھر میری طرف اور رتنا کی
طرف دیکھنے لگا۔ آخر میں اس کی نظریں میرے چہرے پر جم گئیں۔ "کیوں بھایا۔ دو دو کو لے کر گھوم
رہے ہو، بڑا جور ہے تیرے اندر۔"

"بکواس بند کرو اور اپنے آفیسر کو بلاؤ۔" بیلا نے پولیس والے کو مخاطب کرتے ہوئے کرخت
لہجے میں کہا۔

"مارا کھدا افسر ہوں۔" پولیس والے نے جواب دیا۔ "تم ہے کیا چھوکریا تھلے اتر کر اپنی چال
دکھا۔"

"میں کہتی ہوں اپنے افسر کو بلاؤ ورنہ کھڑے کھڑے تمہاری وردی اتار دوں گی۔" بیلا غرائی۔

"او بھایا۔" پولیس والا قریب کھڑے ہوئے ایک آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "یہ چھوکری
مارا وردی اتارے گی۔ سب کا سامنے۔ میری وردی جرا یا سے کو چل کے اتاروتا۔ ہوواں۔ اندھیرے
"اس نے آخری الفاظ بیلا کو مخاطب کر کے کہے تھے اور ساتھ ہی ایک طرف اشارہ بھی کیا تھا۔

بیلا پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ اسی دوران سامنے سے آنے والی ایک پولیس جیپ قریب آ کر رک
گئی، لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔ اس جیپ میں ایک سب انسپکٹر اور کانسٹیبل تھے۔ جیپ رکتے ہی وہ بڑی
پھرتی سے نیچے اترا تھا۔ سب انسپکٹر کا ریوالور ہولسٹر سے اتر کر اس کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور کانسٹیبلوں
بھی رائفلیں تان لی تھیں۔

سب انسپکٹر اس قصبے کی چوکی کا انچارج تھا۔ دوسرے الفاظ میں وہ یہاں کا مہاراجہ تھا۔ اس
ہم سے طرح طرح کے سوال شروع کر دیے اور پھر یہ سنسنی خیز انکشاف ہوا کہ اسے وائرلیس پر جودھپور
سے میرے اور رتنا کے فرار کی اطلاع مل چکی تھی اور اسے شبہ تھا کہ ہم وہی مفرور ہو سکتے ہیں لیکن اسے
تیسری عورت (بیلا) کی موجودگی نے الجھا دیا تھا اور جب بیلا نے اسے اپنے بارے میں بتایا کہ وہ کون
تو سب انسپکٹر چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا اس کی آنکھوں میں شبے جھلک ابھر آئی۔

"وائرلیس پر گزدر سے میری بات کراؤ۔ اس طرح تمہیں وشواس ہو جائے گا کہ میں غلط نہیں کہہ

رہی۔" بیلا نے کہا۔

"وائرلیس تو چوکی میں ہے۔" سب انسپکٹر نے جواب دیا۔

"چلو۔ ہم وہیں چلتے ہیں۔" بیلا نے کہا۔

میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھے لگتا تھا جیسے بازی میرے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہو۔ مجھے یہ
احساس تھا کہ تھانے جا کر ہم بالکل بے بس ہو جائیں گے خطرہ تو میں اس وقت بھی محسوس کر رہا تھا ہم
لوگوں کے نرغے میں تھے مگر تھانے میں تو صورتحال اس سے بھی زیادہ سنگین ہوگی۔

سب انسپکٹر اور پولیس والے اپنی جیپ میں سوار ہو گئے۔ بیلا نے بھی انجن سٹارٹ کر دیا میں نے
اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"پریشان کیوں ہو رہے ہو۔" بات کرتے ہوئے بیلا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔
"اس وقت بازی میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتی ہوں
لیکن میں تمہیں دھوکے سے نہیں ماروں گی۔ جب بھی وار کروں گی للکار کر کروں گی۔ اس وقت تم پریشان
نہ ہو۔ تمہارا بال بھی بانکا نہیں ہوگا۔"

دونوں جیپیں آگے پیچھے چلتی ہوئی ایک گلی میں داخل ہو کر ایک مکان کے سامنے رک گئیں جس
کے کشادہ دروازے پر چرم پورم پولیس سٹیشن کا چھوٹا بورڈ لگا ہوا تھا۔

ہم جیپ سے اتر کر پولیس والوں کے ساتھ اندر آ گئے۔ میں بیلا کے ساتھ تھا اور اس طرح جڑا
ہوا تھا کہ رائفل کی نال اس کے پہلو کو چھو رہی تھی۔ میں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ اگر بیلا نے کوئی فریب دیا تو
انجام کی پرواہ کیے بغیر فائر کھول دوں گا۔

ہم لوگ سب انسپکٹر کے کمرے میں آ گئے، کانسٹیبل باہر ہی رک گئے۔ سب انسپکٹر نے میز پر
رکھے ہوئے وائرلیس کا ہیڈفون کان سے لگا لیا اور سیٹ آن کر کے فریکوئنسی ملانے لگا۔ ویسے میں نے محسوس
کیا تھا کہ بازار میں جب بیلا نے کسی گزدر کا نام لیا تھا تو سب انسپکٹر کچھ مرعوب ہو گیا تھا اور اس کے رویے
میں کسی حد تک تبدیلی آ گئی تھی۔

رابطہ قائم ہوتے ہی سب انسپکٹر نے ہیڈفون بیلا کی طرف بڑھا دیا۔ بیلا نے ہیڈفون کانوں پر
لگا لیا اور سیٹ پر کسی قدر جھک کر بات کرنے لگی۔ اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے اپنے سے کسی کمتر آدمی سے بات
کر رہی ہو۔

تقریباً پانچ منٹ بات کرنے کے بعد بیلا نے ہیڈفون دوبارہ سب انسپکٹر کے حوالے کر دیا۔ وہ
تین چار منٹ تک باتیں کرتا رہا پھر اس نے ہیڈفون اتار کر سیٹ پر رکھ دیا اور اٹھ کر کھٹ سے بیلا کو
سیلوٹ جھاڑ دیا پھر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے بولا۔

"مارو واسطے کوئی کھدمت میڈم!"

"شکریہ۔" بیلا نے جواب دیا۔ "ہمیں جلد سے جلد یہاں سے جانا ہے۔ اگر وہ لوگ غائب
ہو گئے تو بہت برا ہوگا۔"

"کوئی بھوجن، چائے۔" سب انسپکٹر بولا۔

''ہاں۔ بھوجن بھی کریں گے اور چائے بھی پیئیں گے مگر یہاں نہیں باہر ہوٹل میں بیٹھ کر
نے جواب دیا۔

ہم لوگ دوبارہ بازار میں آ گئے۔ اس ہوٹل میں بیٹھ گئے جس کے سامنے ہماری جیپ
تھی۔ لوگ اب پہلے سے بھی زیادہ حیران تھے کہ پولیس والے ہمارے سامنے بچھے جا رہے تھے۔ وہ
کچھ زیادہ ہی بدحواس نظر آ رہا تھا جس نے بیلا کو اندھیرے میں جا کر وردی اتارنے کیلئے کہا تھا۔ بیلا
اسے اپنے قریب بلا لیا۔

''کیوں بھایا۔ وردی یہیں اتارو گے یا اندھیرے میں جا کر۔'' بیلا نے مسکراتے ہوئے کہا

''مارے کو معاف کر دیو میڈم۔'' وہ پولیس والا بیلا کے قدموں پر گر گیا۔

''جاؤ معاف کیا۔'' بیلا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ ''مگر آئندہ کسی کے سا
طرح بات مت کرنا۔''

''نہیں کروں گا۔'' کانسٹیبل نے کہا۔

کھانا کھانے اور چائے وغیرہ پینے میں ایک گھنٹہ لگ گیا اور جب ہم جیپ پر سوار ہوئے تو
انسپکٹر نے ایک بار پھر سلیوٹ کیا۔ اس نے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ وہ ہمیں راستے میں ڈاکوؤں وغیرہ سے
فراہم کرنے کیلئے ہمارے ساتھ ہائی وے تک چلنے کو تیار ہے لیکن بیلا نے اسے ٹال دیا تھا۔

قصبے سے نکل کر جیپ ایک بار پھر سڑک پر دوڑنے لگی۔ سٹیئرنگ اب بھی بیلا ہی کے ہاتھ
تھا۔ میں ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور رائفل گود میں رکھی ہوئی تھی۔ رتنا پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھی
تھی۔

وائرلیس پر ہونے والی بیلا کی باتیں میں نے بھی سنی تھیں۔ گزدر جودھ پور کا پولیس کمشنر
بیلا نے اسے بتایا تھا کہ وہ ہم لوگوں کی تلاش میں دور تک نکل آئی ہے لیکن ہمارا کوئی سراغ نہیں ملا۔
کی بستیوں سے بھی اس بات کے شواہد نہیں ملے کہ کسی نے ایک مرد اور ایک عورت کو اس طرف کا ر
کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ اس نے یہ شبہ ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے ہم لوگ اس طرف آنے کے بجائے
سے کوسیان اور پھولاری کی طرف نکل گئے ہوں۔ وہاں سے ہم پوکھران یا بیکانیر کی طرف نکلنے کی کو
کریں گے۔

اوسیان، مندور سے بالکل مخالف سمت میں تھا۔ بیلا کے علاوہ کچھ اور پولیس والے بھی
تلاش میں اس طرف آئے تھے اور پولیس کمشنر گزدور نے کہا تھا کہ وہ انہیں وائرلیس پر اطلاع دے کر
بلا لے گا اور اوسیان کی طرف ہماری تلاش شروع کر دی جائے گی۔

بیلا نے اس موقع پر واقعی اپنی بات کا لحاظ رکھا تھا۔ وہ اگر چاہتی تو بڑی آسانی سے ہمیں گر
میں لیا جا سکتا تھا۔ مزاحمت کی صورت میں ہمیں موت کے گھاٹ بھی اتار دیا جاتا لیکن اس وقت بیلا نے
یہ بات سچ کر دکھائی تھی کہ وہ مجھے دھوکے سے نہیں مارے گی۔

چند میل کا فیصلہ طے کرنے کے بعد بیلا نے جیپ روک لی۔ آگے دائیں بائیں ذرا ترچھ
راستے تھے۔ اس طرح یہاں انگریزی کا حرف وائی بن گیا تھا۔ سامنے دونوں سڑکوں کے بیچ میں دس

فٹ اونچی ایک چٹان تھی جس پر تین سمتوں میں مورتیاں بنی ہوئی تھیں۔ ایک سامنے کے رخ پر، ایک دائیں
طرف اور ایک بائیں طرف، یہ تری مورتی تھی یعنی تین چہروں والی یا سہ رخی مورتی۔

سبزہ ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ اب ہمارے دائیں بائیں اور سامنے بھی ریگستان تھا اور
تری مورتی والی چٹان کو دیکھ کر مجھے حیرت ہو رہی تھی۔ آس پاس کوئی ٹیلا یا پہاڑی نہیں تھی۔ یہ واحد چٹان تھی
جسے تراش کر مورتی کی شکل دی گئی تھی۔

ان دونوں سڑکوں کے مین بیچ میں ایک بہت بڑا بورڈ لگا ہوا تھا جس پر ہندی میں غالباً دو مختلف
شہروں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ دونوں طرف تیر کے نشان تھے اور نیچے فاصلے بھی لکھے ہوئے تھے مگر وہ
الفاظ یا حروف سمجھ میں نہیں آئے۔

''اس طرف ناگرا ہے اور دائیں طرف بڑی سڑک جے پور کی طرف جاتی ہے۔'' بیلا نے میری
طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ناگرا کی طرف جانے والی شاہراہ پر پولیس سے آمنا سامنا ہو سکتا ہے اس لئے
میں جیپ کا رخ جے پور کی طرف موڑ رہی ہوں۔''

اور پھر میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے جیپ دائیں طرف والی سڑک پر موڑ دی۔

میرا پروگرام کچھ اور تھا۔ میں دراصل رتنا کو لے کر ناگرا کی طرف نکلنا چاہتا تھا جہاں سے ہم
بیکانیر سے ہوتے ہوئے ہریانہ یا مشرقی پنجاب کی طرف نکل جاتے۔ پنجاب میں داخل ہونے کے بعد میں
رتنا کو جالندھر چھوڑتا اور خود امرتسر یا فیروز پور کی طرف نکل جاتا جہاں سے سرحد پار کر کے پاکستان میں داخل
ہونے کا بندوبست کرتا لیکن لگتا تھا کہ یہ سب کچھ اتنا آسان ثابت نہیں ہوگا۔ اس وقت بیلا ہمارے ساتھ تھی
اور وہ ہمیں جے پور کی طرف لے جانا چاہتی تھی۔ وہ غالباً یہی سمجھتی تھی کہ ہم جے پور جانا چاہتے ہیں۔

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی۔ ہمارے چاروں طرف ریگستان تھا۔ کسی ریگستان میں سفر
کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ دن میں بھی اور رات میں بھی۔ دن میں ریت گرم ہو کر آگ اگلنے لگتی ہے اور
رات کے وقت ریت ٹھنڈی ہو کر خنکی پیدا کر دیتی ہے اور بعض اوقات تو یہ سردی ناقابل برداشت ہو جاتی
ہے۔ اس وقت سردی اگرچہ ناقابل برداشت تو نہیں تھی لیکن بدن میں ہلکی سی ٹھٹھرن پیدا کر رہی تھی۔

رتنا جیپ کی پچھلی سیٹ پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی جب سے راستے میں بیلا سے اس کی جھڑپ
ہوئی تھی اس وقت سے اسے چپ سی لگ گئی تھی۔ اسے شاید یہ بات بھی کھل رہی تھی کہ میں بیلا سے باتیں
کیوں کر رہا تھا۔ اس پر اتنا اعتماد کیوں کر رہا تھا لیکن بیلا پر مجھے اعتماد بالکل نہیں تھا اس میں شبہ نہیں کہ جے پور
میں وہ ہمارے بڑے کام آئی تھی۔ اپنی جان کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے وہ ہمیں پولیس سے بچا
لائی تھی۔ اگر میں اور رتنا اکیلے ہوتے تو یقیناً اس قصبے میں پولیس کے قابو آ چکے ہوتے لیکن یہ بیلا ہی تھی جو
ہمیں بچا لائی تھی اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ اس نے یہ سب کچھ جان کے خوف سے کیا تھا۔ پولیس چوکی کے
اندر تو ہم اس پوزیشن میں تھے کہ ہمیں بہت آسانی سے سلاخوں کے پیچھے بند کیا جا سکتا تھا اور میں اپنے پاس
کارا کوف ہونے کے باوجود بیلا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ بیلا یقیناً کوئی بہت اونچا کھیل کھیل رہی تھی۔ وہ
ہمیں کچھ اس طرح شکنجے میں کرنا چاہتی تھی کہ ہم اس کا تصور بھی نہ کر سکیں۔

آگے ایک بار پھر پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تھا ابھی راستہ اتنا زیادہ دشوار نہیں تھا۔ بیلا

ڈرائیونگ میں بھی بڑی مہارات کا ثبوت دے رہی تھی۔

''ایک بات میں تم سے پوچھنا بھول گئی۔'' بیلا نے ایک موڑ کاٹتے ہوئے کہا۔ ''پنڈت بھیرو کے بنگلے کے تہہ خانے میں تم نے مجھے ایک ایسا کمرہ بھی دکھایا تھا جس میں اس کا خزانہ بھرا ہوا تھا۔ خوبصورت الماریاں، شوکیس وغیرہ جن میں سونے کی مورتیاں، جواہرات اور قیمتی چیزیں بھری ہوئی تھیں مگر۔''

''مگر جب تم اس تہہ خانے میں پہنچیں تو وہ کمرہ ہی غائب تھا۔'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''کیسے؟'' وہ اچھل پڑی۔ ''تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں بعد میں وہاں گئی تھی۔''

''تمہارے پاس یہ عینک ہے جس سے تم اندھیرے میں بھی دیکھ سکتی ہو لیکن میری نظریں اس سے بھی زیادہ تیز ہیں۔ میں ننگی آنکھوں سے زمین کی گہرائیوں میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں وہ منظر کبھی نہیں بھول سکتا جب تم کیشو کو بھیرو والے کمرے کے باہر چھوڑ کر تہہ خانے میں گئی تھیں اور پاگلوں کی طرح اس کمرے کو تلاش کر رہی تھیں۔ دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھ رہی تھیں۔ اس وقت تمہاری مایوسی قابل دید تھی۔''

''تمہیں یہ سب کچھ کیسے پتہ چلا۔ کیا تم۔''

''میں نے کہا نا کہ میں زمین کی گہرائیوں میں بھی دیکھ سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے تم اس وقت بنگلے میں موجود تھے اور کسی طرح مجھے دیکھ۔ اوہ۔'' وہ یکا یک خاموش ہوگئی۔

''میں وہاں سے کم از کم دو میل دور تھا۔'' بیلا کے خاموش ہونے پر میں نے کہا۔

''سمجھ گئی۔'' بیلا بولی۔ ''بھیرو بہت چالاک آدمی تھا۔ اس کے بنگلے میں شارٹ سرکٹ ٹی وی لگوا رکھا تھا ممکن ہے کسی اور جگہ۔'' وہ کہتے کہتے خاموش ہوگئی۔

''دو میل دور۔'' میں نے کہا۔ ''ایک چھوٹے سے مکان میں بیٹھا میں سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

''اور وہ کمرہ؟'' بیلا نے پوچھا۔ ''جس پر وہ خزانہ بھرا ہوا ہے؟''

''وہ تمہارا سپنا تھا۔'' میں ایک بار پھر مسکرا دیا۔ ''میں نے تمہیں تہہ خانے میں ایسا کوئی کمرہ نہیں دکھایا۔ تم نے کوئی سپنا دیکھا ہوگا اور ہاں یہ تو بتاؤ ہمارے وہاں سے فرار کے بعد سمترا سے تو تمہارا آمنا سامنا نہیں ہوا۔''

''سمترا۔ بھیرو کی رکھیل۔'' بیلا نے کہا۔ ''کہاں ہے وہ۔ میرا تو خیال تھا کہ وہ بھی تمہارے ساتھ ہی غائب ہوگئی تھی۔''

''نہیں۔'' میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''وہ ہم سے الگ ہوگئی تھی۔ اس کا ارادہ جیسلمیر جانے کا تھا ہوسکتا ہے وہ موقع پاکر اس طرف نکل گئی ہو۔''

''تم بہت چالاک ہو۔'' بیلا نے کہتے ہوئے ایک جگہ جیپ روک لی۔ ''کیا ہوا؟'' میں نے پوچھا۔

''اب جیپ تم چلاؤ۔ میں تھک گئی ہوں۔'' وہ کہتے ہوئے نیچے اتر گئی۔ میں ڈرائیونگ سیٹ پر

آ گیا۔ رتنا بڑی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے اس سیٹ پر اتر آئی تھی جو میں نے خالی کی تھی۔ اس نے مجھ سے رائفل بھی لے لی تھی۔ بیلا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''ناجی۔ پہلے اسے باندھ دو پھر جیپ آگے بڑھانا۔'' رتنا نے کہا۔

''میں چلتی جیپ سے چھلانگ لگا کر کہیں بھاگوں گی نہیں۔'' بیلا نے اس کی بات سن کر کہا۔

''ان پہاڑیوں میں خونخوار بھیڑیوں کی خوراک بننے سے بہتر تو یہی ہے کہ ناجی ہی کے ہاتھوں ماری جاؤں۔''

''بہت شوق ہے ناجی کے ہاتھوں مارے جانے کا۔'' رتنا بولی۔ اس کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔

''ہاں۔ کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔'' بیلا نے جواب دیا۔

میں گڑبڑا گیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ ان میں پھر کوئی معرکہ نہ شروع ہوجائے۔ بڑی مشکل سے انہیں خاموش کرانے میں کامیاب ہوسکا تھا۔

راستہ خاصا خطرناک تھا۔ مسلسل بلندی اور خطرناک موڑ۔ ذرا سی غفلت موت کے منہ میں دھکیل سکتی تھی۔ بیلا بتا رہی تھی کہ اسی سلسلہ کوہ میں کہیں ماربل کی پہاڑیاں بھی تھیں۔ چاندنی راتوں میں وہ منظر قابل دید ہوتا ہے جب ماربل کی پہاڑیاں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

ایک خطرناک موڑ گھومتے ہی جیپ کا انجن کھانسنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اگر ان پہاڑیوں میں جیپ خراب ہوگئی تو رات کا باقی حصہ ہمیں یہیں گزارنا پڑے گا اور شاید صبح بھی دیر تک کوئی مدد ملنے کا امکان نہیں تھا۔

جیپ کی رفتار بتدریج کم ہوتی چلی گئی۔ میں اسے سڑک کے کنارے پر لے گیا۔ سڑک کے ایک طرف چٹانیں تھیں اور دوسری طرف خطرناک ڈھلان جہاں جابجا بڑے بڑے چٹانی پتھر بھی نظر آرہے تھے۔

میں نے ڈیش بورڈ کی طرف دیکھا۔ فیول بتانے والی سوئی ای (E) پر ساکت ہوچکی تھی۔ میرے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔ فیول ختم ہوچکا تھا۔

''کیا ہوا؟'' رتنا نے پوچھا۔

''پٹرول ختم ہوچکا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''پیچھے ایک جیری کین رکھا ہوا ہے۔ بیلا۔'' میں نے پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر کہا۔ ''سیٹ کے نیچے سے جیری کین نکال لو۔''

میں نے جیپ روک لی۔ پیچھے سے کوئی جواب نہیں ملا تھا اور جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ بیلا جیپ پر نہیں تھی۔

میں ایک جھٹکے سے اپنی سیٹ سے اٹھا تو رتنا نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا اور وہ بھی رائفل سنبھالے ایک جھٹکے سے جیپ سے اتر گئی۔

''یہ۔ یہ بیلا کہاں غائب ہوگئی۔'' میں بدحواس سا ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

''میں نے کہا تھا نا کہ اسے باندھ دو۔'' رتنا نے کہا۔ ''مگر تم نے تو بیلا جیسی دشمن پر بھی بھروسہ

کرلیا تھا۔اس نے قصبے میں ہمیں پولیس سے اس لئے بچایا تھا کہ اس وقت وہ خود بھی ہمارے رحم و کرم پر تھی اور میں نے کہا تھا کہ وہ دھوکا دے گی۔''

''لیکن وہ گئی کہاں؟'' میں نے کہا۔''ان ویران پہاڑوں میں تو اور بھی خطرہ ہے۔ خونخوار بھیڑیے اور دوسرے درندے اسے چیر پھاڑ دیں گے۔''

''میرا خیال ہے جب جیپ کی رفتار کم ہوئی تھی تو وہ موقع پا کر کہیں اتر گئی تھی۔ وہ درندوں سے زیادہ خوفناک ہے اسے کسی درندے کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔'' رتنا نے کہا۔''میرا خیال ہے وہ زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔''

''تمہارا خیال ہے رات کی تاریکی میں اسے ان پہاڑوں میں تلاش کیا جائے۔'' میں نے کہا۔

''وہ اگرچہ ہمارے لئے آگے چل کر خطرناک ہو سکتی ہے لیکن رات کے وقت تو وہ ان پہاڑوں سے نکل کر کسی آبادی تک نہیں پہنچ سکتی اور اس وقت تک ہم بہت دور نکل چکے ہوں گے۔ لعنت بھیجو اس پر ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہئے۔'' میں سیٹ کے نیچے سے پٹرول کا ڈبہ اٹھانے کیلئے جھکا تو ایک بار پھر اچھل پڑا۔ وہ سوٹ کیس بھی رتنا نے کار سے نکال کر اسی سیٹ کے نیچے رکھا تھا مگر اب وہ سوٹ کیس نہیں تھا، دوسری سیٹ کے نیچے بھی نہیں تھا۔

''وہ..!'' میں گہرا سانس لیتے ہوئے سیدھا ہو گیا۔

''کیا ہوا؟'' رتنا نے پوچھا۔

''بیلا وہ سوٹ کیس بھی اپنے ساتھ لے گئی ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیا؟'' رتنا چیخی۔''تلاش کرو اسے ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔''

اور پھر ٹھیک اسی وقت ڈھلان پر کسی جگہ پتھروں کے لڑھکنے کی آواز سنائی دی۔ ہم دونوں چونک گئے۔ رتنا نے فوراً ہی آواز کی سمت رائفل کا ایک برسٹ مار دیا۔ ویران پہاڑیاں فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھیں۔ رتنا نے جسم پر لپٹی ہوئی ساڑھی اتار کر جیپ میں پھینک دی اور ڈھلان کی طرف لپکی۔ میں نے دوڑ کر اسے پکڑ لیا۔

''پاگل ہوئی ہو کیا؟'' میں چیخا۔

''میں اس کتیا کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ وہ میرا سب کچھ لے گئی۔'' رتنا بھی جواب میں چیخی۔

''ایک سیکنڈ۔ رک جاؤ۔'' میں نے کہا مجھے اچانک ہی اس عینک کا خیال آ گیا۔

میں نے عینک نکال کر آنکھوں پر لگا لی اور ڈھلان پر دیکھنے لگا۔ میرے سامنے پورا علاقہ روشن ہو گیا۔ ڈھلان خاصی خطرناک تھی۔ بھربھری زمین پر جگہ جگہ بڑے بڑے پتھر نظر آ رہے تھے۔ چاروں طرف کانٹے دار جھاڑیاں تھیں اور پھر ایک سائے کو ڈھلان پر بہت نیچے دوڑتے دیکھ کر میں چونک گیا۔ وہ بلاشبہ بیلا تھی۔ اس کے ہاتھ میں ہمارا سوٹ کیس بھی تھا۔ وہ دوڑتی ہوئی ایک پتھر کی آڑ میں چلی گئی۔

''وہ اس طرف ہے، میرے ساتھ آؤ۔'' میں نے رتنا کا ہاتھ پکڑ لیا۔ گو مجھے یقین تھا کہ بیلا اب ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی لیکن رتنا کی وجہ سے میں اس کا پیچھا کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

ہم دونوں تیزی سے ڈھلان پر دوڑتے رہے۔ میں نے رتنا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ بھربھری مٹی اور

چھوٹے چھوٹے پتھر ہمارے پیروں کے نیچے پھسل رہے تھے۔ جن کی وجہ سے قدم جمانا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی ان دیکھی طاقت ہمیں دھکیل رہی ہو۔

رتنا کے دوسرے ہاتھ میں رائفل تھی اور ایک ہاتھ میں نے پکڑ رکھا تھا۔ اچانک اس کا پیر رپٹ گیا۔ وہ دوڑتے دوڑتے توازن کھو بیٹھی۔ میں نے بھی اسے سنبھالنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ لڑکھڑا کر گری اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ رتنا کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ ڈھلان پر لڑھکتی چلی گئی۔

میں نے چھلانگ لگا دی۔ پہلے میری ایڑھیاں زمین پر لگیں جو چند انچ بھربھری زمین میں دھنسیں اور پھر میں اسی ڈھلان پر اس طرح پھسلتا چلا گیا جیسے کسی تفریح گاہ میں بہت اونچی سلائیڈ سے پھسل رہا ہوں۔ میرے ساتھ منوں کے حساب سے مٹی اور پتھر بھی لڑھک رہے تھے۔

رتنا مجھ سے چند فٹ دائیں طرف تھی اور وہ پہلو کے بل لڑھک رہی تھی۔ اس کے منہ سے ہلکی ہلکی چیخیں اب بھی نکل رہی تھیں۔ قریب پہنچ کر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے آپ کو بھی روکنے کی کوشش کرنے لگا اور میری یہ کوشش تقریباً دس گز مزید نیچے جا کر کامیاب ہو سکی تھی۔

میں نے رتنا کو سہارا دے کر اٹھایا تو وہ بری طرح کراہ اٹھی۔ عینک میری آنکھوں پر موجود تھی۔ میں رتنا کو دونوں بانہوں سے پکڑ کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے بازو اور ٹانگوں پر پتھروں پر لڑھکنے سے رگڑ اور کانٹے دار جھاڑیوں سے جسم پر کئی جگہ خراشیں پڑ گئی تھیں۔ بلاؤز اور پیٹی کوٹ گرد آلود ہو چکے تھے۔

''کہاں گئی وہ۔ میں اس کمینی کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' رتنا نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''میں نے اسے اس طرف پتھروں کے پیچھے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ سوٹ کیس بھی اس کے پاس تھا۔ مگر۔'' میں کہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔''رائفل کہاں ہے؟''

''کہیں گر گئی ہے۔'' رتنا نے بے بسی سے جواب دیا۔

میں نے پہلے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ڈھلان پر اوپر کی طرف دیکھنے لگا جہاں سے رتنا لڑھکتی ہوئی آئی تھی، جھاڑیاں اور پتھر صاف نظر آ رہے تھے مگر رائفل کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میرا خیال تھا وہ کہیں جھاڑیوں میں گر کر میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ ہم تقریباً سو گز دوڑتے اور لڑھکتے ہوئے آئے تھے۔ رائفل کی تلاش میں دوبارہ اوپر جانا آسان نہیں تھا۔ میں اس طرف مڑ گیا جہاں بیلا کو دیکھا تھا وہ جگہ اب بھی قدرے بائیں طرف دو سو گز نیچے تھی اور بیلا تو اب وہاں سے بھی دور جا چکی ہوگی۔ میں نے رتنا کا ہاتھ پکڑا اور ایک بار پھر ڈھلان پر دوڑنے لگا اور آخر کار ایک جگہ رک گئے۔ میں چاروں طرف دیکھنے لگا اس عینک کی بدولت مجھے تاریکی میں بھی ہر چیز دن کی روشنی کی طرح صاف دکھائی دے رہی تھی مگر بیلا کہیں دکھائی نہیں دی۔ میں نے محض اندازے کی بنا پر ایک راستے کا تعین کیا اور رتنا کا ہاتھ پکڑے اس طرف دوڑنے لگا۔

مجھے تو ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی مگر رتنا اندھیرے میں دوڑتے ہوئے ڈر رہی تھی۔ ہم اس ڈھلان پر پچاس گز اور نیچے اتر گئے۔

ہم پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ آگے جھاڑیاں کچھ گنجان ہو گئی تھیں اور چھدرے چھدرے درخت بھی نظر آرہے تھے اور ان درختوں کے دوسری طرف پانی چمکتا دیکھ کر میں چونک گیا۔

درختوں کے پیچھے کوئی جھیل تھی اور میرا خیال تھا کہ بیلا اسی طرف گئی ہوگی۔ ہوسکتا ہے جھیل کے دوسری طرف کسی طرف جانے کا کوئی راستہ ہو۔

''آؤ۔ اس طرف دیکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے بیلا جھیل کی طرف گئی ہوگی۔'' میں نے کہا۔

رتنا میرے ساتھ چل پڑی۔ ابھی ہم نے چند ہی گز کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ ایک آواز سن کر ہم دونوں ہی اچھل پڑے۔ وہ آواز پچھلی طرف سے آئی تھی اور پہاڑیوں میں گونجتی ہوئی سی محسوس ہو رہی تھی۔

''ناجی۔ رتنا۔''

بازگشت پیدا کرتی ہوئی وہ آواز بلاشبہ بیلا کی تھی۔ ہم ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ بازگشت ختم ہوئی تو آواز دوبارہ سنائی دی۔

''میں یہاں ہوں ناجی۔ سڑک پر جہاں تم نے جیپ کھڑی کی تھی۔''

میں نے اوپر دیکھا اور مجھے گردن پر چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ بیلا سڑک کے کنارے اس جگہ کھڑی تھی جہاں سے ہم ڈھلان پر اترے تھے۔ سوٹ کیس اس کے ہاتھ میں تھا اور ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ مجھے تو سڑک کے کنارے پر کھڑی ہوئی بیلا بالکل واضح طور پر نظر آرہی تھی لیکن رتنا کو تاریکی کے باعث اس کا ہیولا ہی دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے عینک رتنا کی طرف بڑھا دی۔

''اسے لگا کر دیکھو۔ تمہیں سب کچھ نظر آجائے گا۔''

رتنا نے عینک آنکھوں پر لگا دی۔ پہلے تو وہ کچھ حیران ہوئی پھر اس کے منہ سے گندی گالیاں نکلنے لگیں۔ اسی لمحے بیلا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی وہ کہہ رہی تھی۔

''ناجی۔ میں جیپ لے جارہی ہوں۔ ان پہاڑیوں سے نکلنے کیلئے جھیل کے دوسری طرف تمہیں ایک راستہ مل جائے گا۔ اس طرف قبائلیوں کی ایک بستی بھی ہے۔ اگر تم بھیڑیوں اور قبائلیوں سے بچ سکو تو میں تم لوگوں کو دو دن کی مہلت دے رہی ہوں۔ ان دو دنوں میں جہاں تک جاسکتے ہو چلے جاؤ۔ اس کے بعد بلیک کیٹس کے ذریعے تمہاری تلاش شروع ہو جائے گی۔ تم جانتے ہو بلیک کیٹ سکواڈ میں کیسے کیسے سفاک اور بے رحم لوگ ہیں اور تمہیں پکڑنے کی کوشش نہیں کریں گے بلکہ دیکھتے ہی گولی مار دیں گے۔ یہ تمہارے لئے آخری موقع ہے میں جارہی ہوں۔ جے ہند۔''

''پکڑو اسے ناجی۔ وہ ہمارا سب کچھ لے کر بھاگ رہی ہے۔'' رتنا چیختی ہوئی اس راستے کی طرف لپکی جس طرف سے ہم آئے تھے۔

میں نے بازو پکڑ کر اسے روک لیا۔

''بیکار ہے۔'' میں نے کہا۔ ''ہمارے وہاں پہنچنے تک وہ بہت دور جاچکی ہوگی۔ اس ڈھلان پر تین چار سو گز اوپر چڑھنا آسان نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' رتنا روہانسی آواز میں بولی۔ ''میں تمہیں پہلے ہی کہتی تھی اسے باندھ کر رکھو۔ وہ دھوکا دے جائے گی۔''

''ہاں۔ میں واقعی اس مرتبہ بھی دھوکا کھا گیا۔'' میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''وہ یقیناً کسی موقع کی تلاش میں تھی اور موقع ملتے ہی وہ ہمارا سوٹ کیس بھی لے اڑی۔'' میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''اس نے واقعی بڑی ہوشیاری کا ثبوت دیا۔ اگر وہ خالی ہاتھ جیپ سے اتر کر بھاگتی تو شاید ہم اس کا پیچھا نہ کرتے لیکن وہ سوٹ کیس ساتھ لے گئی۔ ہم جس طرح اس سوٹ کیس کی دیکھ بھال کر رہے تھے اس سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اسی میں ہے۔ وہ میرے ساتھ بھیرو کے تہہ خانے میں اس کی دولت دیکھ چکی تھی۔ اسے یہ بھی شبہ ہوا ہوگا کہ ہوسکتا ہے اس دولت کا کچھ حصہ اس سوٹ کیس میں ہو۔ اسی لئے وہ سوٹ کیس اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ ہم دونوں جیپ چھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگیں گے۔

''ان پہاڑوں میں روپوش ہونے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا وہ تو ہمیں چکر دینا چاہتی تھی کہ ہم جیپ چھوڑ کر اس کے پیچھے بھاگیں گے تو وہ ہمیں چکر دے کر سڑک پر واپس آجائے گی۔ وہ اپنے مقصد میں سو فیصد کامیاب رہی اور ہم بے وقوف بن گئے۔''

اسی وقت جیپ کا انجن سٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ بیلا اتنی دیر تک شاید پٹرول ڈالتی رہی تھی اور اب اس نے جیپ سٹارٹ کرلی تھی۔ چند ہی سیکنڈ بعد اوپر سڑک پر ہیڈ لیمپس کی روشنی دکھائی دی۔ کچھ دیر تک روشنی سڑک کے ساتھ ساتھ چٹانوں پر متحرک دکھائی دیتی رہی اور پھر غائب ہوگئی۔

''وہ چلی گئی۔'' رتنا کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''ہاں۔ اور اب ہمیں بھی چلنا چاہئے۔'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''اس نے کم از کم ایک مہربانی تو کی ہے کہ ان پہاڑیوں سے نکلنے کا راستہ بتادیا ہے ورنہ ہم بھٹکتے رہتے۔''

''لیکن اگر اس میں بھی دھوکا ہوا تو ہم ان پہاڑیوں میں ہی بھٹکتے رہیں گے۔ بہتر ہے کہ ہم سڑک پر پہنچ کر اسی طرف چلنا شروع کردیں جس طرف جیپ گئی ہے۔'' رتنا نے کہا۔

''نہیں۔'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''وہ ایک اصول پسند دشمن ہے۔ میں اب بھی اس پر اس حد تک تو اعتماد کرسکتا ہوں کہ اس نے راستے کے بارے میں غلط بیانی سے کام نہیں لیا ہوگا اور یوں بھی سڑک پر چلتے رہنا حماقت ہوگی۔ پہاڑیوں میں سڑک کا راستہ زیادہ طویل ہوتا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ دوسرا راستہ ہمیں جلد ہی پہاڑیوں سے باہر لے جائے۔ آؤ۔ اس طرف چلتے ہیں۔''

ہم جھیل کی طرف چلنے لگے۔ ہم جیسے جیسے آگے بڑھتے رہے درخت گنجان ہوتے گئے۔ رات کے وقت اندازہ نہیں لگایا جاسکتا تھا کہ یہ کون سے درخت تھے لیکن چیڑ کی طرح بالکل سیدھے اور پتے چھتریوں کی طرح بہت اوپر تھے۔ بیچ میں کوئی شاخ نہیں تھی۔

جھیل اور درختوں کی وجہ سے اس جگہ خاصی خنکی تھی۔ رتنا میرے ساتھ جڑ کر چل رہی تھی۔ اس کے جسم پر صرف بلاؤز اور پیٹی کوٹ تھا اور ظاہر ہے اسے مجھ سے زیادہ سردی لگ رہی تھی۔

جھیل کے کنارے پر ہم رک گئے۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اچانک رتنا کی ڈری ڈری سی آواز سن کر میں چونک گیا۔

''وہ۔ وہ ادھر دیکھو چیچ۔ چیتا۔'' اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔

میں نے اس سے عینک لے کر اپنی آنکھوں پر لگالی۔ وہ چیتا نہیں کوئی اور جانور تھا جو جھیل سے پانی پی کر کنارے پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ جانور ہمارے لئے خطرناک بھی ہوسکتا تھا۔ اس لئے میں نے اس طرف جانے کا ارادہ بدل دیا اور دوسری طرف دیکھنے لگا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

دائیں کنارے پر ہم سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر کچھ ہٹ نظر آ رہے تھے۔

"چلو۔ اس طرف چلتے ہیں۔" میں نے ہٹس کی طرف اشارہ کیا۔

"مم۔ مجھے سردی لگ رہی ہے۔" رتنا بولی۔ اس کے دل پر خوف سا طاری ہو رہا تھا اور اس خوف ہی کی وجہ سے اسے پہلے سے زیادہ سردی لگنے لگی تھی۔

میں نے اسے اپنے ساتھ لگا کر ایک بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کر دیا اور تیز تیز چلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس طرح ہم تقریباً آدھے گھنٹے میں ان ہٹس تک پہنچ سکے جن کی تعداد پانچ تھی اور ایک دوسرے سے دس، دس، پندرہ، پندرہ گز کے فاصلے پر تھے۔

رتنا اب تھر تھر کانپ رہی تھی۔ میں بڑی مشکل سے اسے سنبھالے ہوئے تھا۔ لکڑی کے وہ ہٹس غیر آباد اور ٹوٹے پھوٹے تھے۔ میں کسی ایسے ہٹ کی تلاش میں تھا جہاں سردی سے بچنے کیلئے پناہ لی جا سکے۔ اسی دوران کسی طرف سے غراہٹ کی آواز سنائی دی۔ رتنا خوفزدہ ہو کر مجھ سے لپٹ گئی میں نے اس طرف دیکھا تو مجھے سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

وہ دو بھیڑیے تھے جو خونخوار دانت نکالے ہم پر غرا رہے تھے۔ میں نے زمین پر پڑا ہوا ایک پتھر اٹھا کر ان کی طرف دے مارا۔ میرا پتھر بازی کا نشانہ اتنا اچھا نہیں تھا۔ وہ دونوں نہ صرف بچ گئے بلکہ پہلے سے زیادہ خوفناک انداز میں غرانے لگے۔

میں رتنا کو لے کر تیزی سے ایک اور ہٹ کی طرف بڑھا۔ دونوں بھیڑیے ہماری طرف لپکے۔ شدید سردی ہونے کے باوجود میرے جسم کے مسام پسینہ اگلنے لگے تھے۔ رتنا کی حالت تو پہلے سے بدتر ہو گئی تھی لیکن پھر اچانک ہی وہ میرا ہاتھ چھوڑ کر نیچے جھکی اور ایک پتھر اٹھا کر دے مارا۔ اتفاق سے یہ پتھر ایک بھیڑیے کے سر پر لگا وہ پہلے تو بلبلایا پھر طیش میں آ کر پہلے سے زیادہ خوفناک انداز میں غرانے لگا۔

مجھے اندیشہ تھا کہ ان کے غرانے کی آواز سن کر ان کے اور بھائی بند یہاں نہ پہنچ جائیں۔ ایسی صورت میں ہمارے زندہ بچ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بھیڑیا اکیلا ہو تو ڈرپوک ہوتا ہے لیکن دو یا دو سے زیادہ ہوں تو شیر کی طرح دلیر ہو جاتے ہیں۔

میں رتنا کا ہاتھ پکڑ کر اگلے کاٹیج کی طرف لپکا جس میں دروازہ بھی تھا اور آدھے سے قریب کھلا ہوا تھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے ایک نظر میں کاٹیج کے اندر کا جائزہ لے لیا۔ اس وقت ایک بھیڑیا ہماری طرف لپکا میں نے رتنا کو اندر دھکیل دیا اور خود بھی اندر داخل ہو کر دھڑ سے دروازہ بند کر دیا اور اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے باہر سے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ بھیڑیا دروازے سے ٹکرا رہا تھا۔ میں نے دروازے کو مضبوطی سے دبائے رکھا اور اوپر سے نیچے تک اس کا جائزہ لینے لگا۔ دروازے کے تقریباً درمیان میں چمڑے کا تقریباً چھ انچ کا پٹا لٹکا ہوا تھا اس کے سامنے چوکھٹ میں ایک موٹی سی کیل تھی جو اوپر کو مڑی ہوئی تھی۔ چمڑے کے اس پٹے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کئی سوراخ تھے میں نے ایک

سوراخ سے پٹے کو مڑے ہوئے کیل میں پھنسا دیا اور دروازے سے ٹیک لگا کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ باہر غراہٹوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ کچھ اور بھیڑیے بھی وہاں جمع ہو رہے تھے اور پھر دروازے پر پنجے مارے جانے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ بڑے عقلمند بھیڑیے تھے، پنجے مار کر دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔ بہرحال ہم اب ان کی خونخواری سے محفوظ ہو چکے تھے۔

اپنی کیفیت پر قابو پانے کے بعد میں اس ہٹ کا جائزہ لینے لگا۔ دس بائی دس فٹ کا کمرہ تھا، دائیں اور بائیں طرف کی دیواروں میں دو بائے تین فٹ کی کھڑکیاں تھیں جنہیں لکڑی کی پٹیاں لگا کر بند کر دیا گیا تھا لہٰذا بھیڑیوں کا ان کھڑکیوں کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔

کاٹیج کے فرش پر پیال بچھی ہوئی تھی اور رتنا اس پیال پر اوندھی پڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"رتنا۔" میں نے ہولے سے پکارا۔ "آؤ یہاں آ جاؤ۔ بھیڑیے اب ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

رتنا نے بمشکل سیدھے ہو کر میری طرف دیکھا، خوف اور سردی سے اس کے دانت بج رہے تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل گھسٹتی ہوئی میرے قریب آ گئی اور مجھ سے اس طرح لپٹ گئی جیسے سردی سے بچنے کیلئے میرے اندر سما جانے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں نے بھی دونوں بانہیں اس کے گرد لپیٹ دیں۔ ہٹ کے اندر اگرچہ ہم ہوا سے بچ گئے تھے لیکن سردی بہرحال تھی اور ہماری ہڈیوں کے گودوں تک میں اتر رہی تھی اور اس سے بچنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ اس سردی سے بچنے کیلئے ایک دوسرے کو اپنے جسم کی حرارت پہنچاتے رہیں۔

پندرہ بیس منٹ تک رتنا کے دانت بجتے رہے اور پھر وہ بتدریج اپنے آپ پر قابو پاتی چلی گئی۔

بھیڑیے اب دروازے پر پنجے نہیں مار رہے تھے، البتہ وقفے وقفے سے ان کے غرانے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن میں نے دروازے کی ایک نصف انچ چوڑی جھری میں سے باہر جھانکا تو ایک لمحہ کو کانپ کر رہ گیا۔ وہ آٹھ بھیڑیے تھے جو کاٹیج کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کی چمکتی ہوئی نظریں دروازے پر ہی لگی ہوئی تھیں اور میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر یہ خونخوار بھیڑیے دن نکلنے کے بعد بھی اسی طرح کاٹیج کی ناکہ بندی اور محاصرہ کئے رہے تو ہم یہاں سے نکل نہیں پائیں گے۔

دروازے کے نیچے سے اور دروازے میں سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ میں رتنا کو لے کر کونے میں چلا گیا۔ وہ اب بھی ہولے ہولے کانپ رہی تھی۔ میں نے اپنی قمیض اتار کر اسے پہنانی چاہی تو اس نے منع کر دیا۔

"نہیں، قمیض پہن لو۔ تمہیں سردی لگ جائے گی۔" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا اور ایک بار پھر میرے ساتھ لپٹ گئی۔

دروازہ خاصا مضبوط تھا۔ بھیڑیوں کے پنجوں سے اس کے کھل جانے کا اندیشہ نہیں تھا۔ اس وقت تو صرف وہی ایک خطرہ تھا جس سے ہم محفوظ ہو گئے تھے۔ میں نے بھی اپنا سر رتنا کے بازو پر جھکا لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

آہٹ کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ہڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا کمرے میں اندھیرا تھا مگر کھڑکیوں سے باہر مدھم سا اجالا پھیل رہا تھا۔ اس طرح سر جھکائے سونے میں میری عینک نیچے گر گئی

تھی۔ میرے خیال میں اب عینک لگانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے اسے فولڈ کر کے قمیض کی جیب میں رکھ لیا اور ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ وہ آواز کیسی تھی اور کہاں سے آئی تھی۔

دوسری مرتبہ وہ آواز پھر سنائی دی تو میں دروازے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھوں میں تشویش ابھر آئی۔ دن کی روشنی پھیل رہی تھی اور ہٹ کے باہر بھیڑیے ابھی تک موجود تھے اور دروازے پر پنجے مار رہے تھے اور پھر میں اچھل پڑا اور دائیں طرف والی کھڑکی کو دیکھنے لگا۔ اس کھڑکی پر لکڑی کی پٹیاں کیلوں کی مدد سے اس طرح لگائی گئی تھیں کہ ایک کراس بن گیا تھا۔ اس طرح وہ کھڑکی چار حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی اور ایک چھوٹا بچہ بھی اس میں سے نہیں گزر سکتا تھا لیکن باہر سے ایک بھیڑیا اچھل اچھل کر اس کھڑکی کے راستے اندر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کم بخت بڑے عقل مند اور مستقل مزاج بھیڑیے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ شکار اندر موجود ہے۔ انہوں نے رات تو باہر بیٹھے بیٹھے گزار دی تھی اور اب دن کا اجالا پھیلنے پر ایک بار پھر کوشش شروع کر دی تھی۔

میں بے حس و حرکت اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ ہماری طرف سے کوئی حرکت ان بھیڑیوں کو ہوشیار کرسکتی تھی۔ رتنا میری گود میں سر رکھے سو رہی تھی وہ اس طرح دوہری ہو رہی تھی کہ گھٹنے پیٹ سے لگے ہوئے تھے۔ سردی کی وجہ سے اس کے بدن میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ رات بیت گئی تھی مگر سردی میں اضافہ ہوگیا تھا اور یہ سردی اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک سورج طلوع نہیں ہو جاتا۔

باہر سے غراہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ لگتا تھا جیسے دو بھیڑیے جھنجلا کر آپس ہی میں لڑ پڑے ہوں۔ غراہٹ کی آواز سن کر رتنا بھی ہڑبڑا کر اٹھ گئی اور خوفزدہ سی ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کے منہ سے ڈری ڈری سی آوازیں نکل رہی تھیں۔

"ڈرو نہیں، ہم محفوظ ہیں۔" میں نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ "دن کا اجالا پھیل رہا ہے اور میرا خیال ہے پوری طرح روشنی پھیلتے ہی یہ بھیڑیے یہاں سے بھاگ جائیں گے۔"

اسی لمحے ایک اور بھیڑیے نے کھڑکی پر چھلانگ لگائی۔ رتنا نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے چیخ کر مجھے اس طرح اپنی بانہوں کی گرفت میں لے لیا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"ڈرو نہیں۔ بھیڑیا اندر نہیں آسکتا۔" میں ایک بار پھر اس کی پیٹھ تھپتھپانے لگا۔

رتنا بدستور مجھ سے لپٹی رہی اور میں اس کی پیٹھ تھپتھپاتا رہا۔ وقت دھیرے دھیرے گزرتا رہا، باہر دن کی روشنی اب واضح ہوتی جارہی تھی۔ کچھ دیر بعد بھیڑیوں نے اپنی کوشش بھی ترک کر دی۔ نہ دروازے پر پنجے مارے جارہے تھے اور نہ ہی کوئی بھیڑیا پہلے کی طرح کھڑکی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا وہ شاید مایوس ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

آدھا گھنٹہ اور گزر گیا۔ میں نے رتنا کو اپنے سے الگ کیا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے لیا اور اٹھے ہوئے گھٹنوں کو دونوں بانہوں کی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر دبے پاؤں چلتا ہوا کھڑکی کے قریب آگیا اور محتاط انداز میں باہر جھانکنے لگا۔ دوسرے ہی لمحے میں چونک گیا، باہر دھند پھیلی ہوئی تھی۔

دھند اس قدر دبیز تھی کہ چند گز آگے کی کوئی چیز ہی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جھیل، پہاڑیاں اور درخت گہری دھند کی لپیٹ میں آ کر نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے اس دھند کی وجہ سے بھی سردی میں اضافہ ہوگیا تھا۔

میں دوبارہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ رتنا گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی ہوئی کانپ رہی تھی۔ میں نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر سہولے سے اپنی طرف کھینچا تو وہ میری آغوش میں اوندھ گئی۔

تقریباً ایک گھنٹہ اور گزر گیا باہر دن کی روشنی اب بہت واضح ہوگئی تھی۔ دھوپ کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے رتنا کو ایک طرف ہٹایا اور اپنی جگہ سے اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ ایک زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی۔ میرے ساتھ رتنا بھی اچھل پڑی۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔ وہ دوبارہ مجھ سے لپٹ گئی۔

وہ فائر کی آواز تھی جو خاصی بھاری تھی۔ مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ بارہ بور ...ں بندوق سے فائر کیا گیا تھا۔ ایسی بندوقیں عام طور پر جانوروں کے شکار کیلئے استعمال کی جاتی ہیں یا بینکوں ...ے گارڈز کے پاس ایسی بندوقیں دیکھی جاتی ہیں جنہوں نے کمر پر بندھے ہوئے بیلٹ میں موٹے موٹے کارتوس سجا رکھے ہوتے ہیں۔

میں نے رتنا کو ایک طرف ہٹایا اور اٹھ کر کھڑکی کے قریب پہنچ گیا، باہر اب دھوپ پھیلی ہوئی تھی او... دھند غائب ہو چکی تھی۔ جھیل کا پانی دھوپ میں چمک رہا تھا۔

میرے خیال میں وہ کوئی شکاری تھا۔ ایسی جگہوں پر صبح کے وقت شکار آسانی سے مل جاتا ہے۔ جانو... پانی پینے کیلئے آتے ہیں تو انہیں آسانی سے شکار کر لیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں ہرنوں کی بہتات تھی۔

میں کھڑکی سے ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ سامنے جھیل تھی مگر زیادہ بڑی نہیں تھی۔ پیدل چلتے ہوئے دو گھنٹوں میں اس کے گرد چکر لگایا جاسکتا تھا۔ جھیل کے چاروں طرف قد آور درختوں کی بھی بہتات تھی۔ سامنے دوسرے کنارے پر بھی کچھ ویران ہٹس دکھائی دے رہے تھے۔ بڑی خوبصورت جھیل تھی بہترین تفریح گاہ تھی مگر مجھے حیرت تھی کہ یہ جگہ ویران کیوں تھی۔ ٹوٹے پھوٹے ہٹس کی موجودگی سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ چند سال پہلے تک یہاں بڑی رونق ہوا کرتی ہوگی پھر کسی وجہ سے لوگوں نے اس طرف آنا چھوڑ دیا اور یہ علاقہ ویران ہوگیا۔

کھڑکی سے مجھے کوئی انسان دکھائی نہیں دیا جس نے گولی چلائی تھی۔ میں رتنا کے قریب آگیا اور ا...س سے مشورہ کرنے لگا کہ ہمیں اس وقت باہر نکلنا چاہئے یا نہیں۔ ہوسکتا ہے وہ شکاری اکیلا ہو یا ان کی تعداد زیادہ ہو۔ وہ ہمارے لئے خطرناک بھی ہوسکتے تھے اور مددگار بھی۔

آخر کار میں نے باہر نکلنے کا فیصلہ کرلیا۔ بھیڑیوں کی موجودگی کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہ مخلوق عام طور پر رات کے وقت شکار کی تلاش میں باہر نکلتی ہے اور دن کے وقت اپنے بھٹ میں دبکی رہتی ہے اور گولی چلنے کے بعد تو کسی بھیڑیے کا آس پاس موجود ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

دروازہ کھولنے سے پہلے میں نے احتیاطاً جھری میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ تقریباً ڈیڑھ سو

گز دور جھیل کے کنارے کوئی جانور ٹہلتا ہوا دکھائی دیا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ میں نے چڑے کا فیتہ کیل سے کھینچ کر دروازہ کھول دیا۔

چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ دھند کا اب نام و نشان تک نہیں تھا۔ چمکتی ہوئی سنہری دھوپ بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ میں رتنا کو بھی بازو سے پکڑ کر باہر لے آیا اور ہٹ کی دیوار کے ساتھ دھوپ میں بٹھا کر خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں بھی رات بھر سردی میں ٹھٹھرتا رہا تھا۔ اس وقت دھوپ میں زیادہ حدت نہیں تھی لیکن ٹھٹھرے ہوئے بدن کو بہت اچھی لگ رہی تھی اور میں جانتا تھا کہ سورج جیسے جیسے اوپر ہوتا جائے گا دھوپ میں تپش بڑھتی جائے گی اور اس وقت بدن کو بھلی لگنے والی یہی دھوپ جھلسانے لگے گی۔

رتنا اب کپکپا نہیں رہی تھی۔ میں اسے وہیں چھوڑ کر کاٹیج کے دوسری طرف آ گیا اور اس کے ساتھ ہی مجھے چونک جانا پڑا۔ تقریباً سو گز کے فاصلے پر درختوں کے نیچے بغیر چھت کی ایک سفید ماروتی جیپ کھڑی تھی اور اس سے تقریباً ڈیڑھ سو گز آگے جھیل کے کنارے کے قریب ایک آدمی کسی چیز پر جھکا ہوا تھا اور جب وہ سیدھا ہوا تو میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔

وہ کالا ہرن تھا جسے اس نے شکار کیا تھا۔ کالا ہرن اس علاقے میں نایاب تھا اور اس کے شکار پر سخت پابندی تھی۔ خلاف ورزی کرنے والے کو بھاری جرمانے کے علاوہ چھ مہینے قید کی سزا بھی دی جا سکتی تھی۔ وہ شخص یقیناً یہ سب کچھ جانتا ہوگا اور مجھے حیرت تھی کہ اس کے باوجود اس نے کالے ہرن کا شکار کیوں کیا تھا۔

اس شخص کی عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ صحت مند اور قدرے دراز قامت تھا۔ اس نے سفید ٹی شرٹ اور خاکی پتلون پہن رکھی تھی۔ ایک ہاتھ میں ڈبل بیرل بندوق تھی، دوسرے ہاتھ سے اس نے ہرن کی ٹانگ پکڑ رکھی تھی اور اسے گھسیٹتا ہوا جیپ کی طرف لانے لگا۔

میں کاٹیج کی آڑ میں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس شخص نے مردہ ہرن کو اٹھا کر جیپ کے پچھلے حصے میں ڈال دیا۔ چند لمحے وہاں کھڑا رہا جھیل کے کنارے پر پہنچ کر دائیں طرف چلتا رہا وہ تقریباً دو سو گز دور نکل چکا تھا اگرچہ وہ ہمارے سامنے سے گزرا تھا لیکن اس نے ہماری طرف نہیں دیکھا تھا۔

میں نے رتنا کو وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جیپ کی طرف چلنے لگا۔ مجھے وہاں پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

جیپ کے پچھلے حصے میں آمنے سامنے دو سیٹیں تھیں جن کے درمیان وہ مردہ کالا ہرن پڑا ہوا تھا۔ بہت خوبصورت ہرن تھا۔ کالا ہرن پورے ہندوستان میں صرف راجستھان میں ہی پایا جاتا تھا اور اس کی نسل بھی ناپید ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی کھال بہت مہنگی بکتی تھی اور اس لئے شکاری بھی قید اور جرمانے کے خطرے کی پرواہ کئے بغیر اس کی تاک میں رہتے تھے۔

ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر کچھ ایسی چیزیں پڑی تھیں جو میرے مطلب کی نہیں ہو سکتی تھیں البتہ اس سیٹ کے سامنے فٹ میٹ پر ایک ٹفن اور چائے کا بڑا سا فلاسک رکھا ہوا تھا جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ یہ شکاری کہیں بہت دور سے آیا ہے اور پورا دن یہاں رہنے کا ارادہ رکھتا ہے جیپ کے پچھلے حصے میں پٹرول کا ایک بڑا ڈبہ بھی رکھا ہوا تھا۔

اس وقت ہمارے لئے سب سے ضروری چیز چائے تھی۔ بغیر اجازت کسی کی کوئی چیز لینا نہ صرف تعزیری بلکہ اخلاقی جرم بھی تھا لیکن اس وقت ہمیں اس چیز کی سخت ضرورت تھی اور پھر نظریہ ضرورت کے تحت میں نے وہ فلاسک اٹھا لیا۔ نظریہ ضرورت کے تحت آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں اور یقین کریں آپ کا ضمیر بھی آپ کو ملامت نہیں کرے گا۔

میں نے ابھی فلاسک اٹھایا ہی تھا کہ ایک نسوانی چیخ سن کر اچھل پڑا۔ چیخ کی یہ آواز کاٹیج کی طرف سے آئی تھی اور ظاہر ہے چیخنے والی ہستی رتنا کے علاوہ کون ہو سکتی تھی۔ میں نے فلاسک وہیں چھوڑا اور کاٹیج کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہاں تک پہنچنے میں مجھے ایک منٹ سے زیادہ نہیں لگا۔

صورتحال خاصی تشویشناک تھی۔ اس شکاری نے رتنا کو دبوچ رکھا تھا۔ اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں رتنا کا بلاؤز پھٹ گیا تھا لیکن اس نے مزاحمت جاری رکھی تھی۔ رتنا اس وقت زمین پر گری ہوئی تھی اور وہ شخص اس کے سینے پر سوار اسے قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس شخص کو سر کے بالوں سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا، اسے شاید اس مداخلت کی توقع نہیں تھی۔ وہ بری طرح بدحواس ہو گیا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اسے گھونسوں اور ٹھوکروں پر رکھ لیا۔

"تم اسے بھی شکار سمجھے تھے جو آسانی سے تمہارے ہاتھ آ جاتی۔" میں نے غراتے ہوئے اسے زوردار گھونسا رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پشت کے بل گرا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کرنے کے بجائے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مجھے شما کر دو مہاراج، غلطی ہو گئی۔" وہ گڑگڑایا۔

"تم کیا سمجھے تھے اسے، لاوارث، مال غنیمت؟" میں نے اسے گھورا۔

"میں اس دیوی کو لاوارث ہی سمجھا تھا مہاراج۔" وہ بولا۔ "میں سمجھا تھا کہ کوئی اسے کہیں سے بھگا کر لایا ہے اور اپنا کام نکال کر اسے یہاں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اس کی حالت بھی ایسی تھی مہاراج دیکھ کر من مچل گیا۔"

"اب تمہیں دیکھ کر میرا من مچل رہا ہے۔" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔

"شما کرو مہاراج، جو ڈنڈ کہو دینے کو تیار ہوں۔" وہ شخص بدستور گڑگڑا رہا تھا۔

"تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو، یہ خوبصورت جگہ اتنی ویران کیوں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کئی سال پہلے یہاں ایک لڑکی کی ہتیا کر دی گئی تھی۔" وہ شخص کہنے لگا۔ "سنا ہے وہ لڑکی بہت خوبصورت تھی۔ اپنے دوستوں کے ساتھ پکنک منانے کیلئے جے پور سے آئی تھی۔ وہ لوگ ہفتے بھر کا پروگرام بنا کر آئے تھے اس گروہ میں لڑکے بھی تھے اور لڑکیاں بھی۔ ان دنوں یہاں ایک پنڈت بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے مگر وہ پنڈت بڑا بدمعاش نکلا۔ ایک رات وہ شکنتلا نامی اس لڑکی کو بہلا پھسلا کر لے گیا اور اس کے ساتھ بلادکار کرنے کی کوشش کی۔ شکنتلا اپنے آپ کو بچانے کیلئے چیختی چلاتی رہی، پکڑے جانے کے خوف سے پنڈت نے اس کی ہتیا کر دی۔

"کہتے ہیں شکنتلا بہت معصوم تھی۔ اس کی آتما یہاں بھٹکتی رہتی اور پھر یہاں قتل کی پراسرار وارداتیں ہونے لگیں۔ ہر تیسری چوتھی رات کسی نہ کسی آدمی کی لاش ملتی رہتی جسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا

ہوتا تھا۔ بہت جلد یہ بات مشہور ہوگئی کہ شنکلا کی آتما انتقام لے رہی ہے۔ لوگوں نے اس طرف آنا چھوڑ دیا اور رفتہ رفتہ یہ خوبصورت جگہ ویران ہوتی چلی گئی۔"

"تمہیں اس طرف آتے ہوئے ڈر نہیں لگا؟" میں نے پوچھا۔

"میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "مہینے میں ایک مرتبہ یہاں آتا ہوں۔ اچھا شکار مل جاتا ہے کسی کی مداخلت کا خدشہ بھی نہیں ہوتا۔"

"یہاں آمدورفت کا راستہ کس طرف سے ہے۔" میں نے پوچھا۔

"ادھر سرخ پہاڑی کے ساتھ ایک راستہ ہے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "ان پہاڑیوں کے دوسری طرف بھی ایک چھوٹی سی جھیل ہے جس کے قریب ایک ماڑو قبیلہ آباد ہے اس بستی کے ساتھ ہی وہ سڑک ہے جو آگے جا کر جے پور جانے والے ہائی وے سے جا ملتی ہے۔"

"ہائی وے کا کتنا فاصلہ ہے یہاں سے۔" میں نے پوچھا۔

"تقریباً چالیس میل۔" اس نے جواب دیا۔

"ہوں۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "تو تمہیں آتماؤں پر وشواس نہیں ہے لیکن تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یہ اسی شکنتلا کی آتما ہے جس نے۔"

"نہیں۔" وہ چیخا۔

"ابھی جب یہ تمہارا گلا گھونٹے گی تو تمہیں وشواس ہوجائے گا اور پھر تمہاری آتما بھی یہاں بھٹکتی رہے گی۔" میں نے کہا۔

اس نے میری بات کا یقین کیا یا نہیں لیکن یہ ضرور ہوا کہ اس نے کچھ دور زمین پر پڑی ہوئی اپنی بندوق کی طرف چھلانگ لگا دی مگر میں نے اسے بندوق تک نہیں پہنچنے دیا اور راستے ہی میں دبوچ لیا۔ وہ چیختا چلاتا رہا۔ اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس کی گردن میری گرفت میں آگئی تھی اور جب کسی کی گردن میری گرفت میں آجائے تو اسے موت ہی پناہ دے سکتی تھی۔

اگر اس شخص سے خوشگوار ماحول میں ملاقات ہوئی ہوتی تو صورتحال کچھ اور ہوتی مگر اس نے رتنا کے ساتھ زیادتی کر کے اپنی موت کا جواز پیدا کرلیا تھا۔ میں نے اس کی گردن کو ۔ دو جھٹکے دیئے تھے۔ وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا۔ اس کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر بعد وہ بے حس و حرکت ہوگیا۔

میں نے اس کی ٹی شرٹ اور پینٹ اتار لی اور لاش کو گھسیٹ کر کاٹیج کے پچھلی طرف جھاڑیوں میں بھیڑیوں کی خوراک بننے کیلئے ڈال دیا۔ میں ایسے کسی شخص کے ساتھ رحمدلانہ سلوک کرنے کو تیار نہیں تھا جو میرے ساتھ بلاوجہ پنگا لینے کی کوشش کرتا ہے۔

"جھیل پر چل کر منہ ہاتھ دھولو اور یہ کپڑے پہن لو۔" میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ناشتہ کرنے کے بعد ہم یہاں سے رخصت ہوجائیں گے۔"

"ناشتہ۔" رتنا نے اس طرح میری طرف دیکھا جیسے میرا دماغ خراب ہوگیا ہو۔

"ہاں۔" اس کی جیپ میں ناشتہ نہیں کھانے کا سامان بھی موجود ہے۔" میں نے اسے بتایا۔

رتنا چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی پھر ہم دونوں جھیل کے کنارے پر آگئے میں نے بھی منہ ہاتھ دھولیا۔

جیپ کے قریب آکر رتنا کپڑے بدلنے لگی اور میں نے جیپ کے پچھلے حصے میں پڑے ہوئے مردہ کالے ہرن کو گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دیا۔ اسے اپنے ساتھ لے جانا ضروری نہیں تھا۔ جیپ میں کالے ہرن کی موجودگی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوسکتی تھی۔

رتنا کپڑے بدل کر جیپ کے قریب آگئی۔ پھٹا ہوا بلاؤز اور پیٹی کوٹ اس نے وہیں جھاڑیوں میں ڈال دیا تھا۔ پینٹ شرٹ اس کے جسم پر بالکل فٹ آگئی تھی۔ لگتا تھا جیسے یہ کپڑے اسی کے ناپ کے سلوائے گئے ہوں۔

میں نے جیپ میں سے تھرمس اور ٹفن نکال لیا اور ادھر ادھر دیکھتے ہوئے گھاس پر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ رتنا بھی میرے قریب بیٹھ گئی۔ اب وہ رات والی رتنا سے بہت مختلف نظر آرہی تھی۔ رات کو تو کسی انجانے خوف اور سردی نے اسے ادھ موا کر کے رکھ دیا تھا۔

میں نے ٹفن کھول لیا۔ ایک ڈبے میں پراٹھے تھے، دوسرے میں آلو اور میتھی کی بھجیا اور تیسرے میں مرغی کی بھنی ہوئی رانیں تھیں۔

کھانا اتنی مقدار میں تھا کہ ہم دونوں کا پیٹ بھرنے کے بعد بھی بچ گیا جسے میں نے اسی طرح کھلا چھوڑ دیا۔ یہ ٹفن ساتھ لے جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ یہ ایسے ہی کھلا پڑا رہے گا۔ ہمارے جانے کے بعد کسی جانور کا بھلا ہوجائے گا۔

چائے بھی بہت خوش ذائقہ تھی۔ واقعی مزہ آگیا تھا۔ فلاسک میں کچھ چائے بچ گئی تھی جسے میں نے جیپ میں رکھ لیا۔ رتنا جب جیپ میں بیٹھنے لگی تو میری نظر اس کے پیروں پر پڑی۔ وہ ننگے پیر تھی۔

"ایک منٹ۔" میں کہتا ہوا ہٹ کی طرف چلنے لگا۔

کاٹیج کے پیچھے وہ لاش ابھی تک کسی جانور کی نظروں میں نہیں آئی تھی۔ میں اس کے پیروں سے جوگرز اتار کر واپس آگیا۔ اتفاق سے وہ جوگرز بھی رتنا کو فٹ آگئے۔

جیپ پر بیٹھتے ہوئے مجھے اچانک ہی ایک اور خیال آیا اور میں نے مردہ ہرن اٹھا کر دوبارہ جیپ میں ڈال دیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن سٹارٹ کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی میری نظریں ڈلیش بورڈ کا بھی جائزہ لے رہی تھیں۔ فیول بتانے والی سوئی ای اور ایف کے بیچ میں تھی جس کا مطلب تھا کہ پٹرول کی ٹینکی آدھی کے قریب تھی۔

میں نے جیپ ایک ہلکے سے جھٹکے سے آگے بڑھا دی اور اس کا رخ جھیل کے کنارے کی طرف موڑ دیا۔ رتنا اپنے لباس کی تلاشی لے رہی تھی۔

پینٹ کی ایک جیب میں سگریٹ کا پیکٹ، لائٹر اور کچھ ریزگاری تھی جبکہ پچھلی جیب میں والٹ تھا۔ والٹ کھولتے ہی رتنا کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی اس میں تقریباً چھ ہزار روپے کی رقم موجود تھی۔

"وہ کتیا ہمارا سب کچھ لے گئی۔ میں تو پریشان ہو رہی تھی کہ کسی طرح کسی آبادی میں پہنچ بھی گئے تو بھیک مانگیں گے یا کیا کریں گے۔" رتنا کہہ رہی تھی۔ "مگر اس والٹ میں تقریباً چھ ہزار روپے موجود

ہیں کام چل جائے گا۔"

"پانچ ہزار روپے کی رقم تو میری جیب میں بھی پڑی ہوئی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میں نے ایسی کوئی پریشانی بھی نہیں پالی۔ رقم کے بارے میں مجھے کبھی فکر نہیں ہوئی کوئی نہ کوئی بندوبست تو ہو ہی جاتا ہے۔"

رتنا چند لمحے خاموش رہی پھر بیلا کے بارے میں باتیں کرنے لگی۔ اسے جتنی بھی زنانہ مردانہ گالیاں یاد آ رہی تھیں وہ بیلا کو ان سے نواز رہی تھی۔ میں جھیل کے کنارے کنارے متوازن رفتار سے جیپ چلاتا رہا اور پھر اچانک ہی جیپ روک لی۔

"کیا ہوا؟" رتنا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

وہ دیکھو۔" میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

پانچ چھ مور تھے دو تو پر پھیلائے ناچ رہے تھے اور باقی ادھر ادھر گھس میں دانا دنکا چگ رہے تھے۔ ان ناچتے ہوئے موروں کو دیکھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ قدرت نے کتنے حسین رنگ بھی دیئے تھے اس کے پروں میں۔

میں نے جیپ آگے بڑھائی تو اس کی آواز سے مور ہماری موجودگی سے آگاہ ہو گئے اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ سب پھڑ پھڑاتے ہوئے اڑ گئے۔

جھیل کے دوسرے کنارے ایک کشادہ راستہ پہاڑیوں میں چلا گیا تھا۔ میں نے جیپ اسی راستے پر موڑ دی۔ یہ پہاڑی سلسلہ زیادہ طویل ثابت نہیں ہوا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم ان پہاڑیوں سے نکل آئے۔ دو تین میل تک سخت ریت تھی اور اس سے آگے سبزہ دکھائی دینے لگا۔ وہ مرچوں کے کھیت تھے جو سڑک کے دونوں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد ہم ایک چھوٹی سی بستی میں پہنچ گئے۔ بائیں طرف ایک جھیل تھی جو پہلی جھیل سے چھوٹی تھی۔ جھیل کے آس پاس ناریل کے بے شمار درخت بھی نظر آ رہے تھے۔

کچے مکانوں اور جھونپڑیوں پر مشتمل وہ بستی زیادہ بڑی نہیں تھی۔ یہ باڑو قبیلہ تھا جو نجانے کب سے یہاں آباد تھا اور جھیل کی وجہ سے انہوں نے یہاں تھوڑی بہت کھیتی باڑی بھی شروع کر رکھی تھی۔ مرچیں راجستھان کی خاص فصل تھی اور یہاں بھی مرچیں ہی نظر آ رہی تھیں۔

سڑک بستی کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ جب جھیل پر لوگوں کی آمدورفت تھی تو یہ سڑک بھی آباد رہی ہوگی لیکن اب اس کا کچھ حصہ کچے مکانوں اور جھونپڑیوں میں شامل ہو گیا تھا اور باقی حصہ جو بچ رہا تھا وہاں کالے بھجنگ ننگ دھڑنگ بچے کھیل رہے تھے۔ دو تین آدمی اور دو عورتیں بھی سڑک کے کنارے نیم کے ایک بہت بڑے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ مرد تو چارپائیوں پر بیٹھے حقے کے کش لگا رہے تھے اور عورتیں زمین پر ہی بیٹھی خالی بوریوں کی مرمت کر رہی تھیں۔ مرچوں کی فصل تیار ہونے والی تھی اور فصل کی تیاری سے پہلے یہ لوگ اپنی تیاریاں مکمل کر لینا چاہتے تھے۔

میں نے درخت کے قریب جیپ روک لی۔ وہ لوگ حیرت سے ہماری طرف دیکھنے لگے۔ صبح انہوں نے اس جیپ کو جھیل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہوگا اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ اس میں ایک ہی آدمی

تھا انہیں یہ بھی حیرت ہو رہی ہوگی کہ ہم کہاں سے آ گئے تھے۔

میں جیپ کا انجن بند کر کے نیچے اتر آیا۔ وہ تینوں آدمی بھی اٹھ کر ہمارے قریب آ گئے۔ ان کی رنگت توے کی طرح سیاہ اور لباس راجستھانی تھے۔ سروں پر بڑی بڑی پگڑیاں تھیں۔ ان میں سے کسی کی عمر پینتالیس سال سے زیادہ نہیں تھی لیکن چہروں پر بڑی سختی تھی اور یہ سختی ٹھٹھرا دینے والی سردی اور چلچلاتی دھوپ میں محنت و مشقت کا نتیجہ تھی۔

"اس بستی کا مکھیا کون ہے؟" میں نے باری باری ان تینوں کی طرف دیکھا۔ ان میں دو تو وہیں کھڑے رہے اور تیسرا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بستی میں چلا گیا۔ اس کی واپسی تقریباً دس منٹ بعد ہوئی تھی۔ اسی دوران سڑک پر کھیلنے والے بچے ہمارے گرد جمع ہو چکے تھے۔ سردار کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ لمبا قد، بھاری بھرکم جسم، خاص راجستھانی لباس، سر پر سیندوری رنگ کی پگڑی اور گلے میں رنگ برنگے موتیوں کی کئی مالائیں تھیں۔ ساٹھ سال عمر ہونے کے باوجود اس کی صحت قابل رشک تھی۔

ہم چند منٹ وہیں کھڑے باتیں کرتے رہے پھر وہ ہمیں بستی میں لے گئے۔ بستی کے وسط میں برگد کا ایک بہت بڑا اور پھیلا ہوا درخت تھا جس کی جڑ کے چاروں طرف وسیع و عریض چبوترہ بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے کے اردگرد بھی بہت وسیع جگہ تھی۔ وہاں بھی چارپائیوں پر کچھ عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ سب اپنے اپنے کام چھوڑ کر ہماری طرف دیکھنے لگے۔ ہمارے لئے فوراً ہی ایک چارپائی خالی کر کے اس پر سفید اجلا کھیس بچھا دیا گیا۔ سردار سامنے والی چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں مشروبات بھی پیش کر دیئے گئے۔ بستی میں موجود لوگ ہمارے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ ہم ان کیلئے عجوبہ تھے اس کی وجہ غالباً یہی تھی کہ بہت عرصہ بعد انہوں نے باہر کے لوگوں کو دیکھا تھا۔

ایک عجیب بات مجھے یہ محسوس ہوئی کہ اس بستی کے مردوں کے رنگ تو توے کی طرح سیاہ تھے البتہ عورتوں کی رنگت صاف تھی بعض عورتیں تو رتنا کی طرح گوری چٹی تھیں۔

میں نے مکھیا کو ایک فرضی کہانی سنا دی۔ اس کہانی کے مطابق ہم جھیل کے دوسری طرف پہاڑوں میں سفر کر رہے تھے کہ ہماری کار ایک حادثے کا شکار ہو گئی۔ اس وقت دن کا بہت مدھم سا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ ہم امداد کی تلاش میں ایک پہاڑی راستے پر چل پڑے اور تقریباً دو گھنٹوں بعد جھیل پر پہنچ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ یہاں آبادی ہوگی اور ہمیں کوئی مدد مل جائے گی مگر وہاں ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی جسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا تھا۔ ہم نے جھیل کے آس پاس چاروں طرف دیکھ لیا مگر ہمیں کوئی اور انسان دکھائی نہیں دیا۔ البتہ شکار کیا ہوا ایک کالا ہرن جیپ میں پڑا ہوا ملا۔ ہم اسی جیپ پر بیٹھ کر اس طرف آئے ہیں۔

"وہ شکاری ہر مہینے اس طرف جاتا تھا۔" مکھیا نے میرے خاموش ہونے پر کہا۔ "ہم نے کئی مرتبہ اسے منع کیا لیکن وہ نہیں مانا۔ اسے آتماؤں پر وشواس نہیں تھا اور آج آخر کار اس بھٹکی ہوئی آتما کا شکار ہو ہی گیا۔"

مکھیا چند لمحوں کو خاموش ہوا اور پھر اس آتما کی کہانی سنانے لگا جو ہم اس شکاری سے بھی سن چکے تھے۔ "اس کے علاوہ کبھی ہم نے کسی کو اس جھیل کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا۔" مکھیا کہہ رہا تھا۔ "جے پور سے آنے والا وہ شکاری ہر مہینے ادھر آتا تھا اور کئی ہرن شکار کر کے لاتا تھا۔ یہاں آ کر دو ہرن ہمارے

حوالے کر دیتا گوشت ہمارے کام آ جاتا اور کھالیں صاف کر کے ہم اسے دے دیتے۔ ہرن کا گوشت خاص طور پر کالے ہرن کا گوشت بہت مزے کا ہوتا ہے۔"

"شکار کیا ہوا وہ کالا ہرن جیپ میں رکھا ہوا ہے۔" میں نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔

"اسے اتروا کر گوشت بنوالو کھال بھی تم رکھ لینا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔" میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔"آگے کی بستی یہاں سے کتنی دور ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی ایسی بستی جہاں پولیس کو اس لاش کے بارے میں اطلاع دی جا سکے۔"

"پولیس کو خبر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" کھیا نے جواب دیا۔ "وہ شکاری ایک بھٹکی ہوئی آتما کے انتقام کا شکار ہوا ہے اور پولیس اس آتما کا پتہ نہیں لگا سکتی اور ویسے بھی اس لاش کا اب کچھ نہیں بچا ہو گا۔ بھیڑیے اور دوسرے جانور اسے چٹ کر گئے ہوں گے تم لوگ پولیس کے پاس جاؤ گے تو وہ تمہیں ہی پریشان کریں گے بلکہ میری مانو تو اپنے یہ حلیے بھی بدل لو۔ اس علاقے کی بستیوں میں شہر کے رہنے والوں کو تو پولیس والے ویسے ہی تنگ کرتے رہتے ہیں۔"

میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ روح والی کہانی کی بات بن گئی تھی اس بستی کے لوگ اور کھیا کوئی شریف آدمی ہی تھا جو ہمیں آگے متوقع پریشانیوں سے بچانا چاہتا تھا۔

ہرن جیپ سے اتروا لیا گیا تھا۔ ہم وہاں سے رخصت ہونا چاہتے تھے مگر کھیا نے ہمیں روک لیا۔

اور پھر دوپہر کا کھانا ہم نے وہیں کھایا۔ ہمارے کھانے میں دوسرے لوازمات کے علاوہ کالے ہرن کا بھنا ہوا گوشت بھی شامل تھا جو واقعی بے حد لذیز تھا۔ کھانے کے بعد کچھ لڑکیاں رتنا کو اپنے ساتھ لے گئیں اور مجھے بھی ایک آدمی ایک جھونپڑے میں لے گیا اور مجھے کپڑے بدلنے کو کہا۔ وہ خود جھونپڑے سے باہر نکل گیا تھا میں نے اس کے دیئے ہوئے کپڑے پہن لئے۔ میں نے آواز دی تو وہ آدمی جھونپڑے میں آ گیا اور میرا لباس درست کرنے لگا اور میرے سر پر پگڑی بھی باندھ دی اور پھر اس نے آئینے کا ایک ٹکڑا میرے سامنے کر دیا میں اپنے آپ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بالکل بدل گیا تھا اس لباس کے ساتھ جوتے بھی تھے جو میں نے پہن لئے جوگرز اور اپنے کپڑے میں نے وہیں چھوڑ دیئے البتہ پینٹ کی جیب سے میں نے رقم نکال لی تھی۔

جب میں برگد کے نیچے چوپال میں پہنچا تو کچھ دیر بعد وہ لڑکیاں رتنا کو بھی لے آئیں اسے دیکھ کر تو میں واقعی اچھل پڑا۔ لباس شخصیت کو کس طرح بدل کر رکھ دیتا ہے۔ اس کا اندازہ آج مجھے پہلی بار ہوا تھا۔

رتنا کی دونوں باہنوں میں کلائیوں سے لیکر کندھوں تک پلاسٹک کی چوڑی چوڑی سفید اور کالی چوڑیاں تھیں۔ کانوں میں چوڑیوں جیسے بڑے بڑے بالے تھے۔ ناک میں بھی کھیل کی جگہ ایک پتلی سی چوڑی نظر آ رہی تھی اور گلے میں بھی مخصوص ڈیزائن کا ایک انچ چوڑا نیکلس تھا۔ یہ زیور دیکھنے میں چاندی کا لگتا تھا لیکن بہت ہلکا ایلومنیم جیسی کسی دھات سے بنا ہوا تھا جس میں چاندی جیسی چمک تھی۔

میں نے کھیا کو کچھ رقم دینی چاہی مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ بقول اس کے ہم اسے پہلے ہی

بہت کچھ دے چکے تھے۔ یہ انکشاف تو بعد میں ہوا کہ کالے ہرن کی کھال جے پور میں بیس سے پچیس ہزار تک بک جاتی تھی۔ بہر حال میں کھیا کا شکر گزار تھا اس نے ہمارے حلئے تبدیل کر کے ہماری بہت بڑی مشکل حل کر دی تھی۔ وہ سب لوگ بستی سے نکل کر سڑک تک ہمارے ساتھ آئے جیپ پر بے شمار بچے لدے ہوئے تھے۔ کھیا کو دیکھتے ہی وہ جیپ سے اتر گئے۔ کھیا نے ایک تھیلا میرے حوالے کر دیا جس میں ہمارے پرانے کپڑے اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھی تھیں اور مجھے یہ دیکھ کر بھی خوشی ہوئی کہ کالا ہرن اتارنے کے بعد جیپ کے پچھلے حصے سے خون بھی صاف کر دیا گیا تھا۔

ہم جیپ پر بیٹھ گئے میں نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔ کھیا نے مجھے راستہ سمجھا دیا تھا کہ جے پور والے ہائی وے تک جانے کے لئے ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ جیپ روانہ ہوئی تو بچے شور مچاتے ہوئے دور تک ہمارے ساتھ آئے تھے۔ بستی کی حدود سے نکلتے ہی میں نے رفتار بڑھا دی۔ اس وقت تین بج رہے تھے سبزہ پیچھے رہ گیا تھا آگے پھر وہی ریگ زار تھا۔ چلچلاتی دھوپ میں تپتے ہوئے صحراؤں میں سفر کرنا خاصا دشوار ہوتا ہے اور پچھلے کئی دنوں سے میں بار بار ان تجربات سے دو چار ہو رہا تھا۔ کھیا کی ہدایت بھی میرے کام آ گئی تھی اس ریگزار میں بھی کئی جگہوں پر مختلف سمتوں میں راستے پھوٹتے ہوئے دیکھے تھے۔ ظاہر ہے ان اطراف میں بھی آبادیاں ہوں گی مگر میں کھیا کے بتائے ہوئے راستے پر جیپ دوڑاتا رہا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک سفر کرنے کے بعد ہم پختہ شاہراہ پر پہنچ گئے۔ سڑک کے اس موڑ پر سایہ دار درختوں کا ایک جھنڈ تھا۔ میں نے جیپ درختوں کے نیچے روک لی۔ پسینے سے ہمارا برا حال ہو رہا تھا ہم جیپ سے اتر کر درختوں کے نیچے گھاس پر بیٹھ گئے۔ ریگستان میں اگرچہ لو چل رہی تھی لیکن درختوں کے نیچے قدرے سکون تھا۔ تھوڑی دیر بعد رتنا جیپ سے فلاسک لے آئی۔ اس میں ابھی خاصی چائے موجود تھی۔ پتہ نہیں یہ چائے کب بنا کر فلاسک میں بھری گئی تھی لیکن حیرت انگیز طور پر چائے کے ذائقے میں کوئی فرق نہیں آیا اور یہ غالباً فلاسک کا کمال تھا فلاسک اچھا نہ ہو تو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بعد چائے بدذائقہ ہو جاتی ہے۔

درختوں کا وہ جھنڈ سڑک سے ہٹ کر تھا اور یہ نیشنل ہائی وے تھی ہم تقریباً آدھا گھنٹہ وہاں بیٹھے رہے اس دوران ہائی وے پر کسی گاڑی کا گزر نہیں ہوا تھا۔

فلاسک میں ابھی کچھ چائے باقی تھی۔ رتنا نے فلاسک بند کر کے جیپ میں رکھ دیا اور ہم آگے جانے کے لئے تیار ہو گئے اور جس وقت میں جیپ کو درختوں سے نکال کر سڑک پر لایا اسی وقت بائیں طرف سے ایک مال بردار ٹرک آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے ٹرک کو راستہ دینے کے لئے جیپ روک لی۔ ٹرک نے ہارن بجایا۔ قریب سے گزرتے ہوئے ڈرائیور نے ہماری جیپ کی طرف بھی دیکھا تھا۔

یہ ٹرک جے پور جا رہا تھا میں نے بھی جیپ اس کے پیچھے لگا دی اور جلد ہی یہ محسوس کر لیا کہ ٹرک ڈرائیور شرارت پر آمادہ تھا۔ میں نے جب بھی اسے اوورٹیک کرنے کی کوشش کی وہ ٹرک کو قصداً جیپ کے آگے لے آتا۔ میرا خیال تھا قریب سے گزرتے ہوئے ڈرائیور نے رتنا کو دیکھ لیا تھا۔ عورت چیز ہی ایسی ہے جسے دیکھ کر منہ میں پانی بھر آتا ہے اور جب بات رتنا جیسی عورت کی ہو تو بوڑھے مردوں کے سینے میں بھی ہلچل مچنے لگتی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ ٹرک ڈرائیور نے رتنا کو دیکھ لیا تھا۔ یا تو اس کی نیت میں فتور آ گیا تھا یا وہ محض شرارتاً ہمیں پریشان کرنا چاہتا تھا۔ ٹرک پر ڈرائیور یقیناً اکیلا نہیں تھا اس کے ساتھ ایک ہیلپر بھی تھا جو

دوسری طرف بیٹھا ہوا تھا۔

لمبے روٹس پر سفر کرنے والے ٹرک ڈرائیور عام طور پر مسلح ہوتے ہیں اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر ان لوگوں نے ہمیں روک کر کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو ہمارے لئے واقعی مشکل ہو جائے گی۔ ہمارے پاس کوئی اسلحہ وغیرہ بھی نہیں تھا۔

میں نے کئی مرتبہ ہارن بجایا مگر ٹرک نے راستہ نہیں دیا اور آخر کار میں جیپ کی رفتار بڑھا کر اسے بالکل سائیڈ پر لیتا چلا گیا اور آخر کار کچے پر اتر کر ٹرک کو اوور ٹیک کر گیا۔ رتنا نے پیچھے مڑ کے ڈرائیور کو ٹھینگا دکھا دیا۔

ہماری جیپ تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی رہی۔ وہ ٹرک بہت پیچھے رہ گیا تھا مگر مخالف سمت سے آنے والی اکا دکا گاڑیوں کا سامنا ہوا تھا۔

جے پور کئی گھنٹوں کی مسافت پر تھا لیکن میرا جے پور جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بیلا آج صبح سے پہلے ہی جے پور پہنچ گئی ہوگی اور اس نے ہمارے استقبال کی تیاری کر لی ہوگی۔ بیلا نے اگرچہ ہمیں دو دن کی مہلت دی تھی لیکن میں اب اس پر بھروسہ کرنے کو تیار نہیں تھا۔ دو دن تو بہت ہوتے ہیں اس عرصہ میں آدمی دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتا ہے اور ہندوستان کی سرحد تو چند گھنٹوں میں پار کی جا سکتی ہے۔ اس نے سوچ سمجھ کر ہی دو دن کی بات کی ہوگی۔

بیلا نے ایک اور بات بھی کہی تھی۔ اس نے بلیک کیٹس کی دھمکی دی تھی۔ بلیک کیٹس۔ بھارت کی خطرناک ترین فورس اس کا قیام تو پتہ نہیں کب عمل میں آیا تھا لیکن اندرا گاندھی کے دور میں یہ فورس کھل کر سامنے آئی تھی۔ اسے ڈیتھ اسکواڈ کا نام بھی دیا گیا تھا۔ اس میں انتہائی سفاک ترین لوگ بھارتی سینا کی کمانڈو فورس سے لئے گئے تھے۔ یہ لوگ کسی پر رحم کرنا تو جانتے ہی نہیں تھے۔

میں نے چھ مہینوں سے را کو نچا رکھا تھا۔ ان کے اہم ٹھکانے تباہ کرنے کے علاوہ ان کے اہم ترین آدمیوں کو چن چن کر ختم کیا تھا لیکن وہ ساری شیطانی تو تیں مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی تھیں۔ میں اکیلا تھا مجھے اس طرح کی سہولتیں حاصل نہیں تھیں لیکن ہر مرحلے پر مجھے اکا دکا لوگوں کا تعاون حاصل رہا تھا یہ الگ بات تھی کہ مجھ سے تعاون کرنے والے ہر شخص نے مجھے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں بڑی ہوشیاری سے انہی کو استعمال کرتا رہا تھا۔ بقول شخصے ان کے جوتے انہی کے سروں پر مارتا رہا تھا اور میں نے ان کا ماؤنٹ آبو والا سیٹ اپ مکمل طور پر تباہ کر دیا تھا۔

یہ انکشاف میرے لئے واقعی بڑا سنسنی خیز ثابت ہوا تھا کہ بیلا ہی دراصل اس سارے فساد کی جڑ تھی۔ وہ را میں کسی بہت اونچی جگہ پر تھی۔ مجھے گھیرنے کی ہر کوشش میں ناکام ہونے کے بعد ہی بیلا کھل کر سامنے آئی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ میں عام لوگوں کے قابو میں آنے والا نہیں اسی لئے اس نے بلیک کیٹس کی دھمکی دی تھی۔

بیلا کی بہادری اور حوصلہ مندی میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ حد سے زیادہ چالاک بھی تھی۔ گزشتہ رات وہ میرے قابو میں آ گئی تھی اور پھر ایک ایسا موقع آیا تھا کہ ہماری گردن اس کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ وہ اگر چاہتی تو جرم پورم میں یہ کہانی ختم ہو سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اس کی شاید دو وجوہات تھیں ایک تو

کہ وہ مجھے زندہ حراست میں لینا چاہتی تھی اور وہ جانتی تھی کہ میں زندہ ہاتھ آنے والا نہیں تھا۔ گزشتہ رات اگر اس قسم کی کوئی کوشش کی جاتی تو میری زندگی کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ہمارے زیر دست ہونے کے باوجود وہ میری رائفل کی زد پر تھی۔ میں نے ایک لمحے کو بھی اسے اپنے سے الگ نہیں ہونے دیا تھا یہاں تک کہ پولیس اسٹیشن میں بھی میں نے رائفل کی نال اس طرح اس کے پہلو سے لگائے رکھی تھی کہ کسی کو شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ اگر بیلا ایسی کوئی کوشش کرتی بھی تو میری رائفل کی گولیاں اسے خاک و خون میں لوٹا دیتیں۔

بیلا نے عقل مندی کا ثبوت دیتے ہوئے جرم پورم میں ہمیں پولیس سے بچایا تھا لیکن راستے میں ہمیں نہ صرف دھوکا دے گئی تھی بلکہ سوٹ کیس ساتھ لے جا کر گویا ہمیں ایک زوردار چپت بھی لگا گئی تھی۔ اگر وہ سوٹ کیس لیکر جیپ سے نہ اترتی تو ہم یقیناً اسے زیادہ اہمیت نہ دیتے مگر سوٹ کیس کی وجہ سے ہمیں جیپ چھوڑ کر اس کے پیچھے جانا پڑا تھا اور وہ ہمیں چکمہ دے گئی تھی۔ اور ہمیں وہ رات اذیت میں گزارنی پڑی تھی۔ میں زندگی میں کئی مرتبہ کٹھن ترین مراحل سے گزرا تھا لیکن اس رات کو کبھی نہیں بھول سکوں گا ایسی اذیت کبھی نہیں اٹھائی تھی۔

میں جیپ ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی سوچوں میں کھویا ہوا تھا کہ تمباکو کی ہلکی سی بو محسوس کر کے چونک گیا۔ میں نے رتنا کی طرف دیکھا تو حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا اس کے ہونٹوں میں سگریٹ دبا ہوا تھا جسے اس نے ابھی ابھی سلگایا تھا۔

"یہ... یہ کیا...؟ میرے لہجے میں بھی حیرت تھی۔" میں نے پہلے تو تمہیں کبھی سگریٹ پیتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"تم تو منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہو۔ کوئی بات بھی نہیں کر رہے مجھے بوریت دور کرنے کے لئے کچھ تو کرنا ہی تھا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں سگریٹ کا پیکٹ رکھا ہوا تھا میں نے سوچا کیوں نہ اس سے دل بہلانے کی کوشش کی جائے۔" رتنا نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں دراصل بیلا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" میں نے کہا۔ "وہ اب کس رنگ میں ہمارے سامنے آئے گی اس کا اندازہ لگانا دشوار ہے۔ اس نے ہمیں دو دن کی مہلت دی ہے تمہارے خیال میں ہم اس مہلت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں۔"

"اگر تم نے بیلا کی اس بات پر یقین کر لیا ہے تو تم واقعی دنیا کے سب سے بڑے احمق ہو۔" رتنا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اس نے ہمیں گھیرنے کا بندوبست کر رکھا ہوگا اور مجھے شبہ ہے کہ ہم بہت جلد کسی مصیبت میں پھنسنے والے ہیں بلکہ مجھے حیرت ہے کہ ہم اب تک اس طرح آزادی سے سفر کیوں کر رہے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ کسی بڑے قصبے میں داخل ہوتے ہی دھر لئے جائیں گے۔"

"اگر میں واقعی ایسا احمق ہوتا تو تم اس وقت میرے ساتھ نہ ہوتیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے سگریٹ کا ایک اور کش لگاتے ہوئے میری طرف دیکھا۔ وہ جس طرح اطمینان سے سگریٹ کے کش لگا رہی تھی اس سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ

پہلے بھی تمباکو نوشی کرتی رہی ہے۔

"مطلب یہ کہ کوئی بیوقوف تو تم جیسی لڑکی کو نہیں پٹا سکتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔" رتنا نے مجھے گھورا۔

"تمہیں ٹالنے کی کوشش کیوں کروں گا۔" میں نے کہا۔ "تمام حالات تمہارے سامنے ہیں۔ بِلا پر اعتماد کر کے میں نے واقعی غلطی کی تھی لیکن اب ایسی غلطی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے ابھی تو ہم کسی آبادی سے میلوں دور ہیں کسی قسم کی صورت حال کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ کسی بستی میں پہنچ کر ہی پتہ چلے گا کہ ہمارے آگے کیا ہے۔"

جیپ اس وقت سڑک کے عین وسط میں جا رہی تھی۔ سامنے بہت دور ایک بڑی گاڑی آتے دیکھ کر میں نے جیپ سائیڈ پر کر لی۔ وہ ایک مال بردار ٹرک تھا جو کچھ دیر بعد ہی زناٹے کی آواز سے ہمارے قریب سے گزر گیا۔

سورج مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ دھوپ کی حدت میں کمی آ گئی تھی اور اب سڑک کے دونوں طرف کچھ سبزہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ آگے کوئی آبادی تھی۔

چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد سڑک سے ہٹ کر ایک خوبصورت عمارت نظر آئی۔ یہ کوئی ہوٹل تھا۔ وہ درختوں کی بہتات بھی تھی اور عمارت کے سامنے خوبصورت لان بھی تھا۔ دو کاریں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔

"اگر ہم کچھ دیر کے لئے یہاں رک جائیں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟" میں نے جیپ کی رفتار کم کرتے ہوئے رتنا کی طرف دیکھا۔

"میں بھی اس سیٹ پر بیٹھے بیٹھے تھک گئی ہوں۔ تھوڑی دیر یہاں رک کر تازہ دم ہو لینا چاہئے۔" رتنا نے جواب دیا۔

میں نے جیپ سڑک سے اتار کر ہوٹل کی طرف جانے والے راستے پر موڑ لی۔ بڑی خوبصورت جگہ تھی اس عمارت کے پیچھے چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں جو بتدریج بلند ہوتی چلی گئی تھیں۔ یہاں بجلی بھی تھی اور ٹیلی فون کی لائن بھی نظر آ رہی تھی۔

میں نے جیپ ایک کار کے پیچھے روک لی اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔ سنگل اسٹوری عمارت خاصی وسیع و عریض تھی۔ برآمدہ بہت کشادہ تھا اس میں ایک طرف دو پبلک ٹیلی فون بوتھ بھی لگے ہوئے تھے۔ بائیں طرف ایک بہت وسیع اونچا چبوترہ تھا جس پر چند میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ اس چبوترے کے اطراف میں لوہے کی ریلنگ لگی ہوئی تھی جس کے ساتھ ساتھ پودوں کے گملے رکھے ہوئے تھے۔

تین میزیں ایسی تھیں جن پر کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ایک میز پر ایک ادھیڑ عمر آدمی اور ایک جوان عورت تھی۔ ان کے ساتھ چار پانچ سال کی عمر کا ایک بچہ بھی تھا دوسری میز پر تین جوان لڑکیاں تھیں بالکل ماڈرن لباس میں۔ تیسری میز پر دو آدمی بیٹھے ہوئے سگریٹ کے کش لگا رہے تھے۔ ان دونوں کی عمریں چالیس اور پینتالیس کے درمیان رہی ہوں گی ایک دبلا پتلا اور لمبے قد کا مالک تھا جبکہ دوسرا درمیانے قد کا اس کی گردن کندھوں کے اندر دھنسی ہوئی تھی۔

وہ ماڈرن لڑکیاں ہمیں دیکھ کر ہنس پڑیں۔ ایک نے تو زوردار قہقہہ بھی لگایا تھا۔ ہمارے گیٹ اپ ہی ایسے تھے کہ شہروں کے رہنے والے ہمیں دیکھ کر اپنی ہنسی ضبط نہیں کر سکتے تھے۔

تیسری میز پر بیٹھے ہوئے وہ دونوں آدمی البتہ سنجیدگی سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں اور رتنا ریلنگ کے قریب ایک میز پر بیٹھ گئے یہاں سے عمارت کے پچھلی طرف کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ چبوترہ کسی چٹان کو ہموار کر کے بنایا گیا تھا پچھلی طرف عمودی ڈھلان تھی اور بہت گہری اور وسیع و عریض کھائی تھی جو درختوں اور جھاڑیوں سے اٹی ہوئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد ایک ویٹر ہماری میز پر آ گیا۔ اس نے کئی چیزوں کے نام گنوا دیئے لیکن میں نے اسے صرف چائے کا آرڈر دیا تھا اور ساتھ میں کچھ بسکٹ وغیرہ بھی لانے کو کہہ دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ہماری میز پر چائے لگا رہا تھا تو میں اس سے اس ہوٹل کے بارے میں پوچھنے لگا۔

"مکرانا شہر یہاں سے دس میل دور ہے صاحب جی۔" ویٹر بتا رہا تھا۔ "یوں تو شہر میں بڑی تفریح گاہیں ہیں۔ بڑے اچھے اچھے ہوٹل نائٹ کلب اور شراب خانے ہیں مگر لوگ کچھ تبدیلی چاہتے ہیں۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ "ہمارے سیٹھ کا ایک ہوٹل شہر میں بھی ہے جس میں شراب خانہ اور نائٹ کلب بھی ہے مگر تین چار سال پہلے اس نے ادھر بھی ہوٹل بنایا۔ شہر سے یہاں تک بجلی اور ٹیلی فون کا لائن ڈالا۔ یہاں بوت موج میلا ہوتا ہے مہاراج لوگ شام سے پہلے ہی یہاں آنا شروع ہو جاتے ہیں اور رات دو بجے تک بڑا ہلہ گلہ ہوتا ہے۔ سنڈے نائٹ کو تو یہاں ساری رات کھیل تماشہ ہوتا ہے یہاں ڈانس بھی ہوتا ہے ہر قسم کا دارو بھی ملتا ہے اور مہاراج جو آدمی لوگ اکیلا ہوتا ہے ان کو وہ بھی ملتا ہے۔ آپ سمجھ گیا نا؟" اس نے مخصوص انداز میں ناک پر انگلی رکھی اور کن انکھیوں سے رتنا کی طرف دیکھنے لگا۔

میں سمجھ گیا وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں بھی دشواری پیش نہیں آئی کہ یہ ہوٹل دراصل عیاشی کا اڈہ تھا جس کی سرگرمیاں شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد ہی شروع ہوتی تھیں۔

"یہاں رہائش کا بھی بندوبست ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"تین کمرے ہیں۔" ویٹر نے جواب دیا۔ "پچھلی طرف کاٹیج بھی ہیں۔ تم آج رات ادھر رہ جاؤ مہاراج۔ بڑا کھش ہو گا۔"

"اچھا۔ دیکھیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"آپ کدھر سے آیو ہے مہاراج۔" ویٹر نے پوچھا۔

"بہت دور سے۔" میں نے کہا۔ "جے پور جانے کا ہے۔ بہت تھک گیا ہے ابھی سوچے گا رات ادھر رہ جائے گا یا چلا جائے۔"

میں ویٹر کو ٹالنا چاہتا تھا مگر اب وہ ٹلنے کا نام نہیں لے رہا تھا وہ بار بار رتنا کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ یہاں اصل کھیل شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد ہی شروع ہوتا تھا جب لوگ شہر سے یہاں آنا شروع ہوتے تھے۔ اس وقت تو ویٹروں کو کسی کی بات سننے کی فرصت نہیں ہوتی ہو گی۔ اس وقت چونکہ صرف چار چھ گاہک تھے اس لئے یہ ویٹر بھی فرصت میں تھا۔ میں بڑی مشکل سے اسے وہاں سے ہٹانے میں کامیاب ہو

سکا تھا۔

ہم ابھی چائے پی رہے تھے کہ شہر کی طرف سے آگے پیچھے آنے والی دو کاریں وہاں آ کر رکیں۔ دونوں کاروں میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔ دو عورتیں تو بہت ماڈرن لباس میں تھیں۔ اتنا ماڈرن کہ انہیں دیکھ کر دل میں خواہ مخواہ بے چینی سی ہونے لگی۔

تیسری میز پر بیٹھے ہوئے وہ دو آدمی سرگوشیوں میں باتیں کرتے ہوئے اب بھی کن انکھیوں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک اٹھ کر برآمدے کی طرف چلا گیا اور ایک ٹیلی فون بوتھ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ میں کرسی پر کچھ اس انداز سے بیٹھا ہوا تھا کہ پورا برآمدہ اور دونوں ٹیلی فون بوتھ بھی صاف نظر آ رہے تھے اور وہ شخص بوتھ میں داخل ہونے کے بعد بھی میری نظروں میں تھا۔

فون پر بات کرتے ہوئے وہ بار بار ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک دو مرتبہ اس نے ہماری جیپ کی طرف بھی دیکھا تھا۔

اچانک ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا اور اس کے ساتھ ہی پورے جسم میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑتی چلی گئی۔ رتنا نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا کہ بیلا نے ہمارے استقبال کی تیاری کر لی ہو گی اور کسی بڑی بستی میں پہنچتے ہی ہمارے لئے کسی نئی مصیبت کا آغاز ہو جائے گا۔

نجانے کیا بات تھی کہ یہاں آتے ہی ان دونوں آدمیوں کو دیکھتے ہی میرے ذہن میں شبہات سر ابھارنے لگے تھے لیکن میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا تھا بیلا نے اگر ہمارے استقبال کی تیاری کر رکھی تھی تو اپنے آدمیوں کو میرا اور رتنا کا حلیہ بتایا ہو گا۔ اس وقت ہم جس گیٹ اپ میں تھے اگر بیلا بھی ہمارے سامنے ہوتی تو اسے ہمیں شناخت کرنے میں کچھ دشوار پیش آتی۔ چہ جائیکہ بتائے ہوئے حلئے پر کوئی تیسرا آدمی ہمیں فوراً پہچان لے۔ گو کہ یہ بات عقل سے نہیں اترتی تھی مگر نجانے کیوں مجھے ان پر شبہ ہو گیا تھا اور وہ شخص ٹیلی فون پر کسی اور کو ہمارے بارے میں اطلاع دے رہا تھا۔

چند منٹ بعد وہ شخص واپس آ کر اپنی میز پر بیٹھا تو اس وقت بھی کن انکھیوں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ اور پھر وہ سرگوشیوں میں اپنے ساتھی سے باتیں کرنے لگا۔

"میرا خیال ہے کھیل شروع ہو چکا ہے رتنا۔" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر سرگوشی میں کہا۔

"تم شاید ان دونوں کی بات کر رہے ہو جو ہمارے بائیں طرف والی میز پر بیٹھے ہوئے ہیں۔" رتنا نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔ "لیکن میرا خیال ہے یہ وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اسے گھورا۔

"تھوڑی دیر پہلے ویٹر نے بتایا تھا کہ شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد آدھی رات تک یہاں جوئے بازی اور رنگ رلیوں کے جھمگٹے ہوتے ہیں۔" رتنا نے کہا۔ "یہاں کچھ ایسے لوگ بھی آتے ہوں گے جن کا مقصد تفریح نہیں کچھ اور ہوتا ہے۔ میرا مطلب ہے شکاری قسم کے لوگ مرد بھی اور عورتیں بھی۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟" میں بولا۔

"ان میں ایک تو گینڈے کی طرح کوتاہ گردن والا اور دوسرا لمبے قد والا ہے۔" رتنا نے کہا۔ "لمبے قد والا ٹیلی فون کرنے گیا تھا۔ تم اس کی طرف متوجہ تھے اور گینڈے کی گردن والا موقع پا کر مجھے معنی

خیز اشارے کر رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ بیلا کے آدمی نہیں ہو سکتے یہ عورتوں کے شکاری ہیں۔ غنڈے قسم کے لوگ۔ ان سے دوسرے طریقے سے نمٹا جا سکتا ہے۔"

"کیا طریقہ؟" میں نے پوچھا۔

"اب اگر وہ کوئی حرکت کرے تو میں اٹھ کر اسے گریبان سے پکڑ لوں۔ اس طرح ان کی اصلیت سامنے آ جائے گی۔" رتنا نے جواب دیا۔

مجھے رتنا کے پروگرام سے اتفاق کرنا پڑا۔ اس کی بات میں وزن تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بیلا نے جے پور کی طرف آنے والے راستوں کی نگرانی شروع کرا دی ہو گی تاکہ اسے ہمارے بارے میں اطلاع مل سکے۔ اگر یہ بیلا کے آدمی ہوتے تو اس طرح کی کوئی حرکت نہ کرتے جس سے ہمیں ان پر شبہ ہوتا۔ وہ دور رہ کر ہماری نگرانی کرتے۔

اس کا مطلب تھا کہ رتنا کا خیال درست تھا۔ یہ شکاری قسم کے لوگ تھے۔ ایسی جگہوں پر اس قسم کے لوگ نہ ہوں تو حیرت ہونی چاہئے۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم رات کا کچھ حصہ یہاں گزاریں گے۔ انجوائے کریں گے اور ویسے بھی ہمیں اب کسی کار کی ضرورت ہو گی۔ جیپ سے اب پیچھا چھڑا لینا چاہئے۔"

"کار کہاں سے لو گے؟" رتنا نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

"یہ دونوں شہر سے پیدل تو یہاں نہیں آئے ہوں گے۔" میں نے کہا۔ "ہمارے آنے سے پہلے جو دو تین کاریں کھڑی تھیں ان میں سے ایک کار ان کی بھی ہو گی۔"

"تو پھر کیا پروگرام ہے؟" رتنا نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"چائے پینے کے بعد ویٹر کے ساتھ کمرے دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "ایک کمرہ لے لیں گے کچھ دیر آرام کرنے کا موقع بھی مل جائے گا۔"

اس وقت سورج غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا اور پھر ٹھیک اسی وقت ایک اور کار وہاں آ کر رکی۔ ایک آدمی اور ایک لڑکی کار سے اترے۔ آدمی کی عمر پینتیس کے لگ بھگ رہی ہو گی جبکہ لڑکی پچیس سے زیادہ کی نہیں تھی۔ مرد نے پینٹ شرٹ اور لڑکی نے ساڑی پہن رکھی تھی۔

میں نے اشارے سے ویٹر کو بلایا۔ وہ برتن اٹھانے لگا تو میں نے اس سے کمرے کی بات کی اور پھر اس کے جانے کے دو منٹ بعد ہم بھی اٹھ کر برآمدے میں سے ہوتے ہوئے وسیع لابی میں آ گئے جہاں شاندار استقبالیہ کاؤنٹر بنا ہوا تھا۔

ویٹر ہمیں کمرہ دکھانے سے پہلے ہوٹل کے دوسرے حصے دکھاتا رہا۔ بہت بڑا ڈانس ہال تھا اس کے ایک طرف وسیع و عریض سٹیج تھا کچھ لوگ ہال میں میزیں وغیرہ سیٹ کر رہے تھے۔ ایک طرف بہت بڑا بار کاؤنٹر تھا جس کے پچھلے شیلفوں میں شراب کی بوتلیں سجی ہوئی تھیں۔

اس سے ملحق ایک اور چھوٹا ہال تھا۔ یہ جواء خانہ تھا اور رولیٹ کے علاوہ یہاں جواء کھیلنے کی اور بھی بہت سی مشینیں لگی ہوئی تھیں اور میرا خیال تھا کہ بہت کم لوگ یہاں سے جیت کر جاتے ہوں گے۔

باہر سے یہ عمارت اتنی زیادہ بڑی نہیں لگتی تھی لیکن اندر سے خاصی وسیع تھی اور پیچھے کی طرف

پھیلی ہوئی تھی۔ مرکزی لابی کے ایک طرف کسی درخت کی تین شاخوں کی طرح تین راہداریاں تھیں۔ ہر راہداری میں دس کمرے تھے۔ پانچ ایک طرف اور پانچ سامنے۔ ویٹر ہمیں درمیان والی راہداری میں لے گیا اور پہلے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ سامنے ہی دیوار پر آویزاں فریم میں ایک عورت کی عریاں تصویر لگی ہوئی تھی۔ تصویر کا پوز دیکھ کر میرے دماغ میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں صرف وہی ایک تصویر نہیں دوسری دیواروں پر اور بھی ایسی تصویریں آویزاں تھیں جنہیں دیکھ کر جذبات مشتعل ہوتے ہوں۔

رتنا تو فوراً ہی کمرے سے باہر چلی گئی تھی۔ میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ زیادہ بڑا کمرہ نہیں تھا ایک طرف سنگل بیڈ تھا ایک چھوٹی ٹیبل اور دو کرسیاں اور ایک چھوٹا سا ملحق باتھ روم۔

لوگ یہاں تفریح اور عیاشی کے لئے آتے تھے وہ پیسہ خرچ کرتے تھے اور ان کی تفریح کو زیادہ سے زیادہ رنگین بنانے کا پورا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ یہ کمرے ظاہر ہے رہائش کے لئے نہیں صرف عیاشی کے لئے تھے اور چند گھنٹوں کے لئے ہی کرائے پر دیئے جاتے ہوں گے۔

ماؤنٹ آبو میں بھی میں نے بہت کچھ دیکھا تھا جودھ پور میں سیتا جیسی عورت سے ملاقات ہوئی تھی اور اب یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔ رام رام جپنے والی بنیا قوم یورپ سے بھی ایڈوانس ہوتی جارہی تھی۔ یہ لوگ بھی اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکے تھے۔

''یہ کمرہ مجھے پسند نہیں یہاں گھٹن سی ہے کوئی کاٹیج دکھاؤ۔'' میں نے ویٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ تمام کمرے اسی طرح آراستہ ہوں گے۔

ویٹر نے کمرے سے نکلتے ہوئے کن انکھیوں سے رتنا کی طرف دیکھا اور ہمیں ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

ویٹر نے استقبالیہ کاؤنٹر سے چابیوں کا گچھا لیا اور ہم اس کے ساتھ عمارت کے ایک پچھلے دروازے سے باہر آ گئے۔ دن کی روشنی اس وقت غائب ہو رہی تھی۔ پچھلی طرف جگہ جگہ برقی قمقمے روشن ہو گئے تھے۔ بڑی خوبصورت جگہ تھی یہ۔ پہاڑی کے دامن میں ناریل کے اونچے درختوں اور سبزے میں گھرے ہوئے کئی چھوٹے چھوٹے کاٹیج تھے۔

ویٹر ایک کاٹیج کے سامنے رک گیا۔ اس کے پچھلی طرف کچھ مسطح جگہ تھی اور اس سے آگے عمودی ڈھلان تھی جو نشیب میں وادی کی طرف چلی گئی تھی۔ اس طرف بھی درختوں اور جھاڑیوں کی بہتات تھی۔

یہ کاٹیج بھی ایک کمرے اور ملحق باتھ روم پر مشتمل تھا اس کے اندر کی صورت حال بھی اس کمرے سے مختلف نہیں تھی۔ میں کاٹیج سے باہر آ گیا جہاں رتنا کھڑی تھی۔ اس نے ویٹر کی موجودگی میں کاٹیج میں داخل ہونے سے گریز کیا تھا۔

میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یہ جگہ میرے لئے آئیڈیل تھی۔

''ٹھیک ہے یہ کاٹیج ہمیں دے دو مگر اس کا کرایہ کیا ہو گا؟'' میں نے مڑ کر سوالیہ نگاہوں سے ویٹر کی طرف دیکھا۔

''پندرہ سو روپے۔'' ویٹر نے جواب دیا۔

''کیا؟'' میں اچھل پڑا۔ ''ٹھیک ہے۔'' میں نے اپنے آپ کو صدمے سے سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''یہ کاٹیج میرے نام کر دو۔''

''آپ استقبالیہ پر آ جاؤ مہاراج۔'' ویٹر نے کہا۔

میں نے ویٹر سے کاٹیج کی چابی لے کر رتنا کے حوالے کر دی۔

''تم یہیں رک جاؤ میں ابھی آتا ہوں۔ اندر سے دروازہ بند کر لینا۔'' میں رتنا سے کہتا ہوا ویٹر کے ساتھ دوبارہ عمارت میں آ گیا۔ استقبالیہ کاؤنٹر پر میں نے رجسٹر کی خانہ پری کی اور کرایہ بھی ادا کر دیا۔ اس دوران میں نے جھانک کر دیکھ لیا تھا کہ وہ دونوں آدمی وہیں بیٹھے ہوئے تھے باہر اچھی خاصی رونق ہو گئی تھی۔ پارکنگ ایریا میں کاروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا۔

رتنا نے دروازے کو اندر سے بولٹ لگا رکھا تھا۔ میری آواز پہچان کر اس نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر کے بولٹ لگا دیا اور پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔ رتنا نے دیواروں پر آویزاں عورتوں کی عریاں تصویروں والے تمام فریم پلٹ دیئے تھے۔ اسے شاید اپنی ہم جنس کی یہ تذلیل پسند نہیں آئی تھی لیکن وہ غالباً یہ بات بھول گئی تھی کہ یہ تصویریں زبردستی نہیں کھینچی گئی تھیں۔ ان عورتوں کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ تھی اور انہوں نے بڑے شوق سے یہ تصویریں کھنچوائی تھیں اور مزے کی بات یہ تھی کہ تمام تصویریں ہندوستانی عورتوں کی تھیں کوئی بھی یورپین نہیں تھی کہ یورپ کی خواتین پر کوئی الزام دھرا جا سکتا۔

یہ کاٹیج ہوٹل کی عمارت سے تقریباً سو گز کے فاصلے پر تھا۔ دوسرے کاٹیج بھی تیس پینتیس گز کے فاصلے سے کم نہیں تھے۔ اسی طرح کسی کی پرائیویسی مجروح نہیں ہوتی تھی۔

تھوڑے تھوڑے وقفے سے باہر آوازیں سنائی دینے لگیں جس کا مطلب تھا کہ پڑوس کے کاٹیج بھی بک ہو رہے تھے۔

نو بجے کے قریب میں رتنا کو لے کر باہر آ گیا۔ کاٹیج کو تالا لگایا اور ہم دونوں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آ گئے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اتنے بڑے ہال میں دو چار میزیں ہی خالی تھیں۔ دوسرے ہال میں بھی لوگ بھرے ہوئے تھے اور جوئے خانے میں بھی بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔ لوگ شام ہونے کے فوراً ہی بعد یہاں پہنچنا شروع ہو گئے تھے اور ان کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا جس نے بھی یہ ہوٹل بنایا تھا وہ اپنے بزنس میں بہت کامیاب تھا۔

وہ دونوں آدمی اب مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ شروع میں پارکنگ ایریا میں جو دو تین کاریں دیکھی تھیں وہ اب بھی موجود تھیں جس کا مطلب تھا کہ وہ دونوں بھی یہاں موجود تھے۔ اگر وہ ہماری ہی تاک میں تھے تو انہیں یقیناً پتہ چل گیا ہو گا کہ ہم نے کاٹیج لے لیا ہے۔

ہم دونوں کے مخصوص لباس کی وجہ سے لوگ ہماری طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ایسی ماڈرن جگہ پر دیہاتی لباس۔ ہنسنے والی بات ہی تو تھی۔ بعض لوگ تو شاید یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم نے تفریحاً یہ لباس پہن رکھے ہیں۔

ڈائننگ ہال میں ایک خالی میز مل گئی۔ ہم نے وہاں بیٹھ کر اطمینان سے کھانا کھایا۔ بل ادا کرتے وقت مجھے اچانک ہی اس والٹ کا خیال آیا جو جھیل والے شکاری کی پینٹ کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔

"ارے وہ والٹ کہاں ہے جو شکاری کی جیب سے نکلا تھا۔" میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے مدہم لہجے میں پوچھا۔

"محفوظ ہے۔ اسے کوئی نہیں چھو سکتا۔" رتنا نے کہتے ہوئے نظروں سے اپنے گریبان کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ آ گئی تھی میں بھی مسکرا دیا۔

ہم ڈائننگ ہال سے نکل کر ڈانس ہال میں آ گئے۔ اس وقت دس بج چکے تھے اور اکا دکا میزیں ہی خالی نظر آ رہی تھیں۔ اسٹیج پر ایک رقاصہ بے ہنگم موسیقی پر اچھل کود کر رہی تھی۔ اس کے جسم پر لباس برائے نام ہی تھا۔ اصل پروگرام ساڑھے گیارہ بجے شروع ہونے والا تھا۔ جس میں جے پور کی ایک معروف رقاصہ کو اپنے فن کا مظاہرہ کرنا تھا۔

میں نے رتنا کو اشارہ کیا اور ہم خارجی دروازے کی طرف چلنے لگے۔ ظاہر ہے ہمارا مقصد یہاں تفریح میں الجھنا نہیں تھا ہم تو کسی خاص وجہ سے یہاں رک گئے تھے۔ بیلا کی دی ہوئی مہلت کو تقریباً بیس گھنٹے گزر چکے تھے اور اگلے چوبیس گھنٹوں میں مجھے سرحد پار کر لینی چاہیے اور یہ تقریباً ناممکن نظر آ رہا تھا۔

برآمدے سے نکل کر ہوٹل کی عمارت کی پچھلی طرف جاتے ہوئے میری نظر غیر ارادی طور پر پارکنگ کی طرف اٹھ گئی۔ ہماری جیپ سے ذرا آگے سرخ رنگ کی کار کے قریب گینڈے جیسی گردن والا کوتاہ قامت آدمی کھڑا تھا۔ مجھے اس طرف متوجہ پا کر وہ ایک دم آڑ میں ہو گیا۔ میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔ وہ یقیناً ہماری جیپ کی نگرانی کر رہا تھا تاکہ اگر ہم وہاں سے روانہ ہوں تو ان کی نظروں میں آ سکیں۔

عمارت کے عقب میں کاٹیج کی طرف جاتے ہوئے میں محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ مختلف کاٹیج کی طرف بعض لوگوں کی آمدورفت تھی وہ جو بھی تھے جوڑا جوڑا تھے مگر ایک آدمی کو دیکھ کر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ وہ اکیلا تھا اور تاریکی میں تھا۔ میں نے اسے بڑی تیزی سے ایک درخت کی آڑ میں چھپتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ غالباً گینڈے کا لمبے قد والا ساتھی تھا۔ میں سمجھ گیا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

کاٹیج میں پہنچ کر میں نے دروازہ اندر سے بولٹ کر لیا۔

"تھیلا بیڈ پر رکھا ہوا ہے۔ اس میں سے کپڑے نکال کر جلدی سے بدل لو۔" میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ وہی تھیلا تھا جو ماڑو قبیلے کے مکھیا نے دیا تھا۔ اس میں ہمارے پرانے کپڑے تھے۔

رتنا نے تھیلے میں سے خاکی پتلون اور سفید ٹی شرٹ نکال لی اور وہیں کھڑے کھڑے اپنے کپڑے اتار دیئے اور پینٹ شرٹ پہن لی۔ کاٹیج کی ایک دیوار پر ایک خوبصورت فریم والا آئینہ بھی آویزاں

تھا وہ اس کے سامنے کھڑی ہو کر زیور اتارنے لگی۔ ناک میں پڑی ہوئی تار جیسی چوڑی اتارنے میں اسے کچھ دشواری پیش آئی تھی اور آنکھوں میں پانی بھی آ گیا تھا۔

اس دوران میں نے بھی کپڑے بدل لیے۔ ہم دونوں کے جوگرز بھی تھیلے میں موجود تھے۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ کر جوگرز پہننے لگا اور رتنا بیڈ کی پٹی پر بیٹھ گئی تھی۔ میں جوگرز کے فیتے باندھ کر فارغ ہوا ہی تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک سنائی دی۔

"کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ویٹر ہوں مہاراج۔" باہر سے جواب ملا۔ "منیجر صاحب نے رجسٹر بھیجا ہے۔ ایک جگہ آپ کے دستخط رہ گئے ہیں۔"

میں نے معنی خیز نگاہوں سے رتنا کی طرف دیکھا۔ یہ ویٹر کی آواز نہیں تھی۔ میں نے رتنا کو اشارہ کیا وہ دروازے کے پیچھے دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی ہو گئی۔ دروازہ کھلنے کی صورت میں وہ پیچھے چھپ کر رہ جاتی۔ میں نے بھی ایک سائیڈ پر ہو کر دروازہ کھول دیا اور پھر میں دل ہی دل میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ یہ وہی دونوں آدمی تھے ایک لمبے قد والا اور دوسرا گینڈے جیسا۔ لمبے قد والے کے ہاتھ میں پستول تھا جبکہ دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ دونوں مجھے دھکیلتے ہوئے اندر آ گئے۔

"کیا ہے بھایا..... کون ہو تم لوگ اور اس طرح زبردستی اندر آنے کا کیا مطلب ہے؟" میں نے کسی قدر خوفزدہ ہونے کا مظاہرہ کیا۔

"ہمارا شبہ درست نکلا۔" لمبے قد والا پستول کو حرکت دیتے ہوئے بولا۔ "تم وہی دونوں ہو جن کے بارے میں ہمیں جے پور سے اطلاع ملی تھی۔ تمہیں اس جیپ پر دیکھ کر ہی ہمیں شبہ ہو گیا تھا۔ اس جیپ کو میں اچھی طرح پہچانتا ہوں وہ جے پور کے شکاری مہندر سنگھ کی ہے۔ میں اسے پچھلے چھ مہینوں کے دوران کم از کم دو مرتبہ پکڑ چکا ہوں مگر کم بخت کا ہاتھ فوراً ہی نوٹوں کی گڈی پر پہنچ جاتا ہے ایسے آدمی کو سلاخوں کے پیچھے بند کرنا تو اچھا نہیں لگتا نا۔ بہر حال، تم لوگوں کو اس جیپ پر دیکھ کر مجھے شبہ ہوا تھا میں نے پبلک ٹیلی فون سے مادام بیلا کو اطلاع دی اور تم لوگوں کا حلیہ بتایا تو اس نے تصدیق کر دی کہ وہ تم دونوں ہو سکتے ہو۔ اس نے کہا تھا کہ تم دونوں کو کسی نہ کسی طرح روک کر رکھا جائے وہ اطلاع ملتے ہی جے پور سے روانہ ہو گئی تھی۔ ہو سکتا ہے اب تک کرانا پہنچ چکی ہو یا پہنچنے والی ہو۔ وہ چھوکری کہاں ہے؟"

میرے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔ ان دونوں کو دیکھ کر شروع میں میرے ذہن میں جو شبہ ابھرا تھا وہی درست نکلا تھا۔ ان میں سے گینڈے کی گردن والے نے رتنا کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے کی کوشش اس لیے کی تھی کہ ہم انہیں غنڈے سمجھتے رہیں اور ان کی اصلیت پر شبہ نہ کر سکیں۔

"تم لوگ شاید حلیے بدل کر یہاں سے بھاگنے کا پروگرام بنا رہے تھے وہ چھوکری کہاں ہے؟" اس کے لہجے میں کرختگی تھی۔

"وہ ڈانس فلور پر گئی ہے۔" میں نے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"تم جھوٹ بکتے ہو۔ ہم نے اسے یہاں سے نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔" اس مرتبہ گینڈے کی گردن والا بولا تھا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''وہ پینٹ شرٹ میں ہے ہوسکتا ہے تم لوگ اسے پہچان نہ سکے ہو۔ ویسے بھی باہر اندھیرا ہے۔''

وہ دونوں چند لمحے خاموش رہے پھر لمبے قد والا اپنے ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

''ہوشیار رہنا یہ بڑا خطرناک لگتا ہے۔'' گینڈے کی گردن والے شیوا نے کہا اور میری طرف دیکھتا ہوا باہر نکل گیا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اور رتنا دروازے کے پیچھے بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ لمبے قد والا مجھ پر پستول تانے کھڑا تھا۔

''میں اعتراف کر لیتا ہوں کہ ہم وہی ہیں جن کی تمہیں تلاش تھی۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن تمہیں کیسے پتا چلا کہ ہم طرف سے آئیں گے۔''

''میڈم بیلا را میں ایک بہت اونچے عہدے پر ہے۔ وہ بیوقوف نہیں۔'' لمبے قد والے نے جواب دیا۔ ''جودھ پور کی طرف سے تین راستے جے پور کی طرف جاتے ہیں تینوں راستوں کی نگرانی ہو رہی ہے۔ ہم یہاں اس لئے موجود ہیں کہ تم لوگ مکرانا پہنچ کر کسی اور طرف نہ نکل جاؤ۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم بھی را میں ہو۔'' میں نے کہا اور ہاتھ کو اس طرح حرکت دی کہ اسے کوئی شبہ نہ ہو سکے لیکن رتنا میرے ہاتھ کی حرکت کا مطلب سمجھ لے۔

رتنا مطلب سمجھ گئی۔ وہ بڑی آہستگی سے دروازے کے پیچھے سے نکلی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر پوری قوت سے دوہتڑ اس کی گدی پر جما دیا۔ اس شخص کے منہ سے اوغ کی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے کو گرا۔ میں نے سب سے پہلے اس کے پستول والے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر بیڈ پر گرا جسے میں نے فوراً ہی قبضے میں لے لیا۔ وہ شخص سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اس کی کنپٹی پر ٹھوکر رسید کر دی۔ وہ کراہتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ کنپٹی پر لگنے والی ٹھوکر نے اسے کم از کم دو گھنٹوں کیلئے اس دنیا سے غافل کر دیا تھا۔ میں نے اسے گھسیٹ کر دروازے کے پیچھے ڈال دیا اور پستول رتنا کے ہاتھ میں دے دیا۔ رتنا ایک بار پھر دروازے کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ میں کھلے ہو ئے دروازے کے سامنے اس طرح ہاتھ اٹھائے کھڑا رہا جیسے کسی نے ہینڈز اپ کرا رکھا ہو۔

صرف دو منٹ بعد کاٹیج کے قریب تیز تیز قدموں کی آواز ابھری اور پھر گینڈے کی گردن والا شیوا دروازے کے سامنے نمودار ہوا۔

''راکیش وہ وہاں نہیں۔'' وہ کہتے کہتے رک گیا اور عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''راکیش کہاں ہے؟''

میں نے گردن سے اندر کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ راکیش کا نام لیتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ رتنا نے دھڑ سے دروازہ بند کر دیا۔ شیوا تیزی سے پیچھے گھوما اور پھر اس کے چہرے پر خوف کے سائے پھیلتے چلے گئے۔

''اوہ۔'' اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ ''راکیش کہاں ہے؟''

''یہ رہا۔ تمہارے سامنے۔'' میں نے فرش پر پڑے ہوئے راکیش کی طرف اشارہ کیا۔

راکیش کو مردوں کی طرح بے حس و حرکت پڑا پا کر اس کے چہرے پر خوف کے تاثرات کچھ اور گہرے ہو گئے۔

''تت۔ تم نے اسے مار دیا۔'' شیوا ہکلایا۔

''نہیں، ابھی زندہ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

شیوا نے بڑی پھرتی سے پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی مگر میرا گھونسہ اس کے جبڑے پر پڑا اور وہ لڑکھڑا گیا۔ رتنا نے بڑی پھرتی سے اس کے پیچھے پہنچ کر پستول کی نال اس کی کھوپڑی سے لگا دی۔

''اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو کھوپڑی اڑا دوں گی۔'' وہ غرائی۔

میں نے آگے بڑھ کر شیوا کی جیب سے پستول نکال لیا اور رتنا کو اشارہ کر دیا۔ رتنا نے بڑی پھرتی سے پستول کو نال کی طرف سے پکڑ کر دستہ پوری قوت سے اس کی کھوپڑی پر رسید کر دیا۔ وہ کراہتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

''رتنا ہری اپ۔'' میں نے شیوا کی جیب سے نکالا ہوا پستول اپنی جیب میں ڈال لیا۔ ''یہاں کوئی رسی تلاش کرو۔''

''یہ کوئی مویشیوں کا باڑہ تو نہیں کہ رسی مل جائے۔'' رتنا بولی۔ اس نے بھی راکیش والا پستول جیب میں ڈال لیا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ پھر اس نے بستر کی چادر کھینچ لی اور اسے لمبائی کے رخ پر پھاڑنے لگی۔

اس چادر کی بالش بھر چوڑی پانچ چھ پٹیاں بن گئیں۔ میں نے پہلے راکیش کے پیر اور ہاتھ پشت پر باندھے اور پھر شیوا کو بھی اسی طرح باندھ دیا اور پھر بتی بجھا کر کاٹیج سے باہر آ گیا۔

ہوٹل کی عمارت کی طرف سے موسیقی اور لوگوں کے شور کی ملی جلی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ آس پاس کے کاٹیج تاریک پڑے ہوئے تھے۔ میرا خیال تھا کلب کا پروگرام ختم ہونے کے بعد یہ کاٹیج آباد ہونا شروع ہوں گے۔ تقریباً پچاس گز دور کسی پول پر بلب جل رہا تھا لیکن درختوں کی جھکی ہوئی شاخوں کی وجہ سے اس کی روشنی محدود ہو کر رہ گئی تھی۔

ہمارے والے کاٹیج کے سامنے درختوں کی وجہ سے اندھیرا تھا۔ عمارت کی طرف سے شور کی آوازیں تو آ رہی تھیں لیکن اس طرف کوئی ذی روح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

میں نے اندر آ کر پہلے راکیش کو کندھے پر اٹھایا اور باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھتا ہوا تیزی سے کاٹیج کے پچھلی طرف چلنے لگا۔ اس طرف بھی ایک دو کاٹیج تھے مگر وہ خاصے دور تھے اور اس طرف بھی تاریکی تھی۔ عقب میں بائیں طرف وہ عمودی ڈھلان تھی جو میں نے دن کے وقت دیکھی تھی۔ وہ ڈھلان خاصی گہری تھی۔ نیچے دور تک درخت اور جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ میں نے راکیش کو کندھے سے اتار کر اس ڈھلان پر لڑھکا دیا۔ وہ جھاڑیوں میں الجھتا ہوا نیچے کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ کچھ دیر تک جھاڑیوں کی شاخوں کی آواز سنائی دیتی رہی پھر خاموشی چھا گئی۔ راکیش کم از کم پندرہ بیس گز نیچے جا کر رکا تھا۔

میں تیزی سے کاٹیج میں واپس آ گیا اور شیوا کو کندھے پر اٹھا لیا۔ وہ کم بخت گینڈے ہی کی

طرح بھاری تھا۔ اسے کھائی تک لے جاتے ہوئے میں بری طرح ہانپ گیا تھا۔ اسے ڈھلان پر لڑھکا کر میں لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

وہ دونوں زندہ تھے۔ میں نے انہیں اپنے ہاتھوں قتل نہیں کیا تھا لیکن کسی ایسے آدمی کو زندہ چھوڑنا بھی میرے اصول کے خلاف تھا جو میری جان کا دشمن ہو۔ انہیں میں نے ہاتھ پیر باندھکر اس گہری کھائی میں لڑھکا دیا تھا۔ ان دونوں کے منہ میں کپڑا بھی ٹھونس دیا گیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی نہ تو وہ کوئی حرکت کر سکتے تھے اور نہ ہی ان کے منہ سے کوئی آواز نکل سکتی تھی۔ اس گہری کھائی کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہاں بھیڑیوں کی آمدورفت ضرور ہوگی۔ اگر وہ بھیڑیوں کی خوراک بننے سے بچ گئے تو زہریلے سانپ یا بچھو وغیرہ ان کی زندگیوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ اگر وہ ان سے بھی محفوظ رہے تو اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

اس بات کا امکان ہرگز نہیں تھا کہ کوئی انہیں بچا لے گا۔ رات کے وقت تو کسی کا اس طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ صبح کے وقت اگر کوئی تفریحاً اس طرف چلا بھی گیا تو اس وقت تک دم گھٹنے سے ہی ان کا خاتمہ ہو چکا ہوگا۔

میں کاٹیج میں واپس پہنچا تو ٹھٹک سا گیا۔ رتنا تصویروں والے فریم سیدھے کر چکی تھی اور ایک تصویر کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

''کیا بات ہے یہ تصویر زیادہ پسند آ گئی ہے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اوہ نہیں۔'' وہ چونک کر بولی۔ ''یہ...... یہ شوبھا کی تصویر ہے۔''

''شوبھا۔! یہ کون ہے؟ کیا تم جانتی ہو اسے؟'' میں نے حیرت سے کہا اور تصویر کو دیکھنے لگا۔

تصویر دراصل سولہ بائے بیس انچ سائز کا کلر فوٹو گراف تھا۔ اس لڑکی کی عمر بیس اکیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ بے حد حسین تھی، جسم پر لباس نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ تصویر اس انداز سے کھینچی گئی تھی کہ بدن کے تمام نشیب و فراز واضح تھے۔ لڑکی کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ تھی جس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ تصویر کھنچوانے کیلئے اس پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیا تھا بلکہ اس نے بخوشی کیمرے کا سامنا کیا تھا۔

''یہ۔ پریم نواس ریسٹورنٹ میں میرے ساتھ ویٹریس تھی۔'' رتنا نے جواب دیا۔ ''صرف دو تین مہینے رہی تھی پھر اطلاع دیئے بغیر کام چھوڑ کر چلی گئی تھی۔''

''لعنت بھیجو اس پر۔'' میں نے کہا۔

''میں سوچ رہی ہوں کسی جگہ میری بھی ایسی تصویر لگی ہوئی نہ ہو۔ یا میری ویڈیو فلم۔''

''سیتا کے بنگلے میں موجود ہم نے تمام ویڈیو فلمیں ضائع کر دی تھیں۔'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آؤ اب چلیں۔ زیادہ دیر یہاں رکنا مناسب نہیں ہے۔''

رتنا نے بیڈ کے قریب چھوٹی میز پر رکھا ہوا چابیوں کا گچھا اور وہ نوٹ نکال لئے جو ان دونوں کو بے ہوش کرنے کے بعد ہم نے ان کی جیبوں سے نکالے تھے۔ نوٹ رتنا نے اپنی جیب میں ٹھونس لئے اور چابیوں کا گچھا میری طرف بڑھا دیا۔

رنگ میں تین چابیاں تھیں۔ اور یہ تینوں کار کی چابیاں تھیں۔ میں نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور رتنا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا اور دروازہ بند کر دیا۔

ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے عمارت کے پہلو کی طرف سے ہوتے ہوئے پارکنگ ایریا کی طرف چلنے لگے۔ راستے میں صرف ایک آدمی نظر آیا تھا جو شراب کی بوتل لئے کسی کاٹیج کی طرف جا رہا تھا۔

پارکنگ ایریا کی طرف کوئی نہیں تھا۔ کسی کو گاڑیوں کی نگرانی پر مقرر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی۔ میں نے اب بھی رتنا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ہم دونوں گاڑیوں کے درمیان چکراتے ہوئے اپنی جیپ کی طرف بڑھنے لگے جو دور ہی سے نظر آ رہی تھی۔

دائیں طرف چبوترے پر بھی ہنگامہ جاری تھا۔ نیم عریاں لباس میں ایک رقاصہ میزوں کے درمیان تھرک رہی تھی۔

جیپ کے قریب پہنچ کر میں رک گیا۔ وہ سرخ گاڑی اس سے آگے تھی جو میں نے شروع میں ایک اور گاڑی کے ساتھ دیکھی تھی۔ بعد میں ایک موقع پر میں نے گینڈے کی گردن والے شیوا کو اس کار کے قریب کھڑے دیکھا تھا اور مجھے یقین تھا کہ یہ کار اسی کی تھی۔

جیپ کے قریب کھڑے ہو کر میں نے چابیوں کا رنگ رتنا کی طرف بڑھا دیا اور خود ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ رتنا جھجکتی ہوئی سرخ کار کے قریب جا چکی تھی۔

چبوترے پر سب لوگ اپنی مستیوں میں غرق تھے۔ کسی کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے، لیکن ایک آدمی ایسا بھی تھا جو ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس میز پر دو عورتیں اور ایک آدمی بھی تھا۔ وہ تینوں آپس میں باتیں بھی کر رہے تھے، لیکن اس شخص کے بارے میں کہا جا سکتا تھا کہ ان تینوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سن کر میں چونک گیا۔ اس کے ساتھ ہی رتنا کی آواز بھی سنائی دی تھی۔

میں جیپ سے ہٹ کر سرخ کار کے قریب آ گیا۔ پسنجرز سائیڈ والا دروازہ کھولتے ہوئے میں نے ایک بار پھر چبوترے کی طرف دیکھا۔ اس شخص کے چہرے پر الجھن کے تاثرات صاف نظر آ رہے تھے۔

کار حرکت میں آ چکی تھی۔ میں نے سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔ پارکنگ ایریا میں گاڑیاں اس طرح کھڑی تھیں کہ عین بیچ میں کھڑی ہوئی کوئی گاڑی آسانی سے نکالی جا سکتی تھی۔ رتنا سرخ کار کو دونوں کاروں کے درمیان اس راستے پر لے آئی۔ پارکنگ ایریا کے اختتام پر مین روڈ کی طرف چلا گیا تھا۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ شخص ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے اس نے اٹھ کر چبوترے سے برآمدے کی طرف دوڑ لگا دی۔ اب اس کے ہاتھ میں پستول یا ریوالور قسم کی چیز بھی نظر آ رہی تھی۔ اس شخص کے بارے میں میرا شبہ درست نکلا وہ بھی راکیش اور شیوا کا ساتھی تھا جسے

غالباً انہوں نے فون کر کے اپنی مدد کیلئے شہر سے بلوالیا تھا اور وہ ان دونوں سے الگ تھلگ ہی رہا تھا تاکہ کسی ہنگامی صورتحال میں ان کی مدد کر سکے اور اب ہمیں سرخ کار پر جاتے دیکھ کر اسے گڑبڑ کا احساس ہو گیا تھا اور اس نے ہمارے پیچھے دوڑ لگا دی تھی۔

''رفتار بڑھاؤ رتنا۔'' میں نے کہتے ہوئے اپنی جیب سے پستول نکال لیا۔''ان دونوں کا ایک ساتھی ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔''

رتنا نے ایک دم رفتار بڑھا دی۔ اسی لمحے یکے بعد دیگرے دو فائر ہوئے، ایک گولی ہماری کار کی عقبی سکرین توڑتی ہوئی ہم دونوں کے درمیان سامنے والی ونڈ سکرین میں سوراخ کرتی ہوئی ہم سے آگے نکل گئی۔ دوسری گولی غالباً پیچھے ڈکی یا فینڈر میں لی تھی۔

ہم دونوں بڑی پھرتی سے نیچے جھک گئے تھے۔ رتنا نے سٹیرنگ ذرا سا دائیں طرف گھمایا تھا۔ اسی طرح ہمیں پارکنگ میں کھڑی ہوئی دوسری گاڑیوں کی آڑ مل گئی۔

میں نے مڑ کر دیکھا۔ وہ شخص اب پارکنگ ایریا میں اس طرف دوڑ رہا تھا جہاں سے ہم نے یہ کار اڑائی تھی اور پھر میں نے اسے جیپ میں بیٹھتے ہوئے دیکھا۔

چبوترے کی طرف اگرچہ موسیقی اور لوگوں کا شور تھا لیکن گولیوں کی آواز اس شور پر غالب آ گئی تھی۔ موسیقی تھم گئی تھی اور لوگ بھی کچھ بدحواس ہو کر پارکنگ ایریا کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

جب ہم یہاں آئے تھے تو میں نے جیپ کی چابی سوئچ ہی میں چھوڑ دی تھی۔ اور اب مجھے اپنی حماقت کا احساس ہونے لگا تھا۔ وہ شخص جیپ پر تعاقب کر کے ہمارے لئے پریشانی پیدا کر سکتا تھا۔

ہماری کار ہوٹل کے ایریا سے نکل کر سڑک پر آ رہی تھی کہ کان پھاڑ دینے والا ایک دھماکہ ہوا۔ میں اپنی سیٹ پر اچھل پڑا۔ سٹیرنگ پر رتنا کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی اور کار لہرا گئی مگر رتنا نے اسے فوراً ہی سنبھال لیا۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔

ہماری جیپ کے پرخچے اڑ گئے تھے اور آس پاس کھڑی ہوئی دوسری کاریں بھی زد میں آ گئی تھیں جن سے آگ کے شعلے اٹھ رہے تھے۔ اس شخص کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آ رہا تھا جس نے ہمارے تعاقب کیلئے جیپ سٹارٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔

ہوٹل میں بھگدڑ مچ گئی۔ چبوترے پر جمی ہوئی راگ رنگ کی محفل بھی درہم برہم ہو گئی۔ لوگ بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ میزیں کرسیاں الٹ رہی تھیں۔ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے اور فضا چیخوں سے گونج رہی تھی۔

رتنا نے کار روک لی۔ میں بھی اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک اور دھماکہ ہوا ایک کار کا پٹرول ٹینک پھٹ گیا تھا۔ شعلوں میں لپٹی ہوئی کار کئی فٹ اوپر اچھلی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر چاروں طرف بکھر گئی۔ جلتی ہوئی کار کے کچھ ٹکڑے چبوترے پر لوگوں کے ہجوم پر گرے۔ چیخم و دھاڑ پہلے سے زیادہ بلند ہو گئی۔ کئی لوگ زخمی ہوئے تھے۔

''رکو نہیں کار آگے بڑھاؤ رتنا۔'' میں نے سیٹ پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

رتنا ایک دم جیسے ہوش میں آ گئی۔ وہ سنبھل گئی اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔

''یہ سب کچھ کیسے ہوا۔'' اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں بیلا کے الفاظ یاد ہونے چاہئیں۔'' میں نے کہا۔ ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا۔ فاصلہ زیادہ ہو جانے سے گو لوگوں کے شور کی آوازیں کم ہو گئی تھیں لیکن شعلے دکھائی دے رہے تھے۔''اس نے کہا تھا کہ اب مجھے جان سے مارنے کی کوشش کی جائے گی۔ جودھ پور سے جے پور جانے والے تمام راستوں کی نگرانی ہو رہی ہے۔ یہ دونوں یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں ہم پر شبہ ہو گیا تھا اور اپنی مدد کیلئے ایک تیسرے آدمی کو بھی بلا لیا تھا۔ اس دوران موقع پا کر ان دونوں میں سے کسی نے ہماری جیپ میں بم لگا دیا تھا جس کا تار اگنیشن سے جوڑ دیا گیا تھا تاکہ اگر ہم انہیں چکمہ دیکر بھاگنے کی کوشش کریں تو جیپ سٹارٹ کرنے کیلئے سوئچ گھماتے ہی ہمارے پرخچے اڑ جائیں۔

''یہ کام انہوں نے اس وقت کیا ہو گا جب ہم کاٹیج میں آ چکے تھے اور غالباً ان کے تیسرے ساتھی کو اس کا علم نہیں تھا۔ اس نے جیسے ہی جیپ سٹارٹ کرنے کی کوشش کی زوردار دھماکہ ہوا اور پھر وہی کچھ ہوا جو تم دیکھ چکی ہو۔'' بات ختم کر کے میں نے ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ہم تقریباً دو میل کا فاصلہ طے کر چکے تھے مگر شعلے اب بھی نظر آ رہے تھے۔

دو تین میل کا فاصلہ اور طے ہو گیا۔ ہم شہر کے نواح میں داخل ہو چکے تھے۔ سڑک کے اطراف میں عالیشان کوٹھیاں دیکھ کر مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ کراٹا بڑا شہر تھا۔ سامنے دور دور تک جگمگاتی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔

''ایک منٹ۔ رک جاؤ۔'' میں نے ایک موڑ سے آگے نکلتے ہی گاڑی رکوالی۔''یہ شہر میں داخل ہونے والی مرکزی سڑک ہے، ہو سکتا ہے آگے کہیں۔''

میں جملہ مکمل نہیں کر سکا کیونکہ اس وقت فضا میں سائرن کی آواز گونجنے لگی تھی۔ رتنا نے کار سائیڈ پر روک لی۔ اس طرف تھوڑا بہت ٹریفک بھی تھا۔ سڑک پر چلنے والی دوسری گاڑیاں بھی یا تو رک گئی تھیں یا سائیڈ پر ہو گئی تھیں۔ چند سیکنڈ بعد ہی سامنے کسی موڑ سے پولیس کی ایک جیپ اور فائر بریگیڈ کی دو گاڑیاں نمودار ہوئیں اور چیختی دھاڑتی ہمارے قریب سے گزر گئیں۔

''میرا خیال ہے کسی نے ہوٹل سے ٹیلیفون پر پولیس اور فائر بریگیڈ کو اطلاع دیدی ہے۔'' میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''اس وقت میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ شہر میں داخل ہونے والی مرکزی سڑک ہے ہو سکتا ہے آگے کہیں چیکنگ ہو رہی ہو اور اب تو یہ بات یقینی ہو گئی ہے۔ کار کو بائیں طرف والی سڑک پر موڑ لو۔''

اس وقت پولیس کی دو اور گاڑیاں سامنے سے آتی ہوئی دکھائی دیں۔ وہ گاڑیاں ہمارے قریب سے گزر گئیں تو رتنا نے کار کو ریورس میں لے لیا اور بائیں طرف والی ذیلی سڑک پر موڑ دیا۔

یہ شہر کا نواحی رہائشی علاقہ تھا اور غالباً اس علاقے میں دولتمندوں کی رہائش تھی کیونکہ کوٹھیاں بہت شاندار اور بڑی بڑی تھیں۔ کہیں کہیں دکانیں بھی تھیں، لیکن اس وقت رات کے بارہ بجنے والے تھے اور دکانیں بند ہو چکی تھیں۔ البتہ ایک موڑ پر ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ کھلا تھا جس میں چند ہی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

ہمارے لئے سب سے بڑا مسئلہ اس وقت اس کار سے نجات حاصل کرنا اور کسی محفوظ جگہ کا بندوبست کرنا تھا۔ راکیش مجھے بتا چکا تھا کہ اس نے ہمارے ہوٹل میں پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد بیلا کو ٹیلیفون پر ہمارے بارے میں اطلاع دیدی تھی اور بیلا فوراً ہی جے پور سے روانہ ہوگئی تھی۔ وہ یا تو کمرانا پہنچ گئی ہوگی اور یا پہنچنے والی ہوگی۔ اس نے یہ بات تقریباً ایک گھنٹے پہلے بتائی تھی۔ اگر اس وقت تک بیلا کمرانا نہیں پہنچی تھی تو اب پہنچ گئی ہوگی اور اسے بھی ہوٹل میں ہونے والے دھماکوں اور ان سے پھیلنے والی تباہی کا پتہ چل گیا ہوگا۔ اور اس نے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگائی ہوگی کہ وہ سب کچھ میرا کیا دھرا ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ خود بھی ہوٹل پہنچ گئی ہو۔ ایک بات بہر حال طے تھی کہ کچھ ہی دیر بعد پورے شہر میں چیکنگ شروع ہو جائے گی۔ ہوٹل، سرائے، گیسٹ ہاؤسز کوئی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جائے گی جہاں اجنبیوں کیلئے رہائش کا بندوبست ہوسکتا ہو اس لئے ظاہر ہے ہم کسی ایسی جگہ کا بندوبست نہیں کر سکتے تھے اور فوری طور پر کار سے نجات حاصل کرنا بھی ضروری تھا۔

آگے ایک بڑا چوراہا دیکھ کر میں نے رتنا کو کار روک لینے کو کہا۔

"کار کو اس گلی میں موڑ کر روک لو۔ ہوسکتا ہے آگے چیکنگ شروع ہوگئی ہو۔"

"لیکن ہم پیدل کہاں جائیں گے۔" رتنا نے کار گلی میں موڑتے ہوئے کہا۔ وہ گلی بنگلوں کے درمیان تھی اور اس وقت سناٹا تھا۔ رتنا نے ایک جگہ کار روک لی اور انجن بند کر دیا۔ ہم دونوں آہستگی سے دروازے کھول کر نیچے اتر آئے۔

چوراہے کے اطراف میں کئی ریستوران تھے اور وہاں خاصی رونق نظر آرہی تھی۔ ایک اونچی بلڈنگ پر اوپر سے نیچے تک کسی نائٹ کلب کا نیون سائن بھی جگمگا رہا تھا۔ اور وہ نائٹ کلب غالباً اسی بلڈنگ میں واقع تھا۔ چوراہے پر ٹریفک بھی رواں تھا لیکن وہاں کسی قسم کی چیکنگ نہیں ہورہی تھی۔

ہم چوراہے پر ایک طرف قدرے تاریکی میں کھڑے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ کچھ ہی دور ایک بس آکر رکی اور کنڈیکٹر دروازے میں کھڑے ہوکر "ٹیشن ٹیشن" چلانے لگا۔ میرے خیال میں اس چوراہے پر سٹیشن جانے والی کوئی سواری نہیں تھی مگر کنڈیکٹر بدستور "ٹیشن ٹیشن" چلا رہا تھا۔

بس میں مسافروں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ میں نے رتنا کا ہاتھ پکڑا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا بس میں سوار ہوگیا۔ رتنا ایک ایسی سیٹ پر بیٹھ گئی جس پر کھڑکی کی طرف ایک ادھیڑ عمر عورت بیٹھی ہوئی تھی۔

میں پیچھے کی ایک سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ہم دونوں میں پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ اپنے اپنے ٹکٹ لیں گے اور ریلوے سٹیشن کے سٹاپ پر اتریں گے۔

بس تقریباً دو منٹ تک وہاں رکی رہی۔ پہلے سے بیٹھے ہوئے مسافر ڈرائیور اور کنڈیکٹر کو برا بھلا کہہ رہے تھے مگر وہ بھی پاکستانی بس ڈرائیوروں کی طرح بے حس تھے۔ مسافروں کے چیخنے چلانے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہورہا تھا۔

میری بے چینی بڑھ رہی تھی۔ اگر چیکنگ شروع ہوگئی تو بسوں کو بھی نہیں بخشا جائے گا۔ ایسے معاملات میں ریلوے سٹیشنوں پر اگرچہ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ توجہ دی جاتی تھی لیکن یہ ایک ایسی جگہ تھی جس کے آس پاس ہم جیسے لوگوں کو پناہ مل سکتی تھی۔

ریلوے سٹیشن زیادہ دور نہیں تھا۔ بس تقریباً بیس منٹ میں وہاں پہنچ گئی اور پھر پتہ چلا کہ جے پور سے کوئی ٹرین آنے والی تھی جو تین گھنٹے لیٹ تھی۔ ہم نے پلیٹ فارم پر یا مسافر خانے میں جانے کی حماقت نہیں کی۔

بس سٹاپ سے ذرا آگے تانگہ سٹینڈ تھا۔ میں بس سے اتر کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ تیز رفتاری سے آنے والی پولیس کی ایک گاڑی ہم سے چند گز آگے رک گئی اور اس گاڑی سے جو لوگ اترے انہیں دیکھ کر میں کانپ اٹھا۔

وہ بلیک کیٹ کے کمانڈوز تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی۔ کالی پتلون، کالی شرٹ اور سروں پر کالے رومال بندھے ہوئے تھے جن کی گرہیں پیچھے کی طرف تھیں۔ یہ بلیک کیٹس کمانڈوز کی وردی تھی۔ ان سب کے ہاتھ میں خطرناک قسم کی سب مشین گنیں تھیں۔ وہ جیپ سے اتر کر سٹیشن کے مرکزی گیٹ کی طرف دوڑے تھے۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ کھیل شروع ہو چکا ہے۔

بس سے اترنے والے اور پہلے کھڑے ہوئے لوگ متوحش نظروں سے بلیک کیٹس کو دیکھ رہے تھے۔

"اب چھوٹ لو یہاں سے بھایا۔ کوئی گڑبڑ ہونے والی ہے۔" ایک آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ وہ دونوں ہمارے ساتھ بس سے اترے تھے لیکن کسی گڑبڑ کا احساس ہونے پر دوبارہ بس میں بیٹھ گئے۔ بس بھی فوراً ہی حرکت میں آگئی اور کچھ اور لوگ بھی بس کی طرف لپکے تھے۔ اس صورتحال سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ بلیک کیٹس نے خاصی دہشت پھیلا رکھی تھی۔

بس جا چکی تھی۔ باقی لوگ بھی ادھر ادھر کھسک رہے تھے۔ میں نے تانگہ سٹینڈ کی طرف دیکھا۔ وہاں تین تانگے اور بگھیاں کھڑی تھیں۔ کوچوان ایک طرف بیٹھے بیڑیوں کے کش لگاتے ہوئے گپیں ہانک رہے تھے اور پھر ایک کوچوان اٹھ کر اپنی بگھی میں آگیا اور گھوڑے کے آگے سے چارے کی بوری اٹھا کر اس نے بگھی میں ڈال دی تھی۔

بگھی جیسے ہی سٹینڈ سے نکلی میں آگے بڑھ گیا۔ مجھے سامنے دیکھ کر کوچوان نے بگھی روک لی۔

میں نے رتنا کو اشارہ کیا اور آگے کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رتنا پیچھے بیٹھ چکی تھی۔ بگھی پھر حرکت میں آگئی۔

کوچوان کی عمر پچاس سے کچھ اوپر ہی رہی ہوگی۔ میلی سی دھوتی اور کرتا تھا جس کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ پیروں میں پرانی سی ہوائی چپل تھی۔ تین چار دن کا شیو بڑھا ہوا تھا۔ بائیں کان میں چاندی کی بالی تھی جو کان کی لو میں پھنسی ہوئی سی تھی۔ غالباً یہ بالی بچپن میں اسے پہنائی گئی تھی۔ سر درمیان سے بالکل گنجا اور اطراف میں سفید بالوں کی جھالر تھی۔ اس کی حالت بتا رہی تھی کہ اس بگھی سے اسے غالباً اتنی آمدنی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اپنی حالت بہتر بنا سکتا۔ اس آمدنی میں تو اس کا اپنا اور گھوڑے کا پیٹ بھی نہیں بھرتا ہوگا۔ بگھی کی حالت بھی زیادہ اچھی نہیں تھی۔ ہر طرف سے چوں چراہٹ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"کہاں جاؤ گے بھایا۔" کوچوان نے پوچھا۔

"جہاں لے جاؤ تاؤ۔" میں نے جواب دیا۔

"جودھ پور جانے والی گڈی تین گھنٹے لیٹ آوے گی۔ ہمارے سے اتنا انتجار نہیں ہوتا اور پھر وہ

لوگ آ گیو ہیں نا۔ کالی وردی والے سالے حرامی۔ کوئی گڑبڑ جرور ہووے گی۔،، وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''ہم تو گھر جارہت ہوں۔،، آج تو دارو کے پیسے بھی نہیں ہوئے تم کہاں جاؤ گے؟،،

''جہاں لے چلو تاؤ۔،، میں نے پھر وہی الفاظ دہرائے۔ ''ہم تمہیں دارو بھی لے دیں گے۔ اصل میں ہمیں بھی اسی گڈی کا انتجار تھا۔ جودھ پور جانے کو تھا۔ اب نہیں جاویں گے۔،، تمہارے پری وار کے کتنے لوگ ہیں تاؤ، کتنا کما لیتے ہو روج کا۔،،

''پریوار تو ان کا ہوتا ہے جن کا کوئی ہو۔،، کوچوان نے جواب دیا۔ ''میرے دو بیٹے تھے، دونوں مجھے چھوڑ کر بمبئی چلے گئے ہیرو بننے کیلئے۔؛ سالے حرامی۔ اب وہاں مجوری کرتے ہیں۔،، وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''پتنی نے زندگی بھر ساتھ دیا لیکن ایک سال پہلے وہ بھی سورگ میں چلی گئی۔ اکیلا ہوں۔ اس گھوڑے کے ساتھ ایک کھولی میں رہتا ہوں۔ پر تم لوگ کون ہو۔ کہاں جاؤ گے۔،،

ہم بھی تمہاری طرں دکھی ہیں تاؤ۔،، میں نے کہا۔ ''ہم نے اپنی پسند کی شادی کی ہے۔ میرے پتا نے ہمیں گھر سے نکال دیا۔ ہم جودھ پور ماما کے پاس جارہے تھے مگر گڈی لیٹ ہوگئی اور کالی وردی والے بھی آگئے۔ ہم نے سوچا یہ ہمیں بھی ستاویں گے اس لئے ٹیشن سے واپس آگئے، اب سوچوں ہوں رات کہاں گزاریں گے۔،،

''جی چھوٹا کیوں کرتے ہو۔،، کوچوان نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں جو ہوں تمہارا تاؤ۔ مجھے یاد آ گیا کہ جب میں نے تمہاری چاچی سے اپنی مرضی سے بیاہ کیا تھا تو میرے پتا نے بھی ہمیں گھر سے نکال دیا تھا۔ ہم جے پور میں تھے، دھکے کھاتے ہوئے یہاں آ گئے اور میں نے بگھی چلانی شروع کر دی۔ بڑی بھاگوان تھی تمہاری چاچی۔،،

میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ اس نے بھی مجھ سے ایک رشتہ جوڑ لیا تھا اور ہمارا کام بن گیا تھا۔،،

''بڑی مہربانی ہے تاؤ۔ میں تمہارا سکریہ۔،،

''ارے تاؤ بھی کہتے ہو اور سکریہ بھی ادا کرتے ہو۔،، اس نے میری بات کاٹ دی۔

''میں تمہارا بھتیجا ہوا نا تاؤ۔ تو یوں کرو۔،، میں نے جیب سے سو روپے کا ایک نوٹ نکال کر اس کی مٹھی میں دبا دیا۔ ''راستے میں اپنے لئے دارو لے لینا۔ انکار مت کرنا یہ روپے رکھ لو۔،،

تاؤ نے سو کا نوٹ مٹھی میں دبا لیا اور بگھی ایک شراب خانے کے سامنے بگھی روک کر دوڑتا ہوا شراب خانے میں گھس گیا۔ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دیسی شراب کی بوتل تھی اور سو کے نوٹ میں سے بچے ہوئے پیسے کرتے کی اندر کی جیب میں ڈال رہا تھا۔

بگھی ایک بار پھر چل پڑی۔ گھوڑا مریل سا تھا اور بمشکل بگھی کو کھینچ رہا تھا۔ سڑکوں پر پولیس کی سرگرمی بڑھ رہی تھی۔ کہیں کہیں بلیک کیٹس کی گاڑیاں بھی دوڑتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ میرے دل کو دھڑکا سا لگا ہوا تھا۔ خدشہ تھا کہ کسی جگہ ہماری بگھی کو نہ روک لیا جائے۔

بگھی مختلف سڑکوں پر ہوتی ہوئی ایک بچی آبادی کی طرف نکل آئی۔ آبادی کے باہر ایک مندر بھی تھا۔ بگھی اس مندر کے قریب سے ہوتی ہوئی پچھلی طرف چلی گئی۔ بچی آبادی کے آوارہ کتوں نے

کچھ دور تک بگھی کا پیچھا کیا تھا مگر تاؤ کی گالیاں سن کر واپس چلے گئے تھے۔

آبادی سے تقریباً پانچ سو گز دور دو تین شکستہ سی عمارتیں تھیں جن کے اطراف میں درخت بھی نظر آرہے تھے۔ تاؤ نے ایک ٹوٹی ہوئی دیوار سے اندر لے جا کر بگھی روک لی۔ یہاں لید کی بو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

تاؤ کے ساتھ ہی ہم بھی بگھی سے اتر آئے۔ وہ ہمیں لے کر ایک اور دیوار کے پیچھے مڑ گیا۔ اس طرف لمبا چوڑا صحن تھا جس کے وسط میں گنجان شاخوں والا ایک درخت بھی نظر آرہا تھا۔ ایک طرف برآمدہ تھا اور دو کمرے تھے۔ یہاں اندھیرا اتنا تھا کہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ رتنا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ تاؤ نے جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر ایک کمرے کا تالا کھولا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ چند سیکنڈ بعد ہی دیا سلائی روشن ہوئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد کمرے میں کیروسین لیمپ کی زوردار روشنی پھیل گئی۔ ہم بھی کمرے میں آ گئے۔

''لو بھایا۔ تم لوگ یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں گھوڑے کو کھول کر اسے چارا ڈال دوں۔،، تاؤ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

میں اس کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ خاصا بڑا کمرہ تھا۔ ایک طرف جھلنگا سی چارپائی پڑی تھی جس پر بہت میلا سا بستر بچھا ہوا تھا۔ دوسری طرف دیوار کے ساتھ کھجور کے پتوں کی چٹائی بچھی ہوئی تھی جس پر چائے کا مگا، ایک تھالی اور کچھ اور چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک دیوار پر لگی ہوئی کھونٹی پر دو تین پرانے سے کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔ میں نے رتنا کی طرف دیکھا وہ وحشت زدہ سی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

''مجبوری ہے۔،، میں نے مسکراتے ہوئے کندھے اچکا دیئے۔،، اس وقت اس سے زیادہ بہتر اور محفوظ جگہ مل بھی نہیں سکتی تھی۔ کون سوچ سکتا ہے کہ ہم یہاں پناہ لئے ہوئے ہوں گے۔،،

''تمہارا تاؤ بالکل ہی اکیلا تو نہیں ہوگا۔،، رتنا بولی۔

''یہاں بستی کے لوگوں کا آنا جانا بھی ہوگا۔ میرا مطلب ہے اس کے کوئی جاننے والے۔،،

''یہ سوچنا بعد کی بات ہے۔ فی الحال تو ہم محفوظ جگہ پر آ گئے ہیں۔ بیٹھ جاؤ۔،، میں نے چارپائی کی طرف اشارہ کیا۔

رتنا چارپائی پر بیٹھی تو اندر دھنس گئی۔ میں قریب کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

پندرہ بیس منٹ بعد تاؤ واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل بھی تھی۔ اس نے سرسری سی نظروں سے ہم دونوں کی طرف دیکھا اور چٹائی پر بیٹھ کر بوتل کھولتے ہوئے بولا۔

''دارو پیو گے؟،،

''نہیں تاؤ۔ میں دارو نہیں پیتا۔،، میں کہتے ہوئے اس کے پاس چٹائی پر بیٹھ گیا۔

تاؤ نے بوتل منہ سے لگا کر چند گھونٹ بھرے اور پھر اپنی رام کہانی سنانے لگا۔ اس سے پہلے میں نے تاؤ سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ ہمارے بارے میں اپنے جاننے والوں اور بستی والوں کو کچھ نہیں بتائے گا اور اس نے بڑے خلوص سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ دو پریمیوں کو دھوکا نہیں دے گا۔

تاؤ نے ہمارے بارے میں اس سے زیادہ کچھ نہیں پوچھا تھا جو میں راستے میں اسے بتا چکا تھا۔ وہ شراب کے گھونٹ بھرتا رہا اور اپنی رام کہانی سناتا رہا۔ یہ پریم کہانی اپنے پتا کی زیادتی کی کہانی، اولاد کی ناخلفی کی کہانی اور زندگی کی کٹھنائیوں کی کہانی۔

رتنا جھلنگا سی چارپائی میں دھنسی اونگھ رہی تھی۔ مجھے بھی اس بڈھے کی کہانی سے سخت کوفت ہو رہی تھی لیکن میں سب کچھ سننے پر مجبور تھا۔ میرا خیال تھا کہ رات اسی طرح گزر جائے گی لیکن تین بجے کے قریب وہ اٹھ گیا۔ وہ شراب کی آدھی بوتل خالی کر چکا تھا اور حیرت کی بات تھی کہ نشے کے آثار دور دور تک دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

”اب تم سو جاؤ۔ سویرے باتاں کریں گے۔“ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم کہاں سوؤ گے تاؤ۔“ میں نے پوچھا۔

”میں باہر سو جاؤں گا تو میری فکر نہ کر بھتیجے۔“ اس نے جھک کر چٹائی ایک سرے سے پکڑ کر اٹھا لی۔ اس پر رکھی ہوئی چیزیں ایک طرف لڑھک گئیں۔ اس طرح جھٹکے سے چٹائی اٹھانے سے دھول بھی اڑی تھی۔

اس نے چٹائی باہر برآمدے میں بچھا لی۔ قریب ہی بوتل رکھ دی اور چٹائی پر لیٹ گیا۔ میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر آہستگی سے اندر سے دروازہ بند کر کے کنڈا چڑھا دیا۔

رتنا نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اور چارپائی پر ایک طرف کو سرک گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی لیٹ گیا۔ چارپائی اس قدر جھلی تھی کہ رتنا تقریباً میرے اوپر لد گئی تھی۔ میں آج کی رات جاگ کر گزارنا چاہتا تھا مگر نیند مجھ پر غالب آنے لگی اور میری آنکھیں خود بخود بند ہوتی چلی گئیں۔

دھماکے کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر رتنا میرے اوپر لدی ہوئی تھی۔ میں نے اسے دھکیل کر ایک طرف کیا اور سر جھٹکتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

دھماکہ دراصل میرے ذہن میں ہوا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑایا جا رہا تھا۔ میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہو رہی تھی۔ میں نے سر جھٹکتے ہوئے ایک بار پھر رتنا کو ایک طرف دھکیلا اور بڑی مشکل سے اس جھلنگا سی چارپائی سے اٹھنے میں کامیاب ہو سکا۔

رتنا بھی جاگ گئی تھی۔ اس طرح دروازہ دھڑ دھڑائے جانے سے شاید وہ بھی کچھ بدحواس ہو رہی تھی اور متوحش نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

”کک۔ کیا ہے۔ کون ہے۔؟“ آواز اس کے حلق سے اٹک اٹک کر نکل رہی تھی۔

”شی۔“ میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

کمرے میں وینٹی لیشن کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے کیروسین لیمپ کا دھواں بھرا ہوا تھا جس سے گھٹن سی ہو رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے میں نے جیب سے پستول بھی نکال لیا تھا۔ جس انداز سے دروازہ دھڑ دھڑایا جا رہا تھا اس سے مجھے کچھ شبہ ہو رہا تھا۔ میں نے مڑ کر رتنا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی چارپائی سے اٹھ کر چارپائی کے پاس کھڑی ہو گئی تھی اور اس کے ہاتھ میں بھی پستول نظر آ رہا

میں نے دروازے کی جھری سے آنکھ لگا دی اور اس کے ساتھ ہی میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ وہ کوچوان تاؤ تھا جو دہشت زدہ سے انداز میں دروازہ دھڑ دھڑا رہا تھا۔ میں نے رتنا کو اشارہ کرتے ہوئے پستول جیب میں رکھ لیا اور دروازہ کھول دیا۔ تازہ ہوا کا جھونکا بڑا سکون بخش محسوس ہوا تھا۔

”دن چڑھت آئیو رے“ تاؤ دروازے کے سامنے سے ہٹتے ہوئے بولا۔ ”کچھ کھاؤ پیو نا ہیں ہو کیا۔ سارا دن سوئے رہو گے۔“

میں کمرے سے باہر آ گیا۔ چاروں طرف چٹی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق نو بجے کا وقت ہوگا۔ میں باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ رتنا بھی باہر آ گئی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

”تمہاری لگائی تو بہت سندر ہے۔“ تاؤ رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”اس کی سندرتا ہی نے تو میرے کو مار ڈالا ہے تاؤ۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور دیوار کے قریب پڑی ہوئی بوتل کی طرف دیکھنے لگا۔ اس میں شراب کے چند ہی گھونٹ بچے تھے۔ حالانکہ رات کو آدھی بوتل تھی۔ میرا خیال ہے تاؤ نے صبح اٹھتے ہی بوتل منہ سے لگا لی ہوگی۔

”ہاں بھتیجے، ناری سندر نہ بھی ہو تو ناری ہی ہووے ہے۔“ تاؤ نے کہا میں رتنا کی طرف دیکھنے لگا اور پھر میں نے باتوں ہی باتوں میں تاؤ سے معلوم کر لیا کہ وہ دوپہر کے بعد بگھی چلایا کرتا تھا۔ میں نے اسے کچھ روپے دے کر بستی کی طرف بھیج دیا تاکہ کچھ کھانے پینے کو لے آئے۔ اسے ایک بار پھر تاکید کر دی تھی کہ بستی میں کسی کو ہمارے بارے میں نہ بتائے۔

وسیع و عریض صحن میں درخت کے نیچے پانی کا ایک ڈرم رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے منہ ہاتھ دھویا اور گھوم پھر کر ان کھنڈروں کا جائزہ لینے لگے۔ پکی اینٹوں سے بنے ہوئے ساتھ ساتھ کئی مکان تھے جو ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈروں میں بدل چکے تھے۔ رہائش کے قابل یہی ایک حصہ تھا جہاں تاؤ نے قبضہ جما رکھا تھا۔ ان کھنڈروں کے پچھلی طرف ایک ندی تھی اور اس سے آگے جھاڑیوں سے اٹا ہوا وسیع و عریض میدان تھا جس کے دوسری طرف بلند اور شاندار عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ ہم گھوم پھر کر واپس آ گئے۔ صحن کے وسط میں وہ درخت بکائن کا تھا۔ دھوپ اگرچہ زیادہ تیز نہیں تھی مگر بکائن کی گھنی چھاؤں بہت بھلی لگ رہی تھی۔ میں نے برآمدے سے چٹائی اٹھا کر درخت کے نیچے ڈال دی اور ہم وہیں بیٹھ گئے۔

تاؤ کی واپسی تقریباً ایک گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ اس نے عقلمندی یہ کی تھی کہ کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ ہندی کا ایک اخبار بھی لے آیا تھا۔

”رات کو شہر میں بہت ہنگامہ ہو ریو ہے۔“ اس نے اخبار میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”لوگن بولت رہے ہیں کہ کالی وردی والے اور پولیس ہوٹلن کی تلاشی لے رہے ہیں۔ ان لوگن کو انگلش وادیوں کی تلاش ہے جو جودھ پور سا یہاں آیت رہیو ہے۔“

میں نے اخبار رتنا کی طرف بڑھا دی۔ ظاہر ہے میں ہندی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ تاؤ نے اخبار میں لپٹی ہوئی کھانے پینے کی چیزیں چٹائی پر رکھ دیں۔ آلو کی بھاجی، پوریاں، تندوری روٹیاں اور بہت سے پکوڑے تھے۔ یہ کھانا اتنا تھا کہ ہم دوپہر میں بھی کھا سکتے تھے۔ تاؤ کمرے میں چلا گیا تھا۔

''کیا خبر ہے؟ میں نے رتنا سے پوچھا۔

''پاکستانی دہشت گرد مکرانا پہنچ گیا۔ یہ ہیڈ لائن ہے۔،، رتنا نے کہا اور پھر بتانے لگی کہ پولیس اور بلیک کیٹ کمانڈوز رات بھر ہمیں شہر میں تلاش کرتے رہے ہیں اور تلاش کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک دہشت گرد پکڑا نہیں جاتا۔ شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی بھی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔ شہر سے دس میل دور ہوٹل میں ہونے والی واردات ہمارے ہی کھاتے میں ڈال دی گئی ہے۔ اس حادثے میں تین افراد ہلاک اور کئی زخمی ہوئے ہیں۔ کئی گاڑیاں تباہ ہوئی ہیں۔

تاؤ کو آتے دیکھ کر رتنا خاموش ہوگئی۔ تاؤ ایلومونیم کے دو گلاس اندر سے لیکر آیا تھا۔ اس نے دونوں گلاس ڈرم سے بھر کر چٹائی پر رکھ دیئے اور اخبار کے ایک ٹکڑے پر اپنے لئے کھانا لے کر قدرے الگ ہو کر بیٹھ گیا۔

''کیا لکھا ہے پتر میں۔'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔''لوگن بولت ہیں کہ اتنک وادیوں کو پناہ دینے والوں کو بھی گولی مار دی جائے گی۔،،

''ہاں تاؤ۔ پتر میں کچھ ایسی ہی باتیں لکھی ہیں۔،، میں نے رتنا سے اخبار لیتے ہوئے کہا۔ اخبار کے پہلے صفحہ پر ہوٹل میں ہونے والی تباہ کاری کی بھی کئی تصویریں تھیں اور بلیک کیٹ کمانڈوز اور پولیس اہلکاروں کی بھی جنہیں اپنی سرگرمیوں میں مصروف دکھایا گیا تھا۔''ایسے لوگوں کو پناہ نہیں دینی چاہئے تاؤ۔،، میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔''دیش کے دشمنوں کو تو واقعی گولی مار دینی چاہئے۔،،

''ہاں بھایا۔ دیش کے دشمنوں کے ساتھ ہونا تو ایسا ہی چاہئے۔،، تاؤ نے کہا۔

اور پھر باتوں ہی باتوں میں، میں نے بوڑھے کو چوان کو بتا دیا کہ ہم چند روز یہاں رہنا چاہتے ہیں اور اس کا خرچہ بھی ہم دیں گے۔،، بات دراصل یہ ہے تاؤ۔،، میں نے کہا۔''میرے پتا جی ان کالی وردی والوں سے زیادہ ظالم اور سفاک آدمی ہیں۔ انہوں نے ہمیں گھر سے نکال دیا تھا مگر اس وقت وہ سخت غصے میں تھے۔ غصہ ٹھنڈا ہو جانے کے بعد وہ اپنے فیصلے پر پچھتا رہے ہوں گے اور انہوں نے بھی ہماری تلاش شروع کرا دی ہوگی۔ مگر ہم اب گھر واپس جانا نہیں چاہتے۔ پتا جی نے مجھے جائیداد سے عاق کر دینے کی دھمکی دی تھی۔ مجھے جائیداد کی ضرورت نہیں، میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ میں پتا جی کو بتا دوں گا کہ میں ان کے بغیر بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ میں لعنت بھیجتا ہوں اس جائیداد پر۔،،

اس جیسی سندر ناری کیلئے جائیداد تو کیا دنیا پر بھی لعنت بھیجی جا سکتی ہے۔،، تاؤ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ ساتھ ساتھ کچوری، بھاجی اور تندوری روٹیوں سے بھی انصاف کرتا جا رہا تھا۔ شاید کئی روز بعد اسے اس طرح پیٹ بھر کر کھانے کو ملا تھا۔'' تم لوگن کوئی پھکر ہی مت کرو۔،، وہ کہہ رہا تھا۔'' جتنے دن یہاں رہنا چاہے رہو، مگر مجھے دکھ ہے کہ میں تم پریمیوں کی کوئی سیوا نہیں کر سکوں گا۔،،

''اپنی سیوا ہم خود کر لیں گے۔،، میں نے کہا'' تم بس اتنی مہربانی کرنا کہ کسی کو ہمارے بارے میں مت بتانا۔،، یہ بات میں بار بار اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میرے پتا جی بہت بڑے آدمی ہیں۔ ان کے تعلقات بھی بہت ہیں۔ انہیں پتا چل گیا تو مجھے گھر لے جائیں گے اور مجھے میری پتنی سے جدا کر دیں گے۔،،

''میں نے کہا نا کہ تم لوگن کوئی پھکر مت کرو۔،، بوڑھا بولا'' کبھی ہم نے بھی پریم کیا تھا اور اس پریم کیلئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ تم لوگ یہاں ہو۔ جتنے روز چاہو یہاں رہو، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ یہیں رہ جاؤ۔ کوئی کام دھندا نہ ملے تو میری بگھی چلاتے رہنا۔ دو وقت کی روٹی تو مل ہی جائے گی۔،،

میں اس کی بات پر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

''یہ زمین اور مکان کس کا ہے؟،، میں نے پوچھا۔

''یہ ساری زمینیں ٹھاکر رگھبیر سنگھ کی تھیں۔،، بوڑھے تاؤ نے جواب دیا۔''بیس سال پہلے جب میں یہاں آیا تھا تو چاروں طرف ہرے بھرے کھیت تھے۔ ٹھاکر رگھبیر سنگھ کے باپ دادا اس حویلی کے مالک تھے۔ چالیس سال پہلے بھونچال (زلزلہ) میں سب کچھ تباہ ہو گیا۔ ٹھاکر کے گھر والے دیواروں کے نیچے دب کر مر گئے۔ وہ اکیلا رہ گیا۔

''بیس برس پہلے جب میں ٹھاکر کے پاس آیا تو وہ اس کمرے میں بیمار پڑا تھا۔ میں نے اس کی بہت سیوا کی تھی۔ مرنے سے پہلے اس کے کورے کاغذ پر یہ سارے مکان میرے نام لکھ دیئے۔ بھونچال کے بعد پتہ نہیں کیا ہوا کہ ساری زمینیں ویران ہونے لگی تھیں۔ سارے لوگن اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ لوگن نے اس کی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ بستی میرے سامنے بنی تھی۔ ٹھاکر رگھبیر سنگھ نے یہ حویلی اور مکان مجھے دیئے تھے مگر اب سرکار کہتی ہے کہ میں یہ جگہ خالی کر دوں۔ وہ کچی بستی بھی خالی کرائی جائے گی اور یہ زمین کسی کو بیچ دی جائے گی۔ یہاں بڑے بڑے پلازے بنیں گے۔،،

کھانا کھاتے ہوئے ہم باتیں کرتے رہے اور پھر رتنا نے بچا ہوا کھانا سنبھال کر رکھ دیا کہ دوپہر کو کام آ سکے۔

بارہ بجے کے قریب بوڑھے نے اپنے دھندے پر جانے کی تیاری شروع کر دی۔ میں نے اسے کچھ رقم دی تاکہ وہ چادریں، ضرورت کی کچھ اور چیزیں اور رات کیلئے کھانا لے آئے۔ میں نے اسے یہ تاکید کر دی کہ وہ کوئی بھی چیز اس بستی سے نہ خریدے۔

بوڑھا بگھی لیکر چلا گیا۔ ہمارے پاس کرنے کیلئے کوئی کام نہیں تھا سوائے اس کے کہ کھنڈروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں چٹائی پر پڑے اونگھتے رہیں۔

یوں تو یہ جگہ ہمارے لئے محفوظ تھی۔ بقول تاؤ کے اس طرف کوئی آتا بھی نہیں تھا لیکن یہ خدشہ بہر حال موجود تھا کہ بستی کا کوئی آدمی یا بچے کسی وقت اس طرف آ سکتے تھے لیکن بہر حال ایک ایسی جگہ موجود تھی جہاں ہم بستی کی طرف سے والے راستے پر نگاہ رکھ سکتے تھے۔

ہم تقریباً ایک گھنٹے تک درخت کے نیچے بیٹھے رہے اور ایک بار پھر گھوم پھر کر ان کھنڈروں کا جائزہ لینے لگے۔ یہ ساری عمارتیں پکی اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں۔ پچھلی طرف ایک دو منزلہ عمارت تھی جس کا بیشتر حصہ زمین بوس ہو چکا تھا۔ مجھے ان عمارتوں کے طرز تعمیر سے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ کم از کم دو سو سال پہلے یہاں سب سے پہلے ایک شاندار حویلی تعمیر کی گئی ہوگی اور پھر ضرورت کے مطابق اس میں توسیع ہوتی گئی۔ یہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے پانچ چھ مکان تھے اور راہداریوں نے

ذریعے اندر ہی اندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک آیا جا سکتا تھا۔

گھومتے پھرتے ہوئے ہم نے ان کھنڈروں میں ایک ایسی جگہ بھی تلاش کر لی تھی جہاں ہنگامی صورتحال میں چھپا جا سکتا تھا۔

بوڑھا کوچوان اس رات نو بجے کے قریب واپس آ گیا۔ وہ ہماری ضرورت کی چیزیں اور کھانے پینے کا سامان لے آیا تھا۔ چادریں میں نے اسی لئے منگوائی تھیں کہ زمین پر بچھا کر سو سکیں۔ اس جھلنگا سی چارپائی پر چند گھنٹے سونے سے کمر دوہری ہو گئی تھی۔ میں نے وہ چارپائی کمرے سے باہر نکال کر بوڑھے کیلئے برآمدے کے آخری سرے پر ڈال دی اور دونوں چادریں زمین پر بچھا دیں۔

ہم نے کھانا وہیں بیٹھ کر کھایا۔ بوڑھا تاؤ دوسری چیزوں کے علاوہ اپنے لئے دارو کی بوتل بھی لے آیا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے بوتل کھول لی اور اس کے ساتھ باتیں بھی شروع ہو گئیں۔

وہ ایک کوچوان تھا۔ اسے شہر کے مختلف علاقوں میں جانے کا موقع ملتا تھا۔ اس لئے وہ بعض دوسرے لوگوں کی نسبت شہر کے حالات سے زیادہ باخبر تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق شہر میں دہشت گردوں کی تلاش اب بھی جاری تھی۔ کوئی سرائے، ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس ایسا نہیں تھا جہاں پولیس اور کالی وردی والے لوگوں کو پریشان نہیں کر رہے تھے۔ ریلوے سٹیشن اور بسوں کے اڈے پر بھی لوگوں کو پریشان کیا جا رہا تھا مگر ان آتنک وادیوں کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ میں تاؤ سے کرید کرید کر پوچھتا رہا۔

ہمیں وہاں رہتے ہوئے چار دن گزر گئے۔ اس دوران اگرچہ کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا لیکن بوڑھے کوچوان پر اب مجھے کچھ شبہ سا ہونے لگا تھا۔ وہ بگھی چلاتا تھا، بھانت بھانت کے لوگوں سے ملتا تھا۔ ان کی باتیں سنتا تھا۔ تانگہ بان، رکشہ اور ٹیکسی ڈرائیوروں کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا تھا کہ یہ مہا حرامی ہوتے ہیں اور یہ بوڑھا تو شرابی بھی تھا۔ اب تک اگرچہ میں اس پر بھروسا کرتا رہا تھا اور ان چار دنوں میں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو میرے لئے تشویش کا باعث بنتی، لیکن اس رات اس کی باتوں سے مجھے شبہ ہونے لگا تھا۔ چار دن تک تو میں اس سے شہر کے حالات کے بارے میں کرید کرید کر پوچھتا رہا تھا لیکن اس رات وہ مجھ سے اور رتنا سے ہمارے بارے میں کرید کرید کر پوچھ رہا تھا۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میرے باپ نے پسند کی شادی کرنے پر ہمیں گھر سے نکال دیا تھا اب وہ میرے باپ اور رتنا کے ماں باپ کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔

باتوں باتوں میں اس نے ہمیں یہ بھی احساس دلایا تھا کہ پولیس اور کالی وردی والوں کو جن دہشت گردوں کی تلاش ہے، ان میں ایک خوبصورت عورت اور ایک مرد شامل ہے۔

میرا خیال ہے اسے اب ہم پر کچھ شبہ ہونے لگا تھا اور اپنے شبہ کی تصدیق کیلئے ہی وہ ہم سے کرید کرید کر سوال کر رہا تھا۔ میں اسے بے وقوف یا سیدھا سادھا تو پہلے بھی نہیں سمجھتا تھا لیکن اب یہ احساس شدت اختیار کرتا جا رہا تھا کہ وہ ہمارے بارے میں کچھ جان چکا ہے۔

بوڑھے کوچوان پر شبہ ہو جانے کے بعد میرا سکون رخصت ہو گیا تھا۔ ہمیں فوری طور پر اب کسی اور ٹھکانے کا بندوبست کرنا تھا اور یہاں سے باہر نکلے بغیر ہم کوئی ایسا بندوبست نہیں کر سکتے تھے لیکن اب صورتحال ایسی تھی کہ باہر نکلے بغیر چارہ نہیں تھا۔

اگلے روز جب بوڑھا کوچوان بگھی لے کر چلا گیا تو میں اور رتنا بھی ان کھنڈروں کے پچھلی طرف نکل آئے جہاں جھاڑیوں سے اٹے ہوئے میدان کے دوسری طرف بلند عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔

میدان میں جھاڑیوں کے بیچ ایک پگڈنڈی سی بنی ہوئی تھی۔ ہم دونوں آگے پیچھے چلتے رہے۔ میدان عبور کرنے کے بعد آبادی شروع ہوتے ہی ہم الگ ہو گئے۔ میں آگے تھا اور رتنا تقریباً دس گز پیچھے۔ اس طرح ہم یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ ہمارا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں۔ اکٹھے ہونے کی صورت میں ہم پر کسی قسم کا شبہ کیا جا سکتا تھا کیونکہ پولیس کو ایک جوان آدمی اور ایک خوبصورت عورت کی تلاش تھی۔

وہ بہت شاندار علاقہ تھا۔ بلند و بالا عمارتیں اور رہائشی فلیٹ اور نیچے بڑے بڑے اسٹور وغیرہ تھے۔ کئی ریسٹورنٹس بھی تھے۔ میں نے ایک مرتبہ پیچھے مڑ کر دیکھا اور ایک معیاری قسم کے ریسٹورنٹ میں داخل ہو گیا۔ پچھلے چار پانچ دنوں کے دوران ہم اچھی چائے پینے کو ترس گئے تھے۔ بوڑھا کوچوان رات کو آتے وقت کہیں سے چائے تو لے آتا تھا، وہ بدذائقہ چائے ٹھنڈی ہو کر کچھ اور بھی بدذائقہ ہو جاتی تھی اس لئے میں نے سوچا تھا کہ سب سے پہلے ایک کپ چائے کا ہو جائے۔

اندر داخل ہوتے ہوئے میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ دروازے کے شیشے پر اندر کی طرف ایک کاغذ چپکا ہوا تھا جس پر ہندی اور انگریزی زبانوں میں لکھا ہوا تھا۔ ''ایک ویٹرس کی ضرورت ہے جو انگریزی بول سکتی ہو۔ ''خوبصورتی کو اضافی صلاحیت سمجھا جائے گا۔''

میں نے مڑ کر ایک بار پھر پیچھے آتی ہوئی رتنا کی طرف دیکھا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ خاصا وسیع و عریض ہال تھا جس میں ایک دوسرے سے فاصلے پر میزیں بچھی ہوئی تھیں۔ دو دیواروں کے ساتھ پرائیویٹ کیبن بھی بنے ہوئے تھے جن کے سامنے پردے گرے ہوئے تھے۔ بلبوں پر رنگین شیڈز لگے ہوئے تھے۔ مدھم روشنی کی وجہ سے ماحول کچھ سحر آگیں سا ہو گیا تھا۔ ایئر کنڈیشنر کی وجہ سے اندر کی فضا میں ہلکی سی خنکی تھی۔ کئی میزوں پر گاہک بیٹھے ہوئے تھے۔ زیادہ تر جوڑے ہی تھے۔

میں ایک ایسی میز پر بیٹھ گیا جہاں شیشے سے باہر نگاہ بھی رکھی جا سکتی تھی۔ قریب والے کیبن سے سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں۔ صرف دو منٹ بعد رتنا بھی اندر داخل ہوئی۔ اس نے ایک لمحہ کو دروازے میں رک کر ادھر ادھر دیکھا اور میری میز سے تیسری میز پر بیٹھ گئی۔ درمیان والی میز پر ایک جوان لڑکی اور ایک ادھیڑ عمر مرد بیٹھا ہوا تھا۔ وہ دونوں آگے جھکے سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد ہی ایک ویٹرس میری میز پر آ گئی۔ درمیانہ قد، متناسب جسم اور چہرے کے نقوش بہت دلفریب۔ اس کی موٹی موٹی سیاہ آنکھوں نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس کی عمر تیس چوبیس سال رہی ہوگی۔ ماتھے پر بندیا چمک رہی تھی۔ اس نے ہلکے نیلے رنگ کا ڈریس پہن رکھا تھا۔ منی سکرٹ اور سلیولیس بلاوز۔ بلاوز پر ریسٹورنٹ کا مونوگرام بھی بنا ہوا تھا۔ ویٹریسوں کے معاملے میں ریسٹورنٹ کی انتظامیہ کا انتخاب واقعی لاجواب تھا۔ انہی کی وجہ سے ایسے ریسٹورنٹ چلتے بھی تھے۔

میں نے اسے چائے کا آرڈر دے دیا۔ میرا چار دن کا شیو بڑھا ہوا تھا۔ وہ عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھتی ہوئی رتنا والی میز کی طرف بڑھ گئی میں بائیں طرف والی میز کی طرف دیکھنے لگا۔

''ارے رتنا تم؟''

یہ آواز سن کر میں اچھل پڑا اور تیزی سے گھوم کر رتنا والی میز کی طرف دیکھنے لگا۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ جسم کے مسام پسینہ اگلنے لگے۔ وہی ویٹریس بڑی گرمجوشی سے رتنا سے ہاتھ ملا رہی تھی۔ رتنا کے چہرے کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا، لیکن اس نے فوراً ہی اپنی کیفیت پر قابو پا لیا تھا۔ یہاں کسی شناسا کا مل جانا ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

ویٹریس چند لمحے رتنا سے باتیں کرتی رہی اور پھر کچن کی طرف چلی گئی۔ میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر کچھ طمانیت سی دیکھ کر مجھے بھی قدرے اطمینان ہوا لیکن میرا دل اب بھی دھڑک رہا تھا۔

ویٹریس تقریباً پندرہ منٹ بعد کچن سے برآمد ہوئی۔ اس نے پہلے میری ٹیبل پر کس چائے کا کپ رکھا اور پھر رتنا کی میز کی طرف چلی گئی اور چائے کا کپ اس کی میز پر رکھنے کے بعد بھی وہاں کھڑی اس سے باتیں کرتی رہی۔ کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا کیشئر کبھی ویٹریس کو اور کبھی رتنا کو گھور رہا تھا۔

رتنا کی چائے ختم ہوتے ہی ویٹریس اس کے پاس آ گئی اور پھر رتنا اٹھ کر اس کے ساتھ ریسٹورنٹ کے پچھلے حصے کی طرف چلی گئی جہاں ایک دروازے پر آفس کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئیں۔

ویٹریس تو دس منٹ بعد واپس آ گئی لیکن رتنا اندر ہی رہی۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا میری بے چینی بڑھ رہی تھی۔ ویٹریس نے میرے سامنے بل رکھ دیا۔ میں نے بل ادا کر دیا لیکن اس کے بعد بھی میں بیٹھا رہا۔ ویٹریس ادھر ادھر آتے جاتے مجھے گھورتی رہی۔ اس کے خیال میں مجھے بل ادا کر کے اٹھ جانا چاہئے تھا۔

تقریباً چالیس منٹ بعد رتنا دفتر سے باہر نکلی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ اپنی میز پر نہیں بیٹھی۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے اشارہ کیا اور کاؤنٹر پر پہنچ گئی جہاں وہ ویٹریس بھی کھڑی تھی۔ وہ چند منٹ مسکرا کر باتیں کرتی رہیں پھر رتنا اس سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گئی۔ اس کے دو منٹ بعد میں نے بھی سیٹ چھوڑ دی اور اٹھ کر باہر آ گیا۔

رتنا تقریباً بیس گز آگے ایک گلی کے موڑ پر کھڑی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ گلی میں مڑ گئی۔ میں بھی پندرہ بیس گز کا فاصلہ دے کر اس کے پیچھے چلنے لگا۔ یہ گلی زیادہ کشادہ نہیں تھی۔ یہاں ان بلند و بالا عمارتوں کے رہائشی حصوں کے گیٹ تھے۔ ان عمارتوں کے پیچھے بنگلے تھے۔

بلند عمارتوں سے آگے نکل کر رتنا ایک اور گلی میں مڑ گئی۔ یہاں دونوں طرف بنگلے تھے اور زیادہ لوگوں کی آمد و رفت نہیں تھی۔ میں تیز تیز قدم اٹھا ہوا رتنا کے ساتھ مل گیا۔

''یہ ویٹریس کون تھی۔ تمہیں کیسے جانتی ہے۔،، میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا۔

اس کا نام ''کنیا کماری ہے،، رتنا نے جواب دیا۔ ''تم سے ملاقات سے تقریباً تین مہینے پہلے یہ میرے ساتھ ماؤنٹ آبو کے پریم نواس ریسٹورنٹ میں کام کرتی تھی لیکن پھر منیجر سے جھگڑا ہو گیا اور یہ نوکری چھوڑ کر چلی گئی۔،، وہ چند لمحوں کو خاموش رہی پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولی ''کنیا کماری بہت عرصہ سے یہاں کام کر رہی ہے۔ اس ریسٹورنٹ کو ایک ویٹریس کی ضرورت ہے۔ وہ مجھے منیجر سے ملوانے لے گئی تھی۔ مجھے تو نوکری مل گئی ہے اور رہائش کا بندوبست بھی ہو گیا ہے۔،،

''کہاں۔ میرا مطلب ہے رہائش کا بندوبست؟،، میں نے پوچھا۔

''کنیا کماری ہوٹل کے سامنے والی گلی میں واقع ایک عمارت کے فلیٹ میں رہتی ہے۔،، رتنا نے بتایا۔ ''پہلے اس کے ساتھ کوئی اور لڑکی رہتی تھی۔ وہ کہیں اور چلی گئی۔ اب وہ اکیلی ہے۔ اس نے پیشکش کی ہے کہ ہم آدھا کرایہ دے کر اس کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔،،

''تم نے میرے بارے میں بھی بتایا تھا۔،، میں نے پوچھا۔

''ہاں میں نے کہا تھا کہ میرا ایک دوست بھی میرے ساتھ رہے گا۔ میں نے اس وقت تمہاری نشاندہی نہیں کی تھی۔'' رتنا نے کہا۔ ''اس نے مجھے پتہ سمجھا دیا ہے۔،، وہ چار بجے ڈیوٹی سے آف ہو گی۔ ہمیں کم سے کم پانچ بجے تک گھوم پھر کر وقت گزارنا ہے۔،،

''وہ تمہارے بارے میں کچھ اور تو نہیں جانتی۔،، میرا مطلب ہے۔،،

''بالکل نہیں۔،، رتنا میرا مطلب سمجھ کر بولی۔ ''وہ ان واقعات سے پہلے ہی ماؤنٹ آبو سے جا چکی تھی۔ میں نے اسے بتایا تھا کہ میں نے بھی ایک مہینہ پہلے پریم نواس ریسٹورنٹ کی نوکری چھوڑ دی تھی۔ وہاں سے جے پور چلی گئی اور دو دن پہلے یہاں آ گئی ہوں۔،،

اس وقت تقریباً دو بجے تھے اور ہمیں کم از کم تین گھنٹے اور گزارنے تھے اور یہ وقت بھی ہم نے بازار میں گھومتے ہی گزارا تھا۔ اسی طرح ایک دوسرے سے دور رہ کر چلتے ہوئے۔ اس دوران ہم نے ایک ریسٹورنٹ میں ایک دوسرے سے دور بیٹھ کر کھانا بھی کھا لیا تھا۔

اور پھر ٹھیک پانچ بجے ہم اس ریسٹورنٹ کے سامنے سڑک کے پار ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ اس مرتبہ رتنا مجھ سے آگے تھی۔ وہ ایک عمارت کے گیٹ میں داخل ہوئی تو میں بھی اس کے پیچھے ہی تھا۔

کنیا کماری کا فلیٹ دوسری منزل پر تھا۔ وہ گھر پہنچ چکی تھی۔ بیل بجاتے ہی دروازہ کھل گیا۔ رتنا اندر داخل ہوئی تو اس کے پیچھے ہی میں بھی اندر گھس گیا اور دھڑ سے دروازہ بند کر دیا۔ کنیا کماری مجھے دیکھ کر بدحواس سی ہو گئی۔ وہ شاید چیخنا چاہتی تھی مگر رتنا جلدی سے بولی۔

''ڈرو نہیں کنیا، یہی ہے میرا دوست دیجے ملہوترہ۔،،

کنیا کماری کے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایک دم نارمل ہو گئے۔ وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی اور پھر ہمیں سٹنگ روم میں لے آئی۔

یہ فلیٹ تین کمروں پر مشتمل تھا۔ دو بیڈ روم اور ایک ڈرائنگ روم۔ دونوں کے ساتھ منسلک باتھ رومز تھے اور کچن اور اسٹور وغیرہ بھی تھا۔

کنیا کماری گھریلو لباس میں پہلے سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ قمیص کسی قدر ٹائٹ تھی جس سے اس کے خدوخال کچھ نمایاں ہو گئے تھے۔ اس نے سب سے پہلے چائے سے ہماری تواضع کی پھر فلیٹ دکھانے لگی۔

''یہ تمہارا بیڈ روم ہے۔،، وہ رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''لیکن مسٹر دیجے ملہوترہ۔،،

''تم فکر مت کرو۔،، رتنا نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''ہم گزارہ کر لیں گے۔،، آخری جملہ کہتے

ہوئے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ کنیا کماری بھی مسکرا دی تھی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے ایک پیکٹ رتنا کی طرف بڑھا دیا۔

"کل ڈیوٹی پر جانا ہے اور یہ تمہاری یونیفارم ہے۔ تم نے جو فگرز بتائے تھے یہ اس کے مطابق ہے۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "میری ڈیوٹی صبح دس سے چار بجے تک ہے اور تمہاری ڈیوٹی دو سے رات دس بجے تک ہوگی۔ ویسے تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت تو نہیں۔ کل ڈیوٹی پر آؤ گی تو میں تمہیں سمجھاؤں گی۔"

"کل سے۔" رتنا کے لہجے میں کسی قدر حیرت تھی۔

"ہاں۔ وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ، کل سے کام شروع کر دو۔" کنیا کماری نے کہا۔

وہ دونوں وہیں بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں اور میں دوسرے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا اور کچھ ہی دیر بعد میری آنکھ لگ گئی۔

مجھے رات نو بجے کے قریب جگایا گیا۔ اس وقت کنیا کماری کھانا تیار کر چکی تھی۔ میں باتھ روم میں گھس گیا۔ ٹھنڈے پانی کے غسل سے میری کسلمندی دور ہوگئی۔ ہم نے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور پھر وہیں بیٹھے دیر تک باتیں کرتے رہے۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ کنیا کماری قابل اعتماد ثابت ہوئی۔ ویسے بھی اسے ہماری اصل کہانی کا علم نہیں تھا اس لئے اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

مجھے بقول شخصے ان دنوں چپڑیاں اور دو دو میسر تھیں۔ دو بجے تک رتنا موجود ہوتی اور چار بجے کے بعد کنیا کماری آ جاتی۔ وہ کوئی نیک پروین نہیں تھی۔ تیسرے ہی روز میری بانہوں میں آ گئی تھی۔

دن کے وقت میں بہت کم نکلتا تھا، البتہ رات کو آٹھ نو بجے کے قریب باہر نکل کر محتاط انداز میں ٹہل لیتا۔

ایک رات ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ شوبھا کا ذکر نکل آیا۔ وہی شوبھا جس کی عریاں تصویر ہم نے موٹیل کے ہٹ میں دیکھی تھی۔

"وہ کھراج ہی میں ہے۔" کنیا کماری نے کہا۔ "موٹیل والے سیٹھ ایڈواجنی کا شہر میں بھی بہت بڑا ہوٹل اور نائٹ کلب ہے۔ شوبھا نائٹ کلب میں ڈانس پروگرام دیتی ہے۔"

"ہاں۔ وہ بڑی اچھی رقاصہ ہے۔" رتنا نے کہا۔ "اس کی خواہش تھی کہ اسے کسی کلب میں کوئی کام مل جائے لیکن۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر اس کی تصویر کے بارے میں بتانے لگی۔

"ہمیں اس سے کیا غرض۔ وہ اس کا ذاتی فعل ہے۔" کنیا کماری بولی۔ "ویسے وہ بھی اچھی لڑکی ہے۔ مجھ سے کبھی کبھار ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ کہو تو تمہاری ملاقات کرا دیں۔ کبھی کبھی تمہارا ذکر بھی ہوتا رہا ہے۔"

"دیکھا جائے گا۔" رتنا نے کہا۔

رتنا نے اگرچہ بات ٹال دی تھی لیکن اس سے اگلے دن رات گیارہ بجے کے قریب ہم ایک عالیشان کوٹھی میں ایک شاندار ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ شوبھا کی کوٹھی تھی اور وہ اس وقت ہمارے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ اگرچہ ڈھنگ کے لباس میں تھی مگر میں چشم تصور سے اسے اس تصویر کے

...پ میں دیکھ رہا تھا۔

ان تینوں میں پرانی باتیں ہوتی رہیں اور پھر رات ایک بجے کے قریب شوبھا نے اپنی شاندار گاڑی میں ہمیں کنیا کماری کے فلیٹ والی بلڈنگ کے سامنے ڈراپ کیا تھا۔

دو تین روز اور گزر گئے۔ میں اکثر اس بوڑھے کوچوان کے بارے میں بھی سوچتا ہوں جو ... چکر میں پڑ کر نجانے کن پراسرار سرگرمیوں میں مصروف ہوگیا تھا لیکن ہم نے بروقت اس سے اپنا پیچھا چھڑا لیا تھا۔

ایک رات شوبھا، کنیا کماری کے فلیٹ پر آ گئی۔ وہ اگلے روز ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کر رہی تھی۔ رتنا اور کنیا کماری انکار نہ کر سکیں۔

اگلے روز رتنا کو ریسٹورنٹ سے چھٹی کرنی پڑی۔ اگر کنیا کماری کی سفارش نہ ہوتی تو اسے چھٹی ... ملتی۔

ہم رات نو بجے شوبھا کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ ہمارے علاوہ کوئی اور مہمان مدعو نہیں تھا۔ ساڑھے نو بجے ہم نے کھانا شروع کیا ہی تھا کہ ایک ملازم نے آ کر شوبھا کے کان میں سرگوشی کی۔

"ٹھیک ہے آنے دو انہیں۔" شوبھا نے اونچی آواز میں کہا پھر باری باری ہم تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "ہماری ایک مشترکہ دوست آئی ہے جس سے مل کر تم لوگوں کو یقیناً بہت خوشی ہوگی۔"

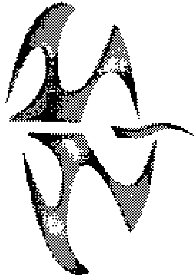
ملازم باہر چلا گیا۔ میں نجانے کیوں اپنے آپ میں بے چینی سی محسوس کرنے لگا تھا۔ رتنا کی آنکھوں میں بھی الجھن سی ابھر آئی تھی۔ شاید وہ بھی سوچ رہی تھی کہ مشترکہ دوست کون ہو سکتی ہے۔

ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دو منٹ بعد دروازے کا پردہ ہٹا اور تین افراد اندر داخل ہوئے۔

میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ میں نے رتنا کی ... میں آنے والوں کی طرف دیکھنے لگا۔

ان میں ایک بیلا تھی اور دو بلیک کیٹ کمانڈوز، ان ... تھیں۔

☆ ... ☆



میری کنپٹیاں سلگ اٹھیں اور دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز ہوگئی۔ رتنا کے چہرے پر بھی خوف کے سائے گہرے ہو گئے تھے مگر ایسا نازک لمحہ کبھی نہیں آیا تھا۔ بلیک کیٹ کے دونوں کمانڈوز میز کے دوسری طرف دروازے کے قریب رائفلیں تانے کھڑے تھے۔ ان کے چہروں پر پتھر جیسی سختی تھی۔ آنکھوں میں بے پناہ سرد مہری تھی۔ ان کی انگلیاں رائفلوں کے ٹرائیگرز پر تھیں اور وہ ایکشن لینے کے لیے مکمل طور پر تیار تھے۔

بیلا ان کے بائیں طرف تھی۔ اس کے ہونٹوں پر فاتحانہ چمک تھی وہ چمکتی ہوئی نظروں سے کبھی میری طرف دیکھتی اور کبھی رتنا کی طرف دیکھ رہی تھی۔

کنیا کماری کے لیے یہ صورت حال بالکل انوکھی اور دہلا دینے والی تھی۔ وہ یہ تو جانتی تھی کہ پولیس اور بلیک کیٹ کو ایک پاکستانی دہشت گرد اور اس کی ایک ساتھی عورت کی تلاش ہے۔ فارغ اوقات میں وہ ہمارے ساتھ اس موضوع پر تبادلہ خیال بھی کرتی تھی لیکن اس نے یہ تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ پولیس جن دہشت گردوں کو پورے شہر میں تلاش کرتی پھر رہی تھی وہ اس کے فلیٹ میں موجود تھے۔ وہ تو رتنا پر شبہ کر ہی نہیں سکتی تھی۔ رتنا اس کے ساتھ ماؤنٹ ابو کے ہوٹل میں کام کر چکی تھی۔ وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی اور رتنا اس کی نظروں میں دہشت گرد نہیں ہو سکتی تھی اور میرے بارے میں بھی اس نے کبھی نہیں سوچا ہوگا کہ میں ہی وہ دہشت گرد ہو سکتا ہوں کیونکہ پولیس کو ایک پاکستانی دہشت گرد کی تلاش تھی اور وہ مسلمان تھا جبکہ رتنا نے اس سے میرا تعارف وجے ملہوترہ کے نام سے کرایا تھا اور ظاہر ہے یہ کسی مسلمان کا نام نہیں ہو سکتا تھا اس وقت کی صورتحال سے بھی وہ فوری طور پر یہ نہیں سمجھی تھی کہ یہ بلیک کیٹ کمانڈو ہمارے لیے آئے ہیں بلکہ وہ کچھ بھی نہیں سمجھی تھی البتہ خوف سے اس کا چہرہ ایک دم دھواں ہو گیا تھا اور اس خوف کے نتیجے میں وہ چیختی ہوئی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔'' بیلا کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ اس کے چہرے کے تاثرات ایک دم بدل گئے تھے۔ آنکھوں میں سفاکی ابھر آئی تھی۔ ''کوئی بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرے گا۔''

کنیا کماری دھم سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ خوف نے اس پر لرزہ سا طاری کر دیا تھا اور وہ ہولے ہولے کانپنے لگی تھی۔

''بڑے افسوس کی بات ہے شوبھا۔'' رتنا نے اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے سامنے بیٹھی ہوئی شوبھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مجھے پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا کہ ایک طوائف سے کیا توقع نہیں رکھنی چاہئے۔ ہوٹل کے کاٹیج میں تمہاری برہنہ تصویر دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم کیا بن گئی ہو۔

بن گئی ہو۔ میں تم سے نہیں ملنا چاہتی تھی لیکن کنیا کماری کی معصومیت نے ہمیں پھنسا دیا۔''

''تم شاید بھول گئی تھیں کہ ماؤنٹ ابو میں پریم نواس ریسٹورنٹ کے منیجر سے میرا جھگڑا تمہاری وجہ سے ہوا تھا اور مجھے نوکری سے نکال دیا گیا تھا۔'' شوبھا نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ ''لیکن میں اس بات کو نہیں بھولی تھی۔ چند روز پہلے کنیا کماری کے ساتھ تم سے ملاقات ہوتے ہی وہ ساری باتیں میرے ذہن میں تازہ ہو گئی تھیں اور پھر تم لوگوں کے جانے کے بعد ہی مجھے خیال آیا کہ تم دونوں وہ تو نہیں ہو پولیس کو جن کی تلاش ہے۔ تمہارے اس دوست کا تعارف اگرچہ وجے ملہوترہ کے نام سے ہوا تھا لیکن مجھے اس کی باتوں سے شبہ ہو گیا تھا کہ یہ مسلمان ہے۔ پہلی ملاقات میں گفتگو کے دوران اس نے دو چار ایسے الفاظ استعمال کیے تھے جو عام طور پر کسی ہندو کے منہ سے نہیں نکلتے۔''

وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اگلے روز میں نے تم دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا شروع کر دیں۔ مجھے بعض ذرائع سے معلوم ہو گیا کہ اس آپریشن کی انچارج بیلا ہے۔ بیلا سے پہلے بھی میری ملاقاتیں رہی ہیں لیکن اس روز پتہ چلا کہ بیلا یہاں سے جے پور واپس جا چکی ہے۔ میں بیلا سے ملاقات کے لیے خود جے پور پہنچ گئی اور بڑی مشکل سے اس تک پہنچ سکی تھی۔ بیلا سے ملاقات کے بعد یہ تصدیق ہو گئی کہ اس پاکستانی دہشت گرد کے ساتھ تم ہو یعنی ماؤنٹ ابو کے پریم نواس ریسٹورنٹ کی سابق ویٹرس رتنا۔''

وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی۔ اس کی نظریں اب بھی رتنا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''میں نے بیلا سے پروگرام بنا لیا۔'' وہ کہہ رہی تھی۔

''بیلا اگر چاہتی تو کنیا کماری کے فلیٹ پر بھی چھاپہ مارا جا سکتا تھا مگر اس میں کسی گڑبڑ کا اندیشہ تھا اس لیے میں نے تم لوگوں کو ڈنر پر مدعو کر لیا اور اگر اس دعوت میں اپنی پرانی دوست بیلا کو بھی مدعو نہ کرتی تو بد اخلاقی ہوتی۔ اس لیے......''

''تم واقعی طوائف ہو۔'' رتنا نے اسے بات مکمل نہیں کرنے دی۔

''یہ...... یہ سب کیا ہے؟'' کنیا کماری باری باری ہم سب کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کے لہجے میں بھی تھرتھراہٹ تھی۔ ''کیا یہ وجے ملہوترہ......''

''رتنا نے ٹھیک کہا تھا کہ تم واقعی بہت معصوم ہو۔'' شوبھا نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''یہ وجے ملہوترہ نہیں وہ پاکستانی دہشت گرد ہے جس نے ہمارے دیش میں تباہی پھیلا رکھی ہے اور یہ رتنا اس کی شریک کار ہے۔''

''یہ شخص ناجی۔'' شوبھا کے خاموش ہونے پر بیلا نے کہا۔

''ایک منٹ۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر بیلا کو مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ ''تم نے ہمیں کوئی مہلت نہیں دی تھی۔ بلکہ قدم قدم پر ہمارے لیے جال پھیلا رکھے تھے۔ موٹیل والی تباہی میں بھی ہمارا کوئی ہاتھ نہیں۔ ہم محض چائے پینے اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے رکے تھے لیکن تمہارے دو آدمی شیوا اور راکیش پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔ تمام راستوں کی نگرانی کی جا رہی تھی۔ دو دن کی مہلت تو محض زبانی بات تھی۔ تم نے ہمارے فرار کے تمام راستے مسدود کر دیے تھے۔

وہ تمہارے ہی آدمی کی حرکت تھی۔ اس طرح موٹیل میں ہونے والی تباہی ہم پر تو نہیں عائد ہوتی۔'' میں ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ پھر اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے بولا۔ ''میں تمہیں ایک بااصول دشمن سمجھتا تھا لیکن تم نے قدم قدم پر دھوکہ دیا۔ اب مجھے تم پر بالکل اعتماد نہیں رہا۔ اب میں بھی تمہارے ساتھ وہی کروں گا جو تم میرے ساتھ کرتی رہی ہو۔''

''واہ۔'' بیلا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ''تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے ہم کوئی گیم کھیل رہے ہوں۔''

''یہ کھیل ہی تو ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''زندگی اور موت کا کھیل۔ ابھی تک ہم دونوں کی بازی برابر چل رہی ہے لیکن جو اس کھیل پر گرفت مضبوط کرنے میں کامیاب ہو گیا وہ جیت جائے گا اور دوسرا زندگی کی بازی ہار جائے گا۔''

''اس وقت کھیل پر میری گرفت مضبوط ہے۔'' بیلا نے کہا۔ ''تم ہار چکے ہو۔ تمہاری زندگی اور موت کے درمیان تھوڑا ہی فاصلہ رہ گیا ہے۔''

''ابھی کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔'' میں نے کہا۔ ''کسی بھی کھیل کا فیصلہ تو آخری لمحوں میں ہوتا ہے اور میرے خیال میں ابھی آخری لمحات نہیں آئے۔''

''بڑے پراعتماد ہو۔'' بیلا مسکرائی۔ ''موت کے ان فرشتوں کو سامنے دیکھ کر بھی تمہیں خوش فہمی ہے کہ ابھی کھیل کا فیصلہ نہیں ہوا۔''

''ہاں...... میں نے مایوس ہونا نہیں سیکھا۔'' میں نے جواب دیا۔ ''تم بھی اس بات کی گواہ ہو کہ بعض اوقات عین آخری لمحوں پر بازی پلٹ جاتی ہے۔''

''اب یہ بازی پلٹنے والی نہیں ہے۔'' بیلا نے کہا اور شوبھا اور کنیا کماری کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ۔''

شوبھا تو فوراً ہی اٹھ کر ایک طرف ہو گئی البتہ کنیا کماری اپنی کرسی پر بیٹھی رہی۔ اس کے چہرے پر خوف کے سائے اب بھی گہرے تھے۔

''اٹھو۔ جلدی کرو۔'' بیلا کے حلق سے غراہٹ سی نکلی۔

کنیا کماری دونوں ہاتھوں سے میز کا سہارا لے کر اٹھ گئی۔ اس کی ٹانگیں ہولے ہولے کانپ رہی تھیں۔ میں نے رتنا کی طرف دیکھا اس نے بھی دونوں ہاتھ اپنے سامنے میز کے کنارے پر ٹکا لیے تھے۔

کنیا کماری کی کرسی میرے بالکل سامنے تھی۔ وہ جیسے ہی کرسی سے اٹھ کر ایک طرف ہٹی میں نے اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے میز کے نیچے ٹانگیں لمبی کر کے ایک پیر سے کرسی کو زوردار ٹھوکر ماری۔ کرسی بڑی تیزی سے فرش پر پھسلتی ہوئی ایک کمانڈو کی ٹانگوں سے ٹکرائی کرسی اس کی پنڈلی کی ہڈی سے ٹکرائی تھی۔ وہ چیختا ہوا ایک ٹانگ پر ناچ گیا۔ اس کا رائفل والا ایک ہاتھ اوپر اٹھ گیا تھا۔ ٹھیک اسی لمحے رتنا بھی بڑی تیزی سے دونوں ہاتھ میز کے کنارے پر ٹکائے میز کے نیچے لمبی ہو گئی۔ اس کے دونوں پیروں کی ٹھوکر دوسرے کمانڈو کی ٹانگوں پر لگی۔ وہ بھی لڑکھڑا کر پشت کے بل گرا۔ میں بڑی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا اور اس سے بھی زیادہ تیزی دکھاتے ہوئے میں نے میز الٹ دی۔ الٹتی ہوئی میز کا کنارہ بیلا کو بھی لگا اور وہ

بھی چیختی ہوئی پشت کے بل گری تھی۔

میں اچھل کر الٹی ہوئی میز کے دوسری طرف پہنچ گیا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ایک کمانڈو کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا رائفل قبضے میں لینے میں مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

اس میں شبہ نہیں کہ بلیک کیٹ کمانڈوز انتہائی اعلیٰ تربیت یافتہ تھے اس فورس کو ڈیتھ سکواڈ کا نام بھی دیا جاتا تھا۔ اپنے حریف پر قابو پانے کے لیے یہ جان کی بازی بھی لگا دیتے تھے لیکن یہاں وہ مار کھا گئے تھے۔ نہایت چوکس ہونے کے باوجود ہماری یہ کارروائی ان کی توقع کے بالکل خلاف تھی۔ یہ بات تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گی کہ ہم جیسے نہتے شکار پوری طرح ان کے رحم و کرم پر ہونے کے باوجود ایسی کوئی حرکت کریں گے اور اس خود اعتمادی میں وہ مار کھا گئے تھے۔

رائفل ہاتھ میں آتے ہی میں نے انہیں زد میں لے لیا۔ رتنا نے بھی پھرتی سے اٹھ کر دوسرے کمانڈو کے ہاتھ سے رائفل چھین لی۔ اب وہ سب ہمارے رحم و کرم پر تھے۔ میں نے انہیں رائفل کی زد پر لے کر دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا کر دیا اور ان دونوں کے لباس تھپ تھپانے لگا۔ ان کے کپڑوں کے اندر چھوٹے پستول بھی چھپے ہوئے تھے۔ میں نے وہ پستول بھی نکال لیے۔ بیلا بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''میں نے کہا تھا نا کہ کسی بھی کھیل کا فیصلہ عین آخری لمحوں میں ہوتا ہے۔'' میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اور وہ آخری لمحات یہ ہیں جنہوں نے اپنا فیصلہ دے دیا ہے اب تمہارا کیا خیال ہے؟''

''اس کے باوجود تم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔'' بیلا نے غراتے ہوئے کہا۔

''میں بھی اس وقت کامیابی کا دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''لیکن اس بات سے انکار نہیں کرو گی کہ اس وقت مجھے تم پر بالادستی حاصل ہو گئی ہے۔''

ہاں۔ یہ بات میں تسلیم کرتی ہوں، لیکن یہ بھی ذہن نشین کر لو کہ تمہاری یہ بالادستی زیادہ وقت تک قائم نہیں رہ سکے گی۔'' بیلا نے جواب دیا۔

''اور تم لوگ اس شہر سے نکل نہیں سکو گے۔'' یہ بات شوبھا نے کہی تھی۔

''تیری تو......'' رتنا نے اسے ایک غلیظ گالی دی۔ ''تمہارا فوٹو تو میں اس طرح بگاڑوں گی کہ کوئی تمہارے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ کتیا، حرامزادی، یہاں ہمیں ایک محفوظ جگہ مل گئی تھی۔ ہم چند روز آرام سے یہاں رہتے اور خاموشی سے نکل جاتے لیکن تمہاری وجہ سے......'' اس نے رائفل گھما کر اس کا بٹ شوبھا کے سینے پر مارا۔

ضرب خاصی زوردار تھی۔ شوبھا چیخ کر دوہری ہو گئی۔ رتنا نے رائفل کی دوسری ضرب اس کے منہ پر لگائی۔ ٹھوڑی پر لگنے والی یہ ضرب پہلے سے زیادہ زوردار تھی۔ شوبھا ایک بار پھر چیخ اٹھی مگر رتنا پر اس کے چیخنے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ رائفل کے بٹ سے اس کے منہ پر ضربیں لگاتی رہی۔ رتنا نے واقعی ٹھیک کہا تھا کہ وہ شوبھا کا فوٹو اس طرح بگاڑے گی کہ کوئی اس پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ شوبھا چیختی رہی اور رتنا اس کی دھنائی کرتی رہی۔ شوبھا کا چہرہ لہولہان ہو چکا تھا۔ اس کے سامنے کے اوپر کے دو دانت ٹوٹ کر گر گئے تھے۔ شاید جبڑا بھی کریک ہو گیا تھا۔ وہ فرش پر پڑی بری طرح تڑپ رہی تھی۔

شوبھا کے اس بنگلے میں دو ملازم تھے اور اس وقت دونوں اندر ہی تھے۔ میں نے بیلا، بلیک کیٹ کے دونوں کمانڈوز اور دونوں ملازموں کو رائفل کی زد پر لے رکھا تھا۔ کنیا کماری ایک طرف کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ایک موقع پر ایک کمانڈو نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کے سینے پر زور سے رائفل کا بٹ مارا کہ وہ چیختا ہوا پیچھے ہٹ گیا اور اس کے بعد کسی کو اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی۔

بیلا ان کمانڈوز سے ذرا ہٹ کر کھڑی تھی اس کے چہرے پر بے پناہ وحشت تھی۔ رتنا کو اس نے پہلے بھی لڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ خود اس کے ساتھ بھی دو دو ہاتھ ہو چکے تھے، لیکن اس کا یہ جنون بیلا نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔

رتنا نے شوبھا کو ادھ موا کر کے چھوڑ دیا اور پھر وہ بیلا کی طرف گھوم گئی۔

”ناجی، تمہارے ساتھ رعایت کرتا رہا ہے۔ مگر میں تمہارا کوئی لحاظ نہیں کروں گی۔“ وہ بیلا کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے غرائی۔ ”وہ سوٹ کیس کہاں ہے؟ اگر تم سوٹ کیس میرے حوالے کر دو تو شاید تمہاری موت کو کچھ آسان بنا دوں۔“

”وہ...... وہ سوٹ کیس۔ جے پور میں ہے۔“ بیلا نے جواب دیا۔ وہ بظاہر بہت خوفزدہ نظر آ رہی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ بہت بڑی اداکارہ ہے۔ اس نے قدم قدم پر ہمیں دھوکا دیا تھا اور اب بھی محض خوفزدہ ہونے کی اداکاری کر رہی تھی۔

رتنا نے اس کے کولہے پر رائفل کے بٹ سے ایک زوردار ضرب لگائی۔ بیلا چیخ اٹھی۔ اسی لمحے ایک کمانڈو نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی میں فوراً ہی اس طرف متوجہ ہو گیا۔ میں تو شاید اسے روکنے کی کوشش کرتا لیکن رتنا پر جنون طاری تھا اس نے رائفل سیدھی کر کے فائر کھول دیا۔ پہلے تو چھلانگ لگانے والا کمانڈو چھلنی ہو کر گرا اور پھر رتنا نے دوسرے کو بھی چھلنی کر دیا۔

اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بیلا نے کھڑکی کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ کسی طاقتور سپرنگ کی طرح اپنی جگہ سے اچھلی اور پرندے کی طرح اڑتی ہوئی کھڑکی سے باہر نکل گئی۔ میں دوڑ کر کھڑکی کے قریب پہنچا مگر اس طرف باہر اندھیرا تھا۔ ایک طرف دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں تو سنائی دے رہی تھیں مگر بیلا دکھائی نہیں دی۔ میں نے اندھیرے میں ایک برسٹ مار دیا مگر گولیوں کی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔

میں کمرے میں فائرنگ کی آواز سن کر واپس مڑا۔ شوبھا کے دونوں ملازم باہر والے دروازے کے قریب ڈھیر ہو چکے تھے۔ انہوں نے شاید بھاگنے کی کوشش کی تھی اور رتنا نے انہیں اڑا دیا تھا۔

”اور تم......“ وہ شوبھا کی طرف مڑ کر غرائی جو دونوں ہاتھ فرش پر ٹکائے اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ”میں اگر چاہوں تو تمہیں بھی چھلنی کر سکتی ہوں لیکن تم زندہ رہو گی۔ اپنی اسی بگڑی ہوئی صورت کے ساتھ تم جب بھی آئینہ دیکھو گی تو تمہیں یاد آئے گا کہ تمہارا حلیہ کس نے بگاڑا تھا اور تم......“ وہ کنیا کماری کی طرف مڑ گئی۔ ”تم نے ہمیں پناہ دی ہم پر بہت بڑا احسان کیا۔ ہم تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔ تم جہاں چاہو جا سکتی ہو۔“ کنیا کماری تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس خون خرابے نے اس کی حالت اور بھی بگاڑ

دی تھی اس کے لیے کھڑے رہنا مشکل ہو رہا تھا۔

”د...... دیدی......“ وہ رتنا کی طرف دیکھ کر ہکلائی۔ ”بیلا بھاگ گئی ہے تم نے اسے بھی زندہ چھوڑ دیا۔ یہ لوگ بعد میں مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے بھی اپنے ساتھ......“

”تو پھر چلو...... جلدی کرو۔“ میں نے کہتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

اب تک کی صورتحال سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی تھی کہ بیلا اپنے ساتھ صرف انہی دو کمانڈوز کو لائی تھی جو رتنا کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ میں اسے اچھی طرح جانتا تھا وہ زیادہ بھیڑ بھاڑ کی قائل نہیں تھی۔ اس نے جب بھی میرے خلاف کوئی کارروائی کی تھی اپنے ساتھ دو تین سے زیادہ آدمیوں کو استعمال نہیں کیا تھا۔ اس مرتبہ بھی اس نے یہی غلطی کی تھی۔ حالانکہ پچھلے تجربات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے اپنے ساتھ کم سے کم ایک درجن کمانڈوز ضرور لانے چاہئیں تھے تاکہ مجھے گھیر سکتے۔ اگر کوئی باہر بھی موجود ہوتا تو اندر ہونے والی فائرنگ کے بعد باہر سے مداخلت ضرور ہوتی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔

یہ رہائشی علاقہ تھا بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ فائرنگ کے بعد باہر سناٹا چھا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے فائرنگ سن کر کسی نے فون کر دیا ہو اور پولیس کسی بھی وقت یہاں پہنچ سکتی تھی۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ بیلا بھی بھاگ گئی تھی۔ وہ بہت چالاک عورت تھی کوئی فوری کارروائی کر سکتی تھی۔ اس لیے میں جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

میں کنیا کماری کا ہاتھ پکڑے اسے تقریباً کھینچتا ہوا برآمدے میں آ گیا۔ رتنا بھی اسی وقت باہر آ گئی۔ پورچ میں شوبھا کی سیاہ رنگ کی شاندار کار کھڑی تھی۔ میں نے پچھلا دروازہ کھول کر کنیا کماری کو اندر بٹھا دیا اور باہر والے گیٹ کی طرف دوڑا۔ رتنا نے انجن سٹارٹ کیا اور گاڑی کو گھماتی ہوئی گیٹ کی طرف لے آئی۔ میں اس دوران گیٹ کھول چکا تھا گاڑی جیسے ہی گیٹ کے قریب پہنچی میں پسنجرز سائیڈ کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

گلی کافی کشادہ تھی۔ گیٹ کے بائیں طرف سفید رنگ کی ایک کار کھڑی تھی۔ یہ یقیناً وہ کار تھی جس پر بیلا ان کمانڈوز کو لے کر آئی تھی اور بنگلے کی عقبی دیوار پھاند کر فرار ہو گئی تھی۔

میں ایک دم چونک گیا۔ کنیا کماری مجھے پچھلی سیٹ پر نظر نہیں آئی۔ میں نے اچک کر دیکھا تو میرے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا کنیا کماری سیٹ پر لیٹی ہوئی تھی اس پر کپکپاہٹ طاری تھی اور غالباً دانت بھی بج رہے تھے۔

اس وقت ساڑھے دس بھی نہیں بجے تھے۔ سڑکوں پر ٹریفک کی آمدورفت جاری تھی۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ کہاں جانا ہے۔ کنیا کماری کے فلیٹ پر واپس جانا خطرے سے خالی نہیں تھا کوئی اور ایسی جگہ ہماری نظروں میں نہیں تھی جہاں پناہ لی جا سکتی۔ اس وقت تو ہم اس علاقے سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتے تھے۔

کنیا کماری بھی اٹھ کر سیٹ پر بیٹھ گئی تھی کار میں قدرے سکون محسوس کر کے اس نے اپنے آپ پر بڑی حد تک قابو پا لیا تھا۔ وہ متوحش نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

”اگلے چوراہے پر کار دائیں طرف موڑ لینا دیدی۔“

کنیا کماری کی آواز سن کر ہم دونوں چونک گئے۔ میں نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"کہاں.... کوئی ٹھکانہ ہے تمہاری نظروں میں، جہاں وقتی طور پر پناہ مل سکے۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں.... بابو روشن علی۔" کنیا کماری نے جواب دیا۔ "وہ مسلمان ہے۔ تمہاری وجہ سے ہم سب کو چند روز کے لیے اس کے ہاں پناہ مل سکتی ہے۔"

"کیا اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ کون ہے وہ؟" میں نے پھر پوچھا۔

"وہ ایک بزنس مین ہے۔" کنیا کماری نے جواب دیا۔ "چند مہینے پہلے میں ایک اور ریسٹورنٹ میں تھی۔ وہ بہت اونچے معیار کا ریسٹورنٹ تھا۔ وہاں بابو روشن جیسے دولت مند لوگ ہی آتے تھے۔ بابو روشن مجھ پر...." وہ ایک لمحے کو خاموش ہوئی پھر ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "میرا مطلب ہے وہ مجھے پسند کرنے لگا تھا وہ ہمیشہ میری میز پر آ کر بیٹھتا تھا ایک مرتبہ وہ مجھے اپنی کوٹھی پر بھی لے گیا تھا، ممکن ہے اس کی نیت کچھ اور ہو مگر میں دامن بچا کر نکل آئی تھی۔" وہ خاموش ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی اس دوران رتنا چوراہے پر اس کی بتائی ہوئی سمت میں کار موڑ چکی تھی۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہاری وجہ سے ہمیں بابو روشن کے ہاں پناہ مل جائے گی، لیکن کیا یہاں کے لیے اس کی وفاداریاں مشکوک ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔" کنیا کماری نے جواب دیا۔ "وہ ایک وفادار ہندوستانی ہے لیکن یہاں مذہب کا بھی معاملہ ہے۔ وہ یقیناً تمہاری مدد کرے گا۔ اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور دیدی.. وہ آگے لڑکا کا نیون سائن لگا ہوا ہے نا وہاں سے کار بائیں طرف موڑ لینا۔" اس نے آخری جملہ رتنا سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

یہ شہر کے دولت مند لوگوں کا رہائشی علاقہ تھا۔ سڑک کے دونوں طرف کھمبوں پر اگرچہ مرکری بلب روشن تھے مگر درختوں کی وجہ سے ان کی روشنی محدود ہو کر رہ گئی تھی بعض جگہوں پر تو اندھیرا ہو رہا تھا۔ رتنا نے کنیا کماری کے کہنے پر کار ایک اور کشادہ گلی میں موڑ لی تھی اس سڑک پر بھی بنگلوں کے سامنے دونوں طرف درختوں کی قطاریں تھیں۔

رتنا نے کار کی رفتار کم کر کے اسے ایک کٹ سے درختوں کے پیچھے سروس روڈ پر لے لیا اور پھر اسے اس بنگلے کے گیٹ کے سامنے روک لیا جس کی نشاندہی کنیا کماری نے کی تھی۔ کار کا رخ گیٹ کی طرف تھا۔

کنیا کماری کار سے اتر گئی اور گیٹ کی تیل بجانے لگی۔ تقریباً دو منٹ بعد ذیلی دروازہ کھلا۔ وہ کوئی عورت تھی۔ کنیا کماری نے اس سے کچھ بات کی اور ذیلی دروازے میں داخل ہو کر گیٹ پوری طرح کھول دیا۔ رتنا کار کو اندر لے گئی۔

کنیا کماری نے گیٹ بند کر دیا اور دوڑتی ہوئی کار کے ساتھ ہی پورچ میں پہنچ گئی۔

"اس طرف" اس نے آگے اشارہ کیا۔ "کار وہاں لے جا کر دیدی۔ اس درخت کے نیچے روک دو۔"

رتنا نے کار پورچ سے آگے نکال کر دائیں طرف موڑ کر ایک بہت بڑے اور گنجان درخت کے نیچے روک لی۔ اس جگہ اندھیرا بھی تھا اور یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ یہ کس چیز کا درخت ہے۔ رتنا نے انجن بند کر دیا اور ہم دونوں نیچے اتر آئے۔

کنیا کماری نے برآمدے کی بتی بجھا دی تھی لیکن اندر بتیاں جل رہی تھیں جس کی کچھ روشنی باہر آ رہی تھی لیکن برآمدے کی بتی بجھا دینے کا یہ فائدہ تھا کہ ہمیں باہر سے نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ ویسے بنگلے کی چاردیواری خاصی اونچی تھی باہر سے ہمیں دیکھ لیا جانا ممکن نہیں تھا، لیکن کنیا کماری نے احتیاطاً یہ قدم اٹھایا تھا اور مجھے کنیا کماری پر حیرت بھی تھی کہاں تو یہ کہ وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی اس کے دانت بج رہے تھے اور کہاں یہ کہ وہ اتنی تیزی دکھا رہی تھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اب وہ اپنے آپ کو خطرے سے باہر سمجھ رہی تھی۔

جس عورت نے گیٹ کھولا تھا وہ بھی برآمدے میں آ چکی تھی، لیکن ہم اندھیرے میں اسے اچھی طرح نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس نے برآمدے والا دروازہ کھول دیا اور ہم کنیا کماری کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ وہ عورت بھی اندر آ گئی۔ میرے اور رتنا کے پاس رائفلیں دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک رنگ سا آ کر گزر گیا لیکن اس نے فوراً ہی اپنی کیفیت پر قابو پا لیا۔

برآمدے والے دروازے سے گزر کر ہم جس کمرے میں داخل ہوئے وہ خاصا بڑا اور شاندار فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اسے بڑا ہال کہنا مناسب ہوگا۔ فرش پر دیواروں تک قالین بچھے ہوئے تھے۔ بہت قیمتی صوفے ایک دوسرے سے فاصلے پر رکھے ہوئے تھے۔ صوفوں کے تین سیٹ تھے اور ہر سیٹ کے سامنے شیشے کے ٹاپ والی کافی ٹیبل رکھی ہوئی تھیں۔

نچلے ہال کے دائیں طرف ایک کشادہ راہداری تھی اور اس راہداری میں بھی آمنے سامنے دو کمرے تھے۔ راہداری کے آخر میں شیشے کا ایک بڑا دروازہ نظر آ رہا تھا اس ڈیزائن اور طرز کے بنگلے میں نے انڈین فلموں میں دیکھے تھے اور آج میں خود ایک ایسے بنگلے میں موجود تھا اور مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ اس وسیع و عریض بنگلے میں ابھی تک کوئی اور ذی روح دکھائی نہیں دیا تھا۔

میں نے اس عورت کی طرف دیکھا جو گیٹ کھول کر ہمارے ساتھ اندر آئی تھی۔ اس کی عمر چالیس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ قد ساڑھے پانچ فٹ کے قریب اور جسم کی ساخت بڑے غضب کی تھی فگرز بڑے آئیڈیل اور قیامت خیز تھے۔ اس نے شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ اس لباس ہی سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ مسلمان تھی اس کے چہرے کے نقوش بھی بڑے پرکشش تھے اور آنکھوں میں تو ستاروں جیسی چمک تھی۔ اس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ بابو روشن کی بیوی ہوگی اور کنیا کماری کو یقیناً بہت اچھی طرح جانتی ہوگی۔ اسی لیے تو اس کے لیے گیٹ کھول دیا تھا اور ہم بھی اس کے ساتھ بے تکلفی سے اندر آ گئے تھے۔

"یہ نرگس ہے۔" کنیا کماری نے تعارف کرایا۔ "بابو روشن کی ہاؤس کیپر۔ گھر کی ساری ذمے داری اس کے کندھوں پر ہے۔"

"اوہ۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "اس کے علاوہ یہاں اور کتنے لوگ ہیں۔"

"کوئی نہیں۔" کنیا کماری کے بجائے نرگس نے جواب دیا۔ "بابو روشن کلب گئے ہوئے ہیں ان کی واپسی دو بجے کے قریب ہوگی مگر تم لوگ کون ہو اور یہ....." اس نے ہماری رائفلوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ان کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بی بی۔" کنیا کماری نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس سے پتہ چلا کہ نرگس کو بی بی کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔ "یہ روشن بابو کے دوست ہیں۔"

تم مجھے بتاؤ۔ روشن بابو کون سے کلب گئے ہوئے ہیں ان سے فون پر بات کرتی ہوں اور تم ہمارے لیے چائے یا کافی بنا دو۔"

نرگس چند لمحے الجھی ہوئی نظروں سے ہماری طرف دیکھتی رہی اور پھر ہال کے بائیں طرف ایک دروازہ کھول کر اندر غائب ہو گئی۔

"تم نے بتایا تھا کہ بابو روشن کے ساتھ صرف ایک مرتبہ یہاں آئی تھیں مگر نرگس کے ساتھ تو تم خاصی بے تکلف ہو۔" میں نے کنیا کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نرگس سے تو اکثر فون پر گپ شپ ہوتی رہتی ہے۔ وقتاً فوقتاً بازار میں ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ بہت اچھی عورت ہے۔" کنیا کماری نے جواب دیا۔

"یقیناً بہت اچھی ہے۔" میں نے کہا۔ "اچھی نہ ہوتی تو بابو روشن پورا گھر اس کے سر پر نہ چھوڑتا لیکن بابو روشن کے بیوی بچے؟"

"اس نے یہ روگ پالنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔" کنیا کماری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم لوگ بیٹھو۔ میں اسے فون پر بتاتی ہوں۔" کنیا کماری کہتے ہوئے دائیں طرف والے صوفے کی طرف چلی گئی جس کے قریب سائیڈ ٹیبل پر ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔

صوفے پر بیٹھ کر اس نے ریسیور اٹھا لیا اور نرگس کے بتائے ہوئے نائٹ کلب کا نمبر ملانے لگی۔ میں بھی اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف کال جلد ہی ریسیور کر لی گئی۔ ظاہر ہے کال آپریٹر نے ریسیو کی تھی۔

"میں بابو روشن کے گھر سے نرگس بول رہی ہوں۔" اس نے آپریٹر کی ہیلو کے جواب میں کہا۔ "بابو روشن اس وقت کلب میں موجود ہیں، پلیز! انہیں ذرا لائن پر بلا دیں۔ ٹھیک ہے میں ہولڈ کیے ہوئے ہوں۔" وہ خاموش ہو کر میری طرف دیکھنے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے کلب کے آپریٹر کو اپنے بجائے نرگس کا نام کیوں بتایا تھا۔ تقریباً دو منٹ بعد دوسری طرف سے کوئی آواز سنائی دی تو کنیا کماری نے قدرے مدھم لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"بابو روشن۔" میں کنیا کماری بول رہی ہوں لیکن تم میرا نام مت لینا۔ ہاں میں نے ہی آپریٹر کو اپنا نام نرگس بتایا تھا اپنے نام سے فون نہیں کر سکتی تھی۔ میں اس وقت تمہاری کوٹھی پر موجود ہوں۔ ہاں ایک بہت ہی اہم معاملہ ہے تم فوراً آ جاؤ۔ کسی کو بتانے یا ساتھ لانے کی ضرورت نہیں ہاں ہاں..... ٹھیک ہے۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا اور مسکراتی ہوئی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

"روشن بابو تقریباً ایک گھنٹے میں یہاں پہنچ جائے گا۔" وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"آؤ..... وہیں چل کر بیٹھتے ہیں۔" اس نے اس طرف اشارہ کیا جہاں رتنا بیٹھی ہوئی تھی۔

ہم دونوں بھی رتنا کے قریب آ گئے۔ میں تو رتنا کے ساتھ اسی صوفے پر بیٹھ گیا تھا کنیا کماری سامنے والے صوفے پر بیٹھی تھی۔

"راستے میں بات کرنے کا موقع نہیں ملا لیکن اب بتاؤ تم نے ہمارے ساتھ آ کر اپنی جان خطرے میں کیوں ڈالی۔" میں نے کنیا کماری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ نہ بھی آتی تو میری جان خطرے میں رہتی۔" اس نے جواب دیا۔ "تم نے بیلا کی بات سنی تھی میرے بارے میں بھی اس کا ارادہ نیک نہیں تھا۔ تم لوگ کہیں فرار ہو جاتے اور میں پکڑی جاتی تو وہ لوگ مجھے اذیتیں دے دے کر ہلاک کر دیتے۔ ان اذیتوں سے تو بہتر یہی ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ رہوں۔ مجھے یہ حوصلہ تو رہے گا کہ تم لوگ مجھے بچا سکتے ہو۔ تمہاری بات سننے کے بعد ہی میں نے تم لوگوں کے ساتھ آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔"

"کون سی بات؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے کہا تھا کہ میں نے تم لوگوں کو پناہ دے کر تم پر بہت بڑا احسان کیا تھا۔" کنیا کماری نے جواب دیا۔ "میں نے تم دونوں میں سے کسی پر کوئی احسان نہیں کیا تھا میں نے ماؤنٹ ابو میں چند مہینے رتنا دیدی کے ساتھ کام کیا تھا وہ صرف چند مہینوں کا ساتھ تھا مگر رتنا دیدی کی شخصیت نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا اور اس روز اپنے ریسٹورنٹ میں اسے دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی تھی اگر مجھے پہلے یہ معلوم ہوتا کہ پولیس کو جن لوگوں کی تلاش ہے وہ تم دونوں ہو تو بھی میں دیدی کی وجہ سے تم لوگوں کی مدد ضرور کرتی۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی "میں نے تم لوگوں کو شوبھا سے ملا کر بہت بڑی غلطی کی تھی۔

وہاں جو کچھ بھی ہوا بہت برا ہوا۔ میرا دل تو اب بھی کانپ رہا ہے لیکن تم لوگوں کی جگہ میں ہوتی تو یہی سب کچھ کرتی۔ اپنی جان بچانے کے لیے دوسروں کی جان لینا ہی پڑتی ہے۔ دیدی نے تو بڑی مہربانی کی کہ اس حرامزی کو زندہ چھوڑ دیا۔ رائفل میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں اسے بھی اڑا دیتی۔"

"تم اکیلی بھی یہاں آ کر پناہ لے سکتی تھیں۔ ہمیں ساتھ لانے کی ضرورت کیا تھی۔ ہو سکتا ہے بابو روشن ہمیں اپنے ہاں پناہ دینے سے انکار کر دے۔" میں نے کہا۔

"وہ ایسا نہیں کرے گا۔" کنیا کماری نے جواب دیا۔ "اور جہاں تک تم لوگوں کو ساتھ لانے کا تعلق ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ تم میری قوم کے بنیوں سے زیادہ قابل اعتماد ہو۔ تم مجھے دھوکا تو نہیں دو گے۔ اس لیے میں نے تم لوگوں کو بھی اپنے ساتھ یہاں لانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ویسے اگر تم چاہتے تو مجھے اکیلے اور بے سہارا چھوڑ کر جا سکتے تھے مگر تم نے ایسا نہیں کیا جس کا مطلب ہے کہ تمہیں بھی میرا احساس ہے۔ میری حفاظت کا احساس ہے اسی لیے تو تم نے بلا جھجک میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور دیکھو اب ہمارا یہ ساتھ کب تک رہتا ہے۔"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نرگس کو اس دروازے سے برآمد ہوتے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ وہ ایک خوبصورت ٹرالی دھکیلتی ہوئی لا رہی تھی جس پر چائے کے علاوہ دیگر لوازمات بھی رکھے ہوئے تھے۔

چائے ختم ہونے کے بعد نرگس برتن سمیٹ رہی تھی کہ کال بیل کی آواز گونج اٹھی۔ نرگس ٹرالی چھوڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ کنیا کماری بھی اس کے پیچھے ہی گئی تھی۔ میں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کے قریب کھڑا ہو گیا اور جالی سے باہر جھانکنے لگا۔

برآمدے میں اندھیرا ہی تھا۔ کنیا کماری وہیں پلر کے قریب رک گئی اور نرگس تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ کی طرف چلی گئی۔

گیٹ کھلا اور سفید رنگ کی ایک شاندار کار اندر داخل ہوئی۔ جو آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی پورچ

میں آ کر رک گئی۔ انجن بند ہو گیا۔ دروازہ کھلا اور ایک دراز قامت آدمی کار سے نکل کر برآمدے کی طرف بڑھا۔ اس نے سوٹ پہن رکھا تھا۔ اندھیرے میں اس کے چہرے کے نقوش واضح طور پر نظر نہیں آ رہے تھے لیکن قد وقامت سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ خاصا سمارٹ آدمی ہے۔ وہ جیسے ہی برآمدے میں داخل ہوا ستون کی آڑ میں کھڑی ہوئی کنیا کماری کی سرگوشیانہ آواز ابھری۔

"روشن بابو۔ ادھر، میں یہاں ہوں۔"

روشن بابو چونکنے والے انداز میں آواز کی سمت مڑ گیا۔ میں دروازے کی جالی سے اس طرف دیکھ رہا تھا کنیا کماری ستون کی آڑ سے نکل آئی تھی۔

"اوہ۔ کنیا تم یہاں ہو۔ کیا معاملہ ہے۔ خیریت تو ہے۔ تمہارا فون سن کر تو میں پریشان ہو گیا تھا۔" روشن بابو نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"خیریت ہی نہیں ہے روشن بابو۔" کنیا کماری کی آواز سنائی دی۔ "ایک گڑبڑ ہو گئی ہے جس کی وجہ سے مجھے یہاں آنا پڑا اور رازداری سے تمہیں فون کرنا پڑا ویسے مجھے افسوس ہے میں نے فون کر کے کلب میں تمہاری تفریح غارت کر دی اور تمہیں سب کچھ چھوڑ کر یہاں آنا پڑا۔"

"کلب کی تفریح پر لعنت بھیجو۔" روشن بابو کی آواز سنائی دی اور اس نے آگے بڑھ کر کنیا کماری کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"معاملہ بہت سنگین ہے روشن بابو۔" کنیا کماری نے کہا۔ اس وقت نرگس بھی گیٹ بند کر کے برآمدے میں آ چکی تھی۔ وہ برآمدے میں رک کر ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ دونوں اب بھی ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے جس سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ انہیں نرگس سے کوئی حجاب نہیں تھا۔ "بی بی۔ تم اندر مہمانوں کے پاس چلو۔ ہم تھوڑی دیر میں آتے ہیں۔" کنیا کماری نے نرگس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مہمان!" روشن بابو بولا۔ "کیسے مہمان تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"

"میں وہی بتانا چاہتی ہوں۔" کنیا کماری نے جواب دیا۔

نرگس کو دروازے کی طرف آتے دیکھ کر میں وہاں سے ہٹ گیا۔ نرگس نے اندر داخل ہو کر عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا اور برتن سمیٹ کر ٹرالی دھکیلتی ہوئی کچن والے دروازے کی طرف چلی گئی۔ میں رتنا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

برآمدے کی طرف سے کنیا کماری اور روشن بابو کی کھسر پھسر کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں مگر کوئی بات واضح طور پر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں اپنے آپ میں عجیب سی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ رتنا بھی مضطرب دکھائی دے رہی تھی۔

اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں نے اس طرف دیکھا۔ کنیا کماری اور بابو روشن اندر داخل ہو رہے تھے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی کمر میں بازو حمائل کر رکھے تھے۔ دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جس سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ بات بن گئی تھی۔

بابو روشن اونچے لمبے قد، صحت مند جسم اور سرخ وسفید رنگت کا مالک تھا اس کی شخصیت واقعی متاثر

تھی۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر میں صوفے سے اٹھ گیا۔

"یہ روشن بابو ہیں۔" کنیا کماری نے تعارف کرایا۔ "یہ تاجی اور یہ رتنا دیدی۔" میں نے اپنا مصافحہ کے لیے آگے بڑھایا لیکن روشن بابو نے دونوں بانہیں پھیلا دیں۔ "ارے ظالم اپنوں سے اس طرح تو نہیں ملتے۔ آ...... میرے سینے سے لگ جا۔" اور پھر اس نے آگے بڑھ کر مجھے سینے سے لپٹا لیا۔ اس کے انداز میں واقعی بڑی گرم جوشی تھی۔ اس نے مجھے اپنے سے الگ کر کے دونوں بانہوں سے تھامے رکھا۔ وہ مجھے دیکھتا رہا پھر پیشانی پر بوسہ دیا اور ایک بار پھر سینے سے لپٹا لیا۔

"مجھے کنیا کماری نے سب کچھ بتا دیا ہے۔" وہ مجھے الگ کرتے ہوئے بولا۔ "تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ "را" کی کمر تم نے توڑی ہے مگر صورتحال دیکھ کر یقین کرنا ہی پڑتا ہے۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہو کر رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "دیوی جی۔ آپ کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ میں تو یقین ہی نہیں کر سکتا کہ تم جیسی حسین عورت اتنی بہادر ہو سکتی ہے وہ اپنے حسن سے ہی بڑے بڑے سورماؤں کو چت کر سکتی ہے اور جب اس کے ہاتھ میں اسلحہ آ جائے تو عورت واقعی قیامت بن جاتی ہے۔" وہ نرگس کو اپنی طرف آتے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ وہ قریب آئی تو روشن بابو بولا۔ "بی بی! یہ ہمارے مہمان ہیں لیکن یہاں ان کی موجودگی کی بات اس بنگلے کی چاردیواری سے باہر نہیں جانی چاہیے مجھے کچھ اور کہنے کی ضرورت تو نہیں؟"

"کیا مجھے کچھ سمجھانے کی ضرورت ہے روشن بابو۔" نرگس نے کہا۔

"اچھا تو اب کافی پلاؤ۔ ہم سب کو۔" روشن بابو نے کہا۔

نرگس کچن کی طرف چلی گئی۔ ہم سب صوفوں پر بیٹھ گئے رتنا، کنیا کماری کے ساتھ اور روشن بابو میرے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ میری گردن کے اوپر سے لا کر کندھے پر رکھا ہوا تھا۔

"اچھا ہوا کنیا کماری تم لوگوں کو یہاں لے آئی۔ پورے شہر میں پولیس اور بلیک کیٹس کی گاڑیاں دوڑتی پھر رہی ہیں اب بات سمجھ آ گئی ہے کہ یہ قیامت کیوں مچی ہوئی ہے۔" روشن بابو کہہ رہا تھا۔ "میرے بارے میں تمہیں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ غیر مذہب کی لڑکیاں تمہارے لیے اپنی جان کی بازی لگا رہی ہیں تو میں تو مرد ہوں یار...... تمہارا بھائی ہوں۔ ہمارا دین کا رشتہ ہے، تمہارے لیے تو میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔"

"بڑی مہربانی ہے روشن بابو۔" میں نے کہا۔ "لیکن اگر تمہارے دل میں کوئی ایسی بات ہو تو ہم یہاں سے جانے کو تیار ہیں۔ ہمیں کوئی نہ کوئی ٹھکانا مل ہی جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم مصیبت میں آ جاؤ۔"

"ارے تمہارے لیے تو یہ جان بھی حاضر ہے۔" روشن بابو نے کہا۔ "میرا آدھے سے زیادہ خاندان پاکستان میں ہے زیادہ لوگ کراچی میں مقیم ہیں۔ مجھے معلوم ہے "را" کے تربیت یافتہ دہشت گرد وہاں کیا تباہی پھیلا رہے ہیں چند مہینے پہلے ہمارے خاندان کے دو لڑکے بھی ان کی دہشت گردی کا شکار ہو گئے۔ سنا ہے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ریسٹورنٹ کے سامنے بیٹھ کے چائے پی رہے تھے کہ دہشت گرد گولیاں برساتے ہوئے نکل گئے۔ وہاں پانچ لڑکے خاک وخون میں لوٹ گئے تھے۔ نوعمر تھے وہ سب کے سب۔ سولہ سترہ سال کیا عمر ہوتی ہے یار ہائی سکول کے سٹوڈنٹ تھے انہیں میں دو لڑکے ہمارے

خاندان کے تھے۔ ذرا سوچو ان گھروں پر کیا قیامت ٹوٹی ہوگی۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ "مجھے معلوم تھا کہ پاکستان میں "را" کے تربیت یافتہ دہشت گردوں نے تباہی پھیلا رکھی ہے لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ تربیتی کیمپ یہیں راجستھان میں ہے۔ اس کا انکشاف تو اس وقت ہوا جب تم نے ماؤنٹ ابو کی پہاڑیوں میں اس کیمپ کو تباہ کیا تھا۔ ہندو سرکار نے اگرچہ اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی تھی لیکن لوگوں کو پتہ چل گیا کہ اس کیمپ میں دہشت گردوں کو تربیت دی جاتی تھی جو پاکستان جا کر دہشت گردی پھیلاتے تھے۔

"اور پھر اس کے بعد تمہاری سرگرمیوں کی خبریں باقاعدگی سے اخباروں میں چھپتی رہیں۔ ایک آدمی نے "را" کو انگلیوں پر نچا رکھا ہے۔ لوگ خوفزدہ ہونے کے باوجود بڑی دلچسپی سے خبریں پڑھتے ہیں۔ تمہارے بارے میں میرے دل میں بھی ایک دو مرتبہ خواہش ابھری تھی کہ کاش تم سے میری ملاقات ہو سکتی لیکن یہ خواب ہی تھا اور مجھے خوشی ہے کہ آج اس خواب کی تعبیر مل گئی اور تمہارے ساتھ رتنا دیوی کو دیکھ کر بھی زیادہ خوشی ہوئی اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ انسانیت اور سچائی کا ساتھ دینے والے ابھی موجود ہیں۔ ہندو، مسلمان، پارسی، سکھ، عیسائی یہ تو شناخت ہے اصل مذہب تو انسانیت ہے جس کے لیے اس قسم کے لوگ کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اگرچہ کم ہے مگر ان کا وجود ہے۔"

"اور ان میں سے ایک آپ بھی ہیں روشن بابو۔" رتنا نے کہا۔

روشن بابو کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نرگس کافی لے آئی۔

نرگس نے سب کے سامنے کافی کا ایک ایک کپ رکھ دیا۔ ایک کپ وہ خود لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ روشن بابو نے کافی کی ایک چسکی لی اور ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"دن کے وقت میں تو گھر پر کم ہی رہتا ہوں لیکن یہ بی بی ..... دراصل یہی اس گھر کے سیاہ سفید کی مالکہ ہے۔ تم لوگوں کا خیال رکھنا اب اس کی ذمے داری ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلاتکلف اس سے کہہ دیجیے۔"

"ہماری ضرورت صرف یہ ہے کہ ہم یہاں ڈسٹرب نہ ہوں۔ میرا مطلب ہے یہاں آپ کے دوستوں کی آمد و رفت ....."

"تم لوگ جب تک یہاں رہو گے کوئی یہاں نہیں آئے گا۔" روشن بابو نے میری بات کاٹ دی۔ "اگر میرا کوئی دوست ادھر آ بھی گیا تو بی بی اسے سنبھال لے گی۔ ویسے اطمینان رکھو یہاں کسی کو لوگوں کی موجودگی کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔ ویسے ....." وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "میرا خیال ہے دو چار روز میں ہنگامے ذرا ٹھنڈے ہو جائیں گے تو تم لوگوں کو اپنے پہاڑی والے بنگلے پر منتقل کر دوں گا وہاں کسی کی مداخلت کا اندیشہ نہیں۔ تم لوگ آرام سے وہاں رہ سکو گے۔"

"یہ ہنگامے دو چار دنوں میں ٹھنڈے ہونے والے نہیں ہیں روشن بابو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر عام آدمیوں کا معاملہ ہوتا تو یہ بات مختلف ہوتی لیکن اصل قصہ یہ ہے کہ بلیک کیٹس کے کمانڈو بھی ہمارے ہاتھوں مارے گئے ہیں اور تم سمجھ سکتے ہو کہ اس طرح معاملہ کتنا سنگین ہو گیا ہے۔ کیا چار دن میں ہنگامے سرد ہو سکتے ہیں۔"

"مجھے کنیا دیوی نے بتایا تھا۔" روشن بابو نے کہا۔ "بلیک کیٹس فورس قائم تو کسی اور مقصد کے لیے کی گئی تھی لیکن اب یہ ایک دہشت گرد فورس بن چکی ہے اب اس فورس پر بھی "را" کا قبضہ ہے اور "را" اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ نرگس نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا۔ وہ ایک دو منٹ فون پر بات کرتی رہی پھر روشن بابو کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "کلب سے تمہارا فون ہے۔ سوشیلا بات کرے گی۔"

روشن بابو نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔ چند منٹ تک بات کرتا رہا پھر ریسیور رکھ دیا اور نرگس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"کلب میں ویک اینڈ کے لیے ایک پروگرام بن رہا تھا اس کے لیے مجھے بھی ایک ذمے داری سونپی گئی تھی آج اس سلسلے میں سوشیلا سے میٹنگ تھی لیکن وہ اس وقت تک نہیں پہنچی تھی۔ اب فون پر اسی سلسلے میں بات کر رہی تھی۔ میں نے اس سے معذرت کر لی ہے کہ میں اس پروگرام میں شریک نہیں ہو سکوں گا میرے بجائے پرتاپ سنگھ کو لے لیا جائے۔"

"لیکن میرا خیال کچھ اور ہے۔" نرگس نے کہا۔ "تم کسی پروگرام میں بے شک حصہ نہ لو لیکن اگر کلب چلے جاؤ تو تمہیں شہر کے حالات کی خبر مل سکتی ہے۔"

"گڈ آئیڈیا۔" روشن بابو کہتے ہوئے ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ "اس وقت ساڑھے بارہ بجے ہیں میری واپسی میں دو ڈھائی بج سکتے ہیں تم مہمانوں کے آرام کا خیال رکھنا۔ بات کرو۔ میرا خیال ہے انہیں اوپر پیچھے والا کمرہ دے دو۔ اگر میری واپسی تک یہ سو نہ گئے تو گپ شپ ہوگی۔"

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد روشن بابو کلب چلا گیا۔ رتنا نے گاڑی پورچ سے ذرا آگے درخت کے نیچے کھڑی کی تھی۔ نرگس گیراج سے کار کا کور نکال لائی اور میں نے کنیا کماری کے ساتھ مل کر شوبھا والی کار پر کور ڈال دیا تاکہ اگر کوئی یہاں آئے بھی تو اسے وہ کار نظر نہ آ سکے۔

"آؤ ..... میں تم لوگوں کو کمرہ دکھا دوں۔" اندر آ کر کنیا کماری نے رتنا اور میری طرف دیکھا۔

ہم دونوں نے اپنی رائفلیں اٹھا لیں اور کنیا کماری کے ساتھ اوپر والے حصے میں آ گئے۔ یہاں کی لابی بھی بہت کشادہ تھی۔ اس کا ایک حصہ وسیع ہال کی طرح پیچھے کی طرف پھیلا ہوا تھا جس میں نچلے حصے کی طرح شاندار فرنیچر آراستہ تھا۔ کنیا کماری نے آخر میں ایک کمرے کا دروازہ کھول دیا اور اندر داخل ہو کر لائٹ جلا دی۔

اس کمرے کو دیکھ کر میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بہت وسیع و عریض کمرہ تھا درمیان میں بہت بڑا گول بیڈ تھا جس پر شاندار مخملی چادر بچھی ہوئی تھی۔ قالین دبیز تھا کہ پیر دھنس رہے تھے۔ دیوار کے ساتھ ایک صوفہ سیٹ بھی رکھا ہوا تھا اس کمرے کی ہر چیز بہت شاندار اور بہت قیمتی تھی۔

اس نے مڑ کر رتنا کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

"بی بی کا کمرہ نیچے ہے۔" کنیا کماری کہہ رہی تھی۔ "اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیڈ کے

ساتھ لگا ہوا یہ بٹن دبا دینا بی بی کے کمرے میں گھنٹی بجے گی اور وہ یہاں آ جائے گی ویسے یہ بیل رات کے استعمال کے لیے ہے دن میں تو تم لوگ دروازے میں کھڑے ہو کر بی بی کو آواز بھی دے سکتے ہو۔"

میں کنیا کماری کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ شوبھا کے بنگلے سے فرار کے بعد ادھر آتے ہوئے کنیا کماری نے کوئی اور کہانی سنائی تھی اس کے کہنے کے مطابق روشن بابو اسے پسند کرتا تھا وہ اسے دیکھنے کے لیے چائے پینے کے بہانے اس ریسٹورنٹ میں آیا کرتا تھا جہاں وہ کام کرتی تھی اور یہ وہ صرف ایک مرتبہ روشن بابو کے ساتھ اس کی کوٹھی میں آئی تھی لیکن یہاں آنے کے بعد کچھ اور انکشافات ہو رہے تھے۔ نرگس سے وہ اس طرح بے تکلف تھی جیسے بہت پرانی دوستی ہو اور ہمیں اس کوٹھی کے بارے میں بھی اس طرح بتا رہی تھی جیسے برسوں سے یہاں رہ رہی ہو اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ اس راستے میں جو کہانی سنائی تھی وہ ادھوری تھی جبکہ اصل کہانی کچھ اور تھی جو آہستہ آہستہ کھل رہی تھی۔

"لعنت بھیجو۔" میں نے دل ہی دل میں کہا اور کنیا کماری کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ رتنا کے ساتھ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی تھی۔ میں بھی ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ کنیا کماری کہہ رہی تھی۔

"یہ کوٹھی ہمارے لیے بالکل محفوظ ہے۔ ہم دو چار دن یہاں رہیں گے اور پھر موقع ملتے ہی پہاڑی والے مکان پر چلے جائیں گے وہاں ہم کسی مداخلت کے بغیر آزادی سے رہ سکیں گے۔"

"تم نے راستے میں بتایا کہ اس کوٹھی میں بھی صرف ایک مرتبہ آئی تھیں اور......"

"ارے بھئی سمجھا کرو نا......" رتنا نے میری بات کاٹ دی۔ اس نے بھی میری طرح ہر بات نوٹ کر لی تھی۔" کوئی عورت کسی مرد تو کیا کسی دوسری عورت کو ہر بات تفصیل سے تو نہیں بتا سکتی۔ ہمارے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ روشن بابو سے اس کی دوستی ہے۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔" اب میں کچھ جاننے کے لیے کوئی اصرار نہیں کروں گا۔

کنیا کماری کچھ جھینپ سی گئی۔

"ٹھیک ہے" وہ کہتے ہوئے اٹھ گئی۔" روشن بابو نے واپس آ کر کوئی خاص بات بتائی تو میں تم لوگوں کو بلا لوں گی۔ اگر کوئی خاص بات نہ ہوئی تو صبح ملاقات ہو گی اب تم لوگ آرام کرو۔"

وہ باہر چلی گئی۔ رتنا کماری نے دروازہ اندر سے بولٹ کر دیا اور ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"یہ روشن بابو بھی مجھے کچھ گڑبڑ ہی لگتا ہے۔ اتنی بڑی اور عالیشان کوٹھی ایسی کوٹھیاں تو سمگلروں یا اونچے پیمانے پر غیر قانونی دھندہ کرنے والوں کے پاس ہی ہو سکتی ہیں۔"

"ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے کہ روشن بابو کوئی قانونی بزنس کرتا ہے یا غیر قانونی دھندا۔" میں نے کہا۔" ہمارے لیے اتنا کافی ہے کہ ہمیں یہاں پناہ مل گئی ہے ہم چند روز یہاں رہیں گے بشرطیکہ اس دوران کوئی گڑبڑ نہ ہو اور پھر جیسے ہی حالات بہتر ہوں گے ہم یہاں سے نکل جائیں گے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے ہم ویسے ویسے ہی اس دلدل میں مزید گہرائی کی طرف جا رہے ہیں۔"

"اس میں میرا یا تمہارا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" رتنا نے جواب دیا۔

"خود بخود کچھ ایسے حالات پیدا ہوتے جا رہے ہیں کہ ہم مزید الجھتے جا رہے ہیں۔ کسی طرح جان چھڑانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔" وہ ایک لمحے کو خاموش ہوئی پھر بولی" راستے میں ہوٹل والا واقعہ...... اس میں ہمارے ارادے کا تو کوئی دخل نہیں تھا صرف اتنا تھا کہ وہاں دو آدمی ہمارے انتظار میں بیٹھے تھے۔ ان سے ہم نے نجات حاصل کر ہی لی تھی ہم وہاں سے نکل جاتے لیکن ہمیں کیا معلوم تھا کہ ان کم بختوں میں سے کسی نے ہماری جیپ میں بم لگا دیا تھا اور ان کا تیسرا ساتھی بھی وہاں پہنچ گیا تھا جس نے اس جیپ پر ہمارا پیچھا کرنے کی کوشش کی تھی اور جیپ سمیت اڑ گیا۔

"کسی طرح وہ معاملہ بھی ٹھنڈا ہو رہا تھا ہمیں کنیا کماری کے پاس ایک محفوظ ٹھکانہ مل گیا تھا مگر برا ہو اس حرامزادی شوبھا کا جس نے ہمارے لیے نئی مصیبت کھڑی کر دی۔ حالات تو خود بخود ہمیں الجھاتے جا رہے ہیں۔ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔ اب بات کچھ یوں ہے کہ ہم تو کمبل کو چھوڑنا چاہتے ہیں لیکن لگتا ہے کمبل ہمیں نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

"ہاں ٹھیک کہتی ہو۔ یہ کمبل ہی ہمیں نہیں چھوڑنا چاہتا۔" میں نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کمبل سے ہمیں نجات حاصل کرنی ہے ہر صورت میں۔"

میں بات کرتا ہوا ایک کھڑکی کے قریب آ گیا۔ شیفون کا پردہ کھینچ کر ایک طرف ہٹایا اور کھڑکی کے پٹ کھول دیے۔

عقبی سمت میں تقریباً پندرہ فٹ نیچے لان تھا لیکن اندھیرے کی وجہ سے نظر نہیں آ رہا تھا کہ وہاں گھاس تھی یا پھولوں کے پودے تھے یا صرف مٹی تھی۔ بہر حال یہ جگہ خاصی وسیع و عریض تھی اور باؤنڈری وال تقریباً تیس گز پیچھے نظر آ رہی تھی۔ اس باؤنڈری وال کے پیچھے بہت دور نشیب میں روشنیاں نظر آ رہی تھیں جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ روشن بابو کی یہ کوٹھی اور اس کے ساتھ والی کوٹھیاں بلندی پر تھیں اور پچھلی طرف نشیب تھا البتہ دائیں طرف کی روشنیاں بتدریج بلندی کی طرف چلی گئی تھیں جس کا مطلب تھا کہ اس طرف آبادی بلندی پر تھی۔

رتنا بھی میرے قریب آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ اس کی موجودگی کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"دور تک پھیلی جگمگاتی ہوئی یہ روشنیاں کتنی بھلی لگ رہی ہیں۔" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... بہت بھلی......" میں نے اپنا بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کر دیا۔" لیکن ہم ان روشنیوں کا نظارہ دور ہی سے کر سکتے ہیں۔ ہم قریب جا کر ان کی جگمگاہٹ سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔"

"صرف چند روز کی بات ہے۔" رتنا نے اپنا بوجھ میرے اوپر ڈالتے ہوئے کہا۔" ہم ہمیشہ ہی تو چھپ نہیں چھپتے رہیں گے۔ ایک نہ ایک دن تو ان اندھیروں سے نکل کر روشنی میں آئیں گے اور آزادی سے سڑکوں میں پھریں گے۔"

"ہاں شاید۔" میں نے کہا اور اسے اپنے سے الگ کر کے کھڑکی بند کر دی اور پردہ برابر کر کے بیڈ کی طرف آ گیا۔" میرا خیال ہے اب سو جانا چاہیے۔ مجھے کچھ تھکن سی محسوس ہونے لگی ہے۔"

میں بیڈ پر لیٹ گیا۔ بہت آرام دہ میٹرلیس تھا۔ بیڈ اتنا بڑا تھا کہ پانچ چھ افراد بڑے آرام سے اس پر لیٹ سکتے تھے۔ رتنا نے بیڈ کی ٹیک کے پہلو میں لگا ہوا بٹن دبا کر تیز روشنی بجھا دی اور نائٹ بلب جلا دیا۔ نیلگوں روشنی آنکھوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔ میں واقعی اس بھاگ دوڑ میں تھک گیا تھا۔ ذہنی تھکاوٹ جسمانی تھکاوٹ سے زیادہ تھی۔ میں سو جانا چاہتا تھا لیکن چاہنے کے باوجود نیند نہیں آ رہی تھی۔

مجھے احساس نہیں کہ کتنا وقت گزرا ہوگا اور پھر دروازے پر دستک کی ہلکی سی آواز سن کر ہم دونوں چونک گئے۔ میں سمجھ گیا کہ روشن بابو واپس آ گیا ہوگا اور کوئی اہم خبر لایا ہوگا اور کنیا کماری ہمیں بلانے آئی تھی۔ میں نے اٹھنا چاہا تو رتنا نے مجھے دبوچ لیا اور کان میں سرگوشی کرنے لگی۔

''آرام سے لیٹے رہو۔ وہ ہمیں باہر کی صورتحال سے آگاہ کرنا چاہتے ہوں گے ان کی بات ہم صبح بھی سن سکتے ہیں۔''

''اگر کوئی ایمرجنسی ہوتی تو اس طرح آرام سے دستک نہ دی جاتی آرام سے لیٹے رہو جو کچھ بھی ہوگا صبح دیکھا جائے گا۔'' رتنا نے کہا۔

میں نے اپنا جسم ڈھیلا چھوڑ دیا۔ دروازے پر ایک بار پھر پہلے کی طرح ہلکی سی دستک ہوئی۔ رتنا نے شاید ٹھیک ہی تھا کہ کوئی ایمرجنسی ہوتی تو دستک دینے کا انداز ایسا نہ ہوتا۔

اس کے بعد دستک کی آواز سنائی نہیں دی اگر ہم کسی اور جگہ ہوتے تو پتا کھڑکنے کی آواز سے بھی بدحواس ہو جاتے لیکن یہاں ہمیں پورا اطمینان تھا اس لیے آرام سے بستر پر پڑے رہے تھے۔

صبح میری آنکھ کھلی تو سامنے دیوار گیر کلاک کی سوئیاں نو بجے کا وقت بتا رہی تھیں۔ رتنا بستر پر نہیں تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا باتھ روم کا دروازہ چند انچ کے قریب کھلا ہوا تھا اور اندر سے پانی گرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں بستر پر لیٹا رہا۔

رتنا تقریباً آدھے گھنٹے بعد باتھ روم سے برآمد ہوئی۔ رتنا میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔ میں اس کی طرف توجہ دیئے بغیر بستر سے اٹھ کر باتھ روم میں گھس گیا۔

پونے دس بجے کے قریب میں اور رتنا کمرے سے نکلے تو پورے گھر پر سناٹا تھا۔ میں نے بالکونی سے جھانک کر دیکھا۔ نچلے ہال میں بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ لوگ بھی سو رہے تھے لیکن نرگس کے بارے میں میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ جب میں یہ سوچ رہا تھا تو ٹھیک اسی وقت نچلے ہال میں کچن کی طرف والا دروازہ کھلا اور بی بی یعنی نرگس ایک ٹرے دونوں ہاتھوں میں اٹھائے اس دروازے سے برآمد ہوئی۔ ٹرے میں چائے کے دو کپ رکھے ہوئے تھے۔ نرگس نے بھی ہمیں بالکونی میں کھڑے دیکھ لیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اوپر آئے گی لیکن اس کا رخ ہال کے دائیں طرف والی راہداری کی طرف تھا۔ میں سمجھ گیا کہ روشن بابو اور کنیا کماری نیچے کسی کمرے میں تھے اور نرگس ان کے لیے بیڈ ٹی لے کر جا رہی تھی میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔ وہ میری نگاہوں کا مطلب سمجھ کر مسکرا دی۔

''روشن بابو کنیا کماری کا پرانا چاہنے والا ہے۔'' وہ مدھم لہجے میں بولی۔

''اس نے کنیا کماری کی وجہ سے ہمیں بھی یہاں پناہ دی ہے۔ ہمیں پناہ دینے میں ممکن ہے اس کی نیت صاف ہو لیکن کنیا کماری سے وہ اس کی قیمت تو وصول کر سکتا ہے۔''

میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نرگس کو اس راہداری سے واپس آتے دیکھ کر خاموش رہا۔ نرگس نے ہماری طرف دیکھا اور بولی۔

''تم دونوں کے لیے چائے اوپر لے آؤں یا نیچے آؤ گے۔''

''چائے تو ہم نیچے ہی آ کر پئیں گے لیکن کیا چائے تیار ہونے تک ہم کوٹھی کا اوپر کا یہ حصہ دیکھ سکتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''پوری آزادی سے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔'' نرگس کہتے ہوئے کچن والے دروازے میں گھس گئی۔

اوپر چار کمرے تھے۔ دو اس ہال کے ایک طرف اور دو دوسری طرف وہ چاروں کے چاروں قیمتی ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ روشن بابو اتنی بڑی کوٹھی میں اکیلا ہی رہتا تھا تو کوٹھی کو ایسے قیمتی سامان سے بھرنے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن بہر حال یہ دولت کے کھیل تھے روشن بابو کے پاس دولت تھی وہ اسے کسی بھی طرح خرچ کر سکتا تھا۔

چوتھا کمرہ بالکل اسی طرح کا تھا جس میں ہم نے رات گزاری تھی۔ اس کی بڑی بڑی محرابی کھڑکیاں بھی پچھلی طرف کھلتی تھیں۔ میں نے ایک کھڑکی کھول دی اور باہر جھانکنے لگا۔

رات کو اس طرف کچھ نظر نہیں آیا تھا لیکن دن کی روشنی میں نظر ڈالتے ہی میں چونک گیا۔ اس طرف ایک بہت بڑا سوئمنگ پول تھا جس میں شفاف پانی جھلک رہا تھا۔ پول کے فرش اور دیواروں پر نیلی ٹائلیں لگی ہوئی تھیں جن سے پانی بھی نیلا نظر آ رہا تھا۔ کھڑکی سے نیچے دیوار سے دس فٹ آگے تک گھاس کا قطعہ تھا۔ پول کے تین اطراف میں اسی طرح دس دس فٹ تک گھاس تھی البتہ دائیں طرف گھاس کا یہ سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ اس طرف سے گھوم کر کوٹھی کے سامنے والے حصے کی طرف جایا جا سکتا تھا۔ اسی طرف لینٹر کی چھت والا ایک شیڈ بھی تھا جس کے نیچے غالباً کپڑے وغیرہ بدلنے کے لیے برتھ بنے ہوئے تھے۔

عقبی دیوار تقریباً پندرہ فٹ اونچی تھی۔ اگر وہ دیوار اتنی اونچی نہ بھی ہوتی تو باہر سے جھانکے جانے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ کیونکہ اس دیوار کے پچھلی طرف عمودی ڈھلان تھی اور وہ آبادی جہاں ہم نے رات کو روشنیاں جگمگاتی ہوئی دیکھی تھیں وہاں سے خاصی دور تھیں۔ دائیں طرف بلندی پر واقع آبادی بھی خاصی دور تھی۔ دائیں طرف تقریباً دو سو گز دور نشیب کی طرف جاتی ہوئی ایک سڑک تھی جس پر ٹریفک نظر آ رہا تھا۔

اب یہ بات میری سمجھ میں آ گئی کہ گزشتہ رات روشن بابو نے نرگس سے یہ کیوں کہا تھا کہ ہمیں پچھلا کمرہ دے دیا جائے۔ سامنے والے کمروں کا رخ سڑک کی طرف تھا اور اس بات کا احتمال تھا کہ سڑک کی طرف سے ہمیں دیکھ لیا جائے جبکہ پچھلی طرف ایسا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔

ہم کچھ دیر تک کھڑکی میں کھڑے باہر دیکھتے رہے پھر میں نے کھڑکی بند کر دی اور ہم دونوں کمرے سے نکل آئے۔ جب ہم نیچے آئے تو ٹھیک اسی وقت نرگس بھی ٹرے اٹھائے کچن والے دروازے سے نکل رہی تھی۔

نرگس نے چائے سینٹر ٹیبل پر رکھ دی اور رتنا کے ساتھ سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنا کپ اٹھا لیا اور چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے میری نظریں بار بار اس کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ میرے

لیے چائے کے گھونٹ بھرنا دشوار ہو گیا کم بخت نظریں بھی قابو میں نہیں تھیں۔ رتنا میری اس کیفیت کو تاڑ گئی۔ پہلے تو وہ مسکراتی رہی پھر اپنا کپ اٹھاتے ہوئے بولی۔

"آؤ...... باہر چل کر بیٹھتے ہیں تازہ ہوا میں۔" وہ بی بی کی طرف گھوم گئی۔

"بی بی...... اوپر سے ہم نے پیچھے سوئمنگ پول دیکھا تھا اس طرف اوپر سے گھوم کر جانا پڑے گا یا کوئی اور...."

"وہ راہداری کے سامنے والا دروازہ سوئمنگ پول ہی کی طرف کھلتا ہے۔" بی بی نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

میں بھی اپنا کپ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے رتنا کی وجہ سے اٹھنا پڑا تھا۔ ورنہ نرگس کے سامنے سے اٹھنے کو کس کم بخت کا دل چاہتا تھا۔

راہداری والے دروازے کے باہر تین چار گارڈن چیئرز بھی رکھی ہوئی تھیں جن کے بیچ میں بانس کی کھپچیوں والی ایک میز بھی رکھی تھی۔ ہم دونوں آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل تھے جن کی وجہ سے ہوا کے جھونکے بڑے خوشگوار لگ رہے تھے۔

"نرگس یہاں کی ہاؤس کیپر ہے یا......"

"رکھیل۔" رتنا نے میرا جملہ مکمل کر دیا۔ "روشن بابو نے بیوی کا جھنجٹ نہیں پالا لیکن کوئی مرد عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ گزشتہ رات کنیا کماری نے جب بتایا تھا کہ نرگس ہاؤس کیپر ہے تو میں اس وقت سمجھ گئی تھی اتنی حسین ہاؤس کیپر رکھنے کی کوئی وجہ تو ہونی چاہیے۔"

"تم مردوں کو الزام دے رہی ہو۔" میں نے اسے گھورا۔ "عورت بھی......"

"بس بس رہنے دو۔" رتنا نے اس بار بھی میری بات کاٹ دی۔ "عورت کو اس راستے پر دھکیلنے والا بھی مرد ہی ہے میری زبان نہ کھلواؤ اور اس موضوع کو یہیں ختم کر دو۔"

"یہ موضوع تم نے ہی چھیڑا تھا۔ بہرحال ختم۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور واقعی اس موضوع پر بات ختم ہو گئی۔

چائے پینے کے بعد ہم کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے اور پھر اندر سے کنیا کماری کے قہقہے سن کر ہم بھی اندر آ گئے کنیا کماری اور روشن بابو ہال کمرے میں کھڑے کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ کنیا کماری کا چہرہ کھلا پڑ رہا تھا۔ مجھے بہت حیرت ہوئی کل رات یہی لڑکی خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کے دانت بج رہے تھے اور اس سے اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا اور اب اس طرح قہقہے لگا رہی تھی جیسے سب کچھ بھول چکی ہو۔ حالانکہ یہ کوئی بھولنے والی بات نہیں تھی دشمن ہماری تاک میں تھا کنیا کماری بھی اس وقت ہمارے جرم میں برابر کی شریک تھی۔

کنیا کماری نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا۔ یہ لباس ظاہر ہے نرگس ہی نے اسے دیا ہو گا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اس کا حلیہ دیکھ کر کہا جا سکتا تھا "تیری صبح کہہ رہی ہے تیری رات کا افسانہ۔"

ہمیں دیکھ کر ان دونوں کی ہنسی رک گئی۔

"ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" روشن بابو نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر نرگس کو

آواز دیتے ہوئے بولا۔ "بی بی...... ناشتہ لگاؤ۔ بھوک لگ رہی ہے۔"

اس کی آواز سن کر بی بی کچن والے دروازے سے جھانکنے لگی۔

"ناشتہ تو تیار ہے۔ تم لوگ تو تیار ہو جاؤ۔"

"ہم تیار ہیں۔ بس تم ناشتہ لگاؤ۔" روشن بابو کہتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

کنیا کماری وہیں کھڑی رہی۔ وہ کچھ شرمندہ سی لگ رہی تھی۔

تقریباً دس منٹ بعد نرگس ناشتے کے لوازمات سے لدی ٹرالی دھکیلتی ہوئی وارد ہوئی۔ اس نے سب کچھ سنٹرل ٹیبل پر ہی لگا دیا۔ دوسری ٹیبل بھی ساتھ ملائی گئی تھی۔ ورق پراٹھے، ہاف فرائی انڈے اور آملیٹ کے علاوہ پنیر اور امرود کا جام تھا۔ روشن بابو بھی اپنے کمرے سے آ گیا اور پھر ہم سب مل کر ناشتہ کرنے لگے۔ نرگس نے بھی ابھی تک بڑی ہی پہن رکھی تھی اور وہ میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

"رات کو کچھ معلوم ہوا روشن بابو۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ڈھائی بجے واپس آیا تو تم لوگ سو چکے تھے۔" روشن بابو نے جواب دیا۔ "ویسے کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی۔ پورے شہر کی پولیس ایک بار پھر تم لوگوں کی تلاش میں متحرک ہو گئی ہے بلیک پینتھرز بھی جگہ جگہ چھاپے مار رہے ہیں کنیا کماری کے فلیٹ پر بھی پولیس نے قبضہ کر لیا ہے۔ شوبھا ہسپتال میں ہے سنا ہے اس کی حالت بہت ابتر ہے۔"

ناشتے کے بعد نرگس نے برتن سمیٹے اور کپڑے بدل کر سودا وغیرہ لینے کے لیے چلی گئی۔ ویسے یہ بھی اچھی بات تھی کہ یہاں کام کرنے کے لیے کوئی اور ملازم نہیں تھا۔ سارا کام نرگس ہی نے سنبھال رکھا تھا کام تھا بھی کیا روشن بابو صبح ناشتہ کر کے چلا جاتا تھا اور اس کی واپسی رات ہی کو ہوتی تھی۔ عام طور پر وہ رات کو بھی باہر ہی کھانا کھاتا تھا۔ اس طرح نرگس اکیلی تھی وہ دن بھر یا تو ڈسٹنگ وغیرہ کرتی رہتی یا ٹی وی فلمیں دیکھتی کچھ وقت نکال کر لان کی بھی دیکھ بھال کر لیتی تھی۔ روشن بابو نرگس کے واپس آنے سے پہلے ہی تیار ہو چکا تھا۔

"مجھے واپسی میں دیر ہو جائے گی۔" وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "بنگلے کے اندر تم لوگ آزادی سے گھوم پھر سکتے ہو۔ چار دیواری خاصی اونچی ہے۔ باہر سے کسی کے دیکھ لیے جانے کا اندیشہ نہیں بیک پچھلی طرف سوئمنگ پول اور اس کے ساتھ والا لان ہر لحاظ سے محفوظ ہے۔"

روشن بابو اپنی گاڑی پر چلا گیا۔ نرگس دوپہر کے کھانے کی تیاری کے لیے کچن میں چلی گئی۔ رتنا اور کنیا کماری وقت گزارنے کے لیے فرنیچر کی ڈسٹنگ کرنے لگیں اور میں ٹی وی پر فلم لگا کر بیٹھ گیا۔

دوپہر کا کھانا ہم نے ساڑھے تین بجے کھایا کھانا کھاتے ہی مجھ پر سستی طاری ہونے لگی۔ میں اپنے اس کمرے میں آ گیا جہاں رات گزاری تھی۔ رتنا بھی میرے ساتھ تھی بستر پر لیٹتے ہی میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور کچھ ہی دیر بعد میں گہری نیند سو چکا تھا۔

☆......☆......☆

شور کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔

وہ عورتوں کی چیخوں کی آواز تھی۔ میرے دماغ پر اس وقت سنسناہٹ سی طاری تھی۔ میں سر کو

زور زور سے جھٹکے دیتا ہوا اٹھ گیا۔ نسوانی چیخوں کی آوازیں بدستور سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے سر کو ایک دو اور جھٹکے دیئے اور بستر سے چھلانگ لگا کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں گزشتہ رات رائفلیں رکھی تھیں۔ اپنی رائفل اٹھاتے ہوئے اچانک ہی ایک اور خیال آیا جب میں بستر پر لیٹا تھا تو رتنا بھی میرے ساتھ تھی لیکن اس وقت وہ کمرے میں نہیں تھی۔ میں رائفل اٹھائے دروازے کی طرف لپکا لیکن ٹھٹک کر رک گیا۔ عورتوں کے چیخنے کی آوازیں عقبی سمت سے آ رہی تھیں۔ میں مڑ کر پچھلی کھڑکی کی طرف دوڑا پردہ ہٹانے اور کھڑکی کھولنے میں ایک سیکنڈ سے زیادہ نہیں لگا اور پھر جیسے ہی میں نے باہر جھانکا میرا دماغ بھک سے اڑ گیا اور منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔

رتنا، نرگس اور کنیا کماری سوئمنگ پول میں ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے اچھالتے ہوئے چیخ رہی تھیں۔ میرے دماغ میں ایک بار پھر سنسناہٹ ہونے لگی۔ ان تینوں نے نہایت مختصر زیر جامے پہن رکھے تھے میں نے رائفل نیچے رکھ دی اور دونوں کہنیاں کھڑکی پر ٹکا کر کسی قدر آگے جھک گیا اور گہرے گہرے سانس لیتا ہوا انہیں دیکھنے لگا۔ وہ تینوں اپنے دھیان میں تھیں اور پھر ایک موقع پر نرگس کی نظریں اوپر اٹھ گئیں اور اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اس نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی میں کچھ کہا۔ رتنا اور کنیا کماری نے بیک وقت اوپر دیکھا۔

"شرم نہیں آتی۔ اوپر سے جھانک کر عورتوں کو نہاتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ ہمت ہے تو نیچے آؤ نا۔ ہم تمہیں بتائیں کہ اس طرح جھانکنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔" کنیا کماری نے چیخ کر کہا۔

میں نے جواب دینے کے بجائے مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔

اس وقت شام کے چھ بجنے والے تھے۔ آسمان پر بادل بھی گہرے ہو گئے تھے۔ میں پول کے کنارے پر کھڑا ہو گیا۔ رتنا قریب آ گئی تھی۔ وہ مجھ سے باتیں کر رہی تھیں اور پھر اچانک ہی اس نے میری ٹانگ کھینچ لی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا اور شڑاپ سے پانی میں گرا اور پھر ان تینوں نے مجھے چھاپ لیا۔

اتفاق سے بارش بھی شروع ہو گئی لیکن ہم پول سے باہر نہیں نکلے اور تقریباً ایک گھنٹے تک پانی میں مستیاں کرتے رہے۔ جب باہر نکلے تو بارش تیز ہو چکی تھی۔ رتنا تھر تھر کانپ رہی تھی اور اس کے دانت بج رہے تھے۔ اتنی دیر تک پانی میں رہنے سے اسے سردی لگنے لگی تھی۔

میرا خیال تھا وہ کپڑے پہن لے گی تو سردی رک جائے گی مگر اس کی کپکپی بڑھتی گئی اندر آ کر اس نے کمبل بھی اوڑھ لیا۔ نرگس نے گرم گرم کافی بھی پلائی مگر وہ مسلسل کپکپاتی رہی۔

اب مجھے تشویش ہونے لگی۔ میں نے اسے کمرے میں لا کر بستر پر لٹا دیا۔ نرگس نے اس پر دو کمبل ڈال دیئے اور میں نے اس کی پیشانی کو چھو کر دیکھا تو مزید پریشان ہو گیا اس کا جسم بخار سے تپنے لگا تھا۔ نرگس نے اسے پیراسیٹامول کی دو گولیاں کھلا دیں۔

میرا خیال تھا کہ پیراسیٹامول سے بخار اتر جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا بخار تیز ہوتا رہا۔ رات نو بجے کے قریب روشن بابو واپس آیا تو رتنا کی صورتحال سے وہ بھی گھبرا گیا۔ اس نے اسی گلی میں رہنے والے اپنے ایک ڈاکٹر دوست کو فون کر دیا اور اسے فون پر ہی بتا دیا کہ نرگس کی کزن آئی ہوئی ہے جسے سردی لگنے سے

بخار ہو گیا ہے۔

"تم دونوں دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔" روشن بابو نے مجھے اور کنیا کماری کو اشارہ کیا۔

تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا اور پھر دروازے پر دستک کی آواز سن کر میں پیچھے مڑا کنیا کماری مجھ سے پہلے ہی دروازے تک پہنچ چکی تھی۔ اس نے بولٹ گرا کر دروازہ کھول دیا۔

سامنے نرگس کھڑی تھی اس کے چہرے پر تشویش کے تاثرات نمایاں تھے۔ "آ جاؤ تم لوگ۔ ڈاکٹر جا چکا ہے۔" اس نے کہا۔

میں اس کمرے سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ رتنا کی آنکھیں بند تھیں۔ اس پر اگرچہ دو کمبل پڑے ہوئے تھے مگر سینے کا زیروبم بتا رہا تھا کہ اس کا سانس بہت تیز چل رہا تھا۔

"اگر یہ سونا چاہتی ہے تو سونے دو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ ابھی وہ انجکشن لگا کر گیا ہے۔" نرگس نے کہا۔

"انجکشن..... شاید بخار توڑنے کے لیے۔" میں نے اس کی طرف دیکھا۔ "اسے نمونیہ ہو گیا ہے۔" نرگس نے بتایا۔

"کیا....." میں اچھل پڑا اور رتنا کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے آنکھیں دوبارہ بند کر لی تھیں۔

"جسونت سنگھ بہت سیانا ڈاکٹر ہے۔" نرگس کہہ رہی تھی۔ "اچھا ہوا جو بروقت اسے بلا لیا گیا وہ کہہ رہا تھا کہ اگر دیر ہو جاتی تو اس کی جان خطرے میں پڑ سکتی تھی لیکن اب زیادہ تشویش کی بات نہیں ہے۔ انجکشن لگا دیا ہے اور دوائیں لکھ کر دی ہیں جن کے استعمال سے یہ جلد اچھی ہو جائیں گی۔"

"روشن بابو کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹر کے ساتھ ہی باہر گیا ہے۔" نرگس نے جواب دیا۔ "ذرا آگے ایک چھوٹی سی مارکیٹ ہے۔ وہاں میڈیکل سٹور سے دوائیں بھی لیتا آئے گا۔"

ہم تینوں دیوار کے قریب پڑے ہوئے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ روشن بابو کی واپسی تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہوئی تھی وہ تین چار قسم کی دوائیں لے کر آیا تھا۔ کاغذ کی ایک تھیلی میں لپٹی ہوئی برانڈی کی چھوٹی بوتل بھی تھی۔ ہماری باتوں کی آواز سن کر رتنا نے ایک بار پھر آنکھیں کھول دیں۔

نرگس نے اسے دوائیں دے دیں۔ دو چار گھونٹ برانڈی کے بھی پلا دیئے گئے۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد رتنا ایک بار پھر نیند کی آغوش میں پہنچ گئی۔

رتنا کی یہ اچانک بیماری میرے لیے نہایت تشویش ناک تھی اور ظاہر ہے اسے ٹھیک ہونے میں چند روز لگیں گے اور اس دوران خدانخواستہ پولیس کو یہاں ہماری موجودگی کی بھنک مل گئی تو ہم فرار بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ میرے لیے بھاگ جانا اگرچہ کچھ مشکل نہیں تھا مگر میں رتنا کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا تھا۔ وہ کئی مہینوں سے میرے ساتھ تھی اس نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا تھا۔ کئی بار موت سے پنجہ آزمائی کی تھی اور مجھے یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ میں اسے خطرے میں چھوڑ کر بھاگ جاؤں اور ویسے بھی اس سے کچھ ایسا لگاؤ سا

ہو گیا تھا کہ میں اسے چھوڑ کر جانے کا سوچ نہیں سکتا تھا۔

اس رات میں اس کمرے سے باہر نہیں نکلا۔ رتنا نیند میں بھی بار بار بے چین ہو رہی تھی۔ ہو سکتا ہے اسے زیادہ تکلیف نہ ہوئی ہو لیکن اس کی بے چینی سے میں کرب میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

صبح سات بجے کے قریب نرگس میرے لیے چائے لے کر آ گئی۔ اس وقت رتنا نے بھی آنکھیں کھول دیں اس وقت وہ بہت زیادہ بے چین ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے ہوئے تھے پسلیوں کے درد نے اس کے چہرے کے تاثرات بھی بگاڑ دیئے تھے۔ میں نے اسے سہارا دے کر چائے کے چند گھونٹ پلا دیئے۔ نرگس نے بھی اسے ایک پین کلر گولی دے دی تھی لیکن رتنا کی تکلیف کم نہیں ہوئی تھی۔

"میں روشن بابو کو جگاتی ہوں۔" نرگس کہتے ہوئے تیزی سے باہر نکل گئی۔ میں نے چائے کے چند گھونٹ بھرے۔ کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور بیڈ پر بیٹھ کر رتنا کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں بے پناہ کرب تھا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ گی رتنا۔" میں اس کا گال تھپتھپانے لگا۔ "ٹھنڈ لگ گئی ہے اور کوئی بات نہیں۔"

"مم..... میرے..... یہاں بہت درد ہو رہا ہے۔" وہ رک رک کر بولی دونوں ہاتھوں سے پسلیاں دبانے لگی۔

"ابھی دوا دی ہے روشن بابو ڈاکٹر کو بلا لائے گا تھوڑا سا برداشت کر لو۔ ٹھیک ہو جاؤ گی۔" میں اسے تسلی دے رہا تھا۔

اسی وقت کنیا کماری اور روشن بابو اندر داخل ہوئے۔ روشن بابو سلیپنگ سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ رتنا کی حالت دیکھ کر وہ صرف ایک منٹ کو رکا تھا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد نچلے ہال سے روشن بابو کی آواز سن کر میں اور کنیا کماری اس کمرے سے نکلے اور جلدی سے دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد میں نے روشن بابو اور ڈاکٹر کی آوازیں سنی تھیں۔ میں نے دروازے کی جھری میں سے جھانک کر دیکھا۔ وہ دونوں سامنے والے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔

آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں چلے گئے تو میں اور کنیا کماری رتنا والے کمرے میں آ گئے۔

"انجکشن لگایا ہے۔" نرگس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "روشن بابو ڈاکٹر کے ساتھ گیا ہے۔ کوئی اور دوا لکھ کر دی ہے۔ تھوڑی دیر میں آ جائے گا۔"

میں بیڈ پر بیٹھ گیا۔ انجکشن لگنے کے تھوڑی ہی دیر بعد رتنا کی حالت کچھ بہتر ہونے لگی۔ نرگس اس کے لیے ناشتہ بنا کر لے آئی۔ اس نے اپنے ہاتھ سے رتنا کو ناشتہ کروایا۔ حقیقتاً وہ بھی پریشان ہو رہی تھی۔ بیس پچیس منٹ بعد روشن بابو آ گیا۔

"یہ ایک کریم دی ہے ڈاکٹر نے۔" اس نے ایک ڈبیہ نرگس کی طرف بڑھا دی۔ "سینے پر اور پشت پر مالش کرنی ہے ناشتہ کروا کے اسے دوسری دوائیں کھلا دو اور مالش کر دو..... انشاء اللہ ٹھیک ہو

جائے گی۔"

"ناشتہ میں نے کروا دیا ہے دوائیں دے دیتی ہوں۔" نرگس نے کہا اور پھر اپنے ہاتھ سے رتنا کو دوا کھلانے لگی۔

"اب تم لوگ باہر جاؤ میں اسے مالش کر دوں۔" اس نے باری باری ہم سب کی طرف دیکھا۔

ہم لوگ کمرے سے باہر آ گئے۔ نرگس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ہم تینوں نیچے آ کر بیٹھ گئے۔ نرگس تقریباً آدھے گھنٹے بعد آئی تھی۔

"وہ سو گئی ہے کوئی اسے ڈسٹرب نہ کرے۔" وہ ہماری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "تم لوگ تیار ہو جاؤ میں ناشتہ بنانے جا رہی ہوں۔"

اس کے دس پندرہ منٹ بعد رتنا کے علاوہ ہم سب اس ہال کمرے میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے رات کو وقفے وقفے سے ہلکی بارش ہوتی رہی تھی اور اس وقت موسلا دھار بارش شروع ہو گئی تھی۔ ناشتے کے بعد بھی ہم وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے دس بجے کے قریب روشن بابو اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد تیار ہو کر واپس آ گیا۔

"اتنی تیز بارش میں کہاں جاؤ گے۔" نرگس نے کہا۔

"دفتر میں ایک بہت ضروری کام ہے بی بی۔" روشن بابو نے جواب دیا۔ "آج میں نے جے پور کی ایک پارٹی کو وقت دے رکھا ہے ایک معاملے میں کئی دنوں سے ڈیل چل رہی ہے شاید آج کچھ فائنل ہو جائے اس لیے میرا جانا بہت ضروری ہے۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ "ڈاکٹر جسونت سنگھ نے کہا تو تھا کہ اب تشویش کی کوئی بات نہیں ہے۔ دوپہر کو وہی دوائیں دینی ہیں اور اسی کریم سے سینے اور پشت پر مالش بھی کرنی ہے لیکن بالفرض کوئی تکلیف ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر جسونت کو فون کر دینا۔ وہ گھر پر نہیں تو کلینک پر ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خیال رکھوں گی۔" نرگس نے جواب دیا۔

روشن کے جانے کے بعد وہ باہر کا گیٹ بند کر آئی۔ رات بھر کی بارش سے موسم میں خاصی خنکی آ گئی تھی لیکن تمام دروازے اور کھڑکیاں بند ہونے کی وجہ سے اندر کی فضا خوشگوار تھی۔

میں نرگس اور کنیا کماری کے ساتھ اوپر والے ہال میں آ گیا اور اس کمرے کے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے اس سے پہلے میں نے رتنا کے کمرے میں جھانک کر دیکھ لیا تھا۔

باتیں کرتے ہوئے میں نرگس کو گھما پھرا کر اس طرف لے آیا کہ وہ خود ہی اپنے بارے میں بتانے لگی۔

نرگس کے کہنے کے مطابق اس کا تعلق ٹونک کے ایک متوسط گھرانے سے تھا اس کا باپ ٹھرا تا میں روشن بابو کے باپ کے پاس ملازم تھا جبکہ نرگس ٹونک میں اپنی ماں کے پاس رہ رہی تھی۔ وہ اس وقت دس سال کی تھی کہ اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ یوں تو ٹونک میں اس کے خاندان کے اور لوگ بھی تھے مگر نرگس کا باپ اسے ٹونک میں کسی رشتہ دار کے پاس چھوڑنے کے بجائے اپنے پاس ٹھرا تا لے آیا۔ یہاں وہ

روشن بابو کے گھر میں رہنے لگی۔ روشن بابو اس وقت تیرہ چودہ سال کا تھا۔ روشن کے باپ نے نرگس کو بھی سکول میں داخل کروا دیا اور اس طرح وہ بھی تعلیم حاصل کرنے لگی۔

روشن بابو اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ زیادہ لاڈ پیار نے اسے کسی حد تک بگاڑ بھی دیا تھا۔ نرگس کے ساتھ بھی اس کی اکثر لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ نرگس نے گریجویشن کر لیا روشن کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ماں کے انتقال کے بعد روشن بابو کے رویہ میں تبدیلی آ گئی اور وہ نرگس کی طرف مائل ہونے لگا۔

روشن بابو کے باپ کو اندازہ ہو گیا کہ ان دونوں میں بات کچھ آگے بڑھ سکتی ہے۔ اس نے نرگس کے باپ کو مجبور کر دیا کہ وہ جلد سے جلد کوئی لڑکا دیکھ کر نرگس کی شادی کر دے۔ اس طرح دو مہینے کے اندر اندر نرگس کی شادی ہو گئی لیکن چند روز بعد ہی یہ سنسنی خیز انکشاف ہوا کہ روشن کا شوہر عبدالقادر نہ صرف شرابی اور جواری ہے بلکہ ڈاکوؤں کا مخبر بھی ہے۔ اس نے چند روز بعد ہی نرگس کے تمام زیورات جوئے میں ہار دیئے اور اس کے باپ سے بڑی بڑی رقمیں طلب کرتا رہا۔ نرگس کا باپ خاموشی سے اس کے مطالبات پورے کرتا رہا۔

ایک روز عبدالقادر نے جوئے میں بڑی رقم ہارنے کے بعد اپنی بیوی کو بھی داؤ پر لگا دیا اور اسے بھی ہار گیا۔ وہ نرگس کو دھوکے سے اپنے ساتھ لے گیا اور اس جواری کے حوالے کر دیا۔ نرگس بڑی مشکل سے اپنی عزت اور جان بچا کر وہاں سے بھاگی تھی۔ وہ اپنے باپ کے گھر جانے کے بجائے روشن بابو کے گھر آ گئی اور اسے سب کچھ بتا دیا۔

نرگس کے باپ کو جب پتہ چلا تو اس پر دل کا ایسا دورہ پڑا کہ جانبر نہ ہو سکا۔ روشن بابو کو بھی یہ سب کچھ معلوم ہو چکا تھا وہ خاصا جوشیلا جوان تھا۔ اس نے عبدالقادر کو بازار میں پکڑ لیا اور اس کی ٹھیک ٹھاک دھنائی کر ڈالی۔ اس کے تین دن بعد جوئے کے اڈے پر پولیس نے چھاپہ مارا اس وقت اڈے پر کئی جواری تھے جن میں کچھ مسلح بھی تھے۔ انہوں نے پولیس پر حملہ کر دیا پولیس کی جوابی کارروائی سے دو جواری مارے گئے جن میں نرگس کا شوہر عبدالقادر بھی تھا۔

نرگس اب روشن بابو کے گھر ہی رہنے لگی۔ چند مہینوں بعد روشن بابو کے باپ کا بھی انتقال ہو گیا۔ عام لوگوں کا خیال تھا کہ اب روشن بابو نرگس سے شادی کر لے گا مگر اس نے شادی نہیں کی البتہ وہ ایک ہی گھر میں رہتے رہے۔ لوگ ان کے بارے میں باتیں بھی کرتے مگر روشن بابو جیسے شخص کو بھلا کسی کی پروا ہو سکتی تھی۔

باپ کے انتقال کے بعد روشن بابو نے کاروبار سنبھال لیا تھا اور اسے خوب ترقی دی تھی۔ اس نے یہ کوٹھی بنوائی اور پرانا محلہ چھوڑ کر وہ لوگ یہاں منتقل ہو گئے۔

نرگس کے کہنے کے مطابق روشن بابو نے شادی نہیں کی البتہ خوبصورت عورتیں اس کی کمزوری تھی۔ وہ عورتیں بدلتا رہتا تھا لیکن نرگس کے ساتھ اس کے تعلقات میں کبھی زوال نہیں آیا تھا۔ اس نے نرگس کو گھر کے سیاہ و سفید کا مالک بنا رکھا تھا۔ کنیا کماری سے بھی اس کی دوستی سال بھر پرانی تھی اور وہ کئی مرتبہ یہاں آ چکی تھی۔ روشن بابو کے ساتھ کئی عورتیں اس کوٹھی میں آ چکی تھیں مگر نرگس نے اس کی سرگرمیوں پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ وہ اس کے ساتھ آنے والی عورتوں کی سیوا کرتی تھی۔

اب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی تھی کہ ایک ہاؤس کیپر گھر کے مالک سے اتنی بے تکلف کیوں تھی۔ وہ دونوں اگرچہ رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہوئے تھے مگر ان کے تعلقات میاں بیوی جیسے ہی تھے۔

روشن بابو اور نرگس کا کردار اگرچہ کسی لحاظ سے بھی قابل تعریف نہیں تھا لیکن مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے تھی وہ ہمارے ہمدرد بن گئے تھے اور ہمارے لیے یہی بات کافی تھی۔ رتنا کی بیماری سے وہ جس طرح پریشان ہو رہے تھے اس سے بھی ان کی ہمدردی کا اندازہ ہوتا تھا۔

نرگس دوپہر کا کھانا تیار کرنے کے لیے نیچے چلی گئی۔

دو بجے کھانا تیار ہو گیا تھا۔ رتنا بھی جاگ گئی تھی۔ روشن بابو نہیں آیا تھا۔ نرگس کھانا اوپر والے کمرے میں لے آئی تھی۔ اس نے پہلے رتنا کو تھوڑا بہت کھانا کھلا کر دوائیں دیں اور پھر ہم اسی کمرے میں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے۔ کھانے کے بعد رتنا کے سینے پر کریم کی مالش کرنے کے لیے ہمیں کمرے سے نکال دیا۔ نرگس جس طرح رتنا کی خدمت کر رہی تھی اس سے میں کافی متاثر ہوا تھا۔

نرگس اور کنیا کماری تو نیچے چلی گئی تھیں میں رتنا کے قریب بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر تک میں رتنا سے باتیں کرتا رہا پھر مجھ پر نیند کا غلبہ طاری ہونے لگا اور میں باتیں کرتے کرتے نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

میری آنکھ کھلی تو شام ہونے والی تھی اور اس وقت بڑی قیامت خیز بارش ہو رہی تھی۔ میں کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر باہر دیکھنے لگا۔ کھڑکی بند تھی۔ بارش بہت دھواں دھار تھی۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا میں کچھ دیر تک کھڑکی کے سامنے کھڑا رہا پھر کمرے سے نکل کر نیچے آ گیا۔ اس وقت چھ بجنے والے تھے مگر روشن بابو ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔

''وہ اپنے دفتر ہی میں بیٹھا ہوا ہے۔'' میرے پوچھنے پر نرگس نے بتایا۔ ''میں نے فون کیا تھا بارش رکنے کے بعد ہی آئے گا۔ سڑکوں پر جل تھل ہو رہا ہے یہاں ایسا ہی ہوتا ہے یا تو دو دو سال بارش نہیں ہوتی اور جب ہوتی ہے تو اس طرح قیامت ڈھا دیتی ہے۔''

بارش تو واقعی قیامت خیز تھی۔ لگتا تھا جیسے بارش نے طے کر لیا ہو کہ آج ہی برسے گی اور پھر کبھی نہیں برسے گی اور مجھے تو لگتا تھا کہ یہ بارش رات بھر رکنے کا نام نہیں لے گی اور اس کی شدت میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

میرا خیال درست نکلا۔ بارش رات بھر ہوتی رہی۔ نرگس اور کنیا کماری بھی نیچے کے تمام دروازے بند کر کے اوپر ہمارے کمرے میں آ گئی تھیں۔ رات گیارہ بجے کے قریب روشن بابو کا فون آ گیا تھا کہ اب وہ گھر نہیں آئے گا رات دفتر ہی میں گزارے گا۔

موسم ایک دم ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ نرگس چند کمبل لے آئی تھی۔ رتنا پر ایک اور کمبل ڈال دیا گیا تھا کہ سردی سے طبیعت نہ بگڑ جائے۔ یہ غنیمت تھا کہ اس قیامت خیز بارش میں بجلی بند نہیں ہوئی تھی۔ ویسے نرگس نے احتیاطاً دو ٹارچیں اپنے قریب رکھ لی تھیں۔

صبح میری آنکھ جلدی کھل گئی۔ بارش کا دھواں دھار سلسلہ صبح چھ بجے تک جاری رہا تھا اور پھر اس کا زور ٹوٹ گیا۔ مزید ایک گھنٹے بعد بارش بند ہو چکی تھی۔

نرگس نے بڑی مشکل سے آٹھ بجے کے قریب بستر چھوڑا تھا۔ وہ نیچے چلی گئی اور ہم سب کے لیے چائے بنا کر لے آئی۔ ساڑھے نو بجے کے قریب روشن بابو بھی آ گیا۔ وہ بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچا تھا اور اس کے بقول بارش نے شہر میں تباہی مچا دی تھی۔

ہم تو خیر وقت کے قیدی تھے ہی لیکن بابو روشن بھی دو تین دن تک باہر نہیں نکلا۔ رتنا کی حالت کافی بہتر ہو گئی تھی اس روز کے بعد ڈاکٹر جسونت صرف ایک مرتبہ اور آیا تھا اس نے وہی ادویات باقاعدگی سے جاری رکھنے کی ہدایت کی تھی اور روشن بابو کو یہ بتایا تھا کہ وہ ایک میڈیکل کانفرنس میں شرکت کے لیے دہلی جا رہا ہے۔ اس کے بعد ایک ذاتی کام کے سلسلے میں بریلی جانا ہوگا۔ اس طرح اس کی واپسی میں کم از کم ایک ہفتہ لگ جائے گا۔ اس دوران اگر مریضہ کی طبیعت خراب ہو جائے تو اسے فوری طور پر ہسپتال لے جائیں۔

بارش اگرچہ ختم ہو چکی تھی مگر شہر کی حالت اب بھی بہت ابتر تھی اور اس کے ساتھ ہی ہماری تلاش کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ گزشتہ رات ایک پاکستانی نوجوان کو گرفتار کیا گیا تھا جو تین دن پہلے اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے پاکستان سے یہاں آیا تھا اس کے ساتھ اس گھر کے کچھ اور لوگوں کو بھی حراست میں لے کر تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔

روشن بابو تین روز بعد گھر سے باہر نکلا تھا۔ اس وقت دن کے گیارہ بج رہے تھے میں اور کماری رتنا والے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نرگس نیچے کسی کام میں مصروف تھی۔ ہم تینوں آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ نیچے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ تین مرتبہ گھنٹی بجنے کے بعد ہی نرگس نے ریسیور اٹھایا تھا۔ میرے خیال میں وہ روشن بابو کی کال ہوگی۔

تقریباً پانچ منٹ بعد نرگس کمرے میں داخل ہوئی وہ بری طرح بدحواس ہو رہی تھی۔ اس کی کیفیت دیکھ کر میں اچھل پڑا۔

''کیا ہوا۔ کیا بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہاں ریڈ ہونے والا ہے اٹھو جلدی کرو۔'' نرگس نے چیخ کر کہا۔

میں اچھل کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ سب سے پہلے میں نے لپک کر اپنی رائفل اٹھائی تھی دوسری رائفل کنیا کماری نے سنبھال لی۔ میرا دماغ چکرا رہا تھا یہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ کوٹھی کا پچھواڑہ بھی ایسا نہیں تھا کہ ہم دیوار پھاند کر کسی طرف نکل سکتے۔ کوٹھی کے پچھلی طرف دیوار کے ساتھ عمودی ڈھلان تھی جس پر اترنا ممکن نہیں تھا۔

''میرے ساتھ آؤ..... جلدی کرو'' نرگس نے چیخ کر کہا۔

''کہاں؟'' میں نے پوچھا۔

''نیچے تہہ خانے میں۔'' نرگس نے جواب دیا۔

رتنا ابھی اس قابل نہیں تھی کہ اپنے پیروں سے چل سکتی۔ میں نے اسے کندھے پر لاد لیا۔ کماری بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی اس کی دوائیاں اٹھانے لگی۔ نرگس نے دو کمبل اٹھا لیے تھے۔ ہم کمرے سے نکل کر تیزی سے چلتے ہوئے نیچے آ گئے۔ نرگس آگے تھی اور ہم اس کے

نرگس کچن والے دروازے میں داخل ہو گئی۔ میں پہلی مرتبہ اس طرف آیا تھا۔ آگے ایک کشادہ راہداری تھی جس کے دونوں طرف دیواروں پر کیبنٹ بنے ہوئے تھے جن میں قیمتی اور خوبصورت برتن آراستہ تھے۔

اس راہداری سے آگے بہت کشادہ کچن تھا۔ بہت ماڈرن اور جدید ترین ایک طرف تقریباً چھ انچ اونچا چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ڈیپ فریزر رکھا ہوا تھا۔ چبوترے کے ایک طرف ڈھلان سی بنی ہوئی تھی۔ نرگس نے فریزر کے ساتھ والی دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کا ایک بٹن دبا دیا۔ ڈیپ فریزر چبوترے سے پھسلتا ہوا نیچے فرش پر آ گیا۔ ڈیپ فریزر کے پیچھے دیوار کے نچلے حصے پر بھی ایک سوئچ بورڈ لگا ہوا تھا۔ فریزر کا پلگ بھی اس سوئچ بورڈ کے ایک ساکٹ میں لگا ہوا تھا۔ نرگس نے جھک کر ایک بٹن دبا دیا۔

چبوترے کی ایک اینٹ کے برابر باؤنڈری تو اپنی جگہ پر قائم رہی البتہ اس کا درمیانی حصہ اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہوا فرش کے اندر غائب ہونے لگا۔ اندر سیڑھیاں تھیں جن میں روشنی نظر آ رہی تھی۔

''جلدی سے نیچے اتر جاؤ۔ میں تم لوگوں کی باقی چیزیں لے کر آتی ہوں۔'' نرگس کہتی ہوئی واپس چلی گئی۔ اس نے دونوں کمبل کنیا کماری کے کندھے پر لاد دیے تھے۔ میں رتنا کو کندھے پر سنبھالے آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ کنیا کماری میرے پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔

نیچے کشادہ تہہ خانہ تھا جس میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ ایک کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر میں اندر گھس گیا۔ یہ کمرہ بیڈ روم کی طرح آراستہ تھا۔ میں نے رتنا کو بستر پر لٹا دیا اور کنیا کماری کو وہیں رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف لپکا۔

نرگس نیچے والے کمرے سے کنیا کماری کے کپڑے لے کر نکل رہی تھی۔ میں اوپر دوڑ گیا۔ میں نے روشن بابو کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور رتنا نے نرگس کے ہمارے پرانے کپڑے اور جوتے اوپر ہی تھے۔ میں کمرے میں گھس کر وہ سب کچھ سمیٹنے لگا اور باہر نکلنے سے پہلے تنقیدی نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا کوئی معمولی سی چیز بھی ہمارا راز فاش کر سکتی تھی۔

میں جب نیچے پہنچا تو نرگس سیڑھیوں کے قریب کھڑی تھی۔ ہم دونوں تیزی سے چلتے ہوئے کچن میں پہنچ گئے اور ٹھیک اسی وقت باہر گاڑیوں کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ کچن کی کھڑکی سے کوٹھی کا گیٹ سامنے دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اس طرف دیکھا تو گیٹ کے ساتھ دیوار پر دو ہاتھ نظر آئے۔ باہر سے کوئی آدمی دیوار پر چڑھ رہا تھا اس سے ذرا فاصلے پر دو ہاتھ اور نظر آئے اور اگلے ہی لمحے دو آدمی دیوار پر چڑھ گئے۔ میرے دل کی دھڑکن خطرناک حد تک تیز ہو گئی۔ وہ بلیک کیٹس کمانڈوز تھے۔

نرگس نے کنیا کماری کے کپڑے تہہ خانے کی سیڑھیوں پر پھینک دیے۔

''جلدی کرو وہ لوگ اندر کود رہے ہیں۔'' اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

میں خلا میں گھس گیا اور تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ نیچے آخری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے میں نے اوپر دیکھا۔ خلا کا فرش سرکتا ہوا اپنی جگہ پر آ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ میں اٹھائی ہوئی چیزیں نیچے پھینک دیں اور سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا آخری سیڑھی پر بیٹھ گیا۔

چند سیکنڈ بعد ہی اوپر دوڑتے ہوئے قدموں کی دبی دبی سی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر نرگس کی چیخ بھی سنائی دی تھی۔ میں چبوترے کے نیچے دبکا بیٹھا رہا۔ اوپر سے چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی

دیتی رہیں اور پھر خاموشی چھا گئی۔ وہ لوگ شاید کچن سے نکل کر دوسری طرف چلے گئے تھے۔ میں نیچے آ گیا۔ سیڑھیوں پر سے کنیا کماری کے کپڑے اور زمین پر پڑی ہوئی دوسری چیزیں اٹھائیں اور تہہ خانے کا وسیع ہال عبور کر کے اس کمرے میں آ گیا۔ کنیا کماری نے رتنا کو بستر پر ٹھیک سے لٹا کر کمبل اوڑھا دیئے تھے۔ رتنا کا چہرہ خوف سے پیلا ہو رہا تھا۔

''ڈر کیوں رہی ہو رتنا۔'' میں نے کہا۔ ''ہم یہاں بالکل محفوظ ہیں۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر انہوں نے نرگس پر تشدد کر کے اس کی زبان کھلوا لی تو ہم یہاں اس چوہے دان میں مارے جائیں گے۔'' رتنا نے جواب دیا۔

''نرگس ایسی نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اب تک میں ان دونوں کے بارے میں بہت اچھی رائے قائم کر چکا ہوں۔ نرگس اور روشن بابو اپنی جان تو دے سکتے ہیں مگر ہمارے بارے میں نہیں بتائیں گے۔ ویسے میرا خیال ہے روشن بابو بھی پہنچنے ہی والا ہو گا۔ وہ اس شہر کا معزز اور بااثر آدمی ہے اس معاملے کو سنبھال لے گا۔''

''کاش! ایسا ہی ہو۔'' رتنا نے کہا۔

اس کمرے میں ایک چھوٹی میز اور دو تین کرسیاں بھی پڑی تھیں۔ کنیا کماری نے میز صاف کر کے دوائیں وغیرہ اس پر رکھ دیں اور کرسیاں صاف کرنے لگی۔ میں تھوڑی دیر بعد پھر سیڑھیوں پر چلا گیا مگر اوپر کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

دو گھنٹے گزر گئے ہمیں کچھ علم نہیں تھا کہ اوپر کیا ہو رہا ہے۔ بلیک کیٹس کے کمانڈوز کوٹھی میں موجود تھے یا چلے گئے تھے اور کیا وہ لوگ نرگس اور روشن بابو کو بھی ساتھ لے گئے تھے یا چھوڑ گئے تھے، لیکن میرے لیے سوچنے کی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ پولیس کو یہاں ہماری موجودگی کا پتہ کیسے چلا تھا۔ انہیں کوئی اطلاع ملی تھی یا محض روشن بابو کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس پر کسی قسم کا شبہ ہوا تھا اور روشن بابو کو کیسے پتہ چلا تھا کہ کوٹھی پر ریڈ ہونے والی ہے۔

میں نے کنیا کماری کے ساتھ پورے تہہ خانے کا جائزہ لے لیا تھا۔ بہت وسیع و عریض تہہ خانہ تھا۔ اس میں ایک بڑا ہال اور چار کمرے تھے ایک کمرہ ڈرائنگ روم کے طور پر آراستہ تھا اور تین بیڈ روم۔ ہال اور کمروں میں لائٹیں، سٹینڈز اور ایسی چیزیں نظر آ رہی تھیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ تہہ خانہ کسی وقت نگار خانے کے طور پر استعمال ہوتا رہا تھا۔ شاید کبھی یہاں کسی فلم کی شوٹنگ کی گئی ہو اور فالتو چیزیں یہیں چھوڑ دی گئی ہوں۔

تین گھنٹے بعد سیڑھیوں کی طرف سے ہلکی سی آہٹ سن کر میں نے رائفل سنبھال لی اور دوڑ کر میں دروازے کی آڑ لے کر کھڑا ہو گیا۔ کنیا کماری نے بھی رائفل اٹھا کر میری طرح پوزیشن سنبھال لی تھی۔ رتنا کماری کا بیڈ سائیڈ میں تھا اس نے اور کنیا کماری نے یہ طے کر لیا تھا کہ اگر پولیس یا بلیک کیٹس کمانڈوز ہوئے تو ہم بلادریغ فائر کھول دیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس طرح ہمارے زندہ بچنے کے امکانات بھی نہ ہونے کے برابر تھے لیکن ہم مرنے سے پہلے بھی کچھ کر دکھانا چاہتے تھے، لیکن...... وہ نہ تو پولیس تھی نہ ہی بلیک کیٹ کمانڈوز۔

وہ نرگس اور روشن بابو تھے۔ نرگس کی حالت دیکھ کر میں اچھل پڑا اس کے بال بکھرے ہوئے اور قمیص پھٹی ہوئی تھی دایاں گال سوجا ہوا تھا جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ روشن بابو کے آنے سے پہلے اسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ میں دروازے کی آڑ سے نکل کر سامنے آ گیا۔ رائفل میرے ہاتھ میں تھی۔

''چلے گئے وہ حرامی۔'' نرگس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر زخمی سی مسکراہٹ تھی۔

''یہ تو شکر ہے کہ مجھے بروقت پتہ چل گیا تھا اور میں نے نرگس کو فون کر دیا تھا ورنہ بے خبری میں مارے جاتے اور تم لوگوں کے ساتھ ہمارا بھی حساب کتاب ہو چکا ہوتا۔'' روشن نے کہتے ہوئے ہال کی دیوار پر لگے ہوئے ایک باکس کا ڈھکنا کھول دیا۔

مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس باکس میں ایک ٹیلی ویژن تھا۔ باکس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا سوئچ بورڈ تھا۔ روشن نے ایک سوئچ آن کر دیا اور ٹی وی کے قریب رکھا ہوا ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ایک بٹن دبا دیا۔ ٹی وی سکرین روشن ہو گئی۔ برآمدہ اور اس کے سامنے گیٹ تک کا منظر دکھائی دینے لگا۔

''اب ہم اطمینان سے بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔'' اس نے ریموٹ کنٹرول ایک طرف رکھ دیا۔ ''ہو سکتا ہے وہ دوبارہ کسی وقت یہاں آ جائیں مگر ہمیں فوراً پتہ چل جائے گا۔''

میں حیرت سے کبھی ٹی وی سکرین اور کبھی روشن بابو کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ ایسے ہی سارے انتظامات ماؤنٹ ابو میں پنڈت بھیرو نے بھی اپنی کوٹھی میں کر رکھے تھے۔

ہم لوگ رتنا والے کمرے میں آ گئے۔ یہاں بھی کھلے دروازے سے ٹی وی سکرین پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔

''مجھے افسوس ہے رتنا دیوی۔'' روشن بابو اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''تمہیں تو زیادہ سے زیادہ آرام کی ضرورت تھی لیکن یہاں اچانک یہ افتاد آن پڑی جس کی وجہ سے تمہیں بھی تکلیف ہوئی۔''

''تکلیف کیسی۔'' رتنا بولی۔ ''اگر تم بروقت بی بی کو فون نہ کر دیتے تو یہاں کی صورتحال کچھ اور ہوتی۔''

''لیکن روشن بابو۔'' میں نے کہا۔ ''تم تو آفس میں تھے۔ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہاں ریڈ ہونے والا ہے۔''

''بات دراصل یہ ہے تاجی۔'' روشن بابو نظریں چراتے ہوئے بولا۔ ''میرے بابا کا بزنس تو بہت صاف ستھرا تھا لیکن جب میں نے کاروبار سنبھالا تو ناتجربہ کاری کی بنا پر پے در پے نقصان ہونے لگا۔ پھر دوستوں کے مشورے پر میں نے بزنس تبدیل کر دیا اور جو نیا بزنس شروع کیا اس میں پولیس کا تعاون ضروری تھا۔ میرا کاروبار اگرچہ جرائم کے زمرے میں آتا ہے لیکن پولیس سے تعلقات ہوں تو پھر پکڑ دھکڑ کا خوف نہیں رہتا صرف تعلقات ہی نہیں انہیں حصہ بھی دینا پڑتا ہے۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''اس طرح پولیس میں اوپر کی سطح پر کچھ تعلقات ہیں جو آج کام آ گئے ایک اے سی

پی نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی کہ بلیک کیٹس کی ایک پارٹی ایک گھنٹے کے اندر اندر میری کوٹھی پر ریڈ کرنے والی ہے۔ میں نے فوراً بی بی کو فون کر دیا۔" وہ ایک بار پھر خاموش ہو گیا اس کی نظریں سامنے ٹی وی سکرین پر مرکوز تھیں پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "اے سی پی کا خیال تھا کہ یہ ریڈ میرے بزنس کے سلسلے میں ہو رہا ہے لیکن بلیک کیٹس کے نام سے میں چونکا تھا۔ میرا خیال تھا کہ بلیک کیٹس کو کسی طرح یہاں تم لوگوں کی موجودگی کا شبہ ہو گیا ہے اس لیے میں نے بی بی کو فون کر دیا تھا اور خود بھی اپنے دفتر سے روانہ ہو گیا تھا مگر مجھے یہاں آنے میں کچھ دیر ہو گئی کمانڈوز مجھ سے پہلے یہاں پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے بی بی کے ساتھ کچھ زیادتی بھی کی جس کا مجھے افسوس ہے۔ میں بروقت پہنچ گیا تھا ورنہ ہو سکتا ہے وہ تشدد کر کے بی بی سے کچھ پوچھنے میں کامیاب ہو جاتے۔"

"ناممکن۔" نرگس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "تم بھول گئے شاید۔ ایک مرتبہ پہلے بھی ایسا ہو چکا ہے۔ پولیس نے تمہاری تلاش میں چھاپہ مارا تھا اور تم روپوش ہو گئے تھے۔ تمہارے بارے میں مجھ سے پوچھنے کے لیے پولیس نے کیا کیا جتن نہیں کیے تھے لیکن وہ میری زبان نہیں کھلوا سکے تھے۔ آج میں کیسے زبان کھول دیتی۔"

"ہاں...... یہ بات تو ہے۔" روشن بابو مسکرا دیا۔

روشن بابو اور نرگس کی باتوں میں میرے لیے سوچ کی اور بہت سی راہیں کھول دی تھیں۔ شروع میں جب ہم یہاں آئے تھے تو رتنا نے کوٹھی دیکھ کر ایک بات کہی تھی کہ اتنی شاندار کوٹھی یا تو کسی سمگلر کی ہو سکتی ہے یا کسی ایسے شخص کی جس کی آمدنی ناجائز اور بے حساب ہو۔ اس وقت میں نے رتنا کی بات ٹال دی تھی لیکن اب روشن بابو خود ہی کھل رہا تھا کہ وہ کسی غیر قانونی کاروبار سے وابستہ ہے گو ابھی اس نے اپنے اس بزنس کی وضاحت نہیں کی تھی لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ دو چار دن میں اس سلسلے میں بھی کھل جائے گا۔

وہ دونوں تقریباً ایک گھنٹے تک تہہ خانے میں رہے۔ پھر اوپر چلے گئے۔ نرگس نے بتایا تھا کہ کمانڈوز نے اچھی خاصی توڑ پھوڑ کی تھی۔ ہر چیز بکھری ہوئی تھی۔ اسے بہت کچھ سمیٹنا تھا میں نے اور کنیا کماری نے اس کے کام میں مدد کی پیشکش کی تھی مگر روشن بابو نے منع کر دیا۔

"ہو سکتا ہے وہ لوگ دوبارہ ریڈ کریں تو تم لوگوں کو تہہ خانے میں آنے کا موقع بھی نہ مل سکے۔" روشن بابو نے کہا۔ "اس لیے احتیاطاً تم لوگ دو چار دن نیچے ہی رہو تو بہتر ہے۔ رتنا جیسے ہی ٹھیک ہو گی میں تم لوگوں کو پہاڑی والے بنگلے پر بھیج دوں گا۔ وہاں کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔"

"ایک منٹ۔" مجھے اچانک ہی ایک بات یاد آ گئی۔ "ڈاکٹر جسونت رتنا کا علاج کر رہا تھا کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے کوئی شبہ ہو گیا ہو اور اس نے باہر جانے سے پہلے پولیس کو اطلاع دے دی ہو۔"

"نہیں۔ ڈاکٹر جسونت ایسا نہیں کر سکتا۔ روشن بابو نے جواب دیا۔ "اگر اس نے کوئی اطلاع دی ہوتی تو بلیک کیٹس ہم سے یہ ضرور پوچھتے کہ وہ عورت کہاں ہے جس کا علاج ہو رہا تھا۔ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی البتہ مجموعی طور پر تم تینوں کے بارے میں پوچھتے رہے۔ انہوں نے دو گھنٹوں تک تلاشی لی ہے انہیں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے ان کے شبے کو تقویت ملتی۔"

"اور اتفاق کہہ لو کہ تین دن پہلے میں نے کار کی نمبر پلیٹ اتار کر زمین میں دفن کر دی تھی اور یہ

تم بھی جانتے ہو۔" روشن بابو نے کہا۔ "انہوں نے اس کار کے بارے میں بھی پوچھا تھا اور میں نے بتایا تھا کہ میری اپنی کار ہے جو بہت دنوں سے خراب کھڑی ہے۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ "اے سی پی نے فون پر مجھے اطلاع دی تھی وہ بھی اس چھاپہ مار پارٹی کے ساتھ تھا کچھ اس کی وجہ سے جلدی گلو خلاصی ہو گئی ورنہ بلیک کیٹس کمانڈوز آسانی سے کسی کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ لیکن میں یہ بات بھی جانتا ہوں کہ یہ بچھو کی طرح پلٹ کر بھی حملہ کرتے ہیں۔ اس کیلئے تم لوگوں کو دو تین دن زیر زمین ہی رہنا ہو گا۔ ہاں وہ ریموٹ کنٹرول میرے حوالے کرتے ہوئے بولا۔ "اب اگر کوئی گیٹ پھاند کر بنگلے میں داخل ہو تو اس پر بھپ بھپ کی آواز سنائی دے گی۔ یہ سفید بٹن دبا دینا اور پھر مختلف بٹنوں سے تمہیں سب کچھ ہوتا دکھائی دیتا رہے گا۔" وہ مجھے ریموٹ کنٹرول کے بارے میں سمجھاتا رہا۔ ہر بٹن کا تعلق کوٹھی کے مختلف حصوں سے تھا۔ اس طرح خفیہ کیمرے لگے ہوئے تھے کہ کوئی اجنبی کوشش کے باوجود انہیں تلاش نہیں کر سکتا تھا۔

روشن بابو نے مجھے اندر سے تہہ خانے کے راستے کا میکنزم بھی سمجھا دیا تھا لیکن یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اپنے طور پر وہ راستہ کھولنے کی کوشش نہ کروں۔ ان کے جانے کے بعد میں ریموٹ کنٹرول کے مختلف بٹن دبا کر کوٹھی کے مختلف حصوں کو دیکھتا رہا پھر اسے برآمدے والے کیمرے پر سیٹ کر دیا اور کنیا کماری کے قریب کرسی پر بیٹھ گیا۔

تہہ خانے میں یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ باہر دن کا وقت تھا یا رات ہو چکی تھی دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا بھی ہمیں تہہ خانے میں لا کر دیا گیا تھا۔

روشن بابو نے ٹھیک کہا تھا بلیک کیٹس نے کوٹھی پر دوبارہ ہلہ بول دیا تھا۔ میں اس وقت سو رہا تھا بھپ بھپ کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ میں اٹھ کر ہال میں آ گیا اور ریموٹ کنٹرول کا بٹن دبا دیا۔ میری نظریں سامنے ٹی وی سکرین پر مرکوز تھیں۔

وہ تعداد میں چھ تھے جو گیٹ اور اس کے ساتھ کی دیوار پھاند کر داخل ہو رہے تھے۔ وہ بلیک کیٹ کمانڈوز تھے۔ ان سب کے پاس مشین گنیں تھیں پھر دو آدمی اور کود کر اندر آ گئے۔ اس طرح ان کی تعداد آٹھ ہو گئی تھی۔ دو دو کمانڈو دائیں بائیں ہو گئے اور چار برآمدے میں آ گئے تین نے دروازے کے سامنے پوزیشن سنبھال لی اور چوتھا دروازہ دھڑ دھڑانے لگا۔ لگتا تھا جیسے وہ دروازہ توڑ دے گا۔

دو منٹ بعد روشن بابو نے دروازہ کھولا۔ وہ چاروں کمانڈوز اسے دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو گئے میں نے ریموٹ کنٹرول کا دوسرا بٹن دبا دیا اس ٹی وی سکرین پر ہال کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ دو کمانڈر اندر جس آئے تھے اس دوران نرگس بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھی۔ ایک کمانڈر نے روشن بابو اور اس کو رائفل کی زد پر لیے رکھا اور باقی پوری کوٹھی میں پھیل گئے۔ میں ریموٹ کنٹرول کے ذریعے منظر بدل بدل کر انہیں دیکھتا رہا وہ لوگ ایک ایک کمرے کی تلاشی لیتے رہے۔ پلنگوں کے نیچے، پردوں کے پیچھے اور اس جگہ کی تلاشی لے رہے تھے جہاں کسی بلی کے بچے کے چھپنے کا بھی امکان ہو سکتا تھا مگر انہیں مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملا تھا۔

وہ تقریباً ایک گھنٹے تک کوٹھی میں رہے تھے۔ اس پارٹی کے انچارج کا روشن بابو سے کچھ تلخ باتوں کا تبادلہ بھی ہوا تھا۔ آواز تو میں نہیں سن سکا تھا مگر ان کے چہروں کے تاثرات بتا رہے تھے کہ ان میں

گرما گرمی ہو رہی تھی اور آخر کار وہ لوگ چلے گئے۔ ان لوگوں کی واپسی بھی گیٹ پھاند کر ہوئی تھی۔ روشن بابو نے برآمدے والا دروازہ بند کر دیا اور وہ نرگس کو اشارہ کرتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ میں نے ریموٹ پر برآمدے والا بٹن دبا دیا اور واپس مڑا تو کنیا کماری سے ٹکرا گیا جو پتہ نہیں کس وقت میرے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''اوہ...... تم کب آئیں؟'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

''جب تم کمرے سے نکل رہے تھے تو میری آنکھ بھی کھل گئی تھی میں اسی وقت یہاں آ کھڑی ہو گئی تھی اور وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی جو......''

''جو میں نے دیکھا ہے۔'' میں نے اس کا جملہ مکمل کر دیا۔

''ہاں۔'' کنیا کماری نے گردن ہلائی۔ ''روشن بابو نے ٹھیک کہا تھا بلیک کیٹس کمانڈوز آسانی سے کسی کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔''

ہم کمرے میں آ گئے۔ رتنا سو رہی تھی کنیا کماری اس کے ساتھ لیٹ گئی اور میں کوچ پر دراز ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ روشن بابو ہمیں اس صورتحال سے آگاہ کرنے کے لیے تہہ خانے میں آئے گا مگر کافی دیر گزر گئی وہ نہیں آیا تو میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں۔

ہم تین دن اور اس تہہ خانے میں رہے۔ رتنا اب کافی بہتر ہو چکی تھی مگر ادویات کا استعمال جاری تھا۔

اور پھر اس رات دو بجے کے قریب روشن بابو تہہ خانے میں آ گیا۔ اس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا۔

''کیا بات ہے روشن بابو؟'' خیریت میں نے دریافت کیا۔

''تم لوگ جلدی سے تیار ہو جاؤ...... یہاں سے جانے کا بندوبست ہو گیا ہے۔'' روشن بابو نے کہا۔

''کہاں؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''پہاڑی والے بنگلے پر۔'' اس نے جواب دیا۔

ہم چند منٹ میں تیار ہو کر تہہ خانے سے باہر آ گئے۔ وہاں نرگس کے ساتھ ایک جوان عورت اور ایک جوان آدمی بھی کھڑا تھا۔ اس شخص کی عمر تیس بتیس سال رہی ہو گی۔ گرے سوٹ میں بہت سمارٹ لگ رہا تھا۔ عورت بھی خاصی حسین تھی اور اس کی عمر بھی تیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔

''یہ ہے میرا دوست اسسٹنٹ کمشنر آف پولیس...... ستیش کوہلی اور یہ اس کی دوست سوشیل۔'' روشن بابو نے تعارف کرایا۔

میں اس تعارف پر کانپ کر رہ گیا اور یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ روشن بابو ہمارے خلاف کوئی جال تو نہیں بن رہا۔

''ستیش میرا بہت گہرا دوست بھی ہے اور بزنس پارٹنر بھی۔'' روشن بابو نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''بلیک کیٹس کو شبہ ہو گیا ہے کہ میں نے ہی تم لوگوں کو پناہ دے رکھی ہے انہیں یہ بھی شبہ ہے کہ

میری کوٹھی کے نیچے کوئی تہہ خانہ ہے جہاں میں نے تم لوگوں کو چھپایا ہوا ہے۔ ستیش کی اطلاع کے مطابق وہ ایک آدھ دن میں کوٹھی پر پھر چھاپہ مارنے والے ہیں اور اس مرتبہ وہ تہہ خانے پر توجہ دیں گے اس لیے میں نے ستیش مہتہ کو اعتماد میں لے کر سب کچھ بتا دیا ہے یہ اپنی پولیس کی جیپ لے کر آیا ہے اور تم دونوں کو میرے پہاڑی والے بنگلے پر پہنچا دے گا۔ سوشیل بھی تم لوگوں کے ساتھ جائے گی تم لوگ وہاں اطمینان سے رہنا میں اور نرگس بھی ایک دو دن میں آ جائیں گے۔''

میں چند لمحے خاموشی سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر رتنا کو اشارہ کیا۔ ہم لوگ باہر آ گئے۔ برآمدے میں تاریکی تھی۔ غالباً یہ بتی جان بوجھ کر بجھا دی گئی تھی۔ پورچ میں روشن بابو کی کار کے پیچھے پولیس کی بند جیپ کھڑی تھی۔

''مجھے اور رتنا کو کنیا کماری کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ ستیش نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور سوشیل اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

جیپ بنگلے سے نکل کر شہر کی مختلف سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ رات کا پچھلا پہر تھا اور سڑکوں پر سناٹا تھا لیکن ایک چوراہے سے آگے نکلتے ہی پولیس کی ایک پارٹی نے ہماری جیپ روک لی۔ وہ دو کانسٹیبل تھے ایک طرف اندھیرے میں ایک جیپ بھی کھڑی تھی جس میں پولیس اہلکار اور بیٹھے ہوئے تھے۔ اگلی سیٹ پر غالباً اس پارٹی کا انچارج بیٹھا ہوا تھا جو سگریٹ کے کش لگا رہا تھا۔

ہماری جیپ کے قریب آنے والے دونوں کانسٹیبلوں نے ستیش مہتہ کو پہچانتے ہی سلیوٹ جھاڑ دیا۔ پولیس پارٹی کا انچارج بھی اپنی جیپ سے اتر کر آ گیا۔ وہ سب انسپکٹر تھا۔ اس نے بھی ٹھک سے سلیوٹ جھاڑ دیا۔

''تم لوگوں کے ساتھ بلیک کیٹس کیوں نہیں ہیں۔'' ستیش مہتہ نے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''حالانکہ یہ طے ہوا تھا کہ ہر پولیس پارٹی کے ساتھ دو کمانڈوز بھی ہوں گے۔''

''یہ ان کی مرضی ہے سر۔ ہم انہیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی مرضی سے ہم پر مسلط رہیں تو اور بات ہے۔'' سب انسپکٹر نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ تم لوگ اپنی جیپ پر ہمارے پیچھے آؤ۔'' ستیش نے کہا۔

وہ سب پولیس والے اپنی جیپ پر سوار ہو گئے۔ ستیش مہتہ نے جیپ آگے بڑھا دی اور گردن گھما کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''بلیک کیٹس اپنے آپ کو ہم سے سپیریئر سمجھتے ہیں انہیں اختیارات بھی ہم سے زیادہ دیئے گئے ہیں۔ ہر موقع پر پولیس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں بھگوان جانے ہم پر یہ عذاب کب تک مسلط رہے گا۔''

''بلیک کیٹس کا یہ عذاب صرف پولیس پر ہی نہیں پوری جنتا پر ہے۔'' سوشیل نے کہا۔ ''انہیں تو سرکار نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے جب چاہیں، جس کے گھر میں چاہیں گھس جاتے ہیں اور جسے چاہیں اٹھا کر لے جاتے ہیں کوئی انہیں روکنے والا نہیں ہے۔ پہلے بھی بے گناہ شخص کو اٹھا لیتے ہیں اور پھر گھوس لے کر چھوڑ دیتے ہیں۔''

''ارے بھائی۔ یہ تو ہم سے بھی گھوس لیتے ہیں۔'' ستیش نے کہا۔

میں خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا۔ جیپ مختلف سڑکوں پر گھومتی ہوئی جے پور کی طرف جانے والی سڑک پر آ گئی۔ پولیس کی جیپ بھی ہمارے پیچھے ہی آ رہی تھی۔

شہر کے آخری چوراہے پر بلیک کیٹس کی ایک پارٹی نے ہمیں روک لیا۔ ستیش مہتہ اگرچہ پولیس میں اے سی پی تھا ہمارے ساتھ پولیس پارٹی بھی تھی مگر بلیک کیٹس پارٹی کا انچارج جو رتبے میں ستیش سے بہت نیچے تھا، بڑی بدتمیزی سے بات کر رہا تھا۔

"رات کے ڈھائی بج رہے ہیں، یہ تفریح کا وقت نہیں ہے۔ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟" اس نے ستیش مہتہ سے پوچھا۔ "یہ لڑکی کون ہے اور آپ کے ساتھ یہ دوسرے کون لوگ ہیں؟"

"مسٹر بلیک کیٹ۔" ستیش مہتہ نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "تم جانتے ہو کس سے بات کر رہے ہو۔"

"جانتا ہوں سر۔" بلیک کیٹ نے جواب دیا۔ "لیکن یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔ ہر اس شخص سے باز پرس کرنا ہمارا فرض ہے جو اس طرح......"

"آفیسر۔" دوسری جیپ سے سب انسپکٹر بھی اتر کر آ گیا۔ "تمہاری ڈیوٹی مشتبہ لوگوں سے باز پرس کرنا ہے۔ کسی پولیس آفیسر سے نہیں۔"

"تم ہماری ڈیوٹی میں مداخلت کر رہے ہو سب انسپکٹر۔" بلیک کیٹ کمانڈو نے غراتے ہوئے کہا۔

مجھے صورتحال بگڑتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ میں نے پیروں کے قریب رکھی ہوئی رائفل سیدھی کر لی لیکن اسے سیٹ کی آڑ میں ہی رکھا تھا۔

"تم اپنے اختیارات سے تجاوز کر رہے ہو۔" سب انسپکٹر نے بھی چیخ کر کہا۔ "مسٹر ستیش مہتہ ہمارے آفیسر ہیں۔ اپنی فیملی کے ساتھ جے پور جا رہے ہیں تمہارے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ مسٹر مہتہ پولیس آفیسر ہیں اور بس...... بحث کی ضرورت نہیں۔ جیپ کا راستہ چھوڑ دو ورنہ جو کچھ بھی ہو گا اس کی تمام تر ذمے داری تم پر ہو گی۔"

صورتحال سنگین سے سنگین تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے رتنا اور کنیا کماری کی طرف دیکھا ان کے چہروں پر ہوائیاں سی اڑ رہی تھیں۔ دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے پر اسلحہ تان لیا تھا کسی طرف سے ایک فائر خون خرابے کا باعث بن سکتا تھا۔

ستیش مہتہ نے اپنے سب انسپکٹر سے کچھ کہا اور انجن سٹارٹ کر کے جیپ آگے بڑھا دی۔ میرا خیال تھا کہ بلیک کیٹس روکنے کی کوشش کریں گے مگر ایسا نہیں ہوا۔ جیپ آگے بڑھتی چلی گئی اور دونوں پارٹیاں ایک دوسرے پر رائفلیں تانے کھڑی رہیں۔

شہر سے نکلتے ہی پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ سڑک پہاڑیوں میں پیچ و خم کھاتی ہوئی جا رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے تک اس سڑک پر سفر کرنے کے بعد جیپ ایک اور تنگ سی سڑک پر مڑ گئی۔ اس طرف پہاڑیاں زیادہ بڑی نہیں تھیں۔ ہر دو تین سو گز کے فاصلے پر کوئی بنگلہ نظر آ رہا تھا۔ یہ سرسبز علاقہ تھا پہاڑیوں میں ایک چھوٹی سی جھیل تھی اور اس جھیل کی وجہ سے ہی دولت مندوں نے اطراف کی پہاڑیوں پر بنگلے

بنا رکھے تھے۔ جھیل کے کنارے پر دو تین ریسٹورنٹ بھی تھے لیکن یہ رات کا آخری پہر تھا اور ریسٹورنٹ بند تھے۔ بنگلوں کی بھی صرف گیٹ یا برآمدوں کی بتیاں جلی ہوئی نظر آ رہی تھیں اس کے علاوہ سناٹا تھا۔

مزید آدھا گھنٹہ سفر کرنے کے بعد جیپ ایک اور راستے پر مڑ گئی۔ یہ راستہ بتدریج بلندی کی طرف چلا گیا تھا جس کے اختتام پر روشن بابو کا بنگلہ تھا۔ بنگلے کے سامنے چٹان کاٹ کر ایک چھوٹا سا ہموار میدان سا بنایا گیا تھا۔ ستیش مہتہ نے گیٹ کے سامنے جیپ روک لی اور ہارن بجانے لگا۔

گیٹ تین چار منٹ بعد کھلا۔ لمبے تڑنگے چوکیدار کے کندھے پر رائفل لٹکی ہوئی تھی۔ گیٹ کھولنے سے پہلے چھوٹی سی کھڑکی سے اس نے تصدیق کر لی تھی کہ جیپ پر کون ہے۔

بنگلہ ڈبل سٹوری اور بہت شاندار تھا کئی کمرے تھے اور سب کے سب قیمتی سامان اور فرنیچر سے آراستہ پورچ میں ایک سٹیشن ویگن بھی کھڑی تھی۔

"رات گزارنے کے لیے جہاں جگہ ملتی ہے سو جاؤ۔ باقی باتیں صبح ہوں گی۔" ستیش مہتہ نے ہماری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور سوشیل کے ساتھ ایک کمرے میں گھس گیا۔

میں صبح آٹھ بجے کے قریب کنیا کماری اور رتنا کو سوتا چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ ستیش مہتہ اور سوشیل بھی ابھی تک سو رہے تھے۔ میں برآمدے میں آ گیا چوکیدار اس وقت لان میں تھا مجھے دیکھتے ہی قریب آ گیا۔

"چائے پئیں گے مہاراج بنا کر لاؤں۔" اس نے پوچھا۔

"ہاں......اگر چائے پلا دو تو بڑی اچھی بات ہو گی۔" میں نے کہا۔

میں ٹہلتا ہوا بنگلے کے قریب آ گیا اور دوسری طرف کا منظر دیکھ کر مجھے سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ ایسا حسین منظر میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بنگلے کے دوسری طرف تقریباً ہموار ڈھلان تھی جو تقریباً پانچ سو گز نیچے تک چلی گئی تھی۔ ڈھلان کے اختتام پر جھیل تھی جس کا نیلا پانی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ جھیل کے کنارے چاروں طرف کہیں کہیں ہٹس بنے ہوئے تھے۔ سامنے کی پہاڑیوں پر بھی بنگلے اور ہٹس نظر آ رہے تھے۔ سبزہ بے تحاشا تھا، ٹیرس کے ایک طرف چٹان کاٹ کر نیچے تک جانے کے لیے سیڑھیاں بھی بنی ہوئی تھیں۔

میں پائپ کی ریلنگ پر جھکا یہ خوبصورت منظر دیکھ رہا تھا کہ چوکیدار چائے لے کر آ گیا۔ میں قریب پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"صاحب بھی اٹھ گیو ہے۔ میں ناشتہ بنا کر تم کو بتا دیوں گا۔" چوکیدار نے کہا۔ اس کا نام کھٹول تھا وہ یہاں کا چوکیدار بھی تھا اور خانساماں بھی۔ "ٹھیک ہے میں چائے پی کر ان لڑکیوں کو بھی جگاتا ہوں۔" میں نے کہا۔

کھٹول اندر چلا گیا اور میں چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے جھیل کا خوبصورت منظر دیکھنے لگا۔ جھیل کے کنارے پر کاٹیج کے آس پاس لوگوں کی نقل و حرکت بھی نظر آ رہی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ہم نے ناشتہ کیا اور سب لوگ ٹیرس پر آ کر بیٹھ گئے۔ ستیش مہتہ اس جگہ کے بارے میں بتا رہا تھا جس راستے سے ہم بنگلے والے راستے پر مڑے تھے وہ راستہ پہاڑیوں میں بل کھاتا

ہوا آگے جا کر جے پور جانے والی سڑک سے جا ملتا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق جے پور یہاں سے تقریباً چار گھنٹے کے فاصلے پر واقع ہے۔

"یہ جگہ......" وہ ہاتھ سے چاروں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "راجستھان کی خوبصورت ترین جگہ ہے۔ فلموں کے یونٹ یہاں شوٹنگ کے لیے آتے رہتے ہیں اور تمہیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ یہ بنگلہ کئی فلموں میں استعمال ہو چکا ہے۔ یہاں مادھوری ڈکشٹ، ہیما مالنی، سری دیوی، شاہ رخ، امریش پوری، سلمان خان اور سنجے دت سمیت انڈین فلم انڈسٹری کے تمام بڑے بڑے آرٹسٹ آ چکے ہیں۔"

"اوہ۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "کیا روشن بابو کا فلم انڈسٹری سے بھی کوئی تعلق ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی کاروباری تعلق۔"

"ہاں...... لیکن اس کی نوعیت مختلف ہے۔" ستیش مہتہ نے جواب دیا۔ اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔ "ہم دونوں مل کر وڈیو فلمیں تیار کرتے ہیں ہمارے دو پارٹنر اور بھی ہیں جو ممبئی میں ہیں۔ ہماری ہر فلم کی شوٹنگ اسی جھیل کے آس پاس کی پہاڑیوں کے حسین مناظر اور اس بنگلے میں ہوتی ہے یہاں تمہیں ایسی چیزیں نظر آئیں گی جو فلم سازی میں استعمال ہوتی ہیں۔"

میں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے حیرت بھی ہو رہی تھی۔ روشن بابو نے بتایا تھا کہ اس کا بزنس غیر قانونی ہے جس میں پکڑ دھکڑ بھی ہوتی رہتی ہے اور پولیس کو بھتہ دینا پڑتا ہے اور پھر گزشتہ رات ستیش مہتہ سے تعارف کراتے ہوئے اس نے انکشاف کیا تھا کہ یہ اس کا بزنس پارٹنر بھی ہے۔ وڈیو فلمیں بنانا کوئی غیر قانونی کاروبار تو نہیں لیکن ہوسکتا ہے کاپی رائٹ کا کوئی معاملہ ہو۔

ستیش مہتہ یہ جان چکا تھا کہ ہم کون ہیں اور ہم اس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ مطلوب مجرم ہیں لیکن یہ حیرت کی بات بھی کہ وہ ایک پولیس آفیسر تھا اور ہمیں بچا کر شہر سے نکال لایا تھا۔ ہندوستانی پولیس کی کرپشن کے بارے میں فلموں میں تو بہت کچھ دیکھا تھا اور اب وہی سب کچھ میرے سامنے ہو رہا تھا۔ پولیس آفیسر نہ صرف جرائم پیشہ لوگوں کی سرپرستی کرتے تھے بلکہ خود بھی غیر قانونی کاروبار میں ملوث تھے۔ وہ چونکہ خود اپنے آپ کو قانون کے مالک سمجھتے تھے اس لیے انہیں قانون کا کوئی خوف نہیں تھا۔

ستیش مہتہ اور تو ہر موضوع پر بات کرتا رہا لیکن اس نے ہمارے بارے میں بات نہیں کی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے اپنی زبان بند ہی رکھی تھی۔ دوپہر کا کھانا کھا کر ستیش مہتہ شہر واپس چلا گیا۔ سوشیل کو وہ یہیں چھوڑ گیا تھا۔ ستیش نے کہا تھا کہ یہاں ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

ستیش کے جانے کے بعد ہم دیر تک ٹیرس پر بیٹھے رہے پھر سوشیل، کنیا کماری کو ساتھ لے کر بنگلے کے پچھلی طرف والی پہاڑی پر چلی گئی۔ اس بنگلے کے آس پاس تقریباً تین سو گز تک اور کوئی بنگلہ نہیں تھا۔ اس طرف کسی کی آمد و رفت نہیں تھی اس لیے کسی کے دیکھ لیے جانے کا خطرہ نہیں تھا۔ نیچے جھیل کے آس پاس اگرچہ پکنک پر آنے والے لوگوں کی سرگرمیاں نظر آ رہی تھیں مگر فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ چہروں کی پہچان ممکن نہیں تھی اس لیے بھی یہ جگہ ہمارے لیے محفوظ تھی۔

شام کا دھندلکا پھیلنے سے ذرا پہلے سوشیل اور کنیا کماری بھی پہاڑی سے واپس آ گئیں۔ کھٹول شاید انہی کا انتظار کر رہا تھا کیونکہ ان دونوں کے آنے کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ ہم سب کے لیے چائے بنا کر لے آیا تھا۔

چائے پینے کے بعد بھی ہم دیر تک وہیں بیٹھے رہے۔ اندھیرا پھیلا تو مچھر بھی آ گئے اگرچہ وہاں روشنی کا انتظام بھی تھا مگر کچھ خنکی بھی ہو گئی تھی اس لیے ہم اٹھ کر اندر آ گئے۔

ہم چاروں رتنا والے کمرے میں تھے۔ سوشیل کہیں سے تاش کی گڈی نکال لائی تھی۔ ہم بیڈ پر بیٹھ کر تاش کھیلنے لگے اور پھر رات کا کھانا کھانے کے بعد بھی ہم دیر تک وہیں بیٹھے تاش کھیلتے رہے۔ اس دوران میں ایک مرتبہ اٹھ کر باہر بھی گیا تھا۔

برآمدے کی بتی بجھی ہوئی تھی اور کھٹول ایک طرف کرسی پر بیٹھا بیڑی پی رہا تھا جس کی ناگوار بو میرے نتھنوں سے ٹکرائی تو ایک دم یوں لگا جیسے مجھے قے ہونے والی ہو۔ میں برآمدے سے نکل کر کھلی فضا میں آ گیا اور ٹہلتا ہوا ٹیرس پر پہنچ گیا۔

نیچے جھیل کی طرف اب تاریکی اور سناٹا تھا۔ جھیل کے کنارے پر صرف ایک جگہ کسی کاٹیج میں روشنی نظر آ رہی تھی اس کے علاوہ ہر طرف تاریکی تھی۔ اچانک فائر کی آواز سن کر میں اچھل پڑا یہ آواز پہاڑیوں میں چاروں طرف بازگشت سی پیدا کرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس لیے یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ گولی کہاں چلی تھی۔

میں ٹیرس سے اتر کر برآمدے میں واپس آیا تو کھٹول بدستور کرسی پر بیٹھا اطمینان سے بیڑی کے کش لگا رہا تھا جبکہ میرے خیال میں گولی چلنے کی آواز پر اسے تشویش ہونی چاہیے تھی۔

"یہ گولی کہاں چلی ہے؟" میں نے خود ہی کھٹول سے پوچھ لیا۔

"کیا پتا میں بھایا۔" کھٹول کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ اس نے دیوار کے ساتھ کھڑی رائفل بھی اٹھا لی تھی۔ "لوگ ادھر جھیل پر عیاشی کے لیے آتے ہیں ان میں کبھی آپس میں جھگڑا بھی ہو جاتا ہے اور ایک آدھ لاش بھی گر جاتی ہے۔"

وہ برآمدے سے نکل کر ٹیرس کی طرف چل پڑا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ اس کے ہاتھ میں رائفل دیکھ کر اچانک مجھے اپنی رائفل یاد آ گئی۔ جب ہم بنگلے میں داخل ہوئے تھے تو جیپ سے اترتے ہوئے میں نے رائفل جیپ میں ہی چھوڑ دی تھی اور کنیا کماری نے بھی اپنی رائفل جیپ میں رہنے دی تھی اس کے بعد ہمیں ان رائفلوں کا خیال ہی نہیں آیا تھا اور اس طرح وہ دونوں رائفلیں جیپ میں پڑی پڑی واپس چلی گئی تھیں اور اب میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو ہم کیا کریں گے۔

کچھ دیر تک کھٹول کے ساتھ ٹیرس پر کھڑا رہا اور پھر اسے وہیں چھوڑ کر واپس آ گیا اس وقت اگرچہ گیارہ ہی بجے تھے مگر لگتا تھا جیسے رات آدھی سے زیادہ بیت گئی ہو۔

وہ تینوں بیڈ پر بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ سوشیل بہت جلد ان دونوں سے بے تکلف ہو گئی تھی۔ وہ جس طرح اس بنگلے میں اور اس کے اطراف میں گھومتی پھرتی رہی تھی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ یہاں پہلے بھی آتی رہی ہے اور کھٹول سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔

''میرا تو کافی کو دل چاہ رہا ہے۔'' سوشیل اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ ''تم میں سے کون کون پیئے گا؟''

''سب ہی پئیں گے۔'' کنیا کماری نے کہا۔

سوشیل کمرے سے نکل کر کھٹول کو آوازیں دینے لگی اور پھر وہ تقریباً دس منٹ بعد کھٹول کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی جس نے دونوں ہاتھوں میں ٹرے اٹھا رکھی تھی جس میں کافی کے مگ رکھے ہوئے تھے۔ کھٹول کافی دے کر واپس چلا گیا۔

ہم تقریباً ڈیڑھ بجے تک باتیں کرتے رہے پھر سوشیل اور کنیا کماری دوسرے کمرے میں چلی گئیں اور میں رتنا کے قریب ہی بیڈ پر لیٹ گیا۔

دو دن گزر گئے۔ اس دوران اس بنگلے میں کسی قسم کی آمدورفت نہیں ہوئی تھی اور ہم بھی شہر کے حالات سے بالکل بے خبر تھے۔ یہاں ٹیلی فون نہیں تھا اس لیے روشن بابو یا ستیش مہتہ سے بھی ہمارا رابطہ نہیں ہوسکا تھا۔ دن کے وقت ہم زیادہ تر ٹیرس پر لان میں بیٹھے رہتے اور شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد اندر آ جاتے اس دوران میں نے رتنا کے ذریعے سوشیل کے بارے میں بھی تھوڑی بہت معلومات حاصل کر لی تھیں۔

وہ بمبئی کی رہنے والی تھی اسے بچپن ہی سے رقص کا شوق تھا جو آخر کار اسے نائٹ کلبوں تک لے گیا۔ وہ اچھی رقاصہ نہیں تھی لیکن اس کے حسین ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ تقریباً دو سال پہلے ایک نائٹ کلب میں اس کی وجہ سے دو گروہوں میں ہنگامہ ہو گیا تھا جس میں ایک آدمی مارا گیا تھا اس ہنگامے میں اگرچہ وہ ملوث نہیں تھی لیکن پولیس نے اسے بھی شامل تفتیش کر لیا تھا۔ چند مہینوں بعد اسے بے قصور سمجھ کر اس کا نام کیس سے خارج کر دیا گیا۔ وہ اگرچہ بے قصور تھی لیکن ہنگامے کی بنیاد چونکہ وہی بنی تھی اس لیے اسے ڈر تھا کہ دونوں میں سے کوئی پارٹی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گی اس لیے وہ بمبئی سے بھاگ کر جے پور آ گئی۔

یہاں وہ کئی مہینوں تک چھوٹے چھوٹے نائٹ کلبوں میں پروگرام کرتی رہی اور پھر ایک روز وہ بمبئی میں ہنگامے کے دوران مارے جانے والے کی پارٹی کے دو آدمیوں کی نظروں میں آ گئی۔ جنہوں نے اسے اغوا کرنے کی کوشش کی مگر اتفاق سے ستیش مہتہ کے ہاتھ لگ گئی۔

ستیش مہتہ ان دنوں چھٹی پر جے پور گیا ہوا تھا۔ سوشیل نے اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ ستیش نے اسے اپنے پاس رکھنے کی پیشکش کی جسے اس نے قبول کر لیا۔ سوشیل کا خیال تھا کہ ستیش چونکہ پولیس آفیسر ہے اس لیے اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔

ستیش اسے آگرہ لے آیا اور وہ رکھیل کے طور پر اس کے ساتھ رہنے لگی۔ وہ پچھلے چھ مہینوں سے اس کے ساتھ تھی اور اس زندگی سے مطمئن تھی۔ ایک موقع پر میں نے سوشیل سے روشن بابو اور ستیش مہتہ کے وڈیو فلموں کے مشترکہ بزنس کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کی تھی مگر وہ ٹال گئی میں نے بھی اصرار نہیں کیا۔

اس سے اگلے روز شام سے ذرا پہلے روشن بابو بھی پہنچ گیا۔ نرگس اس کے ساتھ نہیں تھی البتہ ایک اور آدمی تھا جس کی عمر تیس بتیس کے لگ بھگ رہی ہوگی دراز قامت، خوبرو اور سمارٹ آدمی تھا۔

روشن بابو سے گفتگو کے دوران پتہ چلا کہ شہر میں ہماری تلاش اب بھی جاری ہے مگر اس سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ پولیس میں ستیش مہتہ واحد آدمی ہے جو ہمارے بارے میں جانتا ہے جبکہ پولیس اور بلیک کیٹس ہماری تلاش میں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔

روشن بابو اور جوگندر نامی وہ آدمی تقریباً ایک گھنٹے تک ہمارے پاس بیٹھے رہے میں نے نوٹ کیا تھا جوگندر اس دوران بار بار کنیا کماری اور رتنا کی طرف دیکھتا رہا تھا اس کی نظروں میں ہوس کی چمک نمایاں تھی اور پھر وہ دونوں ایک کمرے میں گھس گئے۔ یہ کمرہ شروع ہی سے مقفل تھا اور اس کی چابی شاید روشن بابو ہی کے پاس تھی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے بھی اس کمرے میں جانا چاہا تھا مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے دو تین مرتبہ دستک دی مگر اندر سے کوئی جواب نہیں ملا میں واپس آ گیا۔

رات کا کھانا ہم سب نے اکٹھے ہی کھایا تھا۔ جوگندر اس وقت بھی کھا جانے والی نظروں سے رتنا اور کنیا کماری کی طرف دیکھتا رہا تھا۔ کھانے کے بعد ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ گیارہ بجے کے قریب کھٹول نے کافی پلا دی۔ کافی پینے کے تھوڑی ہی دیر بعد مجھے اپنے دماغ پر بوجھ سا محسوس ہونے لگا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اچانک ہی نیند غلبہ پانے کی کوشش کر رہی ہو۔ میں نے سامنے صوفے پر بیٹھی ہوئی رتنا کی طرف دیکھا وہ بھی اونگھ رہی تھی۔ میں نے رتنا کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے کمرے میں آ گیا اور اس کے ساتھ ہی بستر پر لیٹ گیا میری آنکھیں نیند سے بند ہوئی جا رہی تھیں اور پھر مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔

اور پھر اچانک ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میرے پیٹ اور سینے میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے آنتیں آپس میں الجھ رہی ہوں۔ سینے میں بے پناہ جلن تھی سب کھایا پیا حلق کی طرف امڈتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور شاید اسی بے چینی کی وجہ سے میری آنکھ کھلی تھی بلکہ آنکھیں پوری طرح نہیں کھل پا رہی تھیں۔ دماغ پر اب بھی بے پناہ بوجھ تھا۔

اور پھر اچانک ہی یوں لگا جیسے قے ہو رہی ہو ایک زوردار ابکائی ہوئی اور میں اٹھ کر باتھ روم کی طرف لپکا۔ بڑی زوردار قے ہوئی لگتا تھا جیسے پیٹ اور سینے میں کھولتا ہوا لاوہ حلق کو جلاتا ہوا باہر نکل رہا ہو۔

میں تقریباً دس منٹ تک باتھ روم میں بیٹھا قے کرتا رہا۔ ناک اور آنکھوں سے بھی پانی بہہ نکلا تھا۔ قے ہو جانے سے میری حالت کچھ بہتر ہوئی پیٹ اور سینے کی بے چینی کم ہو گئی اور میری آنکھیں بھی پوری طرح کھل گئیں۔ دماغ کا بوجھ بھی کسی قدر ہلکا ہو گیا۔

میں تولیے سے منہ پونچھتا ہوا باتھ روم سے نکلا تو نظریں بیڈ کی طرف اٹھ گئیں اور اس کے ساتھ ہی میں اچھل پڑا۔ رتنا بستر پر نہیں تھی مجھے یاد نہیں تھا کہ جب میں بستر سے اٹھا تھا اس وقت رتنا موجود تھی یا نہیں میں کمرے سے نکل آیا۔ رتنا کو ایک دو مرتبہ ہولے سے پکارا مگر جواب نہیں ملا۔ سوشیل اور کنیا کماری والے کمرے میں جھانکا تو میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وہ دونوں بھی کمرے میں نہیں تھیں میں نے سامنے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ سب لوگ باہر ٹیرس پر بیٹھے ہوں میں باہر نکلنے کے لیے دروازے کے قریب پہنچا تو ایک بار پھر چونک گیا دروازہ اندر سے لاک تھا۔ پچھلا دروازہ بھی لاک تھا میں نے کھٹول کو بھی آوازیں دیں مگر جواب میں خاموشی رہی۔

میں نے تمام کمرے دیکھ ڈالے اوپر والے کمروں کو بھی چیک کر لیا مگر وہ لوگ کہیں نہیں تھے۔

میں حیران تھا کہ وہ لوگ کہاں غائب ہو گئے۔ میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی اور پھر اچانک ہی مجھے اس کمرے کا خیال آ گیا جہاں شام کے وقت روشن بابو اور جوگندر گئے تھے میں اوپر کی منزل سے نیچے آ کر راہداری میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کمرے کے سامنے آ گیا۔ کمرے کو باہر سے تالا نہیں لگا ہوا تھا۔ میں نے پہلے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے گھمانے کی کوشش کی مگر ہینڈل نے حرکت نہیں کی۔ ہفضی قفل لگا ہوا تھا۔ میں نے جھک کر کی ہول سے آنکھ لگا دی مگر اس طرح بھی مقصد پورا نہیں ہوا۔ کی ہول کے اندر کی طرف شاید چابی لگی ہوئی تھی یا کوئی ایسی چیز تھی جس سے اندر جھانکنے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ ویسے نجانے مجھے یہ یقین کیوں تھا کہ وہ سب لوگ اس کمرے میں تھے۔

میں دروازے پر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ چوکھٹ پر اوپر کال بیل کی طرح کا ایک بٹن لگا ہوا نظر آیا۔ میں نے وہ بٹن دبا دیا۔ اندر سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی نہیں دی تو میں نے دوسری مرتبہ بٹن دبا دیا۔ اس مرتبہ بھی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ میرا خیال تھا کہ یہ گھنٹی کا بٹن نہیں تھا کسی اور مقصد کے لیے لگایا گیا تھا میں دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑا راہداری میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ میرے دماغ میں سنسناہٹ بڑھ رہی تھی کسی گڑبڑ کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔

میں اپنے خیالات میں غرق تھا کہ میرے پیچھے اچانک ہی دروازہ کھلا کسی کا بازو میری گردن پر لپٹا اور مجھے ایک زوردار جھٹکے سے پیچھے کھینچ کر زمین پر گرا دیا گیا۔

مجھ پر یہ افتاد اچانک ہی پڑی تھی اور پشت کے بل گرتے ہوئے میرا سر کسی چیز سے ٹکرایا تھا جس سے میرے منہ سے سسکاری سی نکل گئی اور میرا ایک ہاتھ سر پر پہنچ گیا تھا میرے حواس بھی ایک لمحے کو معطل ہو گئے تھے اور جب حواس بحال ہوئے تو اپنے سامنے کا منظر دیکھ کر مجھے سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

میرے سامنے کھٹول رائفل تانے کھڑا تھا اور اس سے ذرا ہٹ کر ایک سٹینڈ پر وہ مووی کیمرہ لگا ہوا تھا جو فلموں کی شوٹنگ میں استعمال ہوتا ہے۔ کیمرہ سٹینڈ کے قریب ہی روشن بابو کھڑا تھا اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

میرا رخ دروازے کی طرف تھا مجھے ابھی تک یہ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ میرے پیچھے کمرے میں کیا ہے میں نے دونوں کہنیاں زمین پر ٹکا کر اٹھنے کی کوشش کی تو روشن بابو نے اچانک ہی آگے بڑھ کر میری پسلیوں پر زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔ یہ حملہ بھی میرے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔ میں پھر پیچھے گر گیا تھا۔ میرے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔

"یہ...... یہ کیا روشن بابو......" میں نے کہتے ہوئے روشن بابو کی طرف دیکھا۔ اس کے اس رویے پر میرے دماغ میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔

"اٹھ کر دیکھو۔ تمہیں پتہ چل جائے گا یہ کیا ہے۔" روشن بابو نے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی غراہٹ تھی۔

میں کہنیوں پر زور دے کر اٹھ گیا۔ اس مرتبہ روشن بابو نے مجھے ٹھوکر نہیں ماری تھی تاہم کھٹول نے مجھے رائفل کی زد پر لے رکھا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی بے پناہ سفاکی تھی۔

میں جیسے ہی اٹھ کر سیدھا ہوا میرا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ پورے جسم پر چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اب پورا کمرہ میرے سامنے تھا۔

بہت وسیع و عریض کمرہ تھا اور بہت شاندار طریقہ سے آراستہ۔ تھوڑے فاصلے پر دو بیڈ بچھے ہوئے تھے۔

ایک بیڈ پر کنیا کماری بے حس و حرکت پڑی تھی وہ بے ہوش تھی اور اس کے جسم پر لباس نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ دوسرے بیڈ پر رتنا اکڑوں بیٹھی ہوئی تھی اس کے جسم پر زیر جامہ تھا اور چہرے پر بے پناہ خوف کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔ بیڈ کے دائیں طرف جوگندر کھڑا تھا اس کے جسم پر بھی کوئی لباس نہیں تھا۔ دائیں طرف سوشیل کھڑی تھی اس کے ہاتھ میں پستول تھا جس کا رخ رتنا کی طرف تھا۔

"تم میرا بزنس جاننے کے لیے بہت بے چین تھے۔" روشن بابو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھ لو۔ یہ ہے میرا بزنس اور اس میں حیثیت مہتہ ہی نہیں اس سے بھی بڑے بڑے پولیس آفیسر شامل ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں روشن بابو۔" میں نے کہا۔

"یہ سب کچھ دیکھ کر بھی نہیں سمجھے تو دنیا کے سب سے بڑے گھامڑ ہو۔" روشن بابو نے کہا۔ "بلیو فلمیں بنانا ہی میرا بزنس ہے ہماری مارکیٹ ہندوستان کے علاوہ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ میرے اس بزنس میں بڑے بڑے لوگ شامل ہیں بعض ایسے نام بھی اس بزنس سے وابستہ ہیں جن کے بارے میں جان کر تمہیں حیرت ہو گی۔ بہرحال میں تمہیں اپنے بزنس کی تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ تمہیں تو بے ہوش کرنے کے لیے کافی میں لمبی ڈوز دی گئی تھی اور تمہیں صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آنا چاہئے تھا لیکن حیرت ہے کہ صرف ایک گھنٹے میں ہوش میں آ گئے۔ بہرحال، اب یہاں تک پہنچ گئے ہو تو اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھ بھی لو۔ یہ ہماری بہت سی فلموں کا ہیرو ہے۔" اس نے جوگندر کی طرف اشارہ کیا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "ہر فلم کے لیے اس کے لیے ایک نئی ہیروئن کا انتظام کرنا پڑتا ہے آج میرا خیال تھا کہ کنیا کماری کو اس فلم کی ہیروئن بنایا جائے گا مگر وہ سالی بے ہوش ہو گئی تمہاری رتنا دیوی کا پروگرام بعد کا تھا مگر اس وقت مجبوراً اس کو لانا پڑا مگر یہ بھی بزدل نکلی۔ دیکھ کیسے کانپ رہی ہے۔"

"روشن بابو۔" میرے منہ سے بمشکل آواز نکل سکی تھی۔ "تم نے ہمیں دوست کہا ہے۔ ہماری مدد کی ہے ہماری جان بچائی ہے اور یہ......"

"میں نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر تم لوگوں کو اس لیے پناہ نہیں دی تھی کہ تمہاری سیوا کرتا رہوں گا۔" روشن بابو نے جواب دیا۔ وہ اب پہلے سے بالکل بدلا ہوا لگ رہا تھا۔ "یہ کنیا کماری...... ہمیں اس جیسی حسین لونڈیوں کی تلاش رہتی ہے کئی مہینے پہلے یہ میری نظروں میں آئی تھی۔ ایک مرتبہ اسے اپنی کوٹھی پر بھی لے گیا تھا مگر یہ بھڑک کر بھاگ نکلی اس کے بعد پی پی اے راہ راست پر لے آئی اور پھر یہ میرے شکنجے میں پھنس گئی۔ یہ میرے لیے سب کچھ کرنے کو تیار تھی مگر فلم بنانے کو تیار نہیں تھی اور میں نے بھی طے کر رکھا تھا کہ اس کی فلم ضرور بناؤں گا۔ اس جیسی لونڈیوں کی فلمیں تو لوگ بار بار دیکھتے ہیں۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اس رات جب میں کوٹھی پہنچا تو کنیا کماری نے برآمدے ہی

میں مجھ سے ملاقات کی تھی۔ اس نے تم لوگوں کے بارے میں بتایا مجھے تو یہی جان کر خوشی ہوئی تھی کہ کنیا کماری ایک سنگین کیس میں پھنس چکی ہے اور پھر جب میں نے رتنا کو دیکھا تو میں نے تم لوگوں کو پناہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس میں اگرچہ ہماری جان کو بھی خطرہ تھا مگر لاکھوں کا بزنس بھی میرے سامنے تھا۔ میں نے اگلے ہی روز اپنے بزنس پارٹنر اے سی پی ستیش مہتہ کو صورتحال سے آگاہ کر دیا۔

''ہم تو انہی دنوں ان دونوں کے بلیو پرنٹ بنا کر تم لوگوں کو وہاں سے بھگا دینا چاہتے تھے مگر رتنا بیمار ہو گئی اور ہمیں کئی روز انتظار کرنا پڑا۔'' وہ خاموش ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ ''اب دو صورتیں ہیں ان دونوں کے بلیو پرنٹ تو ہم بنا ہی لیں گے اگر تم لوگ تعاون کرو تو ہم اس کے بعد تم لوگوں کو بحفاظت یہاں سے دور پہنچا دیں گے۔ بصورت دیگر تم لوگوں کو بلیک کیٹس کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

''میں نے مسلمان سمجھتے ہوئے تم پر اعتماد کیا مگر تم ان ہندوؤں سے بھی زیادہ ذلیل ثابت ہوئے ہو۔'' میں نے کہا۔ ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں کے مسلمان ہندوؤں سے زیادہ جرم و گناہ کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تمہاری یہ حرکت نہایت گھناؤنی اور ناقابل معافی ہے تمہیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔''

''کون دے گا سزا۔'' روشن بابو نے کہا۔ ''ہم ہندوستانی ہیں ہمارا مفاد ہندوستان کی سلامتی سے وابستہ ہے ہم ایسا کوئی کام نہیں کریں گے جس سے ہندوستان کی سلامتی کو کوئی خطرہ ہو، لیکن کاروبار ہمارا حق ہے۔ جائز یا ناجائز۔ یہاں سب چلتا ہے ناجائز دھندوں کو روکنے والے قانون کے محافظ ہم سے زیادہ ان دھندوں میں ملوث ہیں اس لیے ہمارے خلاف کارروائی کون کرے گا۔ ہمیں کون سزا دے گا تمہیں اس سلسلے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''روشن بابو۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ ''بہتر ہے تم ان لڑکیوں کو چھوڑ دو ورنہ.....''

''ورنہ کیا.....'' روشن بابو نے مجھے گھورا۔ ''تم پولیس کے پاس جا نہیں سکتے اس لیے کہ تم اس وقت ہندوستان کی پولیس کو سب سے زیادہ مطلوب ہو۔ میں جب تمہیں پلیٹ میں سجا کر بیلا کے سامنے پیش کروں گا تو وہ بہت خوش ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ ہمارے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

''یہ تمہاری بھول ہے۔'' میں نے کہا۔ ''میں نے کئی مہینوں سے ہندوستان کی پولیس اور ''را'' کو نچا رکھا ہے۔ بلیک کیٹس کو خطرناک ترین فورس سمجھا جاتا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہوگا کہ مجھے پلیٹ میں سجا کر بیلا کو پیش کر سکو گے۔''

''پولیس سے بچنا آسان ہوتا ہے لیکن مجھ جیسے شخص سے بچنا.....'' روشن بابو کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی میں نے دائیں طرف کھڑے ہوئے کھٹول پر چھلانگ لگا دی۔ روشن بابو کو باتوں میں لگانے کا میرا مقصد ہی یہی تھا کہ کھٹول میری طرف سے کسی قدر بے پروا ہو جائے۔ وہ یہی سمجھتا رہے کہ میں اگر کوئی حملہ کروں گا تو روشن بابو پر ہی کروں گا۔ میں نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی وہ کامیاب رہی۔ کھٹول میرے اس جھانسے میں آ گیا۔ میں چھلانگ لگا کر کھٹول پر اس طرح گرا تھا کہ میرے دونوں ہاتھ رائفل پر پڑے تھے۔ کھٹول میری طرف سے بے پروا ہونے کے باوجود پوری طرح غافل نہیں تھا اس نے مجھے دھکا دینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا اب وہ رائفل بچانے کی کوشش کر رہا تھا اس چھینا جھپٹی میں رائفل کا

ٹریگر دب گیا رائفل کی نال سے نکلنے والی گولیاں بیڈ پر بے ہوش پڑی کنیا کماری کے جسم میں پیوست ہو گئیں۔ وہ بستر پر ایک دو مرتبہ اچھلی اور پھر بے حس و حرکت ہو گئی۔ اس کے جسم سے خون کی کئی دھاریں بہہ نکلی تھیں۔

رائفل کی تڑتڑاہٹ کے ساتھ کمرہ رتنا اور سوشیل کی چیخوں سے بھی گونج اٹھا تھا اور پھر سوشیل نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول سے مجھ پر گولی چلا دی۔ اب میں اسے کھٹول کی بدقسمتی ہی کہوں گا کہ سوشیل کے پستول سے نکلی ہوئی گولی اس کی پیشانی میں پیوست ہو گئی۔ اس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں۔ میں نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے رائفل کھینچ لی اور اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ کھٹول کٹے ہوئے درخت کی طرح لہراتا ہوا نیچے گر گیا۔

روشن بابو نے مجھ پر چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن اس کا پیر کیمرے کے سٹینڈ میں الجھ گیا۔ وہ لڑکھڑا کر سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں نے رائفل کا بٹ اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ وہ چیختا ہوا ایک طرف گرا۔

دوسری طرف کی صورتحال بھی خاصی دلچسپ تھی اپنے ہاتھوں کھٹول کی ہلاکت کے بعد سوشیل بدحواس سی ہو گئی تھی اور بیڈ پر بیٹھی ہوئی رتنا نے خوفزدہ ہونے کے باوجود بڑی پھرتی سے اس پر چھلانگ لگا دی۔ پلک جھپکنے کی دیر میں سوشیل کا پستول رتنا کے ہاتھ میں آ چکا تھا۔ رتنا پستول کے دستے سے سوشیل پر پے در پے ضربیں لگا رہی تھی اور سوشیل کی چیخیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔

یہ جو کچھ بھی ہوا تھا ایک منٹ کے اندر اندر ہو گیا تھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس طرح پلک جھپکنے کی دیر میں کایا پلٹ جائے گی۔ جوگندر ایک طرف کھڑا پھٹی پھٹی سی نظروں سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت اور چہرے پر بے پناہ خوف تھا اور پھر اس نے اچانک ہی دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ میں نے رائفل گھما کر ٹریگر دبا دیا رائفل سے نکلنے والی کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئیں اور وہ فرش پر گر کر خون میں لوٹنے لگا۔

روشن بابو قالین پر پڑا پھٹی پھٹی سی نظروں سے کبھی لاشوں کو اور کبھی میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ خوف تھا اسے توقع نہیں تھی کہ صورتحال اس طرح بدل جائے گی۔ وہ مجھے پلیٹ میں سجا کر بیلا کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا لیکن اب خود میرے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔

''اٹھ کر اس طرف کھڑے ہو جاؤ۔'' میں نے روشن بابو کو ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ ''تم شاید بھول گئے تھے کہ میں وہ شخص ہوں جس نے ناگ راج کا سحر توڑا اور اسے اپنے پیر چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا ایک دنیا اس کے نام سے کانپتی تھی لیکن وہ میرے ہاتھوں جہنم رسید ہو گیا۔ ''را'' اور بلیک کیٹس کی پوری قوت بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی اور تم مجھے پلیٹ میں سجا کر بیلا کو پیش کرنا چاہتے تھے۔ اٹھو..... اس طرف کھڑے ہو جاؤ۔ سوشیل کے ساتھ۔''

اٹھنے کی کوشش میں روشن بابو کا پیر ایک بار پھر سٹینڈ میں الجھ گیا۔ سٹینڈ اس کے اوپر گرا اس پر رکھا ہوا کیمرہ بھی دور جا گرا تھا وہ بڑی مشکل سے اٹھ کر سوشیل کے قریب دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ رتنا نے سوشیل کی اچھی خاصی درگت بنا دی تھی۔ اس کی ناک اور ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔ رتنا اسے پستول کی زد

پر لیے کھڑی تھی۔

"رتنا..... تم کپڑے پہنو۔ میں انہیں دیکھتا ہوں۔" میں نے کہا۔

رتنا نے پستول پلنگ پر پھینک دیا اور ایک طرف پڑے ہوئے کپڑے اٹھا کر پہننے لگی۔

"ہاں۔ تو روشن دین صاحب۔ اب بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔" میں نے رائفل کی نال اس کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔

"روشن دین۔" سوشیل نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ "یہ مسلمان نہیں روشن لال ہے۔ تمہیں کسی نے غلط بتایا تھا کہ یہ مسلمان ہے۔"

"اوہ۔" میں چونک گیا۔ "تمہاری اصلیت کیا ہے روشن بابو۔ خود ہی بتا دو۔"

"مم..... میں ہندو ہوں۔ روشن لال۔" روشن بابو نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ "اس رات جب میں بنگلے میں آیا تھا تو کنیا کماری مجھے برآمدے میں ہی مل گئی تھی اور ہم تقریباً ایک گھنٹہ وہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے۔ کنیا کماری نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے تمہیں میرے بارے میں بتایا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان ہونے کے ناتے تم لوگوں کی مدد ضرور کروں گا۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تمہارے ساتھ جو لڑکی اندر بیٹھی ہوئی ہے بہت خوبصورت ہے اور میں اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہوں اس لیے میں اپنے آپ کو تم لوگوں کے سامنے مسلمان ہی ظاہر کروں۔ اس طرح میں روشن لال سے روشن دین بن گیا کنیا کماری خود مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی اسے پناہ کی ضرورت تھی اس لیے وہ تم لوگوں کو میرے پاس لے آئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ رتنا کو دیکھ کر میں تم لوگوں کو پناہ دے دوں گا۔ مجھے کنیا جیسی لڑکی کی بھی ضرورت تھی اس لیے میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے تم لوگوں کا ہمدرد بن گیا۔ میں نے ستیش مہتہ کو بھی سب کچھ بتا دیا۔ پولیس آفیسر ہونے کے ساتھ وہ میرا بزنس پارٹنر بھی ہے۔ اپنی ڈیوٹی سے زیادہ اسے بھی اپنے بزنس کی فکر رہتی ہے۔ ہم نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ اپنا کام پورا ہو جانے کے بعد ستیش مہتہ تم تینوں کو گرفتار کر کے سرکار کے سامنے پیش کر دے گا اور اس طرح اسے سرکار سے انعام اور ترقی بھی مل جائے گی۔"

"نرگس کون ہے کیا وہ بھی۔"

"وہ واقعی مسلمان ہے۔" روشن بابو نے میری بات کاٹ دی۔ "اس نے تم لوگوں کو اپنی جو کہانی سنائی تھی اس میں کچھ بھی جھوٹ نہیں وہ ہمارے ہی گھر میں پلی بڑھی ہے ہم بچپن ہی میں ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے تھے اس کی شادی جس شخص سے ہوئی تھی وہ واقعی جواری تھا اور اسے بھی جوئے میں ہار گیا تھا لیکن میں نے اس کی دھنائی کر دی اور اس کے چند روز بعد وہ پولیس مقابلے میں مارا گیا اور نرگس مستقل طور پر میرے ساتھ رہنے لگی۔

"میرا بزنس بہت اچھا تھا بالکل صاف ستھرا۔ کسی قسم کا کوئی ڈر خوف نہیں تھا مگر بیڑا غرق ہو ستیش مہتہ کا اس کی دوستی مجھے مہنگی پڑی اس نے مجھے اس گھناؤنے دھندے پر اکسایا تھا اسی کی وجہ سے مجھے ذلیل ہونا پڑ رہا ہے۔"

"ذلیل تو تم ہو ہی رہے ہو اب تمہیں جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑیں گے۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔" اس کا چہرہ ایک دم پیلا پڑ گیا۔ "مجھے زندہ رہنے دو میں وعدہ کرتا ہوں کہ جہاں کہو ے تمہیں حفاظت سے پہنچا دوں گا۔"

"اب میں کسی بنئے پر اعتماد نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔ "تم لوگوں پر بھروسہ کرتے کرتے تو میں یہاں تک پہنچا ہوں۔ اگر پہلے ہی دن وعدے پر اعتبار نہ کیا ہوتا تو آج میں اپنے وطن پہنچ چکا ہوتا۔ رتنا...... یں بات کرتے کرتے رتنا کی طرف گھوم گیا۔ "وہ پستول اٹھا لو اور......"

میں جملہ مکمل نہیں کر سکا مجھے رتنا کی طرف متوجہ پا کر روشن بابو نے مجھ پر چھلانگ لگا دی تھی مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ روشن بابو اپنی ہی جھونک میں لڑکھڑاتا ہوا آگے نکلا تو میں نے اس کے کولہوں پر زوردار لات رسید کر دی اور پھر میں نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ میں اس پر لاتیں اور رائفل کے بٹ برساتا رہا اس کی چیخیں کمرے میں گونجتی رہیں میں اسے مارتا ہوا اس کونے میں لے گیا جہاں سوشیل کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔

روشن بابو بمشکل اٹھ کر کھڑا ہو سکا تھا۔ میں نے رائفل سیدھی کر لی۔ اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور گھگیا کر معافی مانگنے لگا۔

"تمہیں زندہ چھوڑ کر ہم اپنے آپ کو دوبارہ موت کے منہ میں نہیں دھکیل سکتے۔" میں نے کہا۔ "تمہارا وقت آ گیا ہے تم دونوں کو ختم کرنا ہی ہو گا۔" میں نے انگلی ٹرائیگر پر رکھ لی اور اس سے پہلے کہ ان دونوں میں سے کوئی بول سکتا میں نے ٹرائیگر دبا دیا۔ کمرہ ایک بار پھر فائرنگ اور ان دونوں کی چیخوں سے گونج اٹھا وہ دونوں قالین پر ڈھیر ہو گئے۔ ان کے جسموں سے خون کی کئی دھاریں بہہ نکلی تھیں۔

رتنا بھی ان کی تڑپتی ہوئی لاشوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر بھی سفاکی تھی۔ اب تک کے تجربات نے اسے بھی میری طرح سنگدل بنا دیا تھا۔ اس بات کو وہ بھی سمجھ گئی تھی کہ اگر خود زندہ رہنا ہے تو دشمن کو ختم کرنا ہو گا۔

"چلو رتنا۔" میں نے اسے بازو سے پکڑتے ہوئے کہا۔ "ہمیں یہاں سے بہت محتاط ہو کر نکلنا ہو گا۔ کمرے میں بار بار فائرنگ ہوتی رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کسی قریبی بنگلے کا کوئی مکین آواز سن کر اس طرف آ گیا ہو۔"

"آواز اس کمرے سے باہر نہیں گئی ہو گی۔" رتنا نے کہا۔ "میں نے اور کنیا کماری نے جب چیخنے کی کوشش کی تھی تو روشن بابو نے بتایا تھا کہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے ہماری آوازیں باہر نہیں جائیں گی۔"

"اوہ۔" میں چونک گیا۔ "میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا اسی لیے دستک کی آواز اندر سنائی نہیں دی اور نہ ہی اندر کی کوئی آواز باہر سنائی دی تھی۔"

"مگر اندر دو مرتبہ گھنٹی بجی تھی۔ شاید باہر کوئی آیا تھا۔" رتنا نے کہا۔

"نہیں۔ وہ گھنٹی میں نے ہی بجائی تھی۔ لیکن مجھے اس کی آواز بھی سنائی نہیں دی تھی اس لیے میں یہی سمجھا تھا کہ دروازے کے اوپر لگے ہوئے بٹن کا تعلق گھنٹی سے نہیں کسی اور چیز سے ہو گا۔ بہرحال اب ہمیں یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے۔"

رتنا نے مڑ کر بیڈ پر پڑی ہوئی گولیوں سے چھلنی کنیا کماری کی برہنہ لاش کی طرف دیکھا پھر دوسرے بیڈ سے چادر اٹھا کر اس پر ڈال دی اور میرے ساتھ دروازے کی طرف آ گئی میں نے دروازہ کھول کر احتیاطاً پہلے باہر جھانکا اور پھر کمرے سے نکل آیا۔

باہر سناٹا تھا اس وقت رات کے دو بجنے والے تھے۔ حشرات الارض کی آوازوں کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔ میں پورچ میں کھڑی ہوئی گاڑیوں کا جائزہ لینے لگا ایک تو وین تھی جو یہاں آنے سے پہلے بھی وہاں کھڑی تھی دوسری روشن بابو کی شاندار ایئر کنڈیشنڈ کار تھی۔ میں نے کار کو ترجیح دی اور اس کا معائنہ کرنے لگا۔ یہ جگہ محفوظ سمجھ کر کار کے دروازے بھی کھلے چھوڑ دیئے گئے تھے اور اگنیشن میں چابیوں کا گچھا بھی لٹکا ہوا تھا۔ میں نے ڈرائیونگ سائیڈ کا دروازہ کھول کر اندر کا جائزہ لیا۔ فیول بتانے والی سوئی بتا رہی تھی کہ بھری ہوئی ٹینکی سے بہت کم پٹرول استعمال ہوا تھا۔ ڈیش بورڈ کے خانے میں گاڑی کے کاغذات بھی تھے اور چند کرنسی نوٹ بھی رکھے ہوئے تھے۔ اچانک مجھے خیال آ گیا کہ ہمیں رقم کی ضرورت بھی پڑ سکتی تھی میں کار سے باہر آ گیا۔

”تم یہیں رکو۔ میں ابھی آتا ہوں۔“ میں کہتا ہوں دوبارہ اندر آ گیا۔

ساؤنڈ پروف کمرے میں پہنچ کر میں نے روشن بابو کی لاش کو سیدھا کیا اور اس کے لباس کی تلاشی لینے لگا مجھے مایوسی نہیں ہوئی پتلون کی جیب سے برآمد ہونے والے ویلٹ میں ساڑھے چار ہزار سے کچھ زائد ہی رقم موجود تھی میں نے رقم نکال کر ویلٹ وہیں پھینک دیا اور باہر آتے ہوئے دوسرے کمرے سے ایک کمبل بھی اٹھا لیا۔ باہر اچھی خاصی سردی ہو رہی تھی اور میرا خیال تھا کہ راستے میں اس کمبل کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔

رتنا پسنجر سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔ اس نے کمبل میرے ہاتھ سے لے کر اپنی ٹانگوں پر پھیلا لیا۔ میں پورچ میں کھڑی ہوئی وین کی طرف آ گیا۔ وین کے پچھلی طرف ایک خالی ڈبہ پڑا ہوا تھا دوسری چیزوں کے ساتھ ربر کی ایک نلکی بھی موجود تھی۔

میں نے وین کی ٹنکی میں نلکی ڈال کر سانس سے پٹرول کھینچا اور ڈبہ بھرتے ہی نلکی ہٹا دی اور ڈبہ اٹھا کر برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔

برآمدے والے دروازے اور دونوں طرف دور تک پٹرول چھڑک کر میں کچھ پیچھے ہٹ گیا اور دیا سلائی جلا کر اس طرف اچھال دی۔ بھک کی آواز کے ساتھ پٹرول نے آگ پکڑ لی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کار کی طرف دوڑ لگا دی۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انجن سٹارٹ کیا اور اسے تیزی سے باہر والے گیٹ کی طرف لیتا چلا گیا۔ گیٹ کے پاس مجھے کار روکنی پڑی نیچے اتر کر گیٹ کھولا اور دوبارہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔

گیٹ سے آگے تقریباً دو سو گز تک ڈھلوان تھی میں نے کار کی رفتار کم رکھی اور پھر آگے اصلی راستے پر مڑتے ہی میں نے کار کی رفتار بڑھا دی۔ ستیش مہتہ نے بتایا تھا کہ پہاڑیوں میں بل کھاتا ہوا یہ راستہ آگے جا کر جے پور کی طرف جانے والے ہائی وے سے مل جاتا ہے۔ اس سڑک پر گھومتے ہی میں نے اور رتنا نے بیک وقت گردن گھما کر دیکھا۔ پٹرول سے لگائی ہوئی آگ نے فوراً ہی کوٹھی کو لپیٹ میں

لے لیا تھا۔ شعلے بتدریج پھیل رہے تھے یہاں آگ بجھانے کے لیے کسی قسم کی امداد ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ شاندار بنگلہ صبح تک راکھ کا ڈھیر بن چکا ہوگا اور جب ملبہ ہٹایا جائے گا تو چار لاشوں کی ہڈیوں کی راکھ بھی ضرور ملے گی۔

آگ کے شعلے بلند ہوتے جا رہے تھے۔ روشنی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ ہم ایک پہاڑی کے گرد گھوم کر دوسری طرف چلے گئے اور جلتا ہوا وہ بنگلہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

رتنا نے میری رائفل اپنی ٹانگوں کے سامنے رکھ لی تھی اور کمبل کھول کر پوری طرح اپنے اوپر لپیٹ لیا تھا میں نے اچھا ہی کیا تھا جو کمبل اٹھا لایا تھا کیونکہ اچھی خاصی خنکی ہو گئی تھی۔

سڑک پہاڑیوں میں بل کھاتی جا رہی تھی۔ رتنا خاموش بیٹھی آگے دیکھ رہی تھی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم جے پور جانے والے ہائی وے پر پہنچ گئے۔ رتنا نے گردن گھما کر دیکھا اور پھر ایک دم چیخ اٹھی۔

”ارے دیکھو۔“

میں نے بھی گردن گھما کر دیکھا۔ خاصی بلندی پر لگتا تھا جیسے آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔ روشن بابو کا بنگلہ پوری طرح آگ کی لپیٹ میں آ چکا تھا اور شعلے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے لگ رہے تھے۔

ہائی وے پر مڑتے ہی میں نے کار کی رفتار بڑھا دی۔ سڑک کے دونوں طرف اگرچہ پہاڑیاں تھیں مگر سڑک سیدھی اور ہموار تھی۔ کہیں کوئی موڑ آ جاتا تو مجھے کار کی رفتار کم کرنی پڑتی۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ہم پہاڑیوں سے نکل کر کھلے میں آ گئے سڑک کے دونوں طرف چٹیل میدان تھا بلکہ شاید ریگستان تھا۔

”یہ تو میں سمجھ گئی ہوں کہ ہمارا رخ جے پور کی طرف ہے۔“ رتنا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن جے پور میں جانا کہاں ہے۔ میرا مطلب ہے کوئی ٹھکانہ؟“

”تمہیں یاد ہوگا کہ جب ہم کنیا کے فلیٹ میں تھے تو کنیا کماری نے بتایا تھا کہ اس کی ایک کزن جے پور میں محکمہ سیاحت میں گائیڈ ہے۔“ میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”جے پور پہنچتے ہی ہم سب سے پہلے اس کو تلاش کریں گے میرا خیال ہے اس سے رابطہ کرنے میں ہمیں زیادہ دشواری پیش نہیں آئے گی۔“

”بغیر نام کے کسی کو تلاش کرنا آسان تو نہیں ہوتا۔“ رتنا نے کہا۔

”تم شاید کنیا کماری کی ساری باتیں بھول چکی ہو لیکن مجھے سب یاد ہے۔ اس کی کزن کا نام ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”عورتوں کی باتیں بہت یاد رکھتے ہو۔ اچھا بتاؤ کیا نام بتایا تھا اس نے۔“ رتنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ششاوری۔“ میں نے جواب دیا۔ ”یہ اتفاق ہے کہ جب سے میں اس چکر میں پھنسا ہوں میرا واسطہ عورتوں ہی سے رہا ہے۔ سب سے پہلے تو عمرکوٹ میں وہ حسین ناگن ملی تھی جو مجھے مہمان بنا کر اپنے گھر لے گئی تھی اور بے ہوش کر کے رئیس قبو کے آدمیوں کے حوالے کر دیا تھا پھر بیلا سے واسطہ پڑا جو اب تک جاری ہے۔ ماؤنٹ ابو میں الکا اگنی ہوتری، مادھو، سمتری، للیتا اور تم..... اور تمہارا ساتھ اب تک چل رہا ہے اب اگر میں کہوں کہ تمہیں بھول گیا ہوں تو یہ میری زیادتی ہوگی۔“

"مجھے بھول سکتے ہو؟" رتنا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی روشن بابو کے بنگلے میں ہونے والے خون خرابے کا اثر اس کے ذہن سے زائل ہو چکا تھا۔

"کبھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "تمہیں کبھی نہ بھولنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔"

"مثلاً" اس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

"مثلاً یہ کہ تم قابل اعتماد ہو۔ تم میں وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور اور تم مجھے اچھی لگتی ہو۔" میں نے کہا۔

"کیا واقعی......؟" رتنا نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ میں تو سمجھتی تھی کہ تم مجھے مطلب براری کے لیے اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہو اور جب بیلا کے چکر سے نجات مل جائے گی تو مجھے بھی چلتا کرو گے۔"

"اب تم زیادتی کر رہی ہو۔" میں نے رتنا کو گھورا۔ "اب تو میں نے طے کرلیا ہے کہ اگر ہم زندہ سلامت بیلا کے چکر سے نکل گئے تو تمہیں اپنے ساتھ پاکستان لے جاؤں گا۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟" رتنا کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔

"یہ تو وقت بتائے گا۔" میں نے جواب دیا۔

رتنا میری طرف دیکھتی رہی۔ چند لمحے خاموشی میں گزر گئے اور پھر گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی اور کمبل اوپر تک کھینچ لیا۔

"جے پور ہم کب تک پہنچیں گے؟" اس نے پوچھا۔

"ستیش مہتہ نے بتایا تھا کہ تقریباً چار گھنٹوں کا راستہ ہے۔ ہمیں سفر کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ تو ہو چکا ہے میرے حساب سے صبح ہونے تک ہم جے پور پہنچ جائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور یہ کار؟" اس نے پوچھا۔

"یہ کار ہمارے لیے ڈیتھ وارنٹ ہے اسے ہم ساتھ لے کر نہیں گھوم سکتے۔" میں نے جواب دیا۔ "راستے میں اگر کسی پولیس پارٹی نے معمول کے مطابق چیک کرنے کے لیے روک لیا یا جے پور میں صبح سویرے کسی جگہ روکا گیا تو معاملے کو سنبھالا جا سکتا ہے لیکن اس کے بعد یہ کار ہمارے لیے واقعی ڈیتھ وارنٹ ثابت ہوگی۔ اس لیے شہر میں داخل ہوتے ہی ہمیں اس سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔"

"میرا خیال ہے صبح بھی ششا وری کو تلاش کرنے تک کار اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہو گا۔" رتنا بولی۔

"پاگل ہوگئی ہو کیا؟" میں نے اسے گھورا۔ کوٹھی کو لگنے والی آگ دور تک دیکھی گئی ہوگی جھیل کے اطراف میں کاٹیج یا پہاڑیوں پر دوسرے بنگلوں میں رہنے والوں کو صبح سویرے ہی اس آتشزدگی کا پتہ چل جائے گا۔ کوئی نہ کوئی شہر میں پولیس کو بھی اطلاع دے دے گا یا ہوسکتا ہے صبح ستیش مہتہ بھی وہاں آنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح اسے صبح ہی پتہ چل جائے گا۔ اسے صورتحال کا اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئے گی کار غائب پا کر وہ سمجھ جائے گا کہ ہم جے پور کی طرف ہی گئے ہیں وہ فوراً ٹیلی فون پر جے پور اطلاع کردے گا اور اس طرح اس کار کی وجہ سے ہم فوراً ہی پکڑے جائیں گے۔"

"یعنی بیلا سے ملے بغیر!" رتنا نے کہا۔ "میرے خیال میں بیلا سے ایک الوداعی ملاقات

ضروری ہے اگر وہ ہمیں تلاش نہ کر سکی تو ہم اسے تلاش کریں گے۔"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا؟" میں نے اسے گھورا۔

"تم شاید بھول گئے ہو کہ چم پورم سے نکلنے کے بعد پہاڑوں میں بیلا ہمیں کتنی زوردار چپت لگا کر بھاگی تھی۔" رتنا نے کہا۔

"اوہ۔" میرے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ تمہارا مطلب وہ سوٹ کیس۔

"ہاں۔" رتنا نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ "میں وہ سوٹ کیس ہر قیمت پر بیلا سے واپس لینا چاہتی ہوں۔"

"ہوں۔" میں نے کہا۔ "اس طرح ایک نئی جنگ شروع ہو جائے گی اور ہمارے لیے یہاں سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

"ایک بات تم نے بھی اچھی طرح سمجھ لی ہوگی کہ دولت کے بغیر اس دنیا میں زندہ نہیں رہا جا سکتا۔" رتنا نے کہا۔ "اس سوٹ کیس میں اتنی دولت ہے کہ ہمیں زندگی بھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اس لیے......"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "جے پور کی صورتحال کا جائزہ لے کر ہی کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔"

اس مرتبہ رتنا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کار تیز رفتاری سے محدود اور سیدھی سڑک پر دوڑتی رہی۔

ہمیں سفر کرتے ہوئے تقریباً ڈھائی گھنٹے ہو چکے تھے سامنے بہت دور پھیلی ہوئی روشنیاں نظر آ رہی تھیں وہ جے پور کی ہرگز نہیں ہو سکی تھیں کوئی بڑا قصبہ یا شہر تھا۔ روشنیاں بتدریج قریب آتی جا رہی تھیں۔

وہ رات کا آخری پہر تھا۔ شہر پر سناٹا طاری تھا۔ البتہ شہر میں داخل ہوتے ہی چند کتے بھونکتے ہوئے ہمارے پیچھے لگ گئے انہوں نے کچھ دور تک ہمارا تعاقب کیا اور پھر شاید تھک کر رک گئے تھے۔

میں کار کو اس سڑک پر سیدھا لیتا چلا گیا۔ ایک موڑ پر دو آدمیوں کو دیکھ کر میں نے ان کے قریب کار روک لی۔ وہ دونوں اس علاقے کے چوکیدار تھے دونوں کے ہاتھوں میں لمبی لمبی لاٹھیاں تھیں۔

"او بھایا۔" میں نے کھڑکی کا شیشہ گرا کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "جے پور کا راستہ کس طرف کو ہے بھایا۔"

ان میں سے ایک کار کے قریب آ گیا۔ اس نے قدرے جھک کر پہلے رتنا کو دیکھا پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہاں سے سیدھا چلے جاؤ۔ ایک چوک پر ماروتی کا بہت بڑا بورڈ نظر آئے گا وہاں سے کھبے کو مڑ جانا اس سڑک پر اور بھی بہت سے موڑ ہیں مگر تم سیدھے چلے جانا ریلوے پھاٹک پار کر کے تم جے پور جانے والی سڑک پر پہنچ جاؤ گے۔"

"دھنے باد بھایا۔" میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کار آگے بڑھا دی۔

ماروتی کے بورڈ والا چوراہا وہاں سے کافی دور تھا یہ شہر کراتا جیسا تو نہیں تھا لیکن کافی بڑا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ہم ریلوے پھاٹک پر پہنچ گئے۔ ریلوے پھاٹک کے آگے [illegible]

سڑک کے دونوں طرف دکانیں تھیں جو ظاہر ہے اس وقت بند تھیں لیکن چائے کی دو تین دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ کچھ لوگ بھی ان دکانوں کے سامنے کرسیوں پر بیٹھے نظر آ رہے تھے یہ مزدور قسم کے لوگ تھے۔ ریلوے سٹیشن بھی وہاں سے دائیں طرف زیادہ دور نہیں تھا۔

میں نے چائے کی ایک دکان سے چند گز آگے کار روک لی دکان کا ایک ملازم لڑکا کار رکتے دیکھ کر دوڑا آیا میں نے اپنی طرف کی کھڑکی کا شیشہ گرا لیا۔

''اے لڑکے..... دو چائے لاؤ..... ذرا اچھی ہو۔'' میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

تقریباً دس منٹ بعد چائے سے بھرے ہوئے دو گلاس لے آیا۔ ایک میں نے رتنا کی طرف بڑھا دیا اور دوسرا خود لے لیا۔

چائے بہت اچھی تھی اور اس وقت ہمیں طلب بھی ہو رہی تھی۔ ہم اطمینان سے بیٹھے چائے پیتے رہے۔ گلاس تقریباً پندرہ منٹ بعد خالی ہوئے تھے۔ میں نے لڑکے کو بلا کر دونوں گلاس اس کے حوالے کر دیئے اس نے اس اسپیشل چائے کے چار روپے طلب کیے تھے میں نے پانچ کا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اور انجن سٹارٹ کر کے کار آگے بڑھا دی۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد دن کا اجالا پھیلنے لگا۔ ہمارے دونوں طرف ریگزار تھا جس میں بہت دور کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ دکھائی دے رہے تھے۔ یہ وہ مقامات تھے جہاں تھوڑا بہت پانی تھا اور سبزہ اگ آیا تھا۔

دھوپ نکل آئی اور مزید آدھے گھنٹے بعد شہر کے آثار دکھائی دینے لگے بہت بڑا شہر تھا اور بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ قلعہ نما بعض عمارتیں دور ہی سے نظر آ رہی تھیں۔

جے پور قلعہ بند شہر تھا۔ جب یہ شہر آباد ہوا تھا تو چاروں طرف صحرا کی اڑتی ہوئی ریت اور حملہ آوروں کو روکنے کے لیے بہت بڑی فصیل بنائی گئی تھی۔ پہلے تو یہ شہر فصیل کے اندر تک محدود تھا مگر پھر فصیل کے باہر بھی دور تک پھیلتا چلا گیا۔

شہر ابھی دور تھا مگر اس شہر پر گاڑیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ شہر کی نواحی بستیوں سے گزرتے ہوئے ہم بارونق علاقے میں پہنچ گئے۔ اس طرف ایک لاری اڈا بھی تھا۔

''میرا خیال ہے ہمیں کار یہیں کہیں چھوڑ دینی چاہئے۔''

میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''رائفل کمبل میں لپیٹ کر پچھلی سیٹ پر ڈال دو اور پستول مجھے دے دو۔''

رتنا نے پستول میری طرف بڑھا دیا جسے میں نے پتلون کی جیب میں ٹھونس لیا۔ رتنا نے رائفل کمبل میں لپیٹ کر کمبل پچھلی سیٹ پر ڈال دیا۔

میں نے کار کی رفتار بہت کم کر رکھی تھی اور متجسس نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس وقت صبح کے ساڑھے سات بج رہے تھے۔ بازاروں میں اچھی خاصی گہما گہمی ہو رہی تھی۔ میں نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر کار روک لی۔ نیچے اتر کر میں نے دروازے لاک کر دیئے اور چابی جیب میں ڈال لی۔ تقریباً پانچ [illegible] سے ٹانگیں اکڑ گئی تھیں کار سے اتر کر ہم چند منٹ وہیں کھڑے آپس میں

باتیں کرتے رہے اور پھر ایک طرف چلنے لگے۔ کئی سڑکیں اور بازار گھوم کر ہم وہاں سے بہت دور نکل آئے بازار پوری طرح کھل گئے تھے ہم ایک ریسٹورنٹ میں داخل ہو گئے جس کے سامنے حلوہ پوری اور کچوری وغیرہ بھی تلی جا رہی تھی۔

ناشتہ کرنے کے بعد بھی کچھ دیر تک وہاں بیٹھے رہے اور جب ریسٹورنٹ سے نکلے تو نو بج چکے تھے۔ ریسٹورنٹ کے سامنے ہی دو تین آٹو رکشہ کھڑے تھے۔ رتنا پہلے جے پور آ چکی تھی اور اس شہر کے بارے میں تھوڑا بہت جانتی تھی۔ ہم دونوں ایک آٹو رکشہ میں بیٹھ گئے اور رتنا نے ڈرائیور کو جنتر منتر چلنے کو کہہ دیا۔

آٹو رکشہ مختلف سڑکوں پر دوڑتا رہا۔ ایک چوک سے رتنا نے ڈرائیور کو جنتر منتر کی طرف جانے کے بجائے سٹی پیلس کی طرف چلنے کو کہہ دیا۔ اگرچہ جنتر منتر آبزرویٹری سے بھی سٹی پیلس تک جایا جا سکتا تھا لیکن رتنا نے دوسری طرف جانے کو ترجیح دی تھی۔

اس طرف گنجان آبادی کا علاقہ تھا۔ تنگ سے بازار اور گلیاں بازاروں میں اچھا خاصا رش تھا۔

رتنا نے ایک جگہ رکشہ رکوا لیا اور کرایہ دے کر ہم نیچے اتر آئے۔

''کہاں جانے کا ارادہ ہے۔'' میں نے پوچھا۔ ''مجھے یوں لگتا ہے جیسے کوئی خاص جگہ تمہارے ذہن میں ہو۔''

''ہمیں ششاوری کی تلاش ہے نا۔'' رتنا نے کہا۔ ''اگر ہم محکمہ سیاحت کے دفتر سے معلوم کریں گے تو کسی کی نظروں میں آ جائیں گے اس طرح سٹی پیلس ہے غیر ملکی سیاحوں کی پارٹیاں اس طرف آتی رہتی ہیں ان کے ساتھ محکمہ سیاحت کے گائیڈ بھی ہوتے ہیں ہم کسی گائیڈ سے ششاوری کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں۔''

''گڈ آئیڈیا۔'' میں نے کہا۔ ''تمہاری عقلمندی کی داد ضرور دوں گا۔''

''میں بیوقوف کب تھی؟'' رتنا نے مجھے گھورا۔

''میں نے تمہیں بیوقوف کب کہا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

زبان سے نہیں کہتے مگر سمجھتے ہو۔'' رتنا نے بھی مسکرا کر کہا۔

''یہ تمہاری سمجھ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

اس مرتبہ رتنا خاموش رہی اور ہم پرہجوم بازاروں میں سے ہوتے ہوئے سٹی پیلس پہنچ گئے۔ یہ عظیم الشان محل 1716ء میں مہاراجہ جے سنگھ ثانی نے تعمیر کروایا تھا اس کے ایک حصہ میں آج بھی شاہی خاندان کی رہائش ہے جبکہ ایک حصے کو میوزیم بنا دیا گیا ہے جو راجہ مان سنگھ کے نام سے منسوب ہے۔

اس وقت دس بجنے والے تھے۔ کچھ سیاح محل کے مختلف حصوں میں گھوم رہے تھے۔ یہ مقامی سیاح تھے جو ہندوستان کے مختلف حصوں سے آئے تھے ان کے ساتھ کوئی ایسا آدمی یا عورت نظر نہیں آ رہی تھی جسے گائیڈ سمجھا جا سکتا۔ ہم بھی ادھر ادھر گھومتے رہے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد غیر ملکی سیاحوں کی ایک پارٹی محل میں داخل ہوئی یہ سب کے سب یورپین تھے ان کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر ہندوستانی عورت بھی تھی [illegible] کا بیج یہ ثابت کر رہا تھا کہ وہ محکمہ سیاحت کی گائیڈ ہے

وہ غیر ملکی سیاحوں کو محل کے مختلف حصوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔ ہم بھی اس پارٹی کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ ایک موقع پر میں اس گائیڈ کے قریب پہنچ گیا۔

''معاف کرنا دیوی جی۔'' میں نے ہندوؤں کی طرح ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے ہوئے کہا۔ ''ششاوری دیوی کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہیں وہ کہاں ملیں گی۔

''ششاوری'' خاتون گائیڈ نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ تو دو ہفتوں سے چھٹی پر ہے اور مزید دو تین ہفتوں تک ڈیوٹی پر آنے کی توقع نہیں۔''

''اوہ......'' میں نے کہا۔ ''ہم آگرہ سے آئے ہیں اور اس کے ایک عزیز کا پیغام اس تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ اس سے ملاقات کیسے ہو سکتی ہے۔''

''میں آپ کو ششاوری کے گھر کا پتہ سمجھا دیتی ہوں آپ آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ خاتون گائیڈ نے کہا اور ششاوری کا ایڈریس سمجھانے لگی۔ آخر میں بولی ''میں بھی بہت دنوں سے ششاوری سے نہیں مل سکی اس سے کہئے کہ کملا بھی اسے پوچھ پوچھ رہی ہے۔

''ضرور کہوں گا۔'' میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

سٹی پیلس سے باہر آ کر ہمیں فوراً آٹو رکشا مل گیا۔ اس مرتبہ ہمیں سول لائنز کے علاقے میں جانا تھا۔ اس لیے ہمیں ڈرائیور کو پتہ سمجھانے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ ہم نے جے محل پیلس ہوٹل سے کچھ فاصلے پر رکشہ چھوڑ دیا۔ سول لائنز میں جیکب روڈ پر واقع یہ فائیو سٹار ہوٹل بہت بڑے رقبے پر پھیلا ہوا تھا ہم رکشے سے اتر کر ہوٹل کے ساتھ والی سڑک پر مڑ گئے۔

جے محل پیلس ہوٹل کے پچھلی طرف ایک بہت بڑا پارک تھا اور اس کے پیچھے بنگلے تھے۔ ہم پارک میں داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ پارک کے دائیں طرف کونے میں گارڈینیا کی بہت اونچی باڑ لگی ہوئی تھی۔ صاف لگتا تھا کہ یہ باڑ آنگن کے طور پر لگائی گئی تھی اس کے پچھلی طرف کوارٹر ٹائپ کی ایک چھوٹی سی عمارت بھی دکھائی دے رہی تھی۔

پارک میں رونق تھی۔ لوگوں کی آمدورفت تھی اور بچے بھی کھیل رہے تھے۔ ہم پارک کی مختلف روشوں پر سے گزرتے ہوئے اس باڑ کے قریب پہنچ گئے بائیں طرف اندر داخل ہونے والا راستہ تھا جس پر ٹاٹ کا پردہ لٹکا ہوا تھا میں باڑ کے قریب رک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ رتنا نے ٹاٹ کا پردہ اٹھا کر اندر بھی جھانکا تھا مگر کوئی آدمی دکھائی نہیں دیا تھا۔

''ارے بھئی کوئی ہے اندر۔'' میں نے پردہ اٹھا کر آواز لگائی۔

اندر سے کوئی جواب نہیں ملا لیکن پارک میں دور سے ایک آدمی کو تیز تیز قدموں سے اس طرف آتے دیکھ کر میں اس پردے سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا اس آدمی کی عمر پچاس کے لگ بھگ رہی ہوگی۔ قریب سے تراشے ہوئے بال بالکل سفید تھے۔ شیو بھی غالباً دو تین دن سے نہیں بنایا گیا تھا مونچھیں بھی بالکل سفید اور خاصی بڑی تھیں۔ کناروں سے نیچے کو جھکی ہوئی تھیں اس نے سفید میلی سی دھوتی اور سفید کرتا پہن رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں کھرپی تھی۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ اس پارک کا مالی تھا۔ سٹی پیلس میں اس خاتون گائیڈ نے مجھے اس مالی کا نام بھی بتایا تھا جو اس وقت میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔

''جی مہاراج تم کو ادھر کس سے ملن کا ہے؟'' مالی نے میرے سامنے آ کر کہا پھر رتنا کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم ہی اس پارک کے مالی ہو۔ تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یشودھر مہاراج۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہاں یشودھر مہاراج۔ ہم۔''

''یشودھر مہاراج'' نہیں۔ صرف یشودھر، مہاراج۔'' وہ ایک دم گڑبڑا سا گیا۔

''تم شودھر ہو یا یشودھر۔ ہم تمہیں مہاراج ہی کہیں گے۔'' میں نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔

''ہمیں دراصل ششاوری دیوی سے ملنا ہے۔ وہ یہیں رہتی ہے نا؟''

''ششاوری رہتی تو یہیں ہے پر آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں مہاراج؟'' وہ ایک بار پھر باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہم آگرہ سے آئے ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ششاوری دیوی کے لیے ایک پیغام ہے جو ہم اسی کو بتائیں گے ہم اس سے مل سکتے ہیں یا نہیں؟''

''ایک منٹ رکو مہاراج۔ ہم پوچھ کر آویں ہیں۔'' مالی نے کہا اور ہمیں وہیں رکنے کو کہہ کر اندر چلا گیا۔

یشودھر کی واپسی تقریباً پانچ منٹ بعد ہوئی تھی۔ اس وقت دوپہر کے بارہ بجنے والے تھے۔ روشن بابو کی پہاڑی کوٹھی کی آتشزدگی کا علم تو صبح ہی مکراتا والوں کو ہو گیا ہوگا اور مجھے یقین تھا کہ ہمارے بارے میں اطلاع جے پور بھی پہنچ چکی ہوگی اور ہو سکتا ہے یہاں ہماری تلاش شروع ہو چکی ہو مگر ہم ابھی تک محفوظ تھے۔

ہم یشودھر کے ساتھ اندر چلے گئے۔ گارڈینیا کی باڑ سے گھرا ہوا یہ کمپاؤنڈ تقریباً بیس گز چوڑا اور چالیس گز لمبا تھا۔ اس کے آخر میں دو سرونٹ کوارٹر بنے ہوئے تھے ان دونوں کے سامنے برآمدہ ایک ہی تھا لیکن درمیان میں دیوار کھڑی کر کے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ دو کمرے اس دیوار کے ایک طرف تھے اور دو دوسری طرف۔ میں برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے گردن گھما کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ گارڈینیا کی باڑ اتنی اونچی تھی کہ باہر سے اندر یا اندر سے باہر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

مالی یشودھر کے کوارٹر کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی سیلن کا احساس ہوا۔ کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک چارپائی پر ایک عورت لیٹی ہوئی تھی جس کی عمر تیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اگر وہ صحت مند ہوتی تو اسے بے حد حسین کہا جا سکتا تھا مگر بیماری نے اسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ دھبے سے پڑے ہوئے تھے۔

ہمیں دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے اسے لیٹے رہنے کا اشارہ کیا اور دوسری چارپائی پر بیٹھ گیا۔ رتنا اس عورت کی چارپائی کی پٹی پر بیٹھ گئی۔

''یہ ششاوری ہے مہاراج۔'' یشودھر نے کہا۔ ''آپ خود اس کو بتاؤ کہ کہاں سے آئے ہو۔

کا ہے کو ملن ہو۔"

"ہاں..... ہم بتاتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "تم مجھے ایک گلاس پانی پلا دو۔"

یشودھر باہر نکل گیا۔ میں کمرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یہاں کی حالت دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ یہ کمرہ کسی طرح بھی انسانی رہائش کے قابل نہیں تھا لیکن نچلے درجے کے لوگوں کو انسان سمجھا ہی کب جاتا ہے۔ کمرے کی دیواروں کا پلستر ادھڑا ہوا تھا پچھلی دیوار میں ایک چھوٹا سا روشندان تھا جس میں چڑیوں نے گھونسلا بنا رکھا تھا۔

"آپ لوگ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟"

ششاوری نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھا۔

"ہم تمہاری کزن کنیا کماری کے دوست ہیں۔" میں نے مدھم لہجے میں کہا۔ "لیکن صورتحال ایسی ہے کہ ہم یشودھر کی موجودگی میں کوئی بات نہیں کر سکتے ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ یشودھر سے تمہارا کیا رشتہ ہے۔"

"یشودھر سے میرا خون کا کوئی رشتہ نہیں ہے محض انسانیت کا رشتہ ہے۔ اس نے مجھے ایک ایسے وقت پر سہارا دیا جب سب لوگ میرا ساتھ چھوڑ چکے تھے، لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو تو....." وہ یشودھر کو اندر آتے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

یشودھر نے پلاسٹک کا ایک میلا سا گلاس میری طرف بڑھا دیا۔ عام حالات میں ایسے گلاس کو میں ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کرتا لیکن میں نے تو اس سے بھی برے وقت کا سامنا کیا تھا۔

"یشودھر کاکا۔" ششاوری اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "یہ پیسے لے جاؤ اور نارائن لال کے ہوٹل سے چائے لے آؤ۔ کہنا اچھی سی چائے بنائے۔" اس نے تکیے کے نیچے سے پانچ کا ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

یشودھر نے ایک بار پھر ہم دونوں کی طرف دیکھا اور نوٹ مٹھی میں دبا کر کمرے سے نکل گیا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کمپاؤنڈ سے باہر جا چکا ہے تو میں نے ششاوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہم کنیا کماری کے دوست ہیں لیکن تمہارے لیے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے۔"

"کنیا کماری تو کراتا میں رہتی ہے اور یشودھر نے بتایا تھا کہ آپ لوگ آگرہ سے آئے ہیں۔ کنیا سے آپ کا کیا تعلق ہے اور ایسی کیا بات ہے جو آپ بتاتے ہوئے جھجک رہے ہیں؟" ششاوری کی آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے بات کس طرح کروں۔ میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔

"بات دراصل یہ ہے ششاوری بہن۔" رتنا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولی۔ "کنیا کماری کچھ عرصہ جودھ پور میں میرے ساتھ رہی ہے۔ انہیں دنوں اس نے مجھے تمہارے بارے میں بھی بتایا تھا اور انہی دنوں ایک آدمی نے کنیا کماری کماری کے ساتھ کچھ زیادتی کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ وہ اسے بات پر بلیک میل کر رہا تھا۔ کنیا نے مجھے بتا دیا کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔ اس سے کچھ عرصے پہلے اس شخص نے

کنیا کماری کے ساتھ پریم کا ناٹک رچا کر اس کی کچھ قابل اعتراض تصویریں کھینچ لی تھیں اور وہ انہیں تصویروں سے اسے بلیک میل کر رہا تھا۔ میں نے اسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ کنیا کماری نوکری چھوڑ کر جودھ پور سے کہیں اور چلی گئی اور میں بھی کچھ عرصہ بعد آگرہ چلی گئی۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "میں نے آگرے میں شادی کر لی۔ یہ میرے پتی ہیں مدل لعل۔" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ "چند روز پہلے ہم آگرہ سے جودھ پور گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر کراتا رک گئے اور اتفاق سے اگلے روز ایک ریسٹورنٹ میں کنیا کماری سے ملاقات ہو گئی۔ وہ ہمیں اپنے فلیٹ پر لے گئی۔ میں نے اس روز کی اس کی باتوں سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کچھ پریشان ہے اور پھر میرے پوچھنے پر اس نے بتا دیا کہ جس شخص کو جودھ پور میں پولیس کے حوالے کیا تھا اس کا تعلق بہت بڑے گینگ سے ہے۔ اس گینگ میں کچھ پولیس آفیسرز بھی شامل ہیں اور بیلا نام کی عورت بھی جس کے تعلقات بہت اوپر تک ہیں۔ یہ لوگ بھولی بھالی خوبصورت لڑکیوں کو پھانس کر انہیں اپنے گھناؤنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

"ان لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ کنیا کماری کراتا میں ہے۔ انہوں نے اسے ڈھونڈ نکالا اور ایک بار پھر اسے بلیک میل کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ میں کنیا کماری کو لے کر ستیش مہتہ نامی ایک پولیس آفیسر کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے ہماری مدد کا وعدہ کر لیا لیکن اگلے ہی روز ہمیں پتہ چلا کہ ستیش مہتہ نامی وہ پولیس آفیسر بھی اس گینگ میں شامل ہے۔ وہ کنیا کماری کو کسی طرح بہلا پھسلا کر کراتا سے تقریباً بیس میل دور ایک پہاڑی بنگلے میں لے گیا۔ مجھے پتا چلا تو ہم بھی انہیں تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ وہاں بیلا نام کی وہ عورت بھی موجود تھی۔

"وہ لوگ کنیا کماری کی بلیو فلم بنانا چاہتے تھے اس کے لیے اس پر تشدد بھی کیا گیا تھا ہم نے کنیا کماری کو لے کر وہاں سے بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر ہمیں بھی بنگلے میں گھیر لیا گیا۔ فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوا جس کے نتیجے میں ایک گولی کنیا کماری کے سینے میں لگی۔"

"کنیا کماری نے میری گود میں دم توڑا تھا۔ آخری سانس لینے سے پہلے اس نے کہا تھا کہ ہم اپنی جان بچا کر جے پور ششاوری کے پاس لے جائیں۔ وہ ہماری مدد کرے گی۔ ہم بڑی مشکل سے وہاں سے جان بچا کر بھاگے ہیں اور یہاں آ گئے ہیں۔ ہم پولیس کے پاس نہیں جا سکتے کیونکہ اس گینگ میں پولیس آفیسر بھی شامل ہیں اور ظاہر ہے ان کی وجہ سے پولیس ہماری کوئی مدد نہیں کرے گی بلکہ الٹا ہم کو پھنسانے کی کوشش کی جائے گی۔"

"میں تو خود حالات کی ڈسی ہوئی ہوں تم لوگوں کی کیا مدد کر سکتی ہوں۔"

"تمہیں دیکھتے ہی ہمیں تمہارے حالات کا اندازہ ہو گیا تھا۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم اتنا کر سکتی ہو کہ ہمیں چند روز یہاں پناہ دے دو۔ میرا مطلب ہے ہم چند روز تک پولیس کی نظروں میں نہیں آنا چاہتے۔ یوں تو ہم کہیں بھی جا سکتے تھے لیکن یہاں آنے کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں سے کنیا کماری کی چتا کا بدلہ لیا جائے اور ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک مجرموں کو کیفر دار تک نہ پہنچا دیا جائے۔ کنیا کماری بہت اچھی لڑکی تھی تمہاری بہت تعریف کرتی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ تم بھی کسی قسم کی زیادتی کا شکار رہی ہو اور تمہارے ساتھ بھی ناانصافی ہوئی ہے۔" یہ بات

میں نے یونہی بے تکی ہانک دی تھی لیکن اندھیرے میں پھینکا ہوا تیر نشانے پر لگا تھا۔

''زیادتی۔'' ششاوری نے گہرا سانس لیا۔ ''میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ شاید دنیا میں کسی کے ساتھ نہ ہوا ہو۔ بہر حال، میں یشودھر کاکا سے کہوں گی کہ تم لوگوں کو چند روز یہاں رہنے دے۔''

''اور یہ بھی کہ ہمارے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے کہ ہم یہاں ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''بس دو چار دن کی بات ہے۔ وہ طاقتور لوگ ہیں جب تک میں ان کے مقابلے پر قدم نہ جما لوں ہم کھل کر ان کے سامنے نہیں آسکتے اور اس دوران ہم تمہارا علاج بھی کرائیں گے۔ یہاں کی حالت دیکھ کر مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہارے مالی حالات بھی کچھ اچھے نہیں ہیں۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

ششاوری گہرا سانس لے کر رہ گئی۔ رتنا کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اسی وقت یشودھر اندر داخل ہوا۔

''تم اپنے مہمانوں سے باتیں کرو بیٹا۔ میں ذرا پارک کا ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔

''یشودھر سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟'' میں نے ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔

''کوئی نہیں۔'' ششاوری نے کہا۔ ''میں بھی کنیا کماری کی طرح فریب کا شکار ہوئی ہوں۔ کنیا کو تو موت نے نجات دلا دی مگر میری نجات نجانے کب ہو؟؟'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''بھشنا سے میری ملاقات شملہ میں ہوئی تھی۔ میں وہاں ایک ہوٹل میں ملازم تھی اور بھشنا سیر و تفریح کے لیے وہاں آیا تھا اور ہمارے ہی ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسے کمرے میں سروس میں ہی دیتی تھی۔ وہ آیا تو تین چار روز کے لیے تھا مگر ایک مہینے تک وہاں رکا رہا۔ میں ڈیوٹی کے بعد اکثر اس کے ساتھ گھومتی رہتی تھی۔ وہ مجھے پسند کرنے لگا تھا۔

''وہ بہت شریف آدمی تھا۔ اس نے مجھے کبھی چھوا تک نہیں تھا۔ ایک روز اس نے مجھے شادی کی پیشکش کر دی جسے میں نے قبول کر لیا۔ ہماری شادی شملہ ہی میں ہو گئی اور جب وہ مجھے لے کر جے پور واپس آیا تو اس کے گھر والوں نے مجھے بہو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا۔

''بھشنا نے بھی گھر چھوڑ دیا۔ اس نے مجھے الگ مکان لے دیا اور خود بھی میرے ساتھ رہنے لگا۔ چند ہی روز بعد یہ انکشاف ہوا کہ بھشنا کی منگنی ہو چکی تھی اور کچھ ہی عرصے بعد شادی ہونے والی تھی۔ لڑکی والوں کو جب پتہ چلا کہ بھشنا نے مجھ سے شادی کر لی ہے تو انہوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا وہ لوگ مجھے بھی دھمکیاں دینے لگے کہ میں اسے چھوڑ کر چلی جاؤں مگر میرا پتی میرے ساتھ تھا ہم دونوں ڈٹ گئے۔ بھشنا کے پتا نے اسے اپنی جائیداد سے عاق تو کر ہی دیا تھا لیکن لڑکی والے ہماری جانوں کے دشمن ہو گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ بھشنا نے ان کی لڑکی کو چھوڑ کر انہیں ذلیل کیا ہے اس لیے وہ اسے بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

''اور پھر ایک رات انہوں نے پٹرول چھڑک کر ہمارے گھر کو آگ لگا دی۔ بھشنا ان دنوں ذہنی طور پر بہت زیادہ پریشان تھا۔ اسے رات کو نیند بھی نہیں آتی تھی۔ اس نے خواب آور گولی کھائی ہوئی تھی۔

آگ ایک دم پھیل گئی تھی۔ میری آنکھ کھل گئی میں نے بھشنا کو جگانے کی کوشش کی مگر کامیاب

نہیں ہو سکی۔ اس پر خواب آور گولی کا اثر تھا۔ میں اسے کسی نہ کسی طرح گھسیٹ کر کمرے کے باہر دروازے تک لے آئی لیکن لکڑی کی ایک جلتی ہوئی بلی میرے اوپر گری میرے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔

''باہر لوگ جمع ہو گئے تھے۔ شور ہو رہا تھا دو آدمی اندر گھس آئے وہ مجھے کھینچ کر باہر لے گئے۔ انہوں نے بھشنا کو بھی بچانے کی کوشش کی لیکن لکڑی کا ایک بڑا جلتا ہوا شہتیر اس کے اوپر گرا وہ لوگ بھشنا کو بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

مجھے ہسپتال میں ہوش آیا تھا۔ جہاں دوسرے دن مجھے بتایا گیا کہ سب کچھ جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ بھشنا بھی ...... میں اس شہر میں بالکل اکیلی تھی کوئی مجھ سے ہمدردی جتانے والا نہیں تھا۔ بھشنا کے پتا اور اس کی سابق منگیتر کے گھر والوں نے مجھے پھنسانے کی کوشش کی۔ انہوں نے مجھ پر الزام لگایا کہ بھشنا کو مارنے کے لیے میں نے آگ لگائی تھی۔

''میں نے ان کے خلاف قانون کا سہارا لینے کی کوشش کی تھی مگر وہ دولت مند لوگ تھے۔ ان کے بہت تعلقات تھے۔ مجھے پولیس کے ذریعے ڈرایا، دھمکایا گیا پولیس طرح طرح سے مجھے پریشان کرتی رہی۔

''چھ مہینوں بعد عدالت نے مجھے اس الزام سے بری کر دیا اور اس آتشزدگی کو ایک اتفاقی حادثہ قرار دیا۔ میں بہت چیخی چلائی کہ یہ اتفاقی حادثہ نہیں تھا مگر میری ایک نہیں سنی گئی۔

''میں بالکل اکیلی رہ گئی تھی۔ اس روز میں عدالت کے گیٹ کے پاس کھڑی رو رہی تھی کہ مجھے یشودھر مل گیا۔ ہمدردی کے دو بول سن کر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہ مجھے اپنے ساتھ لے آیا اور مجھے بیٹی کی طرح اپنے پاس رکھا۔

''میں نے ٹورازم گائیڈ کا ایک سال کا کورس کر لیا اور میں پچھلے ایک سال سے محکمہ سیاحت میں ڈیلی ویجز پر ملازم ہوں۔ کبھی کام ملتا ہے اور کبھی کئی کئی روز تک بیکار بیٹھی رہتی ہوں۔ میں جو کچھ بھی کماتی ہوں یشودھر کے حوالے کر دیتی ہوں۔ پچھلے ایک ہفتے سے بیمار پڑی ہوں اس میں شبہ نہیں کہ ہمارے مالی حالات بہت دگرگوں ہیں مگر یشودھر کاکا نے میرے علاج میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ ہر دوسرے دن مجھے سرکاری ڈسپنسری میں لے جاتا ہے۔ مگر تم جانتے ہو کہ سرکاری ڈسپنسریوں میں کس قسم کا علاج ہوتا ہے۔ دوائیں تو ڈسپنسری والے بیچ کر کھا جاتے ہیں اور مریضوں کو ڈسپرین کی پڑیاں اور رنگین پانی گھول کر دے دیا جاتا ہے۔ آرام کیسے آئے گا۔''

''تمہارا مرض کیا ہے؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''مرض تو بہت معمولی ہے۔'' اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''جگر بڑھ گیا ہے۔ مناسب علاج ہو تو دو دن میں ٹھیک ہو جاتا ہے مگر ایک وید کی دی گئی غلط دوائی سے الٹیاں شروع ہو گئیں جو مسلسل تین دن تک جاری رہیں۔ اب الٹیاں تو بند ہو گئی ہیں مگر اس کے ساتھ دوسری چار تکلیفیں شروع ہو گئی ہیں۔''

''پریشان مت ہو ششاوری۔'' رتنا نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''میں آج شام تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے چلوں گی۔ ہم تمہارا علاج کرائیں گے۔ تم دو چار روز میں ٹھیک ہو جاؤ گی۔''

''مگر......''

”اگر مگر کچھ نہیں۔“ رتنا نے اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ ”ہمیں غیر مت سمجھو۔ کنیا کماری میری بہت اچھی دوست تھی۔ میری چھوٹی بہن کی طرح ہم کمرا تا واپس بھی جاسکتے تھے مگر اس کے بدلے کی آگ ہمیں یہاں لے آئی ہے۔ وہ پولیس آفیسر ستیش مہتہ جے پور ہی کا رہنے والا ہے اور وہ لڑکی بیلا...... اس نے بھی جے پور کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا رکھا ہے۔ ہم جب تک ان دونوں سے کنیا کماری کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ تم بس اتنی مہربانی کرو...... یشودھر کاکا کو سمجھا دو کہ ہم تمہارے رشتے دار ہیں اور آگرے سے آئے ہیں۔ وہ باہر ہمارے بارے میں کسی کو نہ بتائے۔“

”میں یشودھر کاکا کو سمجھا دوں گی دیدی۔“ ششاوری نے کہا۔ ”وہ بہت اچھا آدمی ہے اگر وہ مجھے سہارا نہ دیتا تو پتہ نہیں میرا کیا حشر ہوتا۔ اسے تو خوشی ہوگی کہ میرا کوئی ہمدرد یہاں آیا ہے۔“

”اور یہ بات بھی ذہن میں رکھو۔“ رتنا نے کہا ”ہم تمہارے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بدلہ بھی لیں گے۔ تمہارا پتی تو اس دنیا میں نہیں رہا مگر تمہارے سسرال والوں سے تمہارا حق ضرور دلوائیں گے۔ پر اس سلسلے میں ذرا تم خاموش ہی رہنا۔ پہلے ہمیں کنیا کماری والے مسئلے سے نمٹ لینے دو پھر دیکھنا تمہارا سسر کس طرح یہاں آکر تمہارے قدموں پر گرتا ہے۔“

ہم کافی دیر تک باتیں کرتے رہے پھر رتنا اٹھ کر کمرے کی صفائی کرنے لگی۔

دو بجے کے قریب یشودھر کاکا آگیا۔ وہ حیرت سے مجھے اور رتنا کو کام کرتے ہوئے دیکھنے لگا۔

”یشودھر کاکا۔“ یہ میرے ایک سورگ باشی جیجا کے رشتے دار ہیں انہیں میرے بارے میں پتہ چلا تو آئے ہیں۔ یہ چند روز یہاں رہیں گے تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟“

”مجھے کیوں اعتراض ہوگا بیٹا۔“ یشودھرا نے کہا۔ ”یہ تو بھگوان کی کرپا ہے کہ تمہارے اپنے تمہارے پاس آگئے ہیں۔“

”تم بھی تو میرے اپنے ہو یشودھر کاکا۔“ ششاوری نے کہا۔ ”باتیں ہم بعد میں کریں گے۔ اب پہلے تم ان کے بھوجن کا بندوبست کرو۔ دیکھو ان لوگوں نے آتے ہی جھاڑ پونچھ شروع کر دی ہے میرا کوئی بات سنتے ہی نہیں۔“

یشودھر خاموش ہی رہا۔ میں نے جیب سے پچاس روپے نکال کر زبردستی اس کی مٹھی میں دبا دیئے۔

”یشودھر کاکا، ابھی تو تم کسی ہوٹل سے کھانے کو کچھ لے آؤ۔ پھر شام کو کچھ چیزیں لے آنا۔ میری پتنی شیلا کھانا پکایا کرے گی۔“ میں نے کہا۔

ششاوری بتا رہی تھی کہ گھر کے سارے کام وہ خود ہی کرتی تھی صبح کام پر جانے سے پہلے وہ یشودھرا کاکا کے لیے روٹی پکا کر رکھ جایا کرتی تھی اور رات کا کھانا آکر تیار کرتی تھی۔ لیکن اس کے بیمار ہونے سے سب کچھ چوپٹ ہو کر رہ گیا۔

”ساتھ والا کوارٹر خالی ہے یہاں کوئی نہیں رہتا کیا یشودھر کاکا کیا اس پورے پارک کی دیکھ بھال کرتا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”نہیں...... یہاں تین مالی ہیں۔“ ششاوری نے جواب دیا۔ ”باقی دونوں آگے بستی میں اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ ایک اور مالی پہلے یہاں ساتھ والے کوارٹر میں بھی رہتا تھا لیکن دونوں کمروں کی چھتیں ٹوٹی ہوئی ہیں اس لیے وہ بستی میں چلا گیا۔ اس کوارٹر کا بھی یہی کمرہ ٹھیک ہے ساتھ والے کمرے کی چھت ایک کونے سے ٹوٹی ہوئی ہے۔ یشودھر کاکا نے کئی مرتبہ اپنے محکمے کو کوارٹر کی مرمت کے لیے لکھ کر دیا ہے مگر کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔ افسروں کے بنگلوں پر تو ہر وقت کام ہوتا رہتا ہے پر غریبوں کو کون پوچھتا ہے۔“

”ہاں...... یہ بات تو ہے۔ غریب ہی ہر جگہ پستا ہے۔“ میں نے کہا۔

رتنا نے گھر کا نقشہ ہی بدل دیا تھا۔ ششاوری بات بات پر ہمارا شکریہ ادا کر رہی تھی۔ میں اس وقت برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ رتنا نے ششاوری کو بھی برآمدے میں چارپائی پر بٹھا دیا تھا باہر پارک کی طرف بچوں وغیرہ کے شور کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اٹھ کر باڑ میں ایک جگہ سے جھانکا۔ پارک میں بڑی رونق تھی سینکڑوں کی تعداد لوگ موجود تھے بچے بھی شور مچاتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگے پھر رہے تھے۔ میں دوبارہ برآمدے میں آکر کرسی پر بیٹھ گیا۔

”لیڈی ڈاکٹر کا کلینک کہاں ہے؟“ میں نے ششاوری سے پوچھا۔

”اس طرف پارک کے ساتھ سڑک کے دوسری طرف۔“ اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ ”ڈاکٹر انجلا چھ بجے آتی ہے۔“

”رتنا تمہیں ساتھ لے جائے گی اور ہاں۔ اگر تمہارے پاس فالتو کپڑے ہوں تو ایک جوڑا رتنا کو دو چار دن کے لیے مستعار دے دو۔“ میں نے کہا۔

”میرے پاس چار پانچ جوڑے ہیں۔ دیدی کوئی سا بھی پہن لے۔ میرے خیال میں میرے کپڑے اسے پورے آجائیں گے۔“ ششاوری نے جواب دیا۔

رتنا اسے سہارا دے کر اندر لے گئی اور چارپائی کے نیچے سے ٹرنک نکال کر کھول لیا اور اس میں رکھے ہوئے کپڑوں کا جائزہ لے کر ایک جوڑا نکال لیا۔

پانی کا ڈرم آنگن میں رکھا ہوا تھا۔ رتنا ششاوری کو ایک بار پھر باہر لے آئی اس کا منہ ہاتھ دھلایا۔ اندر لے جا کر اس کے کپڑے تبدیل کیے اور پھر خود تیار ہونے لگی۔

رتنا کو دیکھ کر میرے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ آگئی۔ شوخ شنگ پھولدار کپڑے کی شلوار قمیص اور رنگ برنگی چنری تھی۔ اس نے چنری اس طرح اوڑھ لی کہ چہرہ چھپ گیا۔

”بخار ہو رہا ہے تمہیں۔ پیدل چل لوگی؟“ رتنا نے ششاوری سے پوچھا۔

”یشودھر کاکا مجھے سائیکل پر بٹھا کر لے جاتا ہے۔ وہ ابھی آتا ہی ہوگا۔“ ششاوری نے جواب دیا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد یشودھر اور اس کے ساتھ دو اور آدمیوں کو آتے دیکھ کر میں کمرے میں چلا گیا۔ وہ دونوں بھی مالی ہی تھے دونوں گھاس کاٹنے والی مشینیں کھینچتے ہوئے لا رہے تھے۔ وہ دونوں اپنا

سامان کمپاؤنڈ ہی میں رکھ کر واپس چلے گئے میں بھی کمرے سے باہر آ گیا۔

یشودھر کو معلوم تھا کہ ششاوری کو ڈاکٹر کے پاس جانا ہے اس لیے وہ بھی فوراً ہی کمرے سے اپنی سائیکل کو کھینچنے لگا۔ رتنا ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

میں کوارٹر کے اردگرد گھوم پھر کر جائزہ لینے لگا۔ کوارٹر کے پچھلی طرف بھی کھلی جگہ تھی۔ اس طرف گارڈینیا کی باڑ نہیں تھی البتہ جھاڑیاں وغیرہ سے حد بندی کر دی گئی تھی۔ ایک طرف سوکھی لکڑیوں کا ڈھیر بھی لگا ہوا تھا۔ اس سے تقریباً پچاس گز آگے پارک کا جنگلہ تھا جس کے دوسری طرف بیس پچیس فٹ چوڑی سڑک تھی اور اس سے آگے رہائشی بنگلے تھے۔

جھاڑیوں کی باڑ کے قریب ہی ایک کونے میں کچی اینٹوں کی دیواریں کھڑی کر کے ٹائلٹ بھی بنا ہوا تھا جس کے دروازے پر ٹاٹ کا پردہ بنا ہوا تھا میں گھوم پھر کر دوبارہ کمپاؤنڈ میں آ گیا اور کرسی پر بیٹھ کر صورتحال کا جائزہ لینے لگا۔

ٹکرانا میں تو خوب ہنگامہ مچا ہوا ہوگا۔ بیلا کو بھی پتہ چل گیا ہوگا کہ ہم اتنے روز ٹکرانا میں کہاں روپوش رہے تھے اور کس طرح وہاں سے فرار ہوئے تھے۔ اے سی پی تیش مہتہ کے بارے میں اگر یہ پتہ چل گیا ہوگا کہ وہ روشن بابو کے بنگلے میں ہماری موجودگی سے آگاہ تھا تو اس کی شامت ہی آ گئی ہوگی۔

بیلا کو بھی پتہ چل گیا ہوگا کہ ہم جے پور کی طرف فرار ہوئے ہیں وہ بھی جے پور پہنچ چکی ہوگی اور اب تک تو روشن بابو کی اس کار کا بھی پتہ چل گیا ہوگا جو ہم نے لاری اڈے کے پاس لاوارث چھوڑی تھی۔ کار سے برآمد ہونے والی رائفل نے پولیس کو ساری کہانی سمجھا دی ہوگی۔ جے پور میں ہماری تلاش شروع ہو چکی ہوگی اور یہ تلاش کس پیمانے پر اور کس انداز میں ہو رہی تھی اس کا ابھی تک مجھے کچھ اندازہ نہیں تھا۔

رتنا اور ششاوری کی واپسی تقریباً ایک گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ اس وقت اندھیرا پھیل رہا تھا۔ ششاوری کو بستر پر بٹھا کر رتنا نے دونوں کمروں میں کیراسین لیمپ جلا دیئے اور دوسرے کمرے میں چولہا جلا کر چائے بنانے لگی۔ وہ کنڈینسڈ ملک کا ڈبہ بھی لے آئی تھی۔

میں ششاوری کے پاس بیٹھ کر پوچھنے لگا۔ ڈاکٹر نے دوائیں لکھ کر دی تھیں جو رتنا لے آئی تھی دواؤں کے استعمال کے ساتھ اسے دو چار دن پرہیز کے لیے بھی کہا گیا تھا۔

رتنا چائے بنا کر لے آئی۔ یشودھر کاکا بھی ہمارے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ششاوری کی دیکھ بھال کے لیے وہ ہمیں بہت دعائیں دے رہا تھا۔

”اچھا یشودھر کاکا تم ایسا کرو۔“ میں نے جیب سے چند نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”ششاوری اور شیلا سے پوچھ کر کچھ سامان لے آؤ... بلکہ ایسا کرو کہ تم شیلا کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ جس چیز کی ضرورت ہوگی یہ دیکھ کر لے لے گی۔“

چائے پینے کے بعد وہ دونوں چلے گئے۔ یشودھر نے اپنی سائیکل بھی لے لی تھی۔ میں ششاوری کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ اس نے یشودھر کو سمجھا دیا تھا کہ ہمارے بارے میں زیادہ چرچا نہ کیا

جائے اگر کوئی پوچھے تو یہی کہا جائے کہ ہم ششاوری کے رشتے دار ہیں اور آگرہ سے آئے ہیں۔

رتنا اور یشودھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد واپس آئے تھے۔ سائیکل کے کیریئر پر سامان لدا ہوا تھا۔ ایک دو تھیلے رتنا نے بھی اٹھا رکھے تھے۔ وہ ضرورت کی ہر چیز لے آئی تھی۔ یہ راشن ہم چاروں کے لیے ایک مہینے کے لیے کافی تھا۔ راشن کے علاوہ رتنا انگریزی کا ایک ایوننگ پیپر بھی لے آئی تھی۔

توقع کے عین مطابق اخبار کی ہیڈ لائن ہمارے ہی بارے میں تھی۔ ٹکرانا میں روشن بابو کے راکھ شدہ بنگلے کے ساتھ اس کار کی تصویر بھی چھپی تھی جو ہم نے جے پور کے ایک بازار میں چھوڑ دی تھی اور کار سے برآمد ہونے والی رائفل کی تصویر بھی موجود تھی۔

اخبار نے بڑی تفصیل سے ٹکرانا کے واقعات کے بارے میں لکھا تھا۔ بکس میں ایک خبر یہ بھی تھی کہ ٹکرانا کا ایک پولیس آفیسر تیش مہتہ دہشت گردوں سے ملا ہوا ہے اور وہ بھی دہشت گردوں کے ساتھ روپوش ہو چکا ہے۔ اخبار نے اس یقین کا اظہار بھی کیا تھا کہ دہشت گرد جے پور میں موجود ہیں اور پولیس اور بلیک کیٹس بڑی سرگرمی سے انہیں تلاش کر رہے ہیں۔

اخبار میں بہت سی خبریں ہمارے حوالے سے تھیں۔ پولیس کی طرف سے لوگوں کو خبردار کیا گیا تھا کہ وہ کسی اجنبی کو پناہ نہ دیں۔ کوئی مشتبہ آدمی ان کی نظروں میں آئے تو فوراً پولیس کو اطلاع دی جائے۔

یہ بھی اچھا ہوا تھا کہ ہم نے ششاوری کو کنیا کماری، روشن بابو کے بنگلے میں آتشزدگی اور تیش مہتہ کے بارے میں بتا دیا تھا اور اخبار کی خبر سے اس نے بھی یقین کر لیا تھا کہ تیش مہتہ واقعی گینگ سے ملا ہوا تھا اور پکڑے جانے کے خوف سے روپوش ہو گیا تھا۔ اگر ہم نے ششاوری کو یہ سب کچھ نہ بتایا ہوتا تو اخبار میں یہ خبریں پڑھ کر وہ یقیناً ہم پر شبہ کرتی۔

چار پانچ روز گزر گئے میں نے شیو بنانا شروع کر دیا تھا۔ رتنا آزادی سے گھوم پھر رہی تھی۔ وہ چنری کو گھونگٹ کی طرح اوڑھ لیتی جس سے اس کا چہرہ چھپ جاتا۔ ہندو عورتوں کا اس طرح گھونگٹ نکالنا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔ ضرورت کی چیزیں لینے کے لیے رتنا دن میں ایک دو مرتبہ پارک کے دوسری طرف واقع بازار کے چکر لگا لیتی تھی۔ اس طرح حالات کی بھی خبر رہتی تھی۔

صحیح علاج اور صحیح دوا سے ششاوری بھی بہت تیزی سے روبہ صحت ہو رہی تھی۔ دو تین دن بعد اس نے اٹھ کر چلنا پھرنا شروع کر دیا اور ایک ہفتے بعد تو وہ بالکل صحت مند نظر آنے لگی تھی۔ ایک روز وہ اپنے دفتر بھی چلی گئی اور رتنا کو بھی ساتھ لے گئی۔ ان کی واپسی سہ پہر کے لگ بھگ ہوئی تھی۔ محکمہ سیاحت کو بھی الرٹ کر دیا گیا تھا کہ وہ اجنبیوں پر نگاہ رکھے اور محکمہ سیاحت کے ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسز کو بھی وارننگ دے دی گئی تھی کہ وہ ان جگہوں پر قیام کرنے والے مشکوک لوگوں کے بارے میں پولیس کو اطلاع دیتے رہیں۔

دو تین دن اور گزر گئے اور پھر میں نے ششاوری سے اصل کام لینے کا فیصلہ کر لیا۔ ہمارا جے پور آنے کا مقصد بیلا سے وہ سوٹ کیس حاصل کرنا تھا جس میں لاکھوں کی دولت تھی۔ ششاوری کو بیلا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ذمے داری سونپی گئی۔ اسے یہ تو باور کرا دیا گیا تھا کہ کنیا کماری کے قتل

میں سب سے زیادہ حصہ بیلا کا ہے اس لیے ہم سب سے پہلے بیلا ہی سے نمٹنا چاہتے ہیں۔

ششاوری بڑی خوش اسلوبی سے کام کر رہی تھی اس نے دو چار دن بعد ہی بیلا کا سراغ لگا لیا اور اس نے یہ انکشاف بھی کیا کہ بیلا ''را'' کی آفیسر ہے۔

''اس کا مطلب ہے کہ اس گینگ کی جڑیں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔'' میں نے کہا۔

''بہر حال، ہم نے کسی کو چھوڑنا نہیں ہے۔''

مزید دو دن بعد ششاوری نے بیلا کے بارے میں اور بھی بہت سی معلومات حاصل کر لیں وہ سنسار چندر روڈ پر واقع ایک بنگلے میں رہ رہی تھی۔ اس کے ساتھ صرف ایک ملازمہ تھی۔

اور پھر اس کے اگلے روز ہم نے فیصلہ کن قدم اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں اور رتنا دس بجے کے قریب ششاوری کے کوارٹر سے نکلے اور ایک آٹو رکشہ نے ہمیں بیس منٹ میں سنسار چندر روڈ پر پہنچا دیا وہ بنگلہ تلاش کرنے میں ہمیں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ کال بیل کے جواب میں دروازہ ادھیڑ عمر ملازمہ نے کھولا تھا۔

''میڈم کو بتاؤ ماؤنٹ ابو سے مہمان آئے ہیں لیکن ایک منٹ۔'' میں نے کہا۔ ''میڈم کے پاس کوئی مہمان تو نہیں آئے ہوئے؟''

''جی نہیں۔ وہ اکیلی بیٹھی ہیں۔'' ملازمہ نے جواب دیا۔

''چلو...... ہم تمہارے ساتھ ہی چلتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

ہم ملازمہ کے ساتھ ہی اندر آ گئے۔ برآمدے والے دروازے میں داخل ہوتے ہی بہت شاندار کامن روم تھا۔ ملازمہ نے دائیں طرف اشارہ کر دیا۔

''بیلا دیوی اس کمرے میں ہے میں انہیں بلاتی ہوں۔''

''نہیں۔ تم یہیں رکو۔ ہم اسے سرپرائز دینا چاہتے ہیں۔'' میں نے ملازمہ کو وہیں روک دیا۔

''تم ہمارے لیے چائے بنا کر لے آؤ۔''

ملازمہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ میں اور رتنا راہداری میں چلتے ہوئے اس کمرے میں آ گئے۔ بیلا بیڈ پر نیم دراز کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔

''ہیلو بیلا۔'' میں نے کہا۔

''بیلا نے سر اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اور پھر دوسرے ہی لمحے اچھل پڑی۔

''تت...... تم......''

''آرام سے بیٹھی رہو۔'' میں نے جیب سے پستول نکال لیا۔ ''ہم دوست بن کر آئے ہیں۔''

بیلا اپنی جگہ بے حرکت ہو کر رہ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی سی نظروں سے ہماری طرف دیکھتی رہی تھی۔

☆......☆......☆

بیلا کے بارے میں آپ بھی اب تک بہت کچھ جان چکے ہوں گے، وہ بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھی۔ وہ کئی مرتبہ سنگین ترین صورت حال سے دوچار ہوئی تھی۔ موت کو سامنے دیکھ کر بھی اس نے اپنے حواس بحال رکھے تھے اور آخری لمحات میں اس نے کوئی فیصلہ کرنے میں بھی کبھی کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

اس وقت بھی اپنے بنگلے میں مجھے اپنے سامنے دیکھ کر وہ کچھ دیر کو حواس باختہ تو ضرور ہوئی تھی لیکن اس نے فوراً ہی اپنے آپ پر قابو پا لیا تھا۔ وہ چند لمحے پھٹی پھٹی سی نظروں سے ہماری طرف دیکھتی رہی پھر اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ تناؤ بتدریج کم ہوتا چلا گیا آنکھوں میں ابھر آنے والی وحشت بھی کم ہو گئی۔ وہ بیڈ کی پشت گاہ سے ٹیک لگائے ٹانگیں دراز کیے بیٹھی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتاب تکیے کے قریب اوندھی کر کے رکھ دی اور ٹانگیں سمیٹتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میں نے غراتے ہوئے اسے روک دیا۔

''نہیں بیلا۔ تم اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرو گی۔''

''سگریٹ۔'' بیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ ''میں سگریٹ کا پیکٹ اٹھانا چاہتی تھی اور تم دیکھ رہے ہو کہ ٹیبل پر کوئی پستول وغیرہ نہیں ہے۔''

سائیڈ ٹیبل پر کچھ اور چیزوں کے علاوہ اسٹیٹ ایکسپریس کا سگریٹ کا پیکٹ بھی رکھا ہوا تھا۔ لیکن یا اس قسم کی کوئی چیز نہیں تھی جسے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ میں نے اسے سگریٹ کا پیکٹ اٹھانے کی اجازت دے دی۔

بیلا نے پیکٹ اٹھا کر ایک سگریٹ نکالا اور ماچس یا لائیٹر کے لئے میز پر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

''لائٹر کہاں گیا۔'' وہ بڑبڑاتے ہوئے ٹیبل پر رکھی ہوئی چیزوں پر ہاتھ مارنے لگی۔ ''یہیں تو رکھا تھا میں نے......''

میں گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت میرے پستول کی زد میں ہے مگر اس کا اطمینان اور سکون قابل تعریف تھا۔ وہ کچھ دیر تک میز پر ہاتھ مارتی رہی پھر کسی قدر اچک کر کچھ اور اوپر ہو گئی اور تکیے کے نیچے ہاتھ مارنے لگی۔ تکیے کا کونا جیسے ہی اوپر اٹھا پستول کے دستے کی جھلک دیکھ کر میں اچھل پڑا۔ دوسرے ہی لمحہ میں نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی۔

بیلا نے بھی بڑی تیزی سے حرکت کی تھی۔ اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے تکیے کے نیچے رکھے ہوئے پستول پر ہاتھ ڈال دیا۔ یہ اتفاق تھا کہ اس کا ہاتھ پستول کی نال پر پڑا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی

اور حرکت کر سکتی میں اس کے اوپر جا گرا۔ دھکا لگنے سے اس کا سر پلنگ کی پشت گاہ سے ٹکرایا۔ اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول سے اس کی گردن پر ضرب لگائی اس کے منہ سے ایک اور چیخ نکلی۔ اس نے ایک ہاتھ سے اپنا سر اور دوسرے ہاتھ سے گردن تھام لی۔ میں نے تکیے کے نیچے سے پستول نکال لیا اور اچھل کر پلنگ سے نیچے اتر آیا۔ بیلا والا پستول میں نے رتنا کے حوالے کر دیا۔

''اب اگر یہ کوئی ایسی حرکت کرے تو گولی مار دینا۔'' میں نے کہا اور پھر بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''اس میں شبہ نہیں کہ تم بہت حوصلہ مند اور بہت نڈر ہو لیکن حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی بعض اوقات انسان کو لے ڈوبتی ہے اگر میں تم پر چھلانگ لگانے کے بجائے پستول کا ٹرائیگر دبا دیتا تو تمہاری کھوپڑی میں سوراخ ہو چکا ہوتا اور اب تم دیکھ رہی ہو کہ تمہارا پستول رتنا کے ہاتھ میں ہے اور رتنا کے بارے میں تم جان چکی ہو کہ اس کے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور یہ تمہارا بالکل لحاظ نہیں کرے گی ویسے بھی آج کل اس کے سر پر خون سوار ہے۔''

''تم لوگوں نے یہاں آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے ناجی۔'' بیلا نے گردن سہلاتے ہوئے کہا۔

''تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ہر جگہ بچتے رہے ہو۔ لیکن یہ میرا بنگلہ ہے یہاں سے تم بچ کر نہیں جاسکو گے۔''

''اگر کوئی گڑبڑ کی تو گھاٹے ہی میں رہو گی۔''

''تم اپنے جرائم کی فہرست میں اضافہ کرنے جا رہے ہو۔'' وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''تم جب بھی پکڑے جاؤ گے تمہارا وہ حشر ہوگا کہ دنیا یاد رکھے گی اور پھر کسی غیر ملکی اتنک وادی کو بھارت ماتا کی دھرتی پر قدم رکھنے کی جرات نہیں ہوگی۔''

''میں دہشت گرد نہیں ہوں۔ یہ تم بھی اچھی طرح جانتی ہو۔'' میں نے کہا۔ ''تم لوگ مجھے دہشت گرد بنانا چاہتے تھے میں نے تو جو کچھ بھی اب تک کیا ہے اپنے بچاؤ کے لئے کیا ہے۔'' میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔ ''پہلے تو میں اپنے آپ کو بچانا چاہتا تھا لیکن جب مجھے پتہ چلا کہ میرے ملک کی سلامتی خطرے میں ہے میرے وطن کے بے گناہ لوگوں کا خون بہانے کے لئے یہاں دہشت گردوں کو تربیت دی جا رہی ہے تو ظاہر ہے میں اپنی آنکھیں بند نہیں رکھ سکتا تھا۔ اپنے دفاع کا حق تو سب کو ہے۔ اگر میں نے اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو تم لوگوں کی دہشت گردی سے بچانے کے لئے یہاں کوئی چھوٹی موٹی کارروائیاں کی ہیں تو کوئی گناہ نہیں کیا اور مجھے خوشی ہے کہ میں اب تک اپنے مقصد میں کامیاب رہا ہوں اور تم یہ بھی جان چکی ہو کہ ڈر خوف جیسے الفاظ اب میرے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے۔''

''ایک بات تم نے اب تک نہیں سوچی۔'' بیلا نے کہا۔ ''پہلی بات تو یہ کہ تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔ اگر کسی طرح یہاں سے نکل بھی گئے تو اپنے ملک میں سزا سے نہیں بچ سکو گے۔ تم خود ہی بتا چکے ہوں کہ وہاں تمہارے ہاتھوں کئی قتل ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سنگین جرائم میں ملوث ہو۔ پاکستان کی پولیس تمہاری تلاش میں ہے۔ پکڑے گئے تو تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔''

''اگر میں پاکستان میں پکڑا گیا تو پھانسی کا پھندا خود اپنے گلے میں ڈال لوں گا۔'' میں نے اس

کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''لیکن تم اب یہ مت کہنا کہ میں پاکستان کا خیال ذہن سے نکال کر تمہاری کوئی پیش کش قبول کرلوں۔ یہاں مجھے کوئی جاگیر الاٹ کر دی جائے گی۔ راجہ اندر کی طرح میرے چاروں طرف حسین اور جوان لڑکیوں کے جھرمٹ ہوں گے اور میں زندگی بھر یہاں عیش کروں گا۔''

''نہیں۔'' بیلا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''میرے دیش کے کئی بے گناہ تمہارے ہاتھوں مارے جاچکے ہیں۔ اپنے ہم وطنوں کے قاتل کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔''

''اب اپنی بکواس بند کرو۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔'' رتنا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ''اب تم شرافت سے وہ سوٹ کیس ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔''

''تم لوگوں کے لئے نکل جانا اتنا آسان نہیں ہوگا۔'' بیلا مسکرائی۔ رتنا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ باہر ہلکے قدموں کی آواز سن کر چونک گئی۔ اس نے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا اور پھر بیلا کی طرف رخ کر کے برہم لہجے میں بولی۔

''تمہاری ملازمہ چائے لے کر آ رہی ہے اس پر یہ ظاہر نہ ہو کہ ہم نے تمہیں گن پوائنٹ پر لے رکھا ہے۔'' وہ پستول کو چنری میں چھپائے ہوئے پھر گویا ہوئی۔ ''میری انگلی پستول کے ٹرائیگر پر ہے۔ اگر تم نے کوئی گڑبڑ کی یا ملازمہ کو کوئی اشارہ کرنے کی کوشش کی تو میں ٹرائیگر دبا دوں گی۔''

میں نے بھی پستول پتلون کی جیب میں ڈال لیا۔ لیکن انگلی ٹرائیگر پر ہی رکھی۔ بیلا جیسی عورت سے کسی بھی حرکت کی توقع کی جاسکتی تھی۔

رتنا ایک کرسی پر بیٹھ چکی تھی اور اس نے مسکراتے ہوئے بیلا سے بات بھی شروع کر دی تھی اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے بیلا سے ہماری بہت پرانی دوستی ہو۔ ملازمہ ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ میری نظریں بیلا پر مرکوز تھیں۔ رتنا نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی چیزیں ایک طرف ہٹا دیں۔

''ٹرے یہیں رکھ دو بوا۔'' اس نے ملازمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ملازمہ نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر ایک بار پھر بیلا کی طرف دیکھا۔ بیلا اب بھی گردن سہلا رہی تھی۔ پستول کی ضرب لگنے سے گردن کی جلد اس جگہ سے سرخ ہو گئی تھی۔

''ایک گلاس پانی بھی پلا دو بوا۔'' میں نے ملازمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے پانی کی طلب نہیں تھی لیکن میں اس عورت کو جلد سے جلد کمرے سے نکالنا چاہتا تھا۔

ملازمہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ میں بھی دروازے کے قریب ہو کر کھڑا ہو گیا۔ صرف دو منٹ بعد ہی ملازمہ پانی لے کر آ گئی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔ سوفٹ پانی پی کر خالی گلاس اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ملازمہ وہیں سے واپس چلی گئی۔ میں نے پھر جیب سے پستول نکال لیا۔ جب تک ملازمہ کمرے میں رہی تھی میں نے بیلا پر گہری نگاہ رکھی تھی تا کہ وہ بوا کو کوئی اشارہ نہ کر سکے۔ لیکن میرا خیال تھا کہ اس بڑھیا کو کسی قسم کا شبہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی الجھن سے میں نے کچھ ایسا ہی اندازہ لگایا تھا۔ اگر اس بڑھیا کو واقعی کسی قسم کا شبہ ہو گیا تھا تو وہ فون پر کسی اور کو خبردار کر سکتی تھی۔ میں نے رتنا کو اشارہ کیا۔ اس نے پستول والا ہاتھ چنری کے اندر سے نکال لیا۔ میں بیلا کی طرف دیکھتا ہوا دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ بیلا کی آنکھوں میں بھی الجھن تیر گئی تھی۔

دروازے سے نکل کر میں نے راہداری میں ادھر ادھر جھانکا اور پھر دبے قدموں ہال کمرے کی طرف چلنے لگا۔ ہال کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ سامنے والے کمرے کا دروازہ چند انچ کے قریب کھلا ہوا تھا اور اندر بتی جل رہی تھی۔

اندر کسی کا سایہ دیکھ کر میں تیزی سے اس طرف لپکا اور کھلے ہوئے دروازے کی اوٹ سے جھانک کر اندر دیکھنے لگا اور اس کے ساتھ ہی میری کنپٹیاں سلک اٹھیں۔ وہ دیوار کی ساکٹ میں ٹیلی فون کا پلگ لگا کر مڑ رہی تھی۔ ٹیلی فون سیٹ اس کے ہاتھ میں تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہال کمرے والا ٹیلی فون سیٹ نکال کر کمرے میں لے آئی تھی۔ وہ یہاں سے فون کرنا چاہتی تھی تا کہ ہال کمرے سے اس کی آواز نہ سنی جا سکے۔

اس نے کرسی پر بیٹھ کر ٹیلی فون سامنے رکھ لیا اور ریسیور اٹھا کر نمبر ملانے کے لئے ڈائل پر انگلی رکھی ہی تھی کہ میں نے دھکا مار کر دروازہ کھول دیا۔

بڑھیا اچھل پڑی۔ فون کا ریسیور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے خوفناک چیخ نکل گئی۔

''خاموش۔'' میں نے پستول کی نال ہونٹوں پر رکھ کر کہا۔ ''مجھے پہلے ہی تم پر شبہ ہو گیا تھا۔ اچھا ہی ہوا میں معلوم کرنے کے لئے اس طرف آ گیا۔ اگر مجھے خیال نہ آتا تو تم اپنا کام کر گزری ہوتیں، کس کو فون کر رہی تھیں؟''

''تت تم لوگ جو کوئی بھی ہو بیلا دیوی کے دوست نہیں ہو سکتے۔'' وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔ ''اگر دوست ہوتے تو بیلا کے چہرے پر اس طرح ہوائیاں نہ اڑ رہی ہوتیں۔''

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔'' میں نے کہا۔ ''ہم واقعی بیلا کے دوست ہیں۔ بہت پرانے دوست اور تم جانتی ہو کہ جب دوستی بہت پرانی ہو جاتی ہے تو بے تکلفی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ مذاق ہی مذاق میں ہاتھا پائی بھی ہونے لگتی ہے۔ بیلا سے بھی ہماری کچھ ایسی ہی دوستی ہے۔ اس وقت بیلا سے مذاق کچھ زیادہ ہی سیریس ہو گیا تھا اور بیلا کے چہرے پر ہوائیاں اڑتے دیکھ کر تم سمجھیں کہ ہم اس کے دشمن ہیں اور تم شاید پولیس کو اطلاع دینے جا رہی تھیں۔''

''ہاں۔ تم لوگ بیلا کے دوست ہرگز نہیں ہو سکتے۔'' ملازمہ نے کہا۔

''تو ٹھیک ہے۔ آؤ۔ تم بھی اس کمرے میں چلو تا کہ بیلا سے جو بھی باتیں ہوں تمہارے سامنے ہی ہوں اور تم بھی سمجھ لو کہ ہماری دوستی یا دشمنی کی نوعیت کیا ہے۔'' میں نے اسے پستول سے اشارہ کیا۔

بڑھیا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں لیکن وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔ میں چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر ایک دم چیخ اٹھا۔

''چلو ہلو اپنی جگہ سے۔''

وہ ایک بار پھر اچھل پڑی۔ اس کا چہرہ خوف سے ایک دم پیلا پڑ گیا۔ اس مرتبہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ آگے بڑھنے لگی تو بدحواسی سے ایک کرسی سے ٹکرا گئی۔ کرسی الٹ گئی۔ وہ خود بھی گرتے گرتے بچی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ لیا اور کھینچتا ہوا کمرے سے باہر لے آیا۔ وہ اب خوف سے

تھر تھر کانپ رہی تھی۔

میں ابھی ہال کے وسط میں پہنچا تھا کہ رتنا کی چیخ سن کر اچھل پڑا۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ بیلا کا کوئی داؤ چل گیا تھا۔ بیلا نہایت مکار عورت تھی اس سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

میں بڑھیا کو گھسیٹتا ہوا تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ دروازے کے سامنے پہنچتے ہی مجھے صورتحال کی سنگینی کا اندازہ ہو گیا۔ بیلا اور رتنا بیڈ پر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو رہی تھیں۔ دونوں کی گرفت پستول پر تھی اور دونوں ایک دوسرے سے پستول چھیننے کی کوشش کر رہی تھیں۔ میرے لئے صورتحال زیادہ سنگین اس لئے بھی تھی کہ پستول پر بیلا کی گرفت زیادہ مضبوط تھی اور اور اس کی ایک انگلی بھی ٹرائیگر پر تھی۔ پستول کی نال کا رخ آہستہ آہستہ رتنا کی طرف مڑ رہا تھا۔

بیلا نیچے تھی اور رتنا اوپر، بیلا نے مجھے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ اس وقت رتنا نے اس کے ہاتھ کو زوردار جھٹکا دیا۔ پستول کا رخ میری طرف ہو گیا۔ بیلا نے ٹرائیگر دبا دیا یا جھٹکا لگنے سے انگلی کے دباؤ سے ٹرائیگر دب گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی کمرہ ایک نسوانی چیخ سے گونج اٹھا۔ میں جلدی سے مڑا۔ میرے ساتھ کھڑی ملازمہ کے بائیں گال سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔ بیلا کے پستول سے نکلی ہوئی گولی اس کے چہرے پر لگی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا وہ لہراتی ہوئی دھڑام سے نیچے گری۔ اس کے ساتھ ہی میں اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ اگر ایک لمحہ کی بھی تاخیر ہو جاتی تو دوسری گولی میرا بھیجہ اڑا دیتی۔

میں نے پلنگ پر چھلانگ لگا دی اور پستول کے دستے سے بیلا کے کندھے پر زوردار ضرب لگائی۔ بیلا چیخ اٹھی لیکن اس نے پستول پر گرفت نہیں چھوڑی۔ میں نے دوسری ضرب لگائی۔ اس مرتبہ بیلا کی مٹھی ڈھیلی ہو گئی اور رتنا نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے پستول چھین لیا۔ کندھے کی ہڈی پر لگنے والی ضربیں خاصی زوردار تھیں۔ بیلا کی مزاحمت ختم ہو گئی۔ رتنا اسے چھوڑ کر اٹھ گئی اور اس پر ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ اس دوران میں نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ بیلا رتنا کی ٹھوکروں سے پلنگ سے نیچے گر گئی تھی۔ رتنا نے بھی پلنگ سے چھلانگ لگا دی اور ایک بار پھر اس پر ٹھوکریں برسانے لگی۔ آخر میں بیلا کو بالوں سے پکڑ کر کھینچنے لگی۔ رتنا پر جنون طاری ہو چکا تھا اور مجھے اندیشہ تھا کہ وہ اسے گولی نہ مار دے۔ بیلا کی موت کے بعد ہمارا یہاں آنے کا مقصد بھی ختم ہو جاتا۔

اس کمرے میں دو گولیاں چلی تھیں اور مجھے شبہ تھا کہ اگر فائرنگ کی آواز باہر سن لی گئی ہو گی تو کوئی گڑبڑ ہو سکتی تھی۔ ہو سکتا ہے کوئی فائرنگ کی آواز سن کر پولیس کو فون کر دے۔ ویسے بھی اس وقت ابھی گیارہ بھی نہیں بجے تھے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ بیلا کے کسی مہمان یا کسی ماتحت کے آنے کی توقع کی جا سکتی تھی۔

بیلا کچھ دیر تک قالین پر پڑی اپنی چوٹیں سہلاتی رہی۔ پھر رتنا نے اسے ایک اور ٹھوکر ماری تو وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے سر کے بال چڑیا کے گھونسلے کی طرح بکھر گئے تھے اور اس کے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا۔

''میں نے تمہیں پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ رتنا کے دل میں تمہارے لئے کوئی ہمدردی نہیں ہے وہ تمہارا کچھ لحاظ نہیں کرے گی۔'' میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''لیکن تم نہیں مانیں رتنا کو اکیلے

پاکر تم نے یقیناً کوئی ایسی ویسی حرکت کی ہوگی۔"

"حرکت یہ دیکھو" رتنا چیخی۔ "اس کتیا نے میرے اوپر گرم گرم چائے پھینک دی تھی اور مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔"

میں نے مڑ کر رتنا کی طرف دیکھا۔ سینے اور پیٹ پر سے اس کی قمیص تر ہو رہی تھی۔ وہ بار بار قمیص کو چٹکی سے پکڑ کر جسم سے ہٹا رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ کرب کے آثار بھی تھے۔

"اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔" میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہے کہ تم سوٹ کیس ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ بصورت دیگر تمہاری اس ملازمہ کے ساتھ تمہاری بھی لاش پڑی ہوئی نظر آئے گی۔"

"وہ سوٹ کیس میرے پاس نہیں ہے۔" بیلا نے جواب دیا۔ "وہ مال تم لوگوں نے پنڈت بھیرو کے بنگلے سے حاصل کیا تھا اور وہ مندروں کا لوٹا ہوا مال تھا جو میں نے سرکاری خزانے میں جمع کرا دیا تھا۔"

اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا کوئی حرکت کرتا رتنا نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ بیلا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ تھپڑ اس قدر زوردار تھا کہ وہ گھوم کر رہ گئی۔

"سوٹ کیس ہمارے حوالے کر دو ورنہ میں تمہیں بھی سرکاری خزانے میں جمع کروا دوں گی۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔" بیلا نے رتنا کی بات کاٹ دی۔

"بیلا۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔ "مانتا ہوں کہ تم بہت حوصلہ مند اور بہادر ہو لیکن ایسے موقع پر ضد کرنا بہادری نہیں۔ اسے آتما ہتیا کہتے ہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ رتنا پر اس وقت جنون طاری ہے تم اپنی ضد چھوڑ دو۔ اپنی کھال بچاؤ اور سوٹ کیس ہمارے حوالے کر دو۔"

"میں سچ کہتی ہوں۔ وہ سوٹ کیس میں نے......"

اس مرتبہ میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔

"کیا میں تمہیں نہیں جانتا۔" میرے حلق سے غراہٹ نکلی۔ "تم شاید زیادہ سے زیادہ وقت لینا چاہتی ہو تا کہ اگر باہر کسی نے فائر کی آواز سنی ہو تو وہ پولیس کو اطلاع کر دے یا تمہارا کوئی جانے والا اس طرف آ نکلے۔ لیکن تم بھول گئی ہو کہ میں بھی خطرات کا عادی ہو چکا ہوں اور یہ بھی جانتی ہو کہ موت نے کئی مرتبہ مجھے گھیرا ہے لیکن میں ہر مرتبہ موت کے حصار سے نکل گیا۔ مجھے اب کوئی ڈر خوف نہیں رہا۔ تم نے مجھے کہاں کہاں گھیرنے کی کوشش نہیں کی مگر اب تک تمہیں مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملا۔ مکرانا میں تم کتنے جتن کر چکی ہو۔ کیا ملا تمہیں، اپنے ہی آدمیوں کی لاشیں، اب بھی ایک لاش تمہارے سامنے پڑی ہے اور یقین کرو میری لاش دیکھنے کی تمہیں حسرت ہی رہے گی۔"

"افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہمارے اپنے ہی غدار تمہیں پناہ دیتے رہے ہیں۔" بیلا نے کہا۔ "اگر مکرانا میں روشن لال اور اے سی پی ستیش مہتہ تمہیں پناہ نہ دیتے تو تم اس شہر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ہر مرتبہ تم عین وقت پر بچ نکلتے رہے ہو۔ مگر مکرانا میں بلیک کیٹ کمانڈوز کی ہلاکت کے بعد تمہیں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ تم لوگ ہل اسٹیشن پر روشن لال کے بنگلے کو آگ لگا کر جس کار پر فرار ہوئے تھے وہ اگلے ہی روز یہاں پولیس کو مل گئی تھی اور اس مرتبہ اس شہر کی اس طرح ناکہ بندی کی گئی

ہے کہ بلی کا بچہ بھی اجازت کے بغیر باہر نہیں جا سکتا اور شہر میں بھی خفیہ طور پر تم لوگوں کو تلاش کیا جا رہا ہے۔ اس مرتبہ تم لوگوں کے بچ نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں اس لئے تم لوگ......"

"ہم لوگ اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دیں۔" میں نے اس کی بات پوری کر دی۔ "ویسے یہ بات تم نے ٹھیک ہی کہی کہ تمہارے ہی غدار ہمیں پناہ دیتے رہے ہیں جب تمہاری پولیس فورس میں ستیش مہتہ جیسے لوگ ہوں گے تو ہم جیسے لوگوں کو بھی راستے ملتے رہیں گے۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اپنی ضد چھوڑ دو اور وہ سوٹ کیس ہمارے حوالے کر دو۔ بصورت دیگر میں تمہیں رتنا کے حوالے کر دوں گا اور خود یہاں بیٹھ کر تماشا دیکھتا رہوں گا۔ رتنا کے ہاتھ تم دیکھ چکی ہو یہ پنجاب کی جٹی ہے۔ خالص دیسی گھی اور مکھن ملائی کی پلی ہوئی اس کے اندر تم سے زیادہ طاقت ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" بیلا گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔ "میں وہ سوٹ کیس تمہیں دے رہی ہوں لیکن اس خوف سے نہیں کہ اس وقت میری جان خطرہ میں ہے بلکہ اس لئے کہ تم لوگ وہ سوٹ کیس لے کر اس شہر سے باہر نہیں جا سکو گے۔"

"دھنے باد۔ شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن اب ذرا جلدی کر دو ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"دوسرے کمرے میں جانا پڑے گا۔ سوٹ کیس یہاں نہیں ہے۔"

بیلا نے کہا۔ "تو چلو۔" میں نے اشارہ کیا۔

بیلا نے اس وقت شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا۔ عورتیں عام طور پر رات کو سوتے وقت نائٹی یا میکسی قسم کا لباس پہننا پسند کرتی ہیں مگر بیلا نے مردانہ سلیپنگ سوٹ پہن رکھا تھا۔ ہم اس کمرے سے نکل آئے۔ میں نے بیلا کو پستول کی زد پر لے رکھا تھا۔ رتنا بھی خاصی محتاط نظر آ رہی تھی۔ ہم اس کمرے سے نکل کر ایک اور کمرے میں آ گئے یہ کمرہ لائبریری کے طور پر آراستہ تھا۔ ایک طرف رائٹنگ ٹیبل بھی رکھی ہوئی تھی۔ شیلف میں سجی ہوئی کتابیں دیکھ کر میں بے اختیار مسکرا دیا۔ بیلا کے ادبی ذوق کی داد دینا پڑتی تھی۔ دنیا بھر کے نامور ادیبوں کی کتابیں جمع تھیں اس لائبریری میں۔ مجھے شاعری یا ادب سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں تھا۔ جب لاہور میں تھا تو کبھی وقت گزارنے کے لئے لائبریری سے ابن صفی یا کسی اور مصنف کی کوئی جاسوسی کتاب لے آتا تھا لیکن بیلا کی اس لائبریری میں بعض پاکستانی ادیبوں اور شاعروں کی کتابیں دیکھ کر میری آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ ایک پورا شیلف علامہ اقبال کی کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔

"ان کتابوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تمہیں پاکستانی ادیب اور شاعر پسند ہیں۔ جب کہ پاکستان سے تمہیں شدید نفرت ہے۔" میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ادیب شاعر یا فنکار کسی بھی ملک کا ہو چاہے جانے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ سرحدوں کی قید سے آزاد ہوتے ہیں اور پھر فن تو فن ہوتا ہے کسی بھی ملک کا ہو۔"

"میں نے بحث چھیڑنے کے لئے بات نہیں کی تھی۔" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "سوٹ کیس نکالو۔ کہاں رکھا ہے۔"

بیلا دائیں طرف والی دیوار کے قریب کھڑی ہو گئی۔ ایک شیلف میں کتابوں کے ساتھ کالی دیوی

کی ایک موتی بھی رکھی ہوئی تھی کالی کی زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی اور آنکھیں بھینچی ہوئی تھیں۔ جیسے کسی اذیت میں مبتلا ہو۔ بیلا نے مورتی کو پکڑ کر گھما دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ریک آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے گھومنے لگا۔ اس ریک کے پیچھے دیوار میں الماری کی طرح خلا تھا۔ بیلا نے جھک کر جیسے ہی ہاتھ بڑھایا میں نے اسے روک دیا۔

''بس اب تم پیچھے ہٹ جاؤ۔''

بیلا نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ ''بہت چالاک ہو۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

میں اس خلا کے قریب پہنچ گیا۔ بیلا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے شرٹ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر مزید کھول دیا۔ عورت ہونے کے ناتے یہ اس کا سب سے خطرناک حربہ تھا۔ کوئی اور موقع ہوتا تو یقیناً میری رال ٹپک پڑتی لیکن اس وقت بیلا کی اس قسم کی کسی دعوت سے فائدہ اٹھانے کا سوچنا بھی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔ رتنا نے اس کی یہ حرکت نہیں دیکھی تھی اگر دیکھ لیتی تو شاید بیلا کو اس کا کچھ مزہ چکھانے کی کوشش بھی کرتی۔

میں ریک ہٹنے سے نمودار ہونے والے دیوار کے خلا کی طرف متوجہ ہو گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے میری آنکھیں چمک اٹھیں۔ خلا زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اس میں وہ سوٹ کیس رکھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی دو رائفلیں، چند ہینڈ گرنیڈ، دو پستول، دو ریوالور اور ایک تلوار بھی رکھی ہوئی تھی۔

''اس لئے تم سوٹ کیس خود نکالنا چاہتی تھیں۔'' میں نے مڑ کر مسکراتے ہوئے بیلا کی طرف دیکھا۔

''اور تم بہت چالاک ثابت ہوئے۔'' بیلا بھی مسکرا دی۔

''میں تمہاری نس نس سے واقف ہو چکا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''کوئی اور ہوتا تو شاید تمہارے اس فریب میں آ جاتا۔''

میں نے سوٹ کیس نکال لیا اور دوسرے ہاتھ سے ریک کو گھما دیا۔ کھٹ کی ہلکی سی آواز ابھری اور ریک اپنی جگہ پر فٹ ہو گیا۔

''چلو۔ اب اس کمرے میں واپس چلو۔'' میں نے اشارہ کیا۔ میں آگے تھا۔ میرے پیچھے بیلا اور اس کے پیچھے رتنا۔ میں سوٹ کیس اٹھائے دروازے سے نکل چکا تھا۔ بیلا نے ایک دم ہی پلٹ کر رتنا پر حملہ کر دیا۔ اس کے پیر کی ٹھوکر رتنا کے پستول والے ہاتھ پر لگی تھی۔ پستول تو رتنا کے ہاتھ سے نہیں نکلا لیکن وہ اس اچانک حملے سے لڑکھڑا گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتی بیلا نے اس کے ہاتھ پر ایک اور ٹھوکر ماری۔ اس مرتبہ پستول رتنا کے ہاتھ سے نکل گیا۔ بیلا اس پر جھپٹ پڑی۔ رتنا نے بڑی پھرتی سے اس کی ٹانگ میں ٹانگ پھنسا دی۔ بیلا لڑکھڑاتی ہوئی منہ کے بل گری۔ قالین پر پڑا ہوا پستول اس کے ہاتھ سے چند انچ دور تھا۔

میں سوٹ کیس پھینک کر بڑی تیزی سے بیلا کی طرف لپکا۔ اس سے پہلے کہ بیلا پستول پر ہاتھ ڈال سکتی میں اس کے اوپر گرا اور اسے بالوں سے پکڑ کر زوردار جھٹکا دیتے ہوئے پیچھے کھینچ لیا اس کے منہ

سے ہلکی سی چیخ نکل گئی تھی۔

میں نے بیلا کو پکڑ کر اٹھا دیا اور دونوں ہاتھ پشت کی طرف سے اس کی بغلوں میں ڈال کر اس کی گردن پر انگلیوں میں انگلیاں پھنسا دیں۔ بیلا پہلے تو اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتی رہی پھر اس نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا زور آزمائی کی صورت میں اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ سکتی تھی۔

''تم باز نہیں آؤ گی۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔ ''میرے ہاتھوں کا ذرا سا جھٹکا تمہاری گردن توڑ دے گا۔ اب اگر۔''

میرا جملہ مکمل نہیں ہو سکا۔ رتنا نے اس پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ بیلا چیختی رہی۔ وہ پوری طرح میری گرفت میں تھی اپنے بچاؤ کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

''اب بس کرو رتنا۔'' میں نے کہا۔ ''تم وہ سوٹ کیس اٹھاؤ میں اسے لے کر دوسرے کمرے میں جا رہا ہوں۔''

رتنا ہانپ گئی تھی۔ وہ چند لمحے گہرے گہرے سانس لیتی رہی۔ پھر اس نے پہلے اپنا پستول اٹھایا اور باہر آ کر سوٹ کیس اٹھا لیا۔ میں الٹے قدموں بیلا کو گھسیٹتا ہوا دوسرے کمرے میں آ گیا اور بیلا کو پلنگ پر پھینک دیا۔

''میں تمہیں آخری وارننگ دے رہا ہوں۔'' میں نے بیلا کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''اب اگر تم نے بہادری دکھانے کی کوشش کی تو اس پستول کی ساری گولیاں تمہارے سینے میں اتار دوں گا۔''

''جب بھی موقع ملے گا اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کروں گی۔'' بیلا نے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''تم ہی نے تو کہا تھا کہ اپنا دفاع کرنا ہر شخص کا حق ہے میں آخری لمحوں تک اپنا دفاع ضرور کروں گی۔''

''ٹھیک ہے کوشش کرتی رہو لیکن انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔'' میں نے کہا اور پھر رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کوئی رسی وغیرہ تلاش کرو۔''

رتنا نے کمرے میں ادھر ادھر دیکھا اور پھر باہر چلی گئی اس کی واپسی دو منٹ میں ہوئی تھی اس کے ہاتھ میں دو رسیاں تھیں۔

''اب بھی اپنا دفاع کا حق استعمال کرو گی یا شرافت سے ہاتھ بندھوا لو گی۔'' میں نے بیلا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پلنگ پر چڑھ گیا۔

بیلا نے بڑی شرافت سے دونوں ہاتھ پشت پر بندھوا لئے تھے۔ دوسری رسی سے میں نے اس کے دونوں پیر بھی باندھ دیئے تھے۔

''ہم یہاں سے جانے کے تھوڑی دیر بعد کسی پولیس سٹیشن فون پر اطلاع دے دیں گے اور وہ لوگ آ کر تمہیں کھول دیں گے۔'' میں نے بیلا سے کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مجھے کسی ایسے کپڑے کی تلاش تھی جس سے اس کا منہ بھی بند کر سکوں مگر کوئی کپڑا نظر نہیں آ رہا تھا میں نے آگے بڑھ کر الماری کھول لی۔ اس میں بیلا کے کپڑے بھرے ہوئے تھے۔ اسکارف مل گیا میں نے اسکارف کا گولا بنا کر بیلا کے منہ میں حلق تک ٹھونس دیا۔ وہ بری طرح سر پٹخ رہی تھی۔

"مروگی نہیں۔ صرف چند منٹ کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "اور یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ جسے تم عرصہ تک یاد رکھوگی۔" "آج رات میں یہاں سے بہت دور جا چکا ہوں گا اور تم لوگ بال نوچتے رہ جاؤ گے۔"

میں نے سوٹ کیس اٹھا کر رتنا کو اشارہ کیا۔ وہ خونخوار نظروں سے بیلا کی طرف دیکھتی ہوئی میرے ساتھ ہی دروازے سے باہر آ گئی۔

ایک بار پھر مجھے حیرت تھی یہاں دو گولیاں چلی تھیں۔ بیلا بھی بار بار چیخی تھی مجھے اندیشہ تھا کہ کوئی نہ کوئی یہاں پہنچ جائے گا لیکن میرا خیال تھا کہ یا تو فائرنگ اور چیخوں کی آواز باہر نہیں سنی گئی تھی اگر یہ آوازیں سن کر کسی نے پولیس کو فون کیا بھی ہوتا تو پولیس اپنا روایتی کردار ادا کر رہی تھی۔ تاخیر سے جائے واردات پر پہنچنا برصغیر کی پولیس کا طرہ امتیاز تھا۔

پورچ میں بیلا کی کار کھڑی تھی۔ اگنیشن میں چابی بھی لگی ہوئی تھی۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر سوٹ کیس اندر ڈال دیا اور رتنا کو اشارہ کرتا ہوا تیزی سے گیٹ کی طرف چلنے لگا۔

جب میں نے گیٹ کھولا تو رتنا کار اسٹارٹ کر کے اس طرف لے آئی تھی۔ کار جیسے ہی باہر نکلی میں نے گیٹ بند کر دیا اور دوڑ کر پسنجر سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رتنا نے کار گلی میں بائیں طرف موڑ لی۔ سامنے والی رو کے تیسرے بنگلے کے گیٹ کے ذیلی دروازے میں ایک عورت اور ایک مرد کھڑے ہماری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ کار جیسے ہی قریب پہنچی وہ دونوں تیزی سے دروازے کے اندر ہو گئے۔

میرا خیال تھا کہ ان لوگوں نے بیلا کے بنگلے سے فائرنگ اور چیخوں کی آوازیں سنی تھیں اور ہوسکتا ہے انہوں نے پولیس کو فون بھی کیا ہوا اور اب پولیس کا انتظار کر رہے ہوں۔

یہ سارا رہائشی علاقہ تھا۔ اونچی نیچی سڑک کے دائیں بائیں بنگلے تھے۔ رتنا کار کو مختلف گلیوں میں گھماتی رہی۔ ظاہر ہے یہ علاقہ پہلے ہمارا دیکھا ہوا نہیں تھا اور مجھے اندیشہ تھا کہ ہم ان گلیوں میں ہی گھومتے ہوئے دھر نہ لئے جائیں۔

"راستہ یاد ہے نا!" میں نے رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ایسا نہ ہو کہ ہم ان گلیوں میں بھٹکتے رہیں اور کسی جگہ......"

"اطمینان رکھو۔" رتنا نے میری بات کاٹ دی۔ "مجھے سارے راستے یاد ہیں اس طرف ایک چھوٹا سا شاپنگ سنٹر ہے مارکیٹ کے قریب سے ہوتے ہوئے ہم سنسار چندر روڈ پر نکل جائیں گے۔"

ایک اور گلی میں مڑنے کے بعد ہم شاپنگ سنٹر کی طرف نکل آئے۔ بیشتر دکانیں بند ہو چکی تھیں البتہ دو تین ریسٹورنٹس اور کھانے پینے کی دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ شاپنگ سنٹر کے سامنے ایک چھوٹا سا چوراہا تھا۔ ہماری کار چوراہے پر پہنچی تھی کہ سامنے سے پولیس کی ایک جیپ آتی ہوئی دکھائی دی۔ رفتار خاصی تیز تھی اس جیپ پر ڈرائیور کے علاوہ تین اور پولیس والے رائفلیں سنبھالے بیٹھے تھے۔

"اب جلدی سے اس علاقے سے نکل چلو رتنا۔" میں نے مڑ کر جیپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "انہیں بیلا کے بنگلے پر پہنچنے میں دو تین منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔ بیلا کے ہاتھ پیر کھلتے ہی جہنم کی ساری بلائیں بھی کھل جائیں گی۔"

"فکر مت کرو۔" "وہ لوگ ہماری گرد کو بھی نہیں پاسکیں گے۔" رتنا نے جواب دیا اس کا لہجہ بے حد پرسکون تھا۔

اس نے کار ایک اور کشادہ گلی میں موڑ لی اور پھر ہم ہوٹل مان سنگھ کے قریب سے ہوتے ہوئے سنسار چندر روڈ پر نکل آئے۔ یہ بارونق علاقہ تھا۔ سڑک پر ٹریفک بھی تھا۔ رتنا کچھ دور تک کار کو سنسار چندر روڈ پر ہی دوڑاتی رہی اور پھر سول لائن کے علاقے تک پہنچنے میں ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

جیکب روڈ پر جے محل پیلس تاج ہوٹل سے تقریباً سو گز دور ایک سڑک کے موڑ پر رتنا نے کار روک لی۔

"تم سوٹ کیس لے کر یہاں اتر جاؤ۔ میں اس کار کو جے محل پیلس کے پارکنگ پلاٹ پر چھوڑ آتی ہوں۔" رتنا نے کہا۔

"کیا وہاں کار چھوڑنا خطرناک نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ظاہر ہے جلد یا بدیر گاڑی کا پتہ چل جائے گا اور پھر اس علاقے میں ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔"

"ایسا نہیں ہوگا۔" رتنا بولی۔ "وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ ہم لوگ کار یہاں چھوڑ کر کسی اور کار یا ٹیکسی وغیرہ پر کسی طرف چلے گئے ہوں گے بیلا تمہیں اتنا بیوقوف تو نہیں سمجھتی کہ تم یہ کار اپنے گھر کے آس پاس چھوڑ دو گے۔"

"گویا تم ایک ایسا نفسیاتی حربہ استعمال کر رہی ہو جو......"

"ہاں۔ اسے نفسیاتی حربہ ہی سمجھ لو۔" رتنا نے میری بات کاٹ دی۔ "اب تم دیر مت کرو۔ سوٹ کیس لے کر اس طرف کھڑے ہو جاؤ۔ مجھے واپس آنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔"

میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ پچھلی سیٹ سے سوٹ کیس بھی اٹھالیا۔ کار حرکت میں آ گئی۔

ہوٹل کی طرف خاصی رونق تھی۔ کئی بلند و بالا عمارتوں پر نیون سائن جگمگا رہے تھے لیکن میں جس سڑک کے موڑ پر کھڑا تھا اس سے آگے رہائشی علاقہ تھا اور اس طرف ٹریفک کی آمدورفت بھی کم تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ جس جگہ میں کھڑا تھا اس موڑ پر ایک بہت بڑا بنگلہ تھا۔ دیوار چار پانچ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ بنگلے کے اندر دیوار کے ساتھ ساتھ درختوں کی بہتات تھی۔ کئی درختوں کی شاخیں باہر فٹ پاتھ پر جھکی ہوئی تھیں۔ میں سوٹ کیس اٹھا کر چند گز آگے دیوار کے قریب درختوں کی جھکی ہوئی شاخوں کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

رتنا کی کار ہوٹل کے سامنے پہنچ چکی تھی اور پھر وہ گیٹ میں داخل ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ پارکنگ پلاٹ وہاں سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ اب میرے ذہن میں ایک اور خدشہ سر ابھار رہا تھا۔ بیلا کی کار بہت قیمتی اور چم چماتی ہوئی تھی جب کہ رتنا کا حلیہ مجموعی طور پر ایسا نہیں تھا کہ اسے کار کا مالک سمجھا جاسکتا۔ وہ شلوار قمیض پہنے ہوئے تھی اور سر پر چنری تھی۔ یہ لباس بھی اتنا قیمتی نہیں تھا۔ اس قسم کے لباس میں آنے والوں کو تو ایسے ہوٹلوں میں گھسنے ہی نہیں دیا جاتا لیکن رتنا کو ہوٹل میں تو داخل نہیں ہونا تھا۔ اسے تو کار پارکنگ میں چھوڑنی تھی اور بس۔

پندرہ منٹ گزر گئے۔ رتنا کو اتنی دیر نہیں لگنی چاہئے تھی۔ میری پریشانی بڑھنے لگی اس دوران میرے قریب سے کئی گاڑیاں گزری تھیں۔ ایک ٹیکسی ہلکی رفتار سے میرے قریب سے گزری چند گز آگے جا کر رک گئی ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی مگر اندھیرے میں اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ ڈرائیور نے اندر کی بتی جلا دی۔

وہ جوان اور حسین عورت تھی اس نے جس قسم کا لباس پہن رکھا تھا اور جیسا میک اپ کر رکھا تھا اس سے مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ شکاری عورت تھی اکثر ٹیکسی ڈرائیور اس قسم کی عورتوں کے ساتھ مل کر لوگوں کو پھانستے ہیں۔

”کہاں جانا ہے بھایا۔“ ٹیکسی ڈرائیور نے کھڑکی سے گردن نکال کر پوچھا۔ ”ٹیکسی کا انتظار ہے تو آ جاؤ۔ میں چھوڑ دوں گا۔“

”نہیں بھایا۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔“ میں نے جواب دیا۔

ٹیکسی ڈرائیور اتر کر میرے قریب آ گیا۔ اس نے پہلے زمین پر رکھے ہوئے سوٹ کیس کو دیکھا پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”مسافر لگت ہو۔ کوئی ٹھکانا نہیں ہے تو ہمار ساتھ چلو۔ سر چھپانے کو جگہ بھی مل جائے گی اور وہ بھی۔“ اس نے ٹیکسی میں بیٹھی ہوئی عورت کی طرف اشارہ کیا۔ ”ایک نمبر مال ہے۔ خوش ہو جاؤ گے۔ تم سے زیادہ نہیں لیں گے جو جی میں آئے دے دینا۔“

”میں نے کہا نا مجھے کہیں نہیں جانا۔“ میں نے کہا۔

”سرماتے ہو۔“ ٹیکسی ڈرائیور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

”پردیسی ہو۔ بدماسوں یا پولیس کے ہاتھ لگ گئے تو لٹ جاؤ گے ہمار ساتھ چلو۔ رات بھر عیش کرو گے۔ قریب جا کر دیکھو تو مال کیسا ہے؟“

”میں نے کہا نا کہ میں نے کہیں نہیں جانا۔“ میں نے کہتے ہوئے جیب سے پستول نکال لیا۔

ڈرائیور میرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر چونک گیا۔

”ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے بھایا۔“ وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔ ”جبردستی تو نہیں ہے نا۔ میں تو تمہارے بھلے کو کہہ رہا تھا۔ یہ لونڈیا تمہارا بہت کھیال رکھے گی۔ تم نہیں جانا چاہتے تو ٹھیک ہے بھایا۔“

وہ ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور ٹیکسی ایک زوردار جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ میں ہوٹل کی طرف دیکھنے لگا۔ رتنا کا کوئی نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا یہاں کھڑے رہنا میرے لئے خطرناک ہو سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ بیلا نے ہاتھ پیر کھلتے ہی سب سے پہلے پولیس ہیڈکوارٹر کو ہمارے بارے میں اطلاع دی ہوگی اور ریڈیو پر شہر بھر میں پولیس کی پیٹرولنگ کاروں کو ہمارے بارے میں خبردار کر دیا ہوگا اور ہماری تلاش شروع ہو چکی ہوگی میں یہاں اندھیرے میں کھڑا ویسے ہی مشکوک لگ رہا تھا اگر اس طرف سے گزرتی ہوئی پولیس کی گاڑی نے دیکھ لیا تو شامت ہی آ جائے گی۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ بنگلے کی دیوار چار فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ میں نے سوٹ کیس

اٹھا کر دیوار پر رکھا اور پھر خود بھی دیوار پر چڑھ کر آہستگی سے اس کے دوسری طرف کود گیا۔ اس طرف آگے بہت وسیع لان تھا اور لان کے دوسری طرف بنگلے کی عمارت تھی جس کے برآمدے میں بلب جل رہا تھا۔ مدھم سی روشنی اگرچہ یہاں تک بھی پہنچ رہی تھی مگر گنجان پودوں کی وجہ سے میں روشنی کی زد میں آنے سے محفوظ تھا۔

میں دیوار کے اوپر سے دوسری طرف جھانکتا رہا۔ رتنا ابھی تک ہوٹل سے باہر نہیں آئی تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہو۔ پانچ منٹ اور گزر گئے۔

اب مجھے رتنا کے بارے میں واقعی تشویش ہونے لگی تھی۔ ایک مرتبہ تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ سوٹ کیس وہیں پودوں میں چھوڑ دوں اور خود جا کر معلوم کروں۔

میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دور سے رتنا کو آتے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ میں وہیں کھڑا رہا۔ اتفاق سے اسی وقت تین چار گاڑیاں آگے پیچھے اس طرف گھوم گئیں۔ اس لئے میں نے دیوار سے باہر آنا مناسب نہیں سمجھا۔ گاڑیوں کے آگے نکلتے ہی رتنا اس جگہ پہنچ گئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اس اثنا میں ایک اور تیز رفتار کار وہاں سے گزری۔ اس کے ہیڈ لیمپ کی روشنی میں رتنا کے چہرہ پر نمایاں طور پر تشویش نظر آ رہی تھی۔

”رتنا میں یہاں ہوں۔“ میں نے سرگوشی میں پکارا۔

رتنا آواز کی طرف گھوم گئی مگر مجھے پھر بھی نہیں دیکھ سکی۔ میں نے سوٹ کیس اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا اور خود بھی اوپر چڑھ کر فٹ پاتھ کی طرف کود گیا۔ دھپ کی آواز سن کر رتنا اچھل پڑی۔

”اوہ۔ میں تو ڈر ہی گئی تھی کہ تم کہاں غائب ہو گئے۔“ رتنا بولی۔ ”مگر تم ادھر کیوں چھپ گئے تھے؟“

میں نے شکاری عورت اور ٹیکسی ڈرائیور کا قصہ سنایا پھر بولا۔ ”مجھے یہاں نہ پا کر کیوں ڈر گئی تھیں یہ تو نہیں سوچ لیا تھا کہ میں سارا مال لے کر بھاگ گیا ہوں۔“

”ایسے گندے خیالات میرے ذہن میں نہیں آ سکتے۔“ رتنا نے کہا۔ ”مجھے تم پر اتنا ہی اعتماد ہے جتنا اپنے آپ پر۔ بہرحال اب یہاں سے چلو۔ ہوٹل کے پارکنگ میں ذرا سی گڑبڑ ہو گئی تھی ایسا نہ ہو لوگ میری تلاش شروع کر دیں۔“

”اوہ یہ پوچھنا تو میں بھول ہی گیا تھا تم تو وہاں صرف گاڑی کھڑی کرنے گئی تھیں اتنی دیر کیسے لگ گئی؟“

”میری گاڑی وہاں کھڑی ہوئی ایک اور گاڑی سے ٹکرا گئی تھی جس سے اس کا ایک ہیڈ لیمپ ٹوٹ گیا۔“ رتنا بتا رہی تھی۔ ”پارکنگ کے نگران لڑکے کو تو میں نے پٹا ہی لیا تھا مگر اسی وقت گاڑی کا مالک بھی پہنچ گیا۔ وہ تو شاید میری معذرت قبول کر کے درگزر کر دیتا مگر اس کی بیوی بڑی حرافہ نکلی، وہ کسی طرح جان چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ پانچ ہزار روپے ڈنڈ طلب کر رہی تھی۔ اس پر بات بڑھتی رہی۔ کچھ اور لوگ بھی جمع ہو گئے آخر کار میں یہ کہہ کر وہاں سے نکلی ہوں کہ اپنی مالکہ کو بلا کر لاتی ہوں، وہ شاید یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ میں کار چھوڑ کر بھاگ نہیں جاؤں گی۔ میں نے کہا تھا کہ اپنی مالکہ کو فون کر کے بلاتی ہوں ظاہر ہے

میں واپس تو نہیں جاؤں گی اور ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری تلاش شروع کر دے اس لئے جتنی جلدی ہو سکے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہئے۔"

میں نے مزید کوئی سوال کئے بغیر سوٹ کیس اٹھالیا اور تیزی سے ایک طرف چلنے لگے۔ سوٹ کیس خاصا وزنی تھا میں اسے کبھی ایک ہاتھ میں منتقل کرتا اور کبھی دوسرے ہاتھ میں۔

پارک کی طرف جانے کے لئے ہمیں ہوٹل بے جے پیلس کی بغلی گلی سے گزرنا پڑتا لیکن رتنا نے وہاں کی جو صورت حال بتائی تھی اس کے پیش نظر اس طرف جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اس لئے ہم ایک اور سڑک پر گھوم گئے اور بنگلوں کے درمیان گلیوں میں گھومتے ہوئے پارک کے پچھلی طرف نکل آئے۔

"اتنے پرہنگام مرحلوں سے گزرنے کے بعد اب مجھے ایک بات کا خیال آ رہا ہے۔" رتنا نے چلتے چلتے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"بیلا کے ہاں ہم نے یہ چیک نہیں کیا کہ یہ سوٹ کیس وہی ہے یا کوئی اور۔ اور یہ کہ جس دولت کے لئے ہم نے اتنی جان خطرے میں ڈالی تھی وہ اس میں ہے بھی یا نہیں؟"

"یہ خیال تو مجھے بھی نہیں آیا تھا۔" میں نے کہا۔ "سوٹ کیس تو وہی ہے اور وزنی بھی ہے میرا خیال ہے وہ سب کچھ اسی میں موجود ہوگا جو تم نے رکھا تھا۔"

"اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو۔" رتنا بولی۔

"یہ سوٹ کیس بیلا نے خفیہ جگہ پر چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ اگر اس میں وہ سب کچھ نہ ہوتا تو اسے اتنی حفاظت سے نہ رکھتی۔" میں نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔ "بہر حال اب تو ہم یہ دو دو مر کر ہی چکے ہیں اس میں اگر دولت کے بجائے پتھر بھرے ہوں تو ہماری قسمت۔"

"اگر پتھر ہوئے تو انہی پتھروں سے بیلا کا سر پھوڑ دوں گی۔" رتنا نے جواب دیا۔ "میں نے بھی طے کر لیا ہے کہ یہاں سے خالی ہاتھ نہیں جاؤں گی اپنی دولت لے کر ہی جاؤں گی۔"

"دولت حاصل کرنے کے چکر میں خواہ جان چلی جائے۔" میں نے کہا۔

"مجھے اس کی پروا نہیں۔" رتنا نے گویا فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

میں نے اس وقت خاموشی میں بہتری سمجھی۔ ہم پارک کے گرد چکر کاٹتے ہوئے ایک طرف نکل آئے جہاں یشودھر کے کوارٹر کے پچھلی طرف آہنی جنگلے کی سلاخیں مڑی ہوئی تھیں۔ اس وقت رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی اور اس سڑک پر سناٹا تھا اس کے دوسری طرف بنگلوں کی گلیوں میں بھی سناٹا طاری تھا۔

ہم جنگلے میں سے گزر کر کوارٹر کے عقبی صحن سے ہوتے ہوئے اندر آ گئے۔ میرا خیال تھا کہ ششادری اور یشودھر سو چکے ہوں گے لیکن ان کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر جلنے والے لیمپ کی مدہم سی روشنی باہر بھی آ رہی تھی ہمارے قدموں کی مدہم سی چاپ سن کر یشودھر فوراً ہی باہر آ گیا۔

"کون ہے بھایا؟"

"ہم ہیں یشودھر۔" میں نے کہا۔ میری آواز زیادہ اونچی نہیں تھی۔ ہم کمرے میں آ گئے۔

ششادری چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی وہ ہمیں دیکھ کر اندر آ گئی۔

"کہاں رہ گئے تھے تم لوگ۔ ہم تو پریشان ہو گئے تھے یشودھر کاکا تو سمجھ رہا تھا کہ تم لوگ راستہ بھٹک گئے ہو۔" ششادری نے کہا۔

"راستہ تو نہیں بھٹکے تھے۔" میں نے سوٹ کیس زمین پر رکھتے ہوئے کہا۔ "آگرہ کا رہنے والا ایک دوست مل گیا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ دیر ہو گئی۔ یشودھر کاکا۔" میں اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "پہلے پانی اور پھر چائے کو دل چاہ رہا ہے۔"

"یشودھر کاکا تمہیں پانی پلا دے گا اور چائے میں بناتی ہوں۔" ششادری کہتے ہوئے چارپائی سے اتر گئی۔

یشودھر نے برآمدے میں رکھے ہوئے مٹکے میں سے گلاس بھر کے میرے ہاتھ میں دیدیا۔ میں اس وقت واقعی بہت شدت سے پیاس محسوس کر رہا تھا ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا رتنا کو بھی پیاس لگ رہی تھی اس نے خود ہی اٹھ کر پانی پی لیا۔

یہاں سونے کا بندوبست ہم لوگوں نے کچھ یوں کر رکھا تھا کہ ششادری اور یشودھر کاکا تو اس کمرے میں اپنی اپنی چارپائیوں پر سوتے تھے۔ دوسرے کمرے میں پہلے تو ایک ہی جھلنگا سی چارپائی ہوا کرتی تھی۔ ہم چونکہ ان کی نظروں میں میاں بیوی تھے اس لئے دو چار روز تو میں نے اور رتنا نے ایک ہی چارپائی پر گزارہ کیا تھا پھر میں نے یشودھر کاکا سے بازار سے بان کی ایک اور چارپائی منگوا کر اس کمرے میں ڈلوائی تھی وہ کمرہ کچن کا کام بھی دیتا تھا اور میں اور رتنا سوتے بھی وہیں تھے اور اس وقت ششادری چائے بنانے کے لئے اس کمرے میں گئی تھی۔

"تمہیں نیند آ رہی ہے یشودھر کاکا۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں صبح جلدی اٹھنا ہوتا ہے تم سو جاؤ۔ ہم اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔"

یشودھر کو واقعی نیند آ رہی تھی وہ صبح چھ بجے سے پہلے ہی اٹھ کر پارک میں چلا جایا کرتا تھا۔ اور رات کو سوتا بھی جلدی تھا۔ آج ہماری وجہ سے وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔

یشودھر کچھ کہے بغیر اپنی چارپائی پر لیٹ گیا۔ میں نے رتنا کو اشارہ کیا اور خود بھی سوٹ کیس اٹھا کر دوسرے کمرے میں آ گیا اور سوٹ کیس ایک چارپائی پر رکھ دیا۔ ششادری اس وقت اسٹوو پر کھولتے پانی میں چائے کی پتی ڈال رہی تھی۔

"یشودھر کاکا کو نیند آ رہی تھی اس لئے ہم یہاں آ گئے ہیں۔"

میں نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ جلدی سو جاتا ہے آج تم لوگوں کی وجہ سے جاگ رہا تھا۔" ششادری نے جواب دیا۔

دس منٹ میں چائے تیار ہو گئی۔ اس نے ہمیں چائے دی اور خود بھی ایک مگ لے کر رتنا کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئی۔

بیلا کا پتہ ہم نے ششادری کے ذریعے ہی لگایا تھا۔ اسے ہم نے اصل بات تو نہیں بتائی تھی صرف یہ بتایا تھا کہ ہم نے کنیا کماری کو بدمعاشوں سے بچانے کی کوشش کی تھی جس پر یہ لوگ ہمارے بھی

دشمن ہو گئے تھے ان کے ہاتھوں کنیا کماری کے مارے جانے کے بعد ہم اس کی موت کا بدلہ لینا چاہتے تھے کنیا کماری کے نام سے ہی اس نے ہمیں اپنے پاس پناہ دی تھی اور بیلا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر تیار ہو گئی تھی۔

ششادری نے ابھی تک سوٹ کیس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا اور نہ ہی یہ دریافت کیا تھا کہ ہمارا کون سا جاننے والا مل گیا تھا جس کی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی تھی لیکن صبح جب اخبار میں بیلا کے بنگلے پر ہنگامے اور اس کی ملازمہ کے قتل کی خبر چھپے گی تو اس میں ہماری اصلیت کے بارے میں بھی بہت کچھ لکھا ہو گا۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے ششادری ہم پر شبہ کرے گی۔

ہم کئی روز سے یہاں رہ رہے تھے اس دوران ششادری کی باتوں سے میں اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ بری طرح بددل ہے اس کے ساتھ ماضی میں جو کچھ ہوا تھا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ اس کے ساتھ بہت زیادتیاں ہوئی تھیں۔ اس کے پتی کو زندہ جلا دیا گیا تھا اور اس کی دادرسی کے بجائے پولیس نے اسی کو اپنے شوہر کے قتل کے الزام میں پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ وہ انصاف کے لئے بھاگی پھری تھی لیکن اسے کہیں سے انصاف نہیں ملا تھا اور وہ دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

ششادری کا تعلق مدھیہ پردیش کے ایک متوسط درجے کے باعزت گھرانے سے تھا۔ کام کی تلاش میں شملہ پہنچ گئی تھی جہاں اس کی ملاقات بھٹنا گر سے ہوئی پھر انہوں نے شادی کر لی جس پر اس کے گھر والے ناراض ہو گئے۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ جے پور آ گئی لیکن یہاں بھی بھٹنا گر کے گھر والوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ وہ اپنے شوہر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی۔ اس طرح وہ نہ گھر کی رہی اور نہ گھاٹ کی۔

وہ جوان اور حسین تھی۔ بہت سے لوگوں نے اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی مگر وہ اپنے آپ کو بچاتی رہی اس کے حسن و شباب سے فائدہ اٹھانے کے لئے وقتی طور پر سہارا دینے والے تو بہت تھے لیکن ہمدرد اور مخلص کوئی نہ تھا ایسے میں یشودھر نے اسے سہارا دیا اور اسے بیٹی بنا کر اپنے گھر لے آیا۔

اس ساری صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ اگر اسے اصل بات بتا دی جائے تو شاید وہ پوری طرح ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے لیکن ایک خدشہ یہ بھی تھا کہ ہماری اصلیت سے آگاہ ہونے کے بعد وہ ہمیں پولیس کے حوالے نہ کر دے۔

فوری طور پر ہمارا اس شہر سے نکلنے کا ارادہ نہیں تھا۔ میرے خیال میں کم از کم ہفتہ دس دن تک تو ہماری تلاش کا ہنگامہ جاری رہے گا اور ظاہر ہے کہ اس دوران ہم باہر نہیں نکل سکتے تھے لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ کسی وقت ششادری کو اعتماد میں لے کر اسے اصل بات بتا دی جائے۔

''یہ سوٹ کیس کیسا ہے؟'' آخر کار ششادری نے پوچھ ہی لیا۔

''بات دراصل یہ ہے کہ آگرے والے جس دوست سے ہماری ملاقات ہوئی تھی اس کے پاس رہنے کو کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''بہت سے لوگ جو کسی ہوٹل میں کمرہ نہیں لے سکتے ریلوے سٹیشن کے آس پاس چارپائی ہوٹلوں میں دو روپے دے کر رات بھر کے لئے چارپائی حاصل کر لیتے ہیں لیکن سامان رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔ میرا وہ جاننے والا بھی ایسا ہی غریب آدمی ہے۔ اس نے اپنا یہ سوٹ

کیس ہمارے حوالے کر دیا۔ ایک دو دن بعد جب وہ واپس جائے گا تو سوٹ کیس لے جائے گا۔''

ششادری نے مزید کچھ نہیں پوچھا۔ رتنا نے اسے باتوں میں الجھا لیا میں بھی خاموش بیٹھا چائے کی چسکیاں لیتا رہا۔

ڈھائی بج گئے۔ ششادری بار بار جمائیاں لینے لگی اور آخر کار وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں بھی اٹھ کر باہر آ گیا تھا۔ ششادری نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ میں کچھ دیر برآمدے میں کھڑا رہا اور پھر کمرے میں آ کر دروازہ بند کر دیا۔ دس پندرہ منٹ تک میں اور رتنا سرگوشیوں میں باتیں کرتے رہے پھر رتنا نے سوٹ کیس اپنے سامنے رکھ لیا اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔ سوٹ کیس لاک تھا اور ظاہر ہے چابی ہمارے پاس نہیں تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا کمرے کے کونے میں جہاں یشودھر کی سائیکل کھڑی تھی وہاں سائیکل کا ایک ٹوٹا ہوا پہیہ بھی پڑا تھا۔ میں نے اس پہیے میں سے ایک تار نکال لیا اور سوٹ کیس کے تالے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ چند سیکنڈ بعد ہی دونوں تالے کھل گئے اور پھر جیسے ہی میں نے ڈھکنا اٹھایا رتنا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ سوٹ کیس میں اوپر رتنا کے کپڑے تہہ کئے ہوئے رکھے تھے۔ رتنا بے صبری سے کپڑے اٹھا اٹھا کر ایک طرف رکھنے لگی اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ کرنسی نوٹوں کی گڈیاں، زیورات اور وہ تمام چیزیں موجود تھیں جو اس میں رکھی ہوئی تھیں۔ مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ بیلا نے یہ سوٹ کیس کھول کر نہیں دیکھا تھا۔ اسے جوں کا توں رکھ دیا گیا تھا اور میرا خیال ہے کہ اگر بیلا اسے کھول کر دیکھ بھی لیتی تو اس میں سے کوئی چیز نہ نکالتی۔

''بھگوان کا شکر ہے سب کچھ موجود ہے کچھ بھی غائب نہیں ہے۔'' رتنا نے کہا۔

''یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا اب کیا پروگرام ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بیلا پاگل ہو رہی ہو گی۔'' رتنا نے کہا۔ ''وہ ہماری تلاش میں زمین آسمان ایک کر دے گی۔ کئی روز تک تو ہم گھر سے نکل نہیں سکیں گے۔ میرا خیال ہے چند روز ہمیں یہیں پر دبکے رہنا پڑے گا۔ ہنگامہ ذرا کم ہو تو یہاں سے نکلنے کا پروگرام بنائیں گے لیکن.....''

''لیکن کیا؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''کیا یہ سوٹ کیس یہاں محفوظ رہے گا۔'' رتنا بولی۔

''سوٹ کیس کو کوئی خطرہ نہیں ہے ہم دونوں تو چوبیس گھنٹے یہاں موجود ہوں گے دونوں نہ سہی ایک نہ ایک تو رہے گا لیکن میرے خیال میں ششادری کو اعتماد میں لے کر اسے اصل بات بتا دینی چاہئے۔''

''رسک کیوں لے رہے ہو۔'' رتنا نے کہا۔ ''ہمارا کام ہو گیا ہے ہمیں چند روز یہاں رہنا ہے اس میں شبہ نہیں کہ ششادری اب تک قابل اعتماد ثابت ہوئی ہے لیکن وہ بھی شاید کنیا کماری کے حوالے سے۔ وہ یہی سمجھ رہی ہے کہ ہم اس کی کزن کا بدلہ لینے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ اگر اسے اصل بات بتا دی جائے تو شاید اس کا رویہ کچھ مختلف ہو۔ اس لئے میرے خیال میں خاموش ہی رہو۔''

''ہماری اصلیت کا پتہ تو اسے چل جائے گا۔'' میں نے کہا۔ ''آج بیلا کے بنگلے میں جو کچھ بھی

ہوا ہے وہ کل کے اخبارات میں چھپ جائے گا۔ بیلا ہماری پوری کہانی اخبارات میں چھپوائے گی اور اپنی ملازمہ کے قتل کا الزام بھی ہمارے کھاتے میں ڈال دے گی۔ ششادری کو اخبار کے ذریعے ہمارے بارے میں پتہ چلے گا تو بات مختلف ہوگی۔ ہوسکتا ہے وہ ہم سے بدظن ہو جائے اور ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھا بیٹھے۔ اس لئے کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اسے اعتماد میں لے کر بتا دیا جائے۔"

"تو پھر صبح دیکھا جائے گا۔ اب تو وہ سوگئی ہوگی اور مجھے بھی اب نیند آ رہی ہے۔" رتنا نے کہا۔

"نیند تو مجھے بھی آ رہی ہے۔" میں نے کہا اور سوٹ کیس بند کر کے چارپائی کے نیچے رکھ دیا۔

میں نے ایک بار پھر اٹھ کر دروازے کا کنڈا چیک کیا۔ یہ دو پاٹ کا دروازہ تھا جس کے اندر کی طرف زنجیر والا کنڈا لگا ہوا تھا لیکن زنجیر ڈھیلی تھی۔ دروازے کے پٹوں میں خلا رہ جاتا تھا اور اندر ہاتھ ڈال کر کنڈا آسانی سے کھولا جاسکتا تھا۔ البتہ کنڈے میں ایک مڑا ہوا سریا پھنسا دیا جاتا تھا حفاظتی نکتہ نظر سے یہ نظام بھی اس طرح بیکار ہو کر رہ جاتا تھا کہ باہر سے ایک معمولی سی ٹکر سے دروازہ ٹوٹ کر اندر گرسکتا تھا لیکن یہاں ہمیں فی الحال کسی کے حملے کا خدشہ نہیں تھا اس کے علاوہ کمرے کی پچھلی دیوار میں قدرے اوپر چند اینٹیں نکلی ہوئی تھیں۔ اس سوراخ سے کوئی آدمی داخل تو نہیں ہوسکتا تھا مگر اینٹیں اکھاڑ کر سوراخ کو بڑی آسانی سے کشادہ کیا جاسکتا تھا۔

یہ چیزیں میں نے پہلے بھی نوٹ کی تھیں لیکن اس وقت اتنی سنجیدگی سے نہیں سوچا تھا اور اب چونکہ ہمارے کمرے میں وہ سوٹ کیس موجود تھا جس میں کئی لاکھ کی نقدی اور لاکھوں روپے مالیت کے سونے کے زیورات بھرے ہوئے تھے اس لئے مجھے بڑی شدت سے عدم تحفظ کا خیال آ رہا تھا۔

رتنا کے ذہن میں بھی شاید کوئی ایسی ہی بات تھی۔ اس لئے وہ بھی نیند میں بار بار بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ میں بھی نیند میں کچھ بے چین ہی رہا تھا۔

یشودھر کاکا صبح چھ بجے اٹھ کر پارک میں چلا جایا کرتا تھا۔ اس وقت لاتعداد لوگ جوگنگ اور ہوا خوری کے لئے پارک میں آتے تھے بعض لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر پودوں کو بھی نقصان پہنچایا کرتے تھے اور بعض لوگ پھول توڑ کر گلدستے بنانے کے چکر میں رہتے تھے اور یہ یشودھر کاکا کی ڈیوٹی تھی کہ پارک میں آنے والے لوگوں کو ایسی حرکتوں سے باز رکھے۔ وہ سات بجے تک واپس آ جاتا اس وقت تک دوسرے مالی آ جاتے یشودھر کاکا ناشتہ کر کے ساڑھے سات بجے پھر پارک میں چلا جاتا۔

آہٹ سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں کیروسین لیمپ جل رہا تھا۔ میں نے پہلے ادھر ادھر دیکھا پھر اٹھ کر دروازے کی خلا سے باہر جھانکا یشودھر کاکا باہر جا رہا تھا میں دوبارہ چارپائی پر لیٹ گیا۔ اس وقت چھ بجے تھے اور میں جانتا تھا کہ سات بجے کے قریب ششادری بھی اٹھ جائے گی اور اس کمرے میں آ کر ناشتہ تیار کرے گی۔

میں ایک گھنٹے تک اونگھتا رہا اور پھر دروازے پر ہلکی سی دستک سن کر میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ ششادری تھی اس نے حسب معمول مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کیا اور اندر آ گئی۔

میں نے دروازہ کھلا ہی رہنے دیا اور چارپائی پر لیٹ گیا ششادری نے اسٹوو جلایا اور چائے بنانے کی تیاری کرنے لگی۔ رتنا اس وقت گہری نیند سو رہی تھی رات بھر کی بے چینی کے بعد نیند نے اسے

دبوچ لیا تھا۔

میں چارپائی پر کروٹ کے بل لیٹا ششادری کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے اس وقت لہنگا اور چولی پہن رکھی تھی سر پر چنری بھی نہیں تھی اور اس وقت وہ بہت نکھری نکھری سی لگ رہی تھی۔

پہلے روز جب میں نے ششادری کو دیکھا تھا تو وہ بہت اجڑی اجڑی سی لگی تھی بیماری نے بھی اسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا اس کا حسن غارت ہوگیا تھا لیکن صحت یاب ہونے کے بعد اس کا حسن نکھر آیا تھا آنکھوں میں چمک اور گالوں پر سرخی نظر آنے لگی تھی وہ واقعی بہت حسین تھی۔

میں نے پہلے ایسی نظروں سے کبھی ششادری کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ نجانے کیا بات تھی کہ آج وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی میری آنکھوں سے نیند کا خمار بھی غائب ہو چکا تھا اور میں پلک جھپکے بغیر اسے دیکھے جا رہا تھا۔ ششادری نے بھی ایک دو مرتبہ میری طرف دیکھا تھا اور کسمسا کر رہ گئی تھی۔

چائے بنا کر اس نے تین مگوں میں انڈیلی اور ایک مگ اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا۔ وہ چارپائی سے کچھ دور چوکی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ہاتھ بڑھانے کے لئے اسے کچھ آگے جھکنا پڑا۔ اس نے میری نگاہوں کے مرکز کو تاڑ لیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر سرخی سی پھیل گئی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے مگ لے لیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

ششادری نے رتنا کو بھی جگا دیا۔ رتنا نے چارپائی پر ہی بیٹھے بیٹھے کلی کی اور چائے کی چسکیاں لینے لگی۔ ششادری چوکی پر بیٹھی چائے پیتی رہی۔

چائے پینے کے بعد میں باہر آ گیا۔ صبح کی تازہ ہوا بڑی بھلی لگ رہی تھی یہ بہت خوبصورت اور شاندار پارک تھا۔ میرا بھی دل چاہتا تھا کہ صبح سویرے ہوا خوری کے لئے پارک میں نکلا کروں مگر میں کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد رتنا بھی کمرے سے باہر آ گئی۔ وہ کچھ دیر بعد پاس کھڑی رہی اور پھر کوارٹر کے پچھلی طرف چلی گئی جہاں ٹوائلٹ بنا ہوا تھا اس کے دو تین منٹ بعد ششادری باہر آ گئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کچھ کہے بغیر آنگن کا ٹاٹ والا پردہ اٹھا کر چلی گئی۔

ششادری کی واپسی تقریباً پانچ منٹ بعد ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں گلاب کی کلی تھی۔ قریب پہنچ کر اس نے کچھ کہے بغیر کلی میری طرف بڑھا دی۔ میں نے کلی لیتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ششادری کے چہرے پر سرخی پھیل گئی۔ اس وقت رتنا کو آتے دیکھ کر میں نے ششادری کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

رتنا نے میری یہ حرکت دیکھ لی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر بہت خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔ ششادری کی پشت اس طرف تھی اس لئے وہ رتنا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ نہیں دیکھ سکی تھی۔

"میں ناشتا بناؤں۔ یشودھر کاکا آنے ہی والا ہوگا۔" ششادری کہتے ہوئے اندر چلی گئی۔

"کیا بات ہے بڑے پیارے سے پھول پیش کئے جا رہے ہیں۔" رتنا نے میرے قریب آ کر سرگوشی میں کہا اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔

"میں نے یہاں باڑ میں سے وہ کلی دیکھی تھی۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "اور میں نے ہی ششادری سے کہا تھا کہ وہ کلی مجھے لا دے۔"

"تمہاری نظر کلیوں پر ہی پڑتی ہے۔" رتنا بولی۔ "کوئی اور موقع ہوتا تو میں تمہارا منہ نوچ لیتی اور

اسکے بھی ہاتھ توڑ دیتی لیکن......" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "لیکن رات کو میں دیر تک اس معاملے پر سوچتی رہی ہوں۔ اگر ششادری کو ہماری اصلیت کا پتہ چل گیا تو ممکن ہے وہ ہم سے اکھڑ جائے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اسے اعتماد میں لے لیا جائے۔ میں نہیں جانتی کہ تم دونوں میں یہ چکر کب سے چل رہا ہے لیکن یہ اچھا موقع ہے اگر وہ خود ہی جال کی طرف آ رہی ہے تو پھانس لو اسے اس طرح اس کی زبان بند ہو جائے گی۔"

"بڑی گندی باتیں کرنے لگی ہو۔" میں نے اسے گھورا۔

"کبھی کبھی ایسی باتیں کرنی ہی پڑتی ہیں۔" رتنا نے جواب دیا۔

"ناشتے کے بعد میں کچھ سودا لانے کے بہانے مارکیٹ چلی جاؤں گی اس وقت یشودھر کاکا بھی نہیں ہوگا تم دونوں تنہا ہوگے کوشش کرنا وہ تمہارے جال میں پھنس جائے۔"

میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ یشودھر کاکا کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں چمپا کے پھول تھے قریب آ کر اس نے پھول رتنا کی طرف بڑھا دیئے۔

"لو تمہارے لئے لایا ہوں۔"

رتنا نے پھول لے لئے یشودھر کاکا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے رتنا کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کہو گی؟ کیا سمجھوں اسے کب سے چل رہا ہے یہ سلسلہ؟ اور کیا معنی ہیں اس کے۔"

"بس بس۔" رتنا نے مجھے ٹوک دیا۔ "تم ششادری سے عشق کی پینگیں بڑھا رہے ہو تو کیا اس بوڑھے کو کوئی حق نہیں کہ......"

میرے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ رتنا بھی ہنسنے لگی۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد ششادری ناشتہ تیار کر کے کمرے میں لے آئی۔ پہلے جب وہ اس وقت ناشتہ تیار کیا کرتی تھی تو ہم سو رہے ہوتے تھے آج کئی دنوں بعد ہم ناشتے کے لئے اٹھ بیٹھے تھے۔

ناشتہ کرنے کے تھوڑی دیر بعد یشودھر اپنی گھاس کاٹنے والی مشین اور کھرپیاں وغیرہ لے کر چلا گیا۔ نو بجے کے قریب رتنا بھی مارکیٹ جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ میں بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ رات والے واقعہ کے بعد رتنا کا اس طرح باہر جانا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن رتنا کے خیال میں اکیلے ہونے کی صورت میں اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہ چنری سر پر اس طرح اوڑھتی تھی کہ گھونگٹ سا بن جاتا تھا اور چہرہ تقریباً چھپ کر رہ جاتا تھا۔ ویسے بھی اس شہر میں بیلا کے سوا ہمیں کون پہچانتا تھا اور رتنا کے خیال میں آج تو اس کا باہر جانا اور بھی ضروری تھا تاکہ مجھے اور ششادری کو کھل کھیلنے کا موقع مل سکے۔

رتنا کے جانے کے بعد میں برآمدے میں چارپائی پر بیٹھا رہا اور ششادری اپنے کاموں میں مصروف رہی۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یشودھر آ گیا۔ وہ عام طور پر دوپہر ایک بجے کے قریب کھانا کھانے کے لئے ہی آیا کرتا تھا۔ آج یقیناً کوئی خاص بات تھی جو اس وقت آ گیا تھا۔

"ششادری بیٹا۔" وہ کمرے میں داخل ہوتے ہی بولا۔

"میں میونسپلٹی کے دفتر جا رہا ہوں۔ ہم سب مالیوں کو بڑے صاحب نے بلایا ہے۔ مجھے واپسی

میں دیر ہو جائے گی پریشان مت ہونا۔"

"اچھا کاکا۔ ششادری نے کہا۔ "اچھا ہوا تم نے بتا دیا۔" اس نے یشودھر کو کچھ پیسے بھی دے دیئے تھے تاکہ دوپہر کو کچھ لے کر آئے۔

یشودھر کے جانے کے بعد ہم دونوں اکیلے رہ گئے۔ گویا میرے لئے میدان صاف ہو گیا تھا۔ میں برآمدے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چارپائی پر نیم دراز ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ششادری کسی کام سے کمرے میں آئی تو میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک گلاس پانی تو پلا دو۔"

ششادری پانی لے آئی۔ پانی پی کر میں نے خالی گلاس اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے گلاس لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو میں نے دوسرے ہاتھ سے اس کی کلائی پکڑ لی۔

ششادری کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔ لیکن اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ میں نے آہستگی سے اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ میرے اوپر آتی چلی گئی۔ رتنا نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ میری معمولی سی کوشش ششادری کو پکے ہوئے پھل کی طرح میری جھولی میں گرا دے گی۔

مجھے حیرت بھی ہو رہی تھی کہ ششادری اس قدر آسانی سے میری جھولی میں کس طرح آن گری تھی۔ میں نے تو آج صبح پہلی مرتبہ ہی ایسی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن وہ شاید پہلے ہی کچھ طے کئے بیٹھی تھی اشارہ پاتے ہی وہ ڈھیر ہو گئی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹہ گزر گیا اور پھر باہر آہٹ سن کر ششادری ایک دم مجھ سے الگ ہو گئی اور تقریباً اسی وقت باہر سے کسی آدمی کی آواز سنائی دی۔ وہ جو کوئی بھی تھا یشودھر کو آواز دے رہا تھا۔ ششادری اپنی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے باہر چلی گئی۔

میں دروازے کی اوٹ سے باہر جھانکنے لگا مگر کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ششادری بھی آنگن کے دروازے پر ٹاٹ کے پردے سے باہر چلی گئی تھی میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ ششادری کی واپسی تقریباً دس منٹ بعد ہوئی تھی۔

"میرے دفتر سے آدمی آیا تھا۔" ششادری نے دروازے ہی میں رکتے ہوئے کہا۔ "پہلے تو میں بیمار رہی۔ اس کے بعد بھی کئی روز سے نہیں گئی۔ آج کل سیاحت کا سیزن شروع ہو چکا ہے غیر ملکی سیاح بڑی تعداد میں یہاں آ رہے ہیں اس لئے مجھے دفتر میں رپورٹ کرنے کو کہا گیا ہے۔"

"کیا یہاں بہت زیادہ سیاح آتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"تاریخی اعتبار سے راجستھان ہندوستان کا اہم ترین علاقہ ہے۔" ششادری نے جواب دیا۔ "اس خطے کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ ہزاروں سال قدیم مندر ہیں۔ یہ جنگجو راجپوتوں کی سرزمین ہے یہاں قدم قدم پر تمہیں قدیم تاریخ کا ایک نیا باب ملے گا اور یہی دلچسپی غیر ملکیوں کو اس طرف کھینچ لاتی ہے۔ یہاں ہر سال چھ لاکھ سے زیادہ غیر ملکی سیاح آتے ہیں۔ تاریخی مقامات کے علاوہ یہاں سیاحوں کی دلچسپی کی اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ قدیم ہندوستانی رقص، میلے، تہوار اور پراسرار روایتیں۔ یہاں غیر ملکی سیاحوں کے لئے ... دلچسپیاں ہیں۔"

''میں زیادہ تو نہیں پھرا ہوں۔ لیکن ایک بات میں نے خاص طور پر نوٹ کی ہے اس کا کوئی
ص پس منظر ہے یا اسے بھیڑ چال ہی کہا جائے گا۔''

میں نے اس کے خاموش ہونے پر کہا۔

''مثلاً کیا بات نوٹ کی ہے تم نے؟'' ششادری نے پوچھا۔

''یہاں زیادہ عمارتیں گلابی رنگ کی ہیں۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟'' میں نے دریافت کیا۔

''ہاں اس کا ایک خاص پس منظر ہے۔'' ششادری نے بتایا۔ ''شہر 1728ء میں مہاراجہ سوائے
جے سنگھ ثانی نے تعمیر کروایا تھا۔ اس وقت زیادہ عمارتیں ہلکے سرمئی رنگ کی ہوا کرتی تھیں۔ جن پر سفید رنگ
بارڈر لگایا جاتا تھا۔ 1883ء میں برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ کا شوہر پرنس البرٹ جے پور کے دورے پر آیا تو
ں وقت کے مہاراجہ نے حکم جاری کردیا کہ شہر کی تمام عمارتوں پر گلابی رنگ کردیا جائے یہ پرنس البرٹ کو
ن آمدید کہنے کا ایک انداز تھا۔

''بس بس بس۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔ ''تم واقعی بہت اچھی
ئیڈ ہو اور تمہارا انداز بیان بھی بہت دلچسپ ہے۔''

''تمہیں دلچسپی کی ایک اور بات بتاؤں۔'' ششادری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''جے گڑھ
رٹ قلعہ کے بارے میں بہت عرصہ سے یہ افواہیں گردش کررہی تھیں کہ اس کے تہہ خانوں میں ہزاروں
ن سونا اور ہیرے جواہرات دفن ہیں۔ قلعہ میں بعض لوگوں کی پراسرار سرگرمیاں بھی دیکھی گئی تھیں۔
ومت کو بھی شاید ان افواہوں پر یقین آ گیا اور یہ قلعہ سیاحوں کے لئے بند کردیا گیا۔ سات سال تک قلعہ
ے تہہ خانوں اور مختلف حصوں میں کھدائی ہوتی رہی لیکن ہزاروں من سونا اور ہیرے جواہرات تو کیا ایک
ا پتھر بھی نہیں ملا جسے نادر سمجھ کر شوکیس میں سجایا جاسکے۔ آخر کار کچھ عرصہ پہلے اس قلعہ کو سیاحوں کے لئے
ول دیا گیا۔ اب بھی یہاں ایسے بہت سے لوگ آتے ہیں جو وہ خزانہ تلاش کرنا چاہتے ہیں یہاں اب بھی
ھی کبھی پراسرار سرگرمیاں دیکھنے میں آئی ہیں لیکن آج تک کوئی اس دفینے کا سراغ نہیں لگا سکا۔''

''تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''کیا مطلب کیسا فیصلہ؟'' وہ میرے اس سوال پر چونک گئی تھی۔

''دفتر جانے کا۔'' میں نے کہا۔

''میں نے مزید ایک ہفتے کے لئے معذرت کرلی ہے۔'' ششادری نے جواب دیا۔ ''میرا خیال
ے اس دوران تم لوگوں کو میری ضرورت پڑے گی۔''

''ہاں۔ تمہاری ضرورت تو اب بہت پڑے گی۔'' میں نے ذومعنی جواب دیا۔

ششادری میرے قریب ہی چارپائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے بازو سے پکڑ کر قریب کھینچ
۔ اب ششادری وہ نہیں تھی جو ایک گھنٹہ پہلے تک تھی۔ صرف ایک اشارہ تھا اور اس نے اپنے آپ کو
رے سپرد کردیا تھا اور میرا خیال تھا کہ اس مرحلے سے گزرنے کے بعد وہ میری کوئی بات ماننے سے انکار
ں کرے گی اور نہ ہی ہمارے خلاف کوئی ایسا قدم اٹھائے گی جس سے ہمیں بلکہ اسے بھی نقصان پہنچنے کا
ال ہو۔ اس لئے میں نے اسے اعتماد میں لینے کا فیصلہ کرلیا۔

کل رات تم لوگ بیلا سے نمٹنے کے لئے گئے تھے۔ تم لوگوں کو دیر ہوگئی تو مجھے پریشانی ہوگئی تھی
واپس آکر تم لوگوں نے آگرے کے کسی دوست کی کہانی سنادی لیکن اصل بات کیا ہے وہ تم نے ابھی تک
نہیں بتائی۔'' ششادری نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مجھے بات کرنے کا موقع خود اس نے فراہم کردیا تھا۔ میں چند لمحے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر
بولا۔

''ششادری اگر تمہیں پتہ چلے کہ ہم وہ نہیں جو تمہیں بتایا گیا تھا تو تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟''

''کیا مطلب؟'' اس نے مجھے گھورا۔

''مطلب یہ کہ رتنا میری پتنی نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''اسے کہیں سے بھگا کر لائے ہو؟'' اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''کچھ ایسی ہی بات سمجھ لو۔ اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی ہیں جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں اور
ہوسکتا ہے ہماری اصلیت جاننے کے بعد تمہارا ردعمل بہت شدید ہو اور......''

کوارٹر کے عقبی سمت سوکھے پتوں کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز سن کر میں خاموش ہوگیا۔ ششادری
بھی ایک جھٹکے سے مجھ سے الگ ہوگئی اور لباس درست کرکے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

قدموں کی آواز اب کوارٹر کے سامنے کی طرف آ گئی تھی اور پھر رتنا کی آواز سنائی دی اس وقت
گیارہ بجنے والے تھے رتنا نو بجے کی گئی تھی مجھے صرف دو گھنٹے ملے تھے اور میں ان دو گھنٹوں میں وہ سب کچھ
کرگزرا تھا جس کے لئے ایک رات درکار ہوتی ہے۔

رتنا کے دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز تھے اس نے پہلے ششادری کی طرف دیکھا اور پھر میری
طرف دیکھنے لگی۔ میں نے مخصوص انداز میں ایک آنکھ کا گوشہ دبا دیا۔ رتنا کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ
آ گئی۔

''لو بھئی یہ سنبھالو۔'' رتنا نے دونوں شاپنگ بیگز ششادری کی طرف بڑھا دیئے۔ ''ایک تھیلے
میں تلی ہوئی مچھلی بھی ہے دوپہر کے کھانے میں کھائیں گے۔'' دوپہر کو پکانے کے لئے ترکاری بھی لے آئی
ہوں دونوں مل کر پکالیں گی۔''

ششادری نے دونوں تھیلے لے کر برآمدے میں پڑی ہوئی چارپائی پر رکھ دیئے اور ان میں
سے چیزیں نکالنے لگی۔ رتنا مٹکے سے پانی نکال کر پینے لگی۔ ایک تھیلے میں اخبار بھی تھا۔ اخبار تہہ کیا ہوا تھا
لیکن ششادری نے اسے نکال کر چارپائی پر رکھا تو اس کی تہہ کھل گئی اور اس کی ہیڈ لائن سامنے آ گئی۔ میں
نے بھی انگریزی اخبار کی وہ ہیڈ لائن دیکھ لی۔

''را کی آفیسر بیلا کی موجودگی میں پاکستانی دہشت گردوں کے ہاتھوں ملازمہ کا قتل۔''

میں آگے بڑھ کر اخبار اٹھانا چاہتا تھا مگر مجھ سے پہلے ششادری نے ہاتھ آگے بڑھا دیا تھا۔
اسے غالباً بیلا کے نام نے اٹریکٹ کیا تھا۔ وہ دوسرے کام چھوڑ کر خبر پڑھنے لگی۔ اس کے چہرے کے
تاثرات ہر لمحہ بدل رہے تھے۔ بالآخر اس نے جھکا ہوا سر اٹھایا اور میری طرف دیکھنے لگی۔

''یہ...... کیا ہے؟'' اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"تم جاننا چاہتی تھیں ناکہ پچھلی رات بیلا والے معاملے میں کیا ہوا تھا۔" میں نے پرسکون لہجے
، جواب دیا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ اس خبر میں کیا لکھا ہے لیکن اس میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ آرائی ضرور
، جو ہیڈلائن سے ظاہر ہوتی ہے۔ بیلا کی ملازمہ ہمارے ہاتھوں نہیں بلکہ بیلا ہی کے ہاتھوں ماری گئی تھی۔
پر اور بھی بہت سے الزامات لگائے گئے ہوں گے بہرحال۔" میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر بولا۔
ھوڑی دیر پہلے میں نے تمہیں کہا تھا ناکہ تمہیں کچھ خاص باتیں بتانا چاہتا ہوں، اچھا ہوا تم نے اخبار میں
پڑھ لی۔ اب مجھے اپنی بات سمجھانے میں آسانی رہے گی۔"

"تو کیا یہ سچ ہے کہ تم......"

"ہاں۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں پاکستانی ہوں مگر دہشت گرد نہیں۔ جس طرح تم
تی کا شکار ہوئی ہو اسی طرح میں بھی زیادتی کا شکار ہوا ہوں۔ رتنا بھی زیادتی کا شکار ہوئی ہے۔ اپنے
ھ زیادتی ہونے کے بعد تم اگر شدید قسم کے ردعمل کا اظہار کرتی ہو تو سماج اور قانون کے ٹھیکے دار اسے
ت گردی کہیں گے۔ حالانکہ دہشت گرد وہ خود ہیں جو کسی معصوم اور بے گناہ کو اس حد تک دباتے ہیں کہ
نے بچاؤ کے لئے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا جاتا ہے اور جب وہ بے قابو ہو جاتا ہے تو اسے
ت گرد قرار دے دیا جاتا ہے۔ بہرحال، بیٹھ جاؤ یہ باتیں اطمینان سے کرنے کی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ
نت جان لینے کے بعد کم از کم تم ہم پر ایسا کوئی الزام نہیں لگاؤ گی۔"

ششادری کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ وہ بار بار خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہی تھی۔ آنکھوں میں
ت سی بھر گئی تھی۔ میں نے رتنا کو اشارہ کیا وہ پانی کا گلاس لے آئی۔ ششادری نے ایک ہی سانس میں
ں خالی کر دیا۔ اور چارپائی پر بیٹھ گئی۔ اخبار اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس خبر کی
یل کیا ہے مگر ہمارے بارے میں سنسنی خیز انکشاف نے ششادری کو دہشت زدہ کر دیا تھا۔

میں ششادری کو لے کر کمرے میں آ گیا۔ رتنا بھی اسٹو کے قریب چوکی پر بیٹھی چائے بنانے
۔ میں ششادری کو سمجھاتا رہا کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا تھا۔ بیچ بیچ میں رتنا بھی بولتی جا رہی تھی۔ اس نے
ے بنا کر ایک کپ ششادری کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"لو چائے پیو۔ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ یہ سب کچھ کیسے شروع ہوا۔"

وہ بولی۔ "میں جانتی ہوں ناجی بے گناہ ہے۔ اس نے کوئی دہشت گردی نہیں کی۔ جو کچھ بھی کیا
ہ آپ کو بچانے کے لئے کیا۔ اگر مجھے اس کی بے گناہی کا یقین نہ ہوتا تو میں کبھی اس کا ساتھ نہ
۔ میں کیا بیسیوں لوگ اس کی خاطر اپنی جانیں دے چکے ہیں۔ کیا وہ سب غدار تھے؟ نہیں
ادری۔" وہ ایک لمحہ کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "انصاف پسند ہمیشہ حق اور
ں کا ساتھ دیتے ہیں۔ ماؤنٹ ابو میں نتیا کماری پر افتاد پڑی تھی تو میں نے خطرات کی پروا کئے بغیر اس
ساتھ دیا تھا اور پھر مدراس میں بھی ایسی ہی صورت حال پیش آئی۔ ہم جانتے تھے کہ وہ ایک گینگ کے چنگل
پھنسی ہوئی ہے جس میں بڑے بڑے پولیس آفیسر بھی شامل ہیں۔ ہم اگرچہ پہلے ہی خطرات میں
ے ہوئے تھے مگر ہم نے نتیا کماری کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ وہ بے گناہ اور
مجبور ہے۔ نتیا کماری ادارتی صورت پر ان لوگوں کے خلاف بغاوت پر اتر آئی تھی تو اس کا یہ مطلب

نہیں لیا جا سکتا کہ وہ انتک وادی تھی۔ وہ جو کچھ بھی کر رہی تھی اپنے بچاؤ کے لئے کر رہی تھی۔ جو شخص اپنا بچاؤ
کر رہا ہو اسے دہشت گرد کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ناجی اور میں کچھ ایسی ہی صورت حال کا شکار رہے ہیں ہم
نے جو کچھ بھی کیا اپنے بچاؤ کے لئے کیا اور اس سے زیادہ خوفناک حقیقت یہ ہے کہ قانون کے محافظ اپنے
جرائم ہمارے کھاتے میں ڈالتے رہے ہیں ہمیں ہوا بنا کر پیش کرتے رہے تاکہ لوگوں کو ہم سے نفرت ہو اور
ہمیں کہیں پناہ نہ ملے۔ لیکن جو لوگ سچائی کو سمجھتے ہیں انہوں نے ہمیشہ ہمارا ساتھ دیا۔" رتنا چوکی سے اتر کر
چارپائی پر آ گئی اور ششادری کو بازو کی لپیٹ میں لے کر اپنے ساتھ لگا لیا۔ "تمہیں ہماری بے گناہی کا یقین
کر لینا چاہئے ششادری۔" وہ کہہ رہی تھی۔ "اے سی پی ستیش مہتہ کے فرار کی خبر تم خود اخبار میں پڑھ چکی
ہو اور تم یہ بھی جان چکی ہو کہ وہ ایک دیانت دار پولیس آفیسر نہیں گینگسٹر تھا تمہاری بہن نتیا کماری کی موت کا
ذمہ دار وہی تھا۔ اگر وہ مجرم نہ ہوتا تو فرار کیوں ہوتا۔ ہمارے معاملے کو مزید سنگین بنانے کے لئے روشن لال
کے بنگلے کی آتشزدگی اور دوسرے جرائم بھی ہمارے کھاتے میں ڈال دیئے گئے اور گزشتہ رات جو کچھ بھی ہوا
وہ اخبار کی اس کہانی سے بالکل مختلف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ملازمہ کو ہم میں سے کسی نے نہیں بیلا نے خود
گولی ماری تھی اس نے گولی ناجی پر چلائی تھی جو ملازمہ کو لگی اور وہ ختم ہو گئی۔ مگر بیلا نے یہ الزام ہم پر لگا دیا۔
اب میں صرف ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔" وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی اور ششادری کی طرف دیکھتے
ہوئے بولی۔ "اگر تمہیں ہماری باتوں پر وشواش نہ ہو تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"مجھے وشواش ہے۔" ششادری نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "مگر یہ جو اخبار میں لکھا ہے کہ..."

"یہ سب جھوٹ ہے۔" رتنا نے اس کی بات کاٹ دی۔ "میں اخبار پڑھ چکی ہوں اس خبر میں
سچائی صرف اتنی ہے کہ ہم بیلا کے بنگلے پر گئے تھے اس سے کچھ باتیں پوچھنا چاہتے تھے اس دوران میرے
اور بیلا کے بیچ ہاتھا پائی ہو گئی۔ بیلا نے گولی چلا دی جو اس کی ملازمہ کو لگی اور اس کے بعد ہم نے بیلا کو باندھ
کر ڈال دیا اور وہاں سے نکل آئے۔"

"اور یہ سوٹ کیس؟" ششادری بولی۔ "اخبار میں تو لکھا ہے کہ تم لوگوں نے ماؤنٹ آبو کے
جین مندروں سے زیورات چرائے تھے جو کسی طرح بیلا کے ہاتھ لگ گئے اور گزشتہ رات تم لوگ وہ
زیورات بھی چرا لے گئے۔ رات کو تم لوگ واپس آئے تو یہ سوٹ کیس۔"

"ہم رات ہی کو تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتے تھے۔" رتنا نے جواب دیا۔ "مگر یشودھرا کا کی
موجودگی میں ہم کوئی بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان زیورات کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ
مجھے جین مندر کے ایک پروہت پنڈت بھیرو نے دیا تھا۔ مندروں میں پجاریوں نے جو لوٹ مار مچا رکھی ہے
اس سے تم اچھی طرح واقف ہو۔ اگر مندروں کی کمائی عوام کی بھلائی کے کاموں پر خرچ کی جائے تو کم از کم
اس علاقے کا کوئی شخص رات کو بھوکا نہ سوئے مگر یہ کمائی عیاشیوں اور تخریبی سرگرمیوں پر خرچ کی جاتی ہے۔
اسی طرح پنڈت بھیرو نے بھی بہت سی دولت جمع کر رکھی تھی وہ ایک عیاش آدمی تھا ایک موقع پر میں نے اور
ناجی نے اس کی جان بچائی تھی جس پر اس نے مجھے تھوڑے سے زیورات تحفے میں دیئے تھے۔ پنڈت بھیرو
کی جمع کی ہوئی دولت اب بھی ماؤنٹ آبو کے ایک بنگلے کے تہہ خانے میں موجود ہے۔ بھیرو تو بیلا ہی کے
آدمیوں کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ تہہ خانے میں اس خزانے کا علم ہمارے سوا اور کسی کو نہیں ہے اگر ہم

تے تو وہ ساری دولت بھی ایک ٹرک پر لے آتے۔ راشی پولیس افسروں کو گھوس کھلاتے اور کسی دشواری
غیر آرام سے نکل جاتے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا اور وہ خزانہ اب بھی پنڈت بھیرو کے بنگلے کے تہہ خانے
پڑا ہوا ہے۔"

میں خاموش بیٹھا رہا۔ رتنا نے اگرچہ زیورات کے حوالے سے پنڈت بھیرو کے تحفے کے
ے میں تھوڑا سا جھوٹ بولا تھا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ وہ بہت اچھی طرح سے بات کو نبھا رہی تھی اور
اوری کے چہرے کے تاثرات بھی بتدریج بدلتے جا رہے تھے اس کے چہرے پر اب وہ تناؤ نہیں تھا جو
ڑھنے کے بعد ہوا تھا۔

رتنا نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے چارپائی کے نیچے رکھا ہوا سوٹ کیس اٹھا کر اوپر رکھ دیا۔ رتنا
وٹ کیس کا ڈھکنا کھولا اور کپڑے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے۔ ان کپڑوں کے نیچے نوٹوں کے بنڈل
یورات دیکھ کر ششادری کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھر آئی۔

اخبار نے ہمارے بارے میں جو سنسنی خیز انکشافات کیے تھے۔ انہیں پڑھنے کے بعد ششادری
ی شدید ردعمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کے ذہن میں ہمارے خلاف جو خیالات پیدا ہوئے بھی تھے وہ
باتوں، ایں سے میرے تعلقات اور اس دولت کی چمک نے دھو ڈالے تھے۔ اس کی خاموشی کی ایک
بھی ہو سکتی تھی کہ ہم نے اس کے ہاں پناہ لے رکھی تھی ہمارے پکڑے جانے کی صورت میں نہ صرف وہ
ڑھا یشودھر بھی پھنس جاتا۔ ششادری ماضی میں ایسے حالات سے دوچار رہ چکی تھی کہ بے گناہ ہوتے
بھی اسے زیادتیوں کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ پچھلے تجربے کو سامنے رکھتے ہوئے وہ کبھی یہ نہیں چاہے گی کہ وہ
قسم کے حالات سے دوچار ہو اور موجودہ صورتحال تو پہلے سے بہت مختلف تھی۔ سرکار کا اعلان بالکل
تھا کہ دہشت گردوں کو پناہ دینے والوں کو بھی گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ ششادری اپنی صفائی بھی پیش
نہ سکتی۔ اسے صفائی پیش کرنے کا موقع ہی نہ دیا جاتا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔ "شروع میں اگر مجھے پتہ چل جاتا تو شاید
ت حال مختلف ہوتی۔ میں تم لوگوں سے معذرت کر لیتی۔"

"تم اب بھی کہو تو ہم یہاں سے چلے جائیں۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔" ششادری نے کہتے ہوئے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "اب میں ایسا
ر سکتی۔ تم لوگوں کو موت کے منہ میں نہیں دھکیل سکتی۔ تم لوگ ایسے وقت میں میرے کام آئے ہو جب
ار پڑی تھی اور علاج نہ ہونے کی وجہ سے میری بیماری بڑھتی جا رہی تھی۔ تم لوگوں کی ہمدردی سے مجھے
گی ملی۔ میں اپنے محسنوں کو جان بوجھ کر موت کے منہ میں نہیں دھکیل سکتی لیکن......"

"لیکن کیا؟" میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یشودھر کاکا کی ذمے داری میں نہیں لے سکتی۔" وہ بولی۔ "اگر اسے کسی طرح پتہ چل گیا کہ تم
ہی ہو جس کی پولیس کو تلاش ہے تو معاملہ گڑبڑ ہو سکتا ہے۔ وہ اگرچہ ان پڑھ ہے اخبار نہیں پڑھ سکتا مگر
ریں تو جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہیں۔ یہ چرچا تو آج شہر کے بچے بچے کی زبان پر ہوگا۔
ں سوٹ کیس کا بھی ذکر ہے اور رات کو جب تم واپس آئے تھے تو یشودھر کاکا نے تم لوگوں کے پاس

یہ سوٹ کیس بھی دیکھا تھا ہو سکتا ہے کہ۔"

"اسے میں سنبھال لوں گا۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "سوٹ کیس تو اس نے دیکھ لیا تھا
لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہونا چاہئے کہ اس میں کیا ہے۔"

"بہتر ہوگا کہ اس میں تالا ڈال دیا جائے۔" ششادری نے کہا۔

"میں ایک چھوٹا تالا لے آئی ہوں کسی شاپنگ بیگ میں رکھا ہے۔"
رتنا نے کہا۔ "اور تمہیں ان میں کوئی چیز پسند ہو تو لے سکتی ہو۔ میں تمہارا ہاتھ نہیں روکوں گی۔"
اس نے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہاری ہمدردی اور محبت ہی میرے لئے سب کچھ ہے دیدی۔" ششادری نے یہ بات کہی تو
رتنا سے تھی مگر دیکھا میری طرف تھا۔

رتنا میری طرف دیکھ کر مسکرا دی۔ اس نے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر کپڑے رکھ دیئے اور
سوٹ کیس بند کر دیا۔

"اگر تمہیں کوئی چیز پسند آئی ہے تو وہ ہمارے پاس امانت ہے۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "جب
چاہو لے لینا۔" اس نے برآمدے میں چارپائی پر رکھے ہوئے ایک شاپنگ بیگ میں سے چھوٹا سا تالا نکال
کر سوٹ کیس کو لگا دیا۔ میں نے سوٹ کیس اٹھا کر چارپائی کے نیچے پیچھے کر کے رکھ دیا۔

"سوٹ کیس یہاں محفوظ ہے؟" میں نے ششادری کی طرف دیکھا۔

"ہم میں سے کوئی نہ کوئی ہر وقت یہاں موجود تو رہتا ہے اس لئے چوری کا کوئی خطرہ نہیں
ہے۔" ششادری نے جواب دیا۔

ہم تینوں کمرے سے نکل کر برآمدے میں چارپائی پر بیٹھ گئے۔ رتنا کے آنے سے پہلے
ششادری چہک رہی تھی مگر اب وہ پہلے جیسی بات نہیں رہی تھی شاید وہ سوچ رہی ہو کہ حقیقت جاننے کے
بعد ہماری حمایت کر کے اس نے کچھ غلط تو نہیں کیا۔

رتنا بازار سے لائی ہوئی چیزیں سنبھالنے لگی اور میں ششادری کے پاس بیٹھا رہا۔ میں باتوں
میں اس کا دل بہلانے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ ہمارے بارے میں پراگندہ خیالات اس کے ذہن سے نکل
جائیں۔

"ایک بات بتاؤ۔" ششادری میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو تم مجھے تنہا
تو نہیں چھوڑ دو گے؟"

"نہیں ششادری۔" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اب تو تمہیں چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں
ہوتا۔ ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ قائم ہو گیا ہے اور مخلص دوستوں کو برے وقت میں اکیلا نہیں چھوڑا جاتا۔
یہ تم رتنا کو دیکھ رہی ہو۔" میں نے رتنا کی طرف اشارہ کیا جو ایک پلیٹ ہاتھ میں اٹھائے کمرے سے باہر
آ رہی تھی۔ "ہم دونوں کی دوستی بھی ایسی ہی ہے ہم نے ہر برے وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا ہے اور
یہی وجہ ہے کہ اب تک ہم محفوظ ہیں تم بھی آڑے وقت میں ہمارے کام آئی ہو۔ ہم تمہیں تنہا کیسے چھوڑ سکتے
ہیں۔"

رتنا نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے پلیٹ سامنے رکھ دی۔ اس میں وہ تلی ہوئی مچھلی تھی جو وہ بازار سے لے کر آئی تھی۔

"میں نے سوچا تھا کہ دوپہر کے کھانے کے ساتھ کھائیں گے مگر اس کی خوشبو سے صبر نہیں ہو پایا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہم مچھلی کھانے لگے۔ واقعی بہت لذیذ تھی۔ ساتھ ہی باتیں بھی ہو رہی تھیں۔ ششادری اب آہستہ آہستہ کھل رہی تھی اور پھر وہ پہلے کی طرح چہکنے لگی۔ شاید ہماری باتوں سے اس کی تسلی ہو گئی تھی۔

اس وقت ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ رتنا نے مجھے اشارہ کیا کہ میں ششادری کو باتوں میں بہلائے رکھوں جب کہ وہ خود دوپہر کے کھانے کی تیاری کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ششادری بھی اٹھ کر اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔

میں نے اخبار اٹھا لیا۔ اب تک میں نے صرف ہیڈ لائن دیکھی تھی۔ ششادری سے باتوں میں الجھ کر اخبار پڑھا ہی نہیں تھا۔

ہمارے بارے میں شائع ہونے والی وہ خبر خاصی دلچسپ تھی۔ بیلا نے پولیس میں جو باقاعدہ رپورٹ لکھوائی تھی اس کے مطابق وہ اس وقت گھر میں اکیلی تھی کہ ہم دونوں پستول تانے بنگلے میں داخل ہو گئے اسی دوران گھر کی ملازمہ وہاں آ گئی اس نے شور مچانے کی کوشش کی تو تا جی نے اسے گولی مار دی۔

بیلا نے یہ بیان بھی دیا تھا کہ کچھ عرصہ پہلے تا جی اور رتنا نے ماؤنٹ آبو کے ایک جین مندر سے کچھ قیمتی زیورات چرائے تھے جو ایک جھڑپ کے دوران بیلا کے قبضے میں آ گئے۔ بیلا ان زیورات کو سرکاری خزانے میں جمع کروانا چاہتی تھی مگر دیگر مصروفیات کی وجہ سے اسے موقع نہیں مل سکا۔ گزشتہ رات وہ دونوں یعنی میں اور رتنا اس کے بنگلے میں گھس آئے اور ملازمہ کو قتل کرنے کے بعد بیلا کو رسیوں سے باندھ دیا اور زیورات والا سوٹ کیس لے کر فرار ہو گئے۔

اس مین سٹوری کے ساتھ ہی دو تین اور چھوٹی چھوٹی خبریں بھی تھیں۔ ایک خبر یہ تھی کہ بیلا کی کار جے پیلس ہوٹل کے پارکنگ سے مل گئی تھی جسے ایک حسین عورت وہاں چھوڑ کر گئی تھی۔ پارکنگ میں رتنا کا جو جھگڑا ہوا تھا اس کے بارے میں بھی لکھا ہوا تھا۔

پولیس کے بیان کے مطابق وہ دونوں (یعنی ہم) بیلا کے بنگلے سے اس کار میں فرار ہو کر جے پیلس ہوٹل کی طرف آئے تھے۔ اس عورت نے اپنے ساتھی کو دور اتار دیا اور کار ہوٹل کے پارکنگ میں چھوڑ کر واپس چلی گئی اور دونوں کسی آٹو یا ٹیکسی میں بیٹھ کر کسی اور طرف نکل گئے۔ پولیس شہر بھر کے ٹیکسی اور آٹو ڈرائیوروں سے پوچھ گچھ کر رہی ہے۔

ان خبروں کے علاوہ "اننگ وادی کون ہیں؟" کے عنوان سے فرنٹ پیج پر ایک اور اسٹوری بھی چھپی تھی جس میں ماؤنٹ آبو کے واقعات کے حوالے سے میرے اور رتنا کے بارے میں کچھ تفصیل بتائی گئی تھی اور مکرانا کے نواح میں واقع موٹیل میں ہونے والی تباہی کا ذمہ دار بھی ہمیں ہی ٹھہرایا گیا تھا اور آج یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ہم مکرانا میں دو بلیک کیٹ کے کمانڈوز سمیت چار آدمیوں کو قتل کرنے اور مکرانا کے نواح ہی میں پہاڑی پر واقع ایک بنگلے میں کئی افراد کو نذر آتش کرنے کے بعد فرار ہو کر سیدھے جے پور آ گئے تھے۔ یہاں کئی

روز روپوش رہنے کے بعد ہم نے پھر اپنی تخریبی سرگرمیاں شروع کر دی تھیں۔

بیلا کے بیان کے حوالے سے ایک خدشے کا اظہار بھی کیا گیا تھا کہ زیورات کا سوٹ کیس حاصل کرنے کے بعد ہم اس شہر سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے اس لئے نہ صرف شہر سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی بلکہ شہر کے بدنام اور مشتبہ افراد کو حراست میں لے کر پوچھ گچھ بھی کی جا رہی تھی۔

میں اخبار پڑھنے میں منہمک تھا کہ اپنے قریب کسی کی موجودگی محسوس کر کے چونک گیا۔ سر اٹھا کر دیکھا تو ششادری چائے کا مگ لئے کھڑی تھی اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی۔

"ارے چائے۔" میں نے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں تو روٹی کا انتظار کر رہا تھا اور تم چائے لے آئیں۔"

"روٹی آج دیر سے ملے گی۔ دیدی نے کہا کہ تمہیں چائے دیدوں۔" ششادری نے جواب دیا۔ اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے مگ لے لیا۔ ششادری میرے قریب ہی چارپائی کی پٹی پر بیٹھ گئی۔

"ایک بات کہوں۔ برا تو نہیں مانو گے؟" اس وقت اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

"کہو کیا بات ہے؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میں تقریباً ایک سال سے یشودھر کاکا کے ساتھ رہ رہی ہوں۔" ششادری کہہ رہی تھی۔ "ویسے تو وہ ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہے لیکن اگر اسے کسی بات پر شبہ ہو جائے تو معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی اس کوارٹر کی باڑھ کے قریب سے گزر گیا تھا۔ یشودھر کاکا کو شبہ ہوا کہ شاید وہ کوارٹر میں سے نکل کر گیا ہے اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ لیکن وہ مطمئن نہیں ہوا۔ اتفاق سے دو تین دن بعد وہی آدمی اسے دوبارہ نظر آ گیا۔ یشودھر کاکا نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے بتایا کہ وہ پیشاب کرنے کے لئے جھاڑیوں کے پیچھے چلا گیا تھا یشودھر کاکا نے بڑی مشکل سے اس کی بات کا یقین کیا تھا۔"

"کیا اسے تم پر کسی قسم کا شبہ تھا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" ششادری نے سر ہلا دیا۔ "میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے کسی بات پر شبہ ہو جائے تو معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ لوگوں سے رات والے واقعہ کے بارے میں سنے گا۔ اسے یہ بھی پتہ چلے گا کہ اس واقعہ کے ذمے دار ایک عورت اور ایک مرد تھے جن کے پاس ایک سوٹ کیس تھا اور ان دونوں کو جے پیلس ہوٹل کے آس پاس الگ الگ دیکھا گیا ہے اور تم لوگ بھی آدھی رات کے قریب واپس آئے تھے اور تمہارے پاس بھی ایک سوٹ کیس تھا۔"

"کہنا کیا چاہتی ہو؟" میں نے اسے گھورا۔

"ہو سکتا ہے اسے سوٹ کیس پر شبہ ہو جائے۔" ششادری نے کہا۔ "وہ سوٹ کیس کھول کر دیکھنا چاہے... سوٹ کیس نہ کھولے... تو تم کیا ہی... مشورہ ہے... اس میں سے نقدی اور زیورات نکال کر کہیں اور چھپا دیے جائیں۔ کپڑے سوٹ کیس ہی میں رہنے

دیئے جائیں۔ یشودھر کاکا اصرار کرے تو اسے سوٹ کیس کھول کر دکھا دیا جائے۔"

اگر چہ احمقانہ سوچ تھی مگر اس کے مشورے پر عمل کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے یشودھر کے ذہن میں کوئی ایسی بات آ بھی جائے۔ "مگر یہ چیزیں کہاں چھپائی جائیں گی مجھے تو اس کوارٹر میں ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔" میں نے کہا۔

"ایسی جگہ ہے اور بہت محفوظ جگہ ہے۔" اس مرتبہ ششادری نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں کے تکیے۔ زیورات اور نوٹوں کے بنڈل کپڑوں میں لپیٹ کر تکیوں میں بھر لو۔ اس سے محفوظ اور کوئی جگہ نہیں ہوسکتی۔"

ششادری واقعی ذہین تھی۔ اس کوارٹر میں کوئی قیمتی چیز چھپانے کے لئے اس سے زیادہ محفوظ کوئی اور جگہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ میں فوراً ہی اٹھ کر اندر آ گیا۔ رتنا اس وقت چوکی پر بیٹھی آٹا گوندھ رہی تھی میں نے اسے ششادری کی تجویز بتائی اور پھر فوراً ہی اس پر عمل بھی شروع کر دیا۔

سوٹ کیس میں میرے کپڑوں کے علاوہ رتنا کی تین چار ساڑھیاں بھی تھیں۔ نوٹوں کے بنڈل اور زیورات آدھے آدھے کرکے دو ساڑھیوں میں لپیٹ کر دو تکیوں میں اسی طرح رکھ دیئے گئے کہ کسی قسم کا شبہ نہ ہوسکے۔ باقی کپڑے سوٹ کیس ہی میں رہنے دیئے گئے جن کے بارے میں کہا جاسکتا تھا کہ میرے دوست کے ہیں جس نے مجھے سوٹ کیس رکھنے کو دیا تھا۔

ششادری کا یہ فیصلہ بروقت اور صحیح ثابت ہوا تھا۔ یشودھر کاکا اس روز چار بجے کے قریب میونسپلٹی کے دفتر سے واپس آیا تو ششادری کو ایک طرف لے جا کر دیر تک سرگوشیاں کرتا رہا میں اور رتنا اس وقت اپنے کمرے میں تھے۔ ششادری یشودھر کو لے کر وہاں آ گئی۔

"ڈیڈی۔" ششادری نے کہا اس کے چہرے پر برہمی کے آثار نمایاں تھے۔ "اس سوٹ کیس میں کیا ہے جو رات کو تم لوگ لے کر آئے ہو؟"

"وہ میرے ایک جانکار کا سوٹ کیس ہے جس میں اس کے کپڑے وغیرہ ہوں گے اور کیا؟ مگر تم اتنے غصے میں کیوں ہو۔" رتنا کے بجائے میں نے جواب دیا۔ "میں وہ سوٹ کیس دیکھنا چاہتی ہوں کھول کر۔" ششادری نے بدستور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

میں نے رتنا کی طرف دیکھا۔ رتنا نے سوٹ کیس چارپائی کے نیچے سے نکال کر چارپائی پر رکھ دیا اور تالا کھول دیا۔ ششادری نے سوٹ کیس کا ڈھکنا کھولا اور اس میں رکھے ہوئے کپڑے ایک ایک کرکے چارپائی پر ڈالتی چلی گئی۔ اس نے سوٹ کیس کی پچھلی جیبیں بھی الٹ دیں مگر ان میں بھی کچھ نہیں تھا۔

"تسلی ہو گئی یشودھر کاکا۔" وہ یشودھر کی طرف مڑ گئی۔

"شما کر دو بیٹا۔ مجھے وہم آ گیا تھا۔" یشودھر کاکا نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا بات ہے۔" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں یشودھر کاکا کو وہم ہو گیا تھا کہ اس سوٹ کیس میں نوٹوں کے بنڈل اور سونے کے زیورات بھرے ہوئے ہیں۔" ششادری نے کہا۔

"میں نے کہا نا بیٹا وہم ہو گیا تھا میں نے تمہارے مہمانوں پر شک کیا۔ مجھے شما کر دو۔" یشودھر

کاکا نے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "یشودھر کاکا نے شاید کسی سے اس خبر کے بارے میں سنا ہوگا۔" میں نے اخبار اٹھالیا "اور یشودھر کاکا کو ہم پر شبہ ہوا ہوگا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ کاکا کی تسلی ہو گئی۔ ویسے کاکا۔" میں اس کی طرف گھوم گیا۔ "ہم بھی ہندوستانی ہیں اس دیش کے رہنے والے۔ دیش کی رکھشا کرنا ہمارا دھرم ہے ایسا کوئی آتنک وادی میرے ہاتھ لگ جائے تو اس کی ٹانگیں چیر کر رکھ دوں گا۔"

"دھنے باد۔" یشودھر کاکا بولا۔ "ایک بات ہے بیٹا یہ دیش ہے تو ہم ہیں دیش نہیں تو کچھ بھی نہیں۔"

"سچ کہتے ہو یشودھر کاکا۔" میں نے کہا اور پھر رتنا کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "ارے بھئی یشودھر کاکا کو چائے تو پلاؤ تھکا ہوا آیا ہے۔"

"ہاں بیٹا میں چائے تو ضرور پیوں گا۔" یشودھر کاکا نے کہا۔ "میں ذرا پارک کا ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔"

یشودھر باہر چلا گیا اور ششادری میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"اب تو اسے ہم پر کوئی شک نہیں ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"سوٹ کیس کے حوالے سے تو اس کی تسلی ہو گئی ہے لیکن اس کے من کی بات ہم میں سے کوئی بھی نہیں جان سکتا ویسے میرا خیال ہے ایک آدھ دن میں تم لوگوں کو کوئی اور بندوبست کرنا پڑے گا۔" ششادری نے کہا۔

یشودھر کی باتیں سن کر میں بھی چونک گیا تھا ممکن ہے اس وقت اس کی تسلی ہو گئی ہو لیکن بعد میں کسی بھی وقت اس کے دل میں کوئی شبہ جنم لے سکتا تھا اور وہ بات ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوسکتی تھی اور اس سے پہلے کہ اس کے ذہن میں ایسی کوئی بات آئے ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔"

"تمہارے ذہن میں ایسی کوئی جگہ ہے جہاں ہم دو چار روز گزار سکیں۔" میں نے ششادری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"امبر میں ایک ایسی جگہ ہے۔" ششادری نے جواب دیا۔ "میری ایک دوست ہے وہ بھی ٹورازم میں گائیڈ ہے صبح دفتر جا کر اس سے بات کروں گی۔"

"اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کسی حد تک....." ششادری نے جواب دیا۔ "امبر ہی راجستھان کا دارالحکومت ہوا کرتا تھا۔ راجپوت قبائل نے صدیوں وہاں بیٹھ کر اس خطے پر حکمرانی کی ہے۔ وہاں بے شمار تاریخی عمارتیں ہیں۔ وہاں ٹورازم کی ایک برانچ بھی ہے جس کی انچارج نندنی ہے۔ اس کی رہائش بھی امبر ہی میں ہے دفتر کے اسٹاف میں صرف دو افراد شامل ہیں ایک نندنی اور دوسرا اس کا ماتحت گپتا۔ نندنی پٹیالہ کی رہنے والی ہے وہ بعض ٹورسٹ کو اپنے کوارٹر میں رہائش کی جگہ بھی دے دیتی ہے۔"

"اور تمہارے آفس کو اس کا پتہ نہیں چلتا؟" میں نے پوچھا۔

"سب جانتے ہیں۔" ششادری نے کہا۔ "وہ چونکہ پرانی ملازمہ ہے بڑے آفسرز کی منہ

چڑھی بھی ہے اس لئے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔“
”وہاں کسی کی مداخلت کا اندیشہ ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”اس کا کوارٹر الگ تھلگ ہے کسی کی مداخلت کا اندیشہ نہیں۔“ ششادری نے جواب دیا۔
”تو پھر ہمیں وہاں کب جانا ہوگا؟“
”میں کل صبح پہلے دفتر جاؤں گی پھر امبر۔ اس سے بات کر کے آؤں گی ممکن ہے ہم کل شام سے پہلے پہلے ہی وہاں چلے جائیں۔“ ششادری مزید کچھ کہنا چاہتی تھی مگر یشودھر کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

چائے تیار ہو چکی تھی ہم سب نے اکٹھے ہی بیٹھ کر چائے پی۔
”تمہیں دفتر میں کیوں بلایا تھا یشودھر کا کا؟“ ششادری نے پوچھا۔
”اگلے ہفتے میونسپل کمشنر پارکوں کا معائنہ کریں گے۔ اس لئے سب کو بلایا تھا کہ اپنے اپنے کام پر دھیان دیا جائے جس سے کوئی غفلت ہوئی اسے نوکری سے نکال دیا جائے گا۔“
”تم تو ویسے ہی صبح سے شام تک پارک میں کام میں مصروف رہتے ہو تم سے کیا غفلت ہوگی دیکھ لینا تمہارا پارک پہلے نمبر پر آئے گا۔“ ششادری نے کہا۔
چائے کے دوران اس قسم کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر یشودھر پارک میں چلا گیا۔
اگلے روز ششادری صبح سویرے ہی اپنے دفتر چلی گئی۔ گلابی رنگ کی ساڑھی میں اس کا حسن کچھ اور بھی نکھر آیا تھا۔ یہ ساڑھی اس کے سرکاری ڈریس میں شامل تھی جس پر دائیں طرف سینے پر آئی ٹی ڈی سی انڈیا ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کا بیج لگا ہوا تھا۔
ششادری کی واپسی پانچ بجے کے قریب ہوئی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت یشودھر موجود نہیں تھا۔
”کام ہو گیا۔“ ششادری نے ہمارے قریب آتے ہوئے کہا۔ ”اب صورت حال یہ ہے کہ تم دونوں میں سے ایک کو ابھی میرے ساتھ جانا ہوگا۔ میں اسے امبر چھوڑ کر آؤں گی۔ دوسرا کل صبح ٹورسٹوں کے ساتھ بس میں جائے گا۔“
”تم رتنا کو اس وقت چھوڑ آؤ۔ میں صبح چلا جاؤں گا۔“ میں نے کہا۔
رتنا نے فوراً ہی اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور ایک تکیہ بھی بغل میں دبا لیا۔ یشودھر کے آنے سے پہلے ہی وہ دونوں پچھلی طرف سے کوارٹر سے نکل گئیں۔ اس مرتبہ ششادری کی واپسی شام سات بجے کے قریب ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں کپڑے کا ایک تھیلا تھا جس میں کچھ چیزیں بھری ہوئی تھیں اس نے وہ تھیلا میرے کمرے میں چارپائی کے پیچھے رکھ دیا۔
یشودھر نے رتنا کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے بات بنا دی۔
”آج صبح تم یہاں نہیں تھے تو رتنا کا ایک رشتہ دار ہمیں تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا تھا۔ ہم ان کے ہاں جانا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ ضد کرنے لگا اس لئے رتنا پانچ بجے کے قریب ان کے ہاں چلی گئی ایک دو دن بعد شاید میں بھی چلا جاؤں۔“

”شاید ہم ڈھنگ سے تم لوگوں کی سیوا نہیں کر سکے“ یشودھر نے کہا۔
”نہیں یشودھر کا کا یہ بات نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔ ”تم دونوں کی محبت تو ہمیں ہمیشہ یاد رہے گی ہم ابھی بائیس دن اور جے پور میں رہیں گے اور اسی دوران تم سے ملنے کے لئے آتے رہیں گے۔“
یشودھر کا کا رات کو جلدی سو گیا۔ ششادری میرے کمرے میں آ گئی اور چارپائی کے پیچھے سے تھیلا نکال کر سامنے رکھ لیا۔
”یہ کیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”کپڑے تمہارے لئے۔“ ششادری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”راستے میں سپیروں کی ایک بستی ہے وہیں سے میں نے تمہارے لئے یہ کپڑے لے لئے تھے۔ رتنا تو گھونگھٹ کاڑھے ہوئے تھی اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ تم نے بھی اگرچہ داڑھی بڑھا لی ہے مگر کہیں روک لئے گئے تو پریشانی ہو جائے گی۔ یہ جوگیوں والے کپڑے پہن لینا۔ تمہیں سپیرا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے گا۔“
”ویسے شہر کی صورتحال کیا ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”چیکنگ ہو رہی ہے۔“ ششادری نے جواب دیا۔ ”چھوٹے بڑے تمام ہوٹلوں پارکنگ گیسٹ ہاؤسز اور تمام سرکاری گیسٹ ہاؤسز کو بھی چیک کیا جا رہا ہے۔“ وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔ ”سوٹ کیس میں سے اپنے سارے کپڑے نکال کر اس تھیلے میں ڈال لینا۔ سوٹ کیس ساتھ لے جانا درست نہیں ہے۔ اسے میں ٹھکانے لگا دوں گی۔“
اور پھر وہ مجھے بتانے لگی صبح مجھے یہاں سے نکل کر کس طرف جانا ہوگا اور امبر جانے والی بس مجھے کہاں سے ملے گی۔ ”ریلوے سٹیشن کے سامنے بس سٹینڈ ہے جہاں سے ہر ایک گھنٹے کے بعد امبر کے لئے بس چلتی ہے۔ دو روپے کرایہ ہے امبر میں یہ بس ہمارے ٹورازم آفس کے سامنے رکتی ہے وہاں تم نندنی سے مل لینا۔ وہ تمہیں رتنا کے پاس کوارٹر میں لے جائے گی۔“
”تم نے اسے ہمارے بارے میں کیا بتایا ہے۔“ میں نے پوچھا۔
”تم رتنا کو آگرہ سے بھگا کر لائے ہو اور کچھ عرصہ چھپ کر رہنا چاہتے ہو تم لوگ جب تک رہو گے خرچ بھی کرتے رہو گے۔ لیکن اسے اس دولت کی ہوا نہیں لگنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے اس کے دل میں کسی وقت کوئی لالچ آ جائے وہ ایسی ہے تو نہیں لیکن محتاط رہنا ضروری ہے میں نے رتنا کو بھی ساری باتیں سمجھا دی ہیں۔“
”ٹھیک ہے میں ان باتوں کا خیال رکھوں گا۔“ میں نے جواب دیا۔ ششادری نے تھیلے میں سے گیروے رنگ کے کپڑے اور دوسری چیزیں نکال کر رکھ دی تھیں۔ ان میں رنگ برنگے موتیوں کی کئی مالائیں اور ایک عدد بین بھی تھی جسے دیکھ کر میں مسکرائے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ میں نے تکیے کے غلاف سے ساڑھی میں لپٹے ہوئے نوٹوں کے بنڈل اور زیورات نکال کر تھیلے میں ڈال لئے اور ششادری نے سوٹ کیس میں سے بھی کپڑے نکال کر تھیلے میں ٹھونس دیئے۔ وہی تھیلا میں نے سرہانے رکھ لیا۔
ششادری جب اٹھ کر جانے لگی تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
”[illegible] تھوڑی دیر تو بیٹھو۔“ میں نے کہا۔

ششادری نے عجیب سی نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر دھم سے چارپائی پر گر گئی۔

ششادری صبح چھ بجے سے پہلے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں چارپائی پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا رہا۔ آدھے گھنٹے بعد وہ دوبارہ میرے کمرے میں آ گئی۔ اس نے دروازہ پوری طرح کھول دیا اور ناشتے کی تیاری کرنے لگی۔

ساڑھے سات بجے یشودھر پارک میں جانے لگا تو میں نے اسے بتایا کہ میں بھی آج کسی وقت چلا جاؤں گا۔ میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کی مٹھی میں دو سو روپے بھی دیئے تھے۔ اس کے جاتے ہی میں کپڑے بدلنے لگا۔ گیروے رنگ کی دھوتی اسی رنگ کا ڈھیلا ڈھالا لمبا سا کرتا اور گیروے ہی رنگ کی پگڑی جس میں مخصوص انداز میں بل پڑے ہوئے تھے کپڑے پہن کر میں نے مالائیں پہن لیں۔ پگڑی سر پر جمائی۔ اپنے میلے کپڑے تھیلے میں ٹھونسے اور تھیلا کندھے پر لٹکا کر بین ہاتھ میں پکڑ لی۔"

"بالکل سپیرے لگتے ہو۔" ششادری میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔ "کوارٹر کے پچھواڑے سے نکل جاؤ۔ میں یشودھر کا کو بتادوں گی کہ تم چلے گئے ہو۔ میں آج دن میں کسی وقت امبر آؤں گی۔"

ششادری نے پہلے کوارٹر کے پچھلی طرف جا کر سڑک کی طرف دیکھا اور مجھے اشارہ کر دیا۔ میں اس کے قریب سے گزرتا ہوا تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اور جنگلے کی ٹوٹی ہوئی سلاخوں سے نکل کر سڑک پر آ گیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔

میں جے پیلس ہوٹل کے قریب سے ہوتا ہوا وہاں سے تقریباً ایک میل آگے نکل گیا۔ مجھے ریلوے سٹیشن جانا تھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ اس طرف کون سی بس جاتی ہے میں دیر تک اسٹاپ پر کھڑا بسوں کو دیکھتا رہا۔ آخر کار ایک آدمی سے پوچھنے کے بعد میں ایک بس میں سوار ہو گیا۔

بس سے اتر کر میں تقریباً آدھا گھنٹہ ریلوے سٹیشن کے آس پاس گھومتا رہا۔ اسٹیشن کے سامنے بلیک کیٹ کمانڈوز بھی تھے اور خفیہ والے بھی جو سٹیشن پر آنے والے لوگوں پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ اسٹیشن سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیرون شہر جانے والی بسوں کا سٹینڈ بھی تھا اس طرف بھی بلیک کیٹس اور خفیہ والے نظر آ رہے تھے۔

ایک طرف کوئی مداری مجمع لگائے ہوئے تھا میں کچھ دیر وہاں کھڑا رہا اور پھر ٹورازم والے بس اسٹینڈ کی طرف چلا گیا۔ یہاں محکمہ سیاحت کے ڈائریکٹر کا دفتر تھا اور یہیں سے سیاحوں کے لئے پیکج آپریٹ کیے جاتے تھے یہاں سے امبر کے علاوہ بعض دوسرے علاقوں کو بھی بسیں جاتی تھیں سیاحوں کے علاوہ عام لوگ بھی ان بسوں میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔

ایک بس میں چند مسافر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی سوار ہو کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ یہ ایئر کنڈیشنڈ بس تھی اور اس کا آگے کی طرف ایک ہی دروازہ تھا پچھلی طرف دروازہ نہیں تھا۔ میں بالکل آخری سیٹ پر کونے میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میرا تھیلا دیوار کی طرف دب گیا تھا البتہ بین میں نے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی۔

بس چلنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے اور پھر کالج کے اسٹوڈنٹس کی ایک ٹولی بس میں سوار ہو گئی۔ وہ بارہ اسٹوڈنٹس تھے جن میں آدھی تعداد لڑکیوں کی تھی۔ ان میں صرف ایک لڑکی ایسی تھی جس نے شلوار قمیص پہن رکھی تھی کسی نے پینٹ شرٹ پہن رکھی تھی کسی نے اسکرٹ بلاؤز، ایک لڑکی نے نہایت مختصر

شارٹ نیکر اور اس سے بھی زیادہ مختصر بلاؤز پہن رکھا تھا۔ لڑکے بھی عجیب و غریب حلیوں میں تھے کسی کے بال گردن تک لمبے تھے کسی نے برگر کٹ بنوا رکھے تھے اور کوئی گنجا تھا۔ سب کے ایک ایک کان میں سونے یا چاندی کی بالی نظر آ رہی تھی۔ یہ لوگ اسٹوڈنٹس سے زیادہ سڑک چھاپ غنڈے لگتے تھے۔ انہوں نے بس میں گھستے ہی ہڑبونگ مچادی۔ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگ گھور گھور کر انہیں دیکھ رہے تھے۔

میرے ساتھ جو لڑکی بیٹھی تھی اس نے جینز اور اوپن شرٹ پہن رکھی تھی، شرٹ کے اوپر کے دو بٹن کھلے ہوئے تھے سینہ آدھے سے زیادہ برہنہ ہو رہا تھا تھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکا بیٹھ گیا جس نے غالباً جان بوجھ کر اس لڑکی کو دبا رکھا تھا اور وہ لڑکی میرے اوپر جھکی جا رہی تھی اس طرح میں اس لڑکی کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا۔

"یہاں ایک سپیرا بھی بیٹھا ہوا ہے۔" لڑکی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک لڑکے نے تقریباً چیختے ہوئے کہا۔ "ارے مہاراج ذرا بین تو بجاؤ ان لڑکیوں میں ایک ناگن بھی ہے ایسا رقص کرے گی کہ تم بھی جھوم اٹھو گے۔"

"میرے دانت میں درد ہے بھایا۔ میں بین نہیں بجا سکتا۔" میں نے جبڑے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اس لڑکے نے میرے ہاتھ سے بین لے لی۔ اسے بین بجانی تو نہیں آتی تھی لیکن کچھ بے سری آوازیں نکال رہا تھا۔ نیکر والی لڑکی نے اٹھ کر ناچنا شروع کر دیا۔

بس اب بھر چکی تھی۔ ڈرائیور بھی اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا اس نے انجن اسٹارٹ کیا ہی تھا کہ ایک بلیک کیٹ کمانڈر بس کے دروازے میں کھڑا ہو گیا اور مسافروں کو گھورنے لگا۔ اس کی نظریں ایک لمحہ کو میرے چہرے پر بھی رکی تھیں لیکن اسی لمحہ نیکر والی لڑکی اس کے سامنے آ گئی اور اسے بازو سے پکڑ کر اوپر کھینچنے لگی۔

"آ جاؤ نا ڈیئر۔ یہاں کیوں کھڑے ہو۔ میرے ساتھ والی سیٹ خالی ہے وہاں آ کر بیٹھ جاؤ۔"

بلیک کیٹ کمانڈو جھینپ گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور بس سے اتر گیا۔ کنڈیکٹر نے دروازہ بند کر دیا اور بس حرکت میں آ گئی۔ لڑکوں نے ایک بار پھر ہڑبونگ شروع کر دی۔ وہ کورس کی صورت میں کوئی فلمی گانا گانے کی کوشش کر رہے تھے مگر سب کی آوازیں بے سری تھیں۔ میرے پڑوس میں بیٹھے ہوئے لڑکے نے پھر بے سری بین بجانا شروع کر دی اور نیکر والی لڑکی اٹھ کر ناچنے لگی۔ وہی لڑکی سب سے زیادہ شوخ اور چنچل تھی۔

امبر صرف گیارہ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا لیکن جے پور کے پرہجوم ٹریفک کی وجہ سے شہر سے نکلنے میں ہی آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ شہر کے آخری چوراہے پر ایک عارضی چیک پوسٹ بنادی گئی تھی یہاں بھی شہر سے باہر جانے والی گاڑیاں روک کر چیکنگ کی جا رہی تھی۔ ایک بلیک کیٹ کمانڈو نے ہماری بس میں بھی گھسنے کی کوشش کی مگر لڑکیوں کی ہا ہو نے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

باقی فاصلہ طے ہونے میں تقریباً دس منٹ اور لگ گئے اور آخر کار جب بس امبر کے ٹورازم آفس کے سامنے رکی تو سب سے پہلے وہ مادر پدر آزاد لڑکیاں اور لڑکے شور مچاتے ہوئے نیچے اترے تھے۔

نیچے اترتے ہوئے میں نے باہر دیکھا تو سینے میں سانس رکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ دو تین چار پولیس والے تھے جو بس سے اترنے والے ایک ایک مسافر کو روک کر پوچھ گچھ کر رہے تھے لڑکیاں اور لڑکے تو شور مچاتے ہوئے نکل گئے تھے لیکن دوسرے مسافران کی طرح پولیس والوں کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے بس سے اتر کر ایک طرف کھسکنا چاہا تو ایک پولیس والے نے مجھے روک لیا۔

''اوے کہاں جا رہا ہے؟''

میں رک گیا۔ پولیس والا مجھ سے طرح طرح کے سوال کرتا رہا۔

''تھیلے میں کیا ہے!'' اس نے تھیلے کو اوپر سے ٹٹولتے ہوئے پوچھا۔

''کپڑے ہیں مہاراج۔'' میں نے جواب دیا۔ ''سہرا ایک بیگم ساب نے پرانے کپڑے دیدیئے تھے کام آویں گے مہاراج۔''

''تھیلا کھولو۔'' پولیس والے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میری روح فنا ہوگئی۔ تھیلا کھولنے کا مطلب میں اچھی طرح سمجھتا تھا۔ لیکن انکار بھی نہیں کر سکتا تھا میں نے تھیلا کندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ اس کا منہ ایک ڈوری سے بندھا ہوا تھا میں نے ڈوری کھول دی۔ سب سے اوپر میرے وہ کپڑے رکھے ہوئے تھے جو میں نے صبح اتارے تھے وہ خاصے میلے کپڑے تھے؟ میں نے باہر نکال لئے اور انہیں پھیلا کر کانسٹیبل کو دکھانے لگا۔

''سارے کپڑے ایسے ہی ہیں مہاراج۔ پرانے میلے۔''

''چل چل سب کچھ نکال تھیلے سے۔'' کانسٹیبل نے میری بات کاٹ دی اور پھر خود ہی تھیلے میں ہاتھ ڈال دیا۔

میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ کسی بھی لمحہ میرا راز فاش ہوسکتا تھا۔ میں نے کن انکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ میرے پاس اگرچہ پستول موجود تھا مگر فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ فرار کی کوشش میں یہ لوگ مجھے گولیوں سے بھون کر رکھ دیتے۔

اور پھر قسمت مجھ پر مہربان ہوگئی۔ کانسٹیبل نے ایک اور کپڑا باہر کھینچا تھا کہ ٹھیک اسی وقت پولیس کی ایک تیز رفتار جیپ بریکوں کی تیز چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ وہاں آ کر رکی۔ سب لوگ اس طرف متوجہ ہوگئے وہ کانسٹیبل بھی جو میرے تھیلے کی تلاشی لے رہا تھا۔

جیپ میں ایک انسپکٹر اور چند کانسٹیبل تھے۔ وہ جیپ رکتے ہی چھلانگ لگا کر نیچے اتر آئے۔

انسپکٹر اور دو کانسٹیبل کو اپنی طرف لپکتے دیکھ کر میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

میرے تھیلے کی تلاشی لینے والے کانسٹیبل نے تھیلے میں سے نکالا ہوا کپڑا پھینک کر کھٹ سے انسپکٹر کو سلیوٹ جھاڑ دیا۔

''یہاں تمہارا انچارج کون ہے؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''حوالدار مان سنگھ۔ وہ ادھر کھڑا ہے۔'' کانسٹیبل نے کہا۔

''تمہارے پاس جتنے بھی آدمی ہیں انہیں ادھر جمع کرلو اور ہیڈ کانسٹیبل کو بھی بلاؤ جلدی کرو۔'' انسپکٹر نے کہا۔ ''اطلاع ملی ہے کہ وہ دونوں جے پور سے نکل کر امبر کی طرف آ گئے ہیں۔ اپنے آدمیوں کو

بلاؤ ہری اپ۔''

''جی حکم۔'' کانسٹیبل فوراً ہی دوسری طرف چلا گیا جہاں ہیڈ کانسٹیبل کھڑا تھا۔

میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جلدی سے کپڑے تھیلے میں ڈالے اور تھیلا کندھے پر لٹکا کر کھڑا ہوگیا۔

''میں جاؤں حکم؟'' میں نے مسکین سی صورت بنا کر انسپکٹر کی طرف دیکھا۔

انسپکٹر نے گھور کر میری طرف دیکھا۔ وہ میری تلاش میں یہاں آیا تھا۔ میں اس کے سامنے کھڑا تھا مگر اس میں وہ بصیرت نہیں تھی جو میری شناخت میں اس کی رہنمائی کرتی۔

''جاؤ۔ تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو۔ بھاگو یہاں سے۔''

انسپکٹر نے گرج دار آواز میں کہا۔

میں نے وہاں سے ہٹنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کی تھی۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ٹورازم کے دفتر سے ذرا ہٹ کر ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور کرتے کی جیب سے بیڑی نکال کر سلگائی اور ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔ ایک روپے کی بیڑیاں میں نے بس میں بیٹھنے سے پہلے خاص طور پر خریدی تھیں میں تمباکو نوشی کا عادی نہیں تھا لیکن ضرورت کے تحت کبھی کبھار ایک آدھ سگریٹ پی لیا کرتا تھا آج چونکہ میں سپیرے کے بھیس میں تھا اس لئے خاص طور پر بیڑیاں خریدی تھیں۔ اور ادھر ادھر پھرنے کے بجائے میں نے یہاں بیٹھنے کو ترجیح دی تھی پولیس والوں کی نظروں میں رہوں گا تو شبہ نہیں ہوگا اور ویسے بھی مجھے یہاں نندنی سے ملنا تھا۔

وہ پولیس انسپکٹر بڑا احمق ثابت ہوا تھا۔ اسے میری اور رتنا کی تلاش تھی۔ اس کے آنے سے پہلے پولیس والے بس سے اترنے والوں کو چیک کر رہے تھے اور اس نے آتے ہی یہ چیکنگ ختم کرادی تھی اور پولیس والوں کو ادھر ادھر دوڑا دیا تھا اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ ان کا مطلوبہ آدمی ان لوگوں میں بھی ہوسکتا تھا جنہیں چیک کیا جا رہا تھا۔ انسپکٹر خود ایک کانسٹیبل کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر ایک طرف روانہ ہوگیا تھا۔ میں درخت کے نیچے بیٹھا بیڑی کے کش لگاتا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ بس دفتر کے سامنے سے ہٹ کر وہاں سے تقریباً بیس گز دور اسٹینڈ پر چلی گئی تھی جہاں پہلے بھی ایک بس کھڑی تھی۔ بس سے اترنے والے کچھ لوگ ادھر ادھر جا چکے تھے اور کچھ ابھی تک وہاں کھڑے تھے ان میں تین چار عورتیں بھی تھیں۔ اس بس میں ہمارے ساتھ صرف تین غیر ملکی سیاح آئے تھے۔ ایک نوجوان لڑکی تھی ایک ادھیڑ عمر عورت اور ایک ادھیڑ عمر آدمی۔ میرے خیال میں مرد اور عورت میاں بیوی تھے اور وہ لڑکی ان کی بیٹی۔ وہ یورپ کے کسی ملک کے رہنے والے تھے۔

آفس کے برآمدے میں گائیڈ کی وردی پہنے ایک بھاری بھرکم ادھیڑ عمر آدمی کھڑا تھا۔ اور دو تین مقامی آدمی اس سے کچھ پوچھ رہے تھے۔

نندنی مجھے ابھی تک نظر نہیں آئی تھی۔ ششادری نے اگرچہ اس کا کچھ حلیہ بھی بتایا تھا لیکن اس کی سب سے بڑی شناخت تو یہی تھی کہ وہ گائیڈ کے ڈریس میں ہوگی۔ عورتوں کے لئے گائیڈ کا ڈریس گلابی ساڑھی ہی تھا۔

پندرہ بیس منٹ گزر گئے بہت سے لوگ ادھر ادھر جا چکے تھے۔ صرف چند ہی لوگ وہاں رہ گئے

تھے ایک تو وہی یورپین فیملی تھی۔ باقی ہندوستانی تھے جن کا تعلق مختلف شہروں سے تھا پانچ مرد تھے جنہوں نے پینٹ شرٹس وغیرہ پہن رکھی تھی تین عورتیں تھیں اور تینوں نے ساڑھیاں پہن رکھی تھیں۔

میں نے ایک اور بیڑی سلگائی۔ ابھی چند ہی کش لگائے تھے کہ گلابی ساڑھی میں ملبوس ایک عورت دفتر سے نکل کر برآمدے میں آ گئی۔ اس کے دائیں طرف سینے پر پیتل کا ایک بیج بھی لگا ہوا تھا وہ یقیناً نندنی تھی۔ نندنی کچھ دیر تک سیاحوں سے بات کرتی رہی پھر قریب کھڑے ہوئے گائیڈ کو ہدایات دینے لگی مجھے اندازہ لگانے میں دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ گپتا تھا۔

گپتا سیاحوں کی پارٹی کو لے کر ایک طرف چلا گیا۔ میں اپنی جگہ پر بیٹھا بیڑی کے کش لگاتا رہا نندنی کچھ دیر تک برآمدے میں کھڑی ادھر ادھر دیکھتی رہی۔ اس نے سرسری سی نگاہ سے میری طرف بھی دیکھا تھا پھر وہ اندر چلی گئی۔

اب دفتر کے آس پاس کوئی نہیں رہا تھا۔ دونوں بس کے ڈرائیور بسوں کے قریب ایک بنچ پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے میں نے آخری کش لے کر بیڑی ایک طرف پھینک دی۔ تھیلا کندھے پر لٹکایا اور بین سنبھالتے نپے تلے قدم اٹھاتے ہوئے دفتر کی طرف چل پڑا۔

برآمدے میں رک کر میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ بڑا سا کمرہ تھا جس میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دو میزیں لگی ہوئی تھیں۔ دیواروں پر محکمہ سیاحت کے بڑے بڑے پوسٹر لگے ہوئے تھ ایک ہندوستان کا نقشہ اور اس کے ساتھ ایک راجستھان کا نقشہ آویزاں تھا پوسٹروں میں اہم تاریخی عمارتیں دکھائی گئی تھیں۔

دائیں طرف والی میز کے پیچھے نندنی بیٹھی ہوئی تھی وہ ایک رجسٹر پر کچھ لکھ رہی تھی آہٹ پا کر اس نے میری طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے تم اندر کیوں گھس آئے ہو؟" وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ایسی جگہ بھیک مانگنا جرم ہے جہاں غیر ملکی سیاحوں کی آمدورفت ہو تمہیں تین مہینے کے لئے بند کیا جا سکتا ہے۔"

"میں بھکاری نہیں ہوں بی بی جی۔" میں نے ٹھیٹ پنجابی لہجے میں جواب دیا۔

میرے منہ سے پنجابی سن کر وہ اچھل پڑی۔ مجھے ششادری نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ پٹیالہ کی رہنے والی ہے رتنا کا تعلق بھی جالندھر سے تھا اور میں بھی پنجاب ہی کا رہنے والا تھا۔

اوہو۔ تو تم پنجاب کے رہنے والے ہو اور تمہیں شاید کسی طرح یہ پتہ چل گیا ہے کہ میں بھی پنجاب کی رہنے والی ہوں اس لئے پنجابی بول کر مجھے متاثر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی۔

"تم دیکھ ہی چکے ہو کہ پولیس کو بعض خطرناک مجرموں کی تلاش ہے وہ ابھی پکڑ دھکڑ شروع کر دیں گے میں تمہارے ساتھ اتنی رعایت کر سکتی ہوں کہ تمہیں پولیس کے حوالے نہ کروں بہتر ہوگا کہ تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔"

"میں تو چلا جاؤں گا بی بی جی پر تمہاری اس پروہنی کا کیا ہوگا جو کل شام سے تمہارے گھر میں آئی

ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"کک کیا۔" وہ اچھل پڑی۔ "تمہیں کیسے معلوم کہ"

"میں کل شام کو بھی یہاں تھا۔ اس عورت کو میں نے ایک گائیڈ کے ساتھ آتے دیکھا تھا جو اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی وہ عورت۔"

"ایک منٹ۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ چند لمحے گہری نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی پھر بولی۔ "تم تو وہی ہو۔"

"ہاں وہی ہوں جس کا تمہیں انتظار تھا۔" میں نے اس کی بات پوری کر دی۔

"اوہ۔" نندنی کے منہ سے گہرا سانس نکل گیا۔ "تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔ ایک منٹ میرے ساتھ آؤ۔" یہ کہتے ہوئے کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ گئی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ میں وہی ہوں جس کا تمہیں انتظار تھا۔" میں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تھوڑی سی عقل میری کھوپڑی میں بھی ہے۔" نندنی نے جواب دیا۔ "کل شام جب ششادری لڑکی کے ساتھ یہاں آئی تھی تو اس وقت آس پاس کوئی نہیں تھا۔ ان دونوں کے بارے میں یا تو تمہیں معلوم تھا یا مجھے۔ اب تم...... بہت اچھا بھیس بدلا ہے تم نے۔ میں کھڑکی سے دیکھ رہی تھی بس سے اترتے ہی ایک پولیس والے نے تمہیں روکا بھی تھا مگر انسپکٹر کے آ جانے سے تمہاری گلوخلاصی ہو گئی۔ بہرحال تم اس طرف چلے جاؤ۔" اس نے دفتر کے پچھلی طرف اشارہ کیا۔ "درختوں کے اس جھنڈ کے پرلی طرف ایک مختصر سی عمارت تھی جس کے چاروں طرف اونچی چاردیواری تھی اس چاردیواری کے اندر کی طرف سے بھی کچھ درخت نظر آ رہے تھے اور پچھلی طرف بھی تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کچھ ناریل کے درخت نظر آ رہے تھے۔

میں دروازے کے سامنے رک گیا۔ پہلے کسی درز سے اندر جھانکنے کی کوشش کی مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی تو دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ وہ رتنا تھی۔

"آئیے۔ پدھاریے جوگی مہاراج۔" رتنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "تمہیں کیسے پتہ چلا کہ دستک دینے والا میں ہوں۔"

"مجھے نندنی نے فون پر بتا دیا تھا۔" رتنا نے کہا۔ "اب اندر آ جاؤ یا باہر ہی کھڑے رہو گے۔"

میں اندر داخل ہو گیا۔ رتنا نے دروازہ بند کر دیا۔ ششادری نے اور پھر نندنی نے بھی مجھے کہا تھا کہ یہ کوارٹر ہے لیکن یہ اچھا خاصا بنگلہ تھا۔ عمارت زیادہ بڑی نہیں تھی میرے خیال میں تین چار کمرے ضرور ہوں گے۔ چاروں طرف بہت وسیع و عریض کمپاؤنڈ تھا۔ عمارت کے سامنے والا حصہ خوبصورت لان پر مشتمل تھا۔ ناریل اور تاڑ کے کئی درخت تھے۔ کچھ اور قد آور پودے بھی نظر آ رہے تھے اور پھر دو ہرنوں کو دیکھ کر میں چونک گیا۔ وہ عمارت کے پچھلی طرف سے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے آئے تھے اور پھر اس طرف غائب ہو گئے۔ میں کچھ اور آگے بڑھا تو دو تین خرگوش بھی نظر آ گئے کئی مرغیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔

"یہاں تو اچھا خاصا چڑیا گھر بنا ہوا ہے۔" میں نے کہا۔

"پچھلی طرف جاؤ گے تو تمہیں مور بھی نظر آئیں گے۔" رتنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بہرحال

پہلے اندر تو چلو۔ چڑیا گھر بعد میں دیکھ لینا۔" ہم اندر آ گئے۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ کوارٹر چار کمروں پر مشتمل تھا۔ ایک سٹنگ روم کے طور پر آراستہ تھا۔ راجستھانی فرنیچر تھا جو پاکستان کے سندھی فرنیچر سے ملتا جلتا تھا۔ ایک کمرہ نندنی کے استعمال میں تھا اور دوسرا اب رتنا کے پاس تھا۔ تیسرے کمرے میں کچھ فالتو سا سامان رکھا ہوا تھا۔

رتنا مجھے کمرے دکھاتی پھر رہی تھی۔ تھیلا ابھی تک میرے کندھے پر لٹکا ہوا تھا۔ آخر کار ہم رتنا والے کمرے میں آ گئے۔ میں نے سٹنگ روم میں ٹیلی فون رکھا ہوا دیکھ لیا تھا۔ مجھے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ یہ دفتر والے ٹیلی فون کی ایکسٹینشن لائن تھی اور نندنی نے اس فون پر رتنا کو میرے بارے میں بتا دیا ہوگا۔

"یہاں تک پہنچنے میں کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی۔" رتنا نے پوچھا۔

"شتادری نے عقل مندی کی تھی کل شام میرے لئے یہ جین اور کپڑے لے آ گئی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ "ان کی وجہ سے مجھے یہاں تک آنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی البتہ یہاں بس سے اترتے ہی پولیس والوں نے پوچھ گچھ شروع کر دی تھی اور ایک کانسٹیبل تو میرے تھیلے کی تلاشی بھی لینے لگا تھا۔" میں چند لمحوں کو خاموش ہوا پھر اسے تفصیل بتانے لگا۔ آخر میں کہہ رہا تھا۔ "مجھے حیرت ہے کہ پولیس کو کیسے پتہ چل گیا کہ ہم امیر پہنچ چکے ہیں۔"

"ہوسکتا ہے کہ پولیس کو کسی اور پر ہمارا شبہ ہوگیا ہو۔ لیکن ہمیں محتاط رہنا پڑے گا۔" رتنا نے جواب دیا۔ "تم کپڑے بدل لو۔ میں تمہارے لئے چائے بناتی ہوں۔" وہ کمرے سے چلی گئی۔ میں نے تھیلے میں سے میلے کپڑے نکال کر ایک طرف ڈال دیئے۔ ان کے نیچے سے دوسرے کپڑے نکال لئے۔ کپڑے بدل کر جوئیوں والے کپڑے ایک طرف رکھ دیئے۔ مالائیں اور جین بھی انہی کپڑوں میں لپیٹ دی تھی۔ اتنے میں رتنا میرے اور اپنے لئے چائے لے آئی۔

"تمہارا تکیہ کہاں ہے اور ان کا کیا کرنا ہے؟" میں نے تھیلے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"تکیہ تو یہ رکھا ہے۔" رتنا نے پلنگ پر رکھے ہوئے تکیے کی طرف اشارہ کیا۔ "اور میرا خیال ہے تکیے کی چیزیں بھی اس تھیلے میں ڈال کر تھیلے کو اس الماری میں رکھ دیا جائے۔"

میں نے مڑ کر دیکھا۔ وہ الماری دیوار کے اندر بنی ہوئی تھی۔ جس کے آگے دو پٹ والا دروازہ لگا ہوا تھا۔

"تو پھر سب کچھ سمیٹ کر تھیلا اندر رکھ دو۔" میں نے کہا۔ "نندنی کو پتہ تو نہیں چلا کہ تمہارے اس تکیے میں کیا ہے؟"

"نہیں۔" رتنا نے کہتے ہوئے اپنا کپ میز پر رکھ دیا اور تکیہ اٹھا کر اس کا غلاف کھولنے لگی۔ میں بھی تھیلے میں سے فالتو کپڑے نکالنے لگا۔ تمام زیورات اور نوٹوں کے بنڈل انہی کپڑوں میں اچھی طرح لپیٹ کر تھیلے میں ڈال دیئے گئے۔

الماری کے نچلے خانے میں کچھ پرانی اور فالتو چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ رتنا نے تھیلا ان کے پیچھے چھپا دیا اور الماری بند کر کے تالا لگا دیا جس میں تالا لگا ہوا تھا۔ اس کی چابی تکیے کے نیچے رکھ دی اور مسکراتی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔

"باہر چل کر بیٹھتے ہیں تازہ ہوا میں۔" میں نے اپنا کپ اٹھاتے ہوئے کہا اور جواب کا انتظار کئے بغیر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

باہر لان میں بانس کے کھچوں کی چند کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ہم ان کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کئی روز بعد اس طرح آزاد اور کھلی فضا میں بیٹھے تھے اور مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ بنگلے کے اردگرد کا کمپاؤنڈ تقریباً دو ایکڑ رقبے پر مشتمل تھا۔ چار دیواری بہت اونچی تھی یہاں ہم اس لحاظ سے بھی محفوظ تھے کہ ہمیں باہر سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

چائے پینے کے بعد میں اٹھ کر ٹہلتا ہوا پچھلی طرف آ گیا۔ سامنے کی طرف تو خوبصورت لان تھا لیکن پچھلے حصے پر شاید زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی۔ خودرو گھاس اور چھوٹی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک طرف بیرونی دیوار کے ساتھ بہت بڑا حصہ جنگلے کی طرح گھرا ہوا تھا۔ یہ دراصل پنجرہ تھا جو بیس فٹ چوڑا اور تیس پینتیس فٹ لمبا تھا۔ اس کی بلندی عقبی دیوار کے برابر تھی۔ ایک طرف دیوار تھی تین اطراف میں اور چھت پر برقی نما جالی لگی ہوئی تھی اس پنجرے کے اندر کئی ایسے پودے بھی تھے جن کی بلندی سات فٹ آٹھ فٹ سے زیادہ نہیں تھی دو خوبصورت مور اس پنجرے میں ٹہل رہے تھے ایک مور نے پنکھ پوری طرح پھیلائے ہوئے تھے لیکن ہمیں دیکھ کر اس نے پنکھ سمیٹ لئے۔

اس طرف اگرچہ خودرو گھاس اور جھاڑیاں بکثرت پھیلی ہوئی تھیں ایسی جگہوں پر سانپوں کا خطرہ رہتا ہے راجستھان میں ویسے بھی سانپ بکثرت پائے جاتے ہیں مگر جس جگہ مور موجود ہوں سانپ وہاں سے میلوں دور رہتا ہے مور کو سانپ کا بدترین دشمن سمجھا جاتا ہے سانپ میلوں دور سے مور کی بو سونگھ لیتا ہے اور اس طرف کا رخ نہیں کرتا۔

دونوں ہرن بھی بڑے خوبصورت تھے اور آزادی سے گھوم پھر رہے تھے۔ خرگوش بھی اگرچہ دو ہی تھے مگر انہوں نے جگہ جگہ گڑھے کھود رکھے تھے۔

"نندنی کو اس قسم کے جانور پالنے کا شوق ہے مگر خرگوشوں سے وہ تنگ آ گئی ہے۔ شاید آج کل میں اس جوڑی کو بیچ دے۔" رتنا نے کہا۔

"خرگوش پیارا جانور ہے مگر خطرناک بھی۔ پورے گھر کو کھود کر رکھ دیتا ہے۔" میں نے کہا اور پچھلے دروازے کے قریب آ کر رک گیا۔

دروازے کے کنڈے میں ایک موٹا سا مڑا ہوا تار پھنسا ہوا تھا۔ رتنا نے وہ تار نکال کر دروازہ کھول دیا۔

سامنے دور تک اکا دکا کیکر اور دوسرے درختوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ اس سے آگے چٹیل میدان سا تھا جو بتدریج نشیب کی طرف چلا گیا تھا۔ اس میدان کے پرلی طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں۔

"نندنی بتا رہی تھی کہ یہاں کسی زمانے میں ایک چھوٹی سی جھیل ہوا کرتی تھی۔" رتنا کہہ رہی تھی۔ "اس جھیل کی وجہ سے آس پاس کا علاقہ سرسبز تھا لیکن پھر اس طرف زمین میں ایک کٹاؤ سا پیدا ہو گیا اور جھیل کا سارا پانی اس کٹاؤ کے راستے زمین کے اندر ہی اندر کسی اور طرف چلا گیا۔ اب برسات کے موسم میں بھی یہاں پانی نہیں رکتا۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "اس

راجستھان کی قدیم ترین آبادی ہے سب سے پہلے 1400 قبل مسیح میں بھیل اور مینا قبائل آ کر آباد ہوئے تھے پھر آریا راجستھان میں در آئے۔ انہوں نے راجستھان کے بیشتر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بھیل اور مینا قبائل بکھرتے چلے گئے لیکن امبر اور اس کے گردونواح کے علاقوں میں مینا قبیلے ہی کا قبضہ رہا۔

''راجستھان کا قدیم اور سب سے پہلا دارالحکومت امبر ہی تھا لیکن اس جھیل کے خشک ہو جانے اور بعض دوسری وجوہات کی بنا پر یہ شہر ویران اور جے پور آباد ہوتا چلا گیا۔ آج یہاں لوگ صرف سیر و تفریح اور ان قدیم تاریخی عمارتوں کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ یہاں آنے والوں کو ہاتھیوں پر بٹھا کر شہر کی سیر کرائی جاتی ہے۔

''بہت خوب۔'' میں نے توصیفی نظروں سے رتنا کی طرف دیکھا۔

''نندنی کے ساتھ ایک ہی رات میں تم نے اتنی ساری معلومات حاصل کر لیں میرے خیال میں تم چند روز اور اس کے پاس رہ جاؤ تو بہت اچھی گائیڈ بن سکتی ہو۔''

رتنا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ ''رات کو ہم دونوں اکیلی تھیں اور دیر تک بیٹھی باتیں کرتی رہیں نندنی چونکہ گائیڈ ہے اس لئے وہ مجھے اسی حوالے سے بہت کچھ بتاتی رہی۔''

''اور کیا باتیں ہوئیں یعنی ہمارے بارے میں۔'' میں نے پوچھا۔

''ششادری نے اسے بتایا تھا کہ تم مسلمان ہو اور میں ہندو۔ آگرہ میں ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔ تم مجھے بھگا کر لائے ہو۔ میرے پتا جی نے ہمارے خلاف پولیس میں بھی رپورٹ کروا رکھی ہے اس لئے ہم کچھ عرصہ روپوش رہنا چاہتے ہیں۔''

''اس نے تمہاری زبان اور باتوں سے یہ اندازہ نہیں لگایا کہ تم ہندو نہیں بلکہ سکھ ہو اور میرے خیال میں نندنی بھی سکھ ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں وہ سکھ ہے مگر اس نے میرے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں کی لیکن میرے خیال میں اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے ویسے بھی دو چار دنوں کی تو بات ہے۔'' رتنا نے کہا۔

''دو چار دن تو بہت لمبی مدت ہے دو چار گھنٹوں میں ہی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ بہرحال ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔'' میں نے کہا۔

رتنا نے دروازہ بند کر دیا اور ہم دوبارہ ٹہلتے ہوئے سامنے والے لان کی طرف آ گئے۔

''اور وہ دوسرا آدمی گپتا۔ وہ کیسا ہے اس سے تمہارا سامنا ہوا یا نہیں؟'' میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''رات کو اس نے کھانا ہمارے ساتھ ہی کھایا تھا۔'' رتنا نے جواب دیا۔ نندنی نے اسے بتایا تھا کہ میں اس کی کزن ہوں اور پنجاب سے آئی ہوں۔ میرا پتی بھی آنے والا ہے۔ سو آج تم بھی آ گئے۔'' وہ بات کرتے ہوئے مسکرا دی۔

''ویسے وہ کیسا آدمی ہے؟'' میں نے ایک اور سوال کیا۔

''وہ نندنی کا ماتحت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی وہ بہت مطیع اور فرمانبردار قسم کا آدمی ہے اس کا اندازہ تم اس بات سے بھی لگا سکتے ہو کہ رات کے کھانے کے بعد برتن اسی نے دھوئے تھے اور صبح کا ناشتہ

بھی اس نے تیار کیا تھا۔''

''کیا وہ بھی یہیں رہتا ہے؟'' میں چونک گیا۔

''نہیں۔'' رتنا نے نفی میں سر ہلایا۔ ''اس کی رہائش دفتر کے پیچھے والے کمرے میں ہے۔ ویسے رات کافی دیر تک یہاں بیٹھا رہا تھا۔ میں نے صبح ہی نندنی سے کہہ دیا تھا کہ جب تک ہم یہاں رہیں گے کھانا وغیرہ میں پکایا کروں گی۔''

''تو پھر اب کیا پکانے کا ارادہ ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''سالن تو میں نے صبح ہی پکا لیا تھا۔'' رتنا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''یہاں مرغیوں کی کمی نہیں۔ ہم کئی روز تک دعوت اڑا سکتے ہیں۔ ویسے نندنی نے پوری گھر داری کا اہتمام کر رکھا ہے۔ گھر میں پورا راشن بھرا ہوا ہے۔ دالیں، آٹا، چاول ہر چیز موجود ہے۔''

''تو ٹھیک ہے، تم آٹا گوندھ کر روٹی پکانے کی تیاری کرو اور میں تھوڑی سی نیند کر لوں۔'' میں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

''رات کیا کرتے رہے تھے جواب نیند آ رہی ہے۔'' رتنا نے مجھے گھورا۔

''تم ہی تو مجھے وہاں ششادری کے پاس چھوڑ کر آئی تھیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''یشودھر کا کا تو جلد ہی سو گیا تھا اور ہم دونوں رات دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔''

''اب تم اپنے آپ کو سنبھال لو، بہت ہو چکی۔'' رتنا نے تیوری چڑھاتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں کمرے میں آ گئے، میں تو پلنگ پر لیٹ گیا۔ رتنا کچھ دیر کرسی پر بیٹھی رہی پھر اٹھ کر باہر چلی گئی۔ میں واقعی تھک گیا تھا میری بھی آنکھیں بند ہونے لگیں۔

نندنی دوپہر کو آئی اور کھانا کھا کر چلی گئی تھی، رتنا نے مجھے جگانے کے بہت جتن کئے تھے مگر میں اتنی گہری نیند سویا تھا کہ اگر کوئی میرا گلا بھی کاٹ دیتا تو مجھے پتہ نہ چلتا۔

شام چھ بجے کے قریب ششادری بھی آ گئی۔ وہ تقریباً ایک گھنٹہ رکنے کے بعد واپس چلی گئی۔ اس کے ہوتے ہوئے ہی نندنی نے بتایا تھا کہ صبح پولیس جن ملزموں کی تلاش میں آئی تھی وہ پکڑے گئے ہیں۔ اس اطلاع پر میں چونکے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ پولیس کو تو ہماری تلاش تھی پکڑے کون بے گناہ گئے تھے اور پھر نندنی نے یہ انکشاف کیا کہ صبح ایم آئی روڈ پر جہاں ماربل، پیتل، تانبے، چمڑے، لکڑی کی آرائشی مصنوعات وغیرہ کی سینکڑوں دکانیں تھیں صبح سویرے ایک قتل ہو گیا تھا۔ ایک غیر ملکی سیاح کو لوٹنے کی کوشش کی گئی تھی۔ مزاحمت پر اسے چھرا مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس واردات میں ایک عورت اور ایک مرد ملوث تھے۔ پولیس انہیں تلاش کرتی پھر رہی تھی جن کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ جے پور سے امبر کی طرف فرار ہو گئے ہیں۔ پولیس بھی ان کے تعاقب میں یہاں پہنچ گئی اور آخرکار انہیں گرفتار کر لیا گیا۔

اس رات بھی ہم دیر تک جاگتے رہے۔ نندنی کا تعلق پٹیالہ کے ایک سکھ گھرانے سے تھا۔ اس کی عمر پینتیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ وہ دراز قامت، حسین اور پڑھی لکھی عورت تھی۔ شادی کے چند مہینوں بعد ہی اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ وہ کچھ عرصہ تو اپنے ماں باپ کے پاس رہی پھر نوکری کی تلاش میں گھر سے نکل کھڑی ہوئی اور دہلی پہنچ گئی۔ یہاں اسے ایک پرائیویٹ کمپنی میں ملازمت تو مل گئی مگر

کچھ ہی عرصہ بعد کمپنی کے جنرل منیجر کی پٹائی کے جرم میں اسے نوکری سے ہاتھ دھونے پڑے۔ وہ ایک بار پھر نوکری کی تلاش میں دردر کی ٹھوکریں کھانے لگی وہ جہاں بھی گئی مال غنیمت سمجھ کر اس پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی گئی وہ اپنے آپ کو بچاتی رہی لیکن کب تک؟ اپنے ہی ایک ہم مذہب کے فریب کا شکار ہو کر عزت سے ہاتھ دھو بیٹھی۔

نندنی کی تنخواہ اگرچہ زیادہ نہیں تھی لیکن افسروں کی منظور نظر ہونے کی بنا پر وہ پرآسائش زندگی گزار رہی تھی۔

ہم رات دو بجے تک باتیں کرتے رہے نندنی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ ہمارے کمرے میں ایک ہی پلنگ تھا اور ظاہر ہے مجھے اور رتنا کو ایک ہی بیڈ پر سونے میں کوئی حجاب نہیں تھا۔

اگلے روز نندنی دوپہر کے کھانے کے لئے آئی تو میں اس وقت لان میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ رتنا اندر کسی کام میں مصروف تھی۔ نندنی میرے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گئی وہ چند لمحے میری طرف دیکھتی رہی پھر مدھم لہجے میں بولی۔

''یہاں تو تم لوگ بالکل محفوظ ہو، کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن تم لوگوں کی تلاش تو ہر طرف ہو رہی ہے یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے مسٹر ناجی۔''

نندنی کے منہ سے اپنا نام سن کر میں اچھل پڑا۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور کانوں کی لوئیں تپنے لگیں۔

''کک ..... کیا مطلب؟'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا، میرا نام ناجی نہیں ہے۔'' میرے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال ابھرا تھا کہ کہیں ششادری نے نندنی کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف کوئی سازش تو تیار نہیں کی اس نے ہمیں یشودھر کاکا کا کوارٹر چھوڑ کر یہاں آنے کا مشورہ دیا تھا اور یقیناً ہمارے بارے میں اسے سب کچھ بتا دیا ہوگا۔

''ڈرو نہیں۔'' نندنی نے میرے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

''یہ مت سمجھنا کہ مجھے ششادری نے کچھ بتایا ہوگا اس پر شبہ مت کرنا تمہیں پہچاننے میں مجھے تھوڑا وقت لگا لیکن اب حقیقت کو جھٹلانے کی کوشش مت کرنا۔ یہ بات میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ یہاں تم لوگوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے مجھ پر بھی کوئی شک مت کرنا میں تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی مگر تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ تم دونوں وہی ہو جن کی را اور بلیک کیٹس کو تلاش ہے یعنی پاکستانی دہشت گرد ناجی اور اس کی ساتھی رتنا جو ماؤنٹ آبو میں تباہی پھیلانے کے بعد پورے راجستھان میں خوفناک تخریبی کارروائیاں کرتے پھر رہے ہیں اور کئی لوگ ان کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میرے منہ سے بے اختیار گہرا سانس نکل گیا۔ ''بلاشبہ ہم وہی ہیں جن کی پولیس کو تلاش ہے۔''

''اور دو روز پہلے را کی ایک آفیسر نیلا کے بنگلے پر اس کی ملازمہ بھی تمہارے ہاتھوں ماری گئی تھی؟'' نندنی نے کہا اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ملازمہ نیلا ہی کے ہاتھ سے مری تھی اس طرح اور بھی بہت سے جرائم ہمارے کھاتے میں ڈال دیئے گئے ہیں لیکن تمہیں ہم پر شبہ کیسے ہوا؟''

''پرسوں ششادری نے مجھے رتنا کے بارے میں بتایا تو میں نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم مسلمان ہو اور رتنا ہندو ہے لیکن رتنا ہندو نہیں سکھ ہے یہ اس کا اندازہ میں نے اس کی باتوں سے لگایا ہے اور کل جب تم یہاں آئے تو میں اس وقت بھی چونکی تھی تم نے جو بھیس اپنایا تھا وہ بہت ہی پرفیکٹ تھا مجھے شبہ ہوا کہ تم صرف رتنا کو بھگا کر ہی نہیں لائے بلکہ کسی اور سنگین جرم میں بھی ملوث ہو میرے ذہن میں اچانک ہی ایک اور خیال ابھرا۔'' وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہوئی پھر بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ ''جب تم لوگ ٹکرانا سے فرار ہوئے تھے اور وہ کار جے پور میں پکڑی گئی تھی تو اس کے دوسرے ہی روز پولیس کی طرف سے ایک سرکلر جاری کیا گیا تھا۔ یہ سرکلر شہر کے تمام رہائشی ہوٹلوں، گیسٹ ہاؤسز اور محکمہ سیاحت کے دفاتر میں بھی تقسیم کیے گئے تھے۔ اس سرکلر میں تم دونوں کے نام، حلیے اور تمہارے سارے کارنامے درج ہیں۔ تم دونوں کا حلیہ بھی لکھا ہوا تھا۔ یہ سرکلر میں نے میز کی کسی دراز میں ڈال دیا تھا۔ پرسوں رتنا آئی تو میں نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی لیکن کل تمہیں دیکھ کر کچھ شبہ ہوا تھا اور پھر کل ہی تمہارے سامنے ششادری کے منہ سے بھی کچھ ایسی باتیں نکل گئی تھیں جنہوں نے مجھے الجھا دیا تھا۔ آج میں نے یہ سرکلر تلاش کیا۔'' اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ دکھایا۔

''رتنا نامی جس عورت کا حلیہ اس میں درج ہے وہ اس رتنا پر بالکل فٹ آتا ہے اور اگر تمہارے چہرے سے داڑھی مونچھ صاف کر دی جائے تو تمہارا حلیہ بھی اس ناجی سے ملتا ہے جس کی تلاش ہو رہی ہے، لو یہ سرکلر پڑھ لو۔'' اس نے کاغذ میری طرف بڑھا دیا۔

میں وہ سرکلر پڑھنے لگا اس میں میرے کارناموں کی پوری تفصیل درج تھی، نیلا کے حوالے سے ہم دونوں کے حلیے بھی درج تھے اور لوگوں کو خبردار کیا گیا تھا کہ ہمیں پناہ دینے والوں کو بھی گولی سے اڑا دیا جائے گا تاہم ہمارے بارے میں مثبت اطلاع دینے والے کو بہت بڑا انعام دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

میں نے وہ کاغذ تہہ کر کے اسے واپس کر دیا۔

''ہماری حقیقت جان لینے کے بعد تم کیا چاہتی ہو؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''پولیس کو اطلاع دو گی یا کسی اور چیز پر نظر ہے؟''

''آج اور کل جو خبریں اخباروں میں شائع ہوئی ہیں ان میں مندروں سے چرائے ہوئے قیمتی زیورات کا بھی تذکرہ ہے۔'' نندنی نے کہا۔ بات کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ آ گئی تھی۔ ''میں نے وہ سوٹ کیس تم لوگوں کے پاس نہیں دیکھا، ممکن ہے وہ سوٹ کیس تم نے کہیں پھینک دیا ہو۔ رتنا اپنے ساتھ ایک تکیہ لے کر آئی تھی جس شخص کی جان پر بنی ہوئی ہو وہ تکیے جیسی کسی چیز کو اتنی حفاظت سے اپنے پاس نہیں رکھ سکتا اور پھر کل رات ہی جب رتنا گہری نیند سو گئی تھی میں نے اس تکیے کا راز بھی دریافت کر لیا تھا اور کل۔'' وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی ''کل تم نے بھی بغل میں ایک تھیلا دبا رکھا تھا ہوٹل میں دفتر کی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی کہ جب اس کانسٹیبل نے تمہارے تھیلے کی تلاشی لینا شروع کی تھی تو تمہارا چہرہ دھواں ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کانسٹیبل نے تمہاری اس کیفیت پر توجہ نہ دی ہو کیونکہ اس کی توجہ تھیلے پر مرکوز تھی اور پھر انسپکٹر کی مداخلت سے تمہاری گلوخلاصی ہو گئی۔ بہرحال میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ ساری دولت جس کا اخباروں میں ذکر ہے میرے گھر میں موجود ہے لیکن وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئی اس کی

نظریں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں لیکن میرے دل میں کوئی لالچ نہیں اگر تم ہندوستان کے تمام مندروں کا خزانہ بھی میرے سامنے ڈھیر کر دو تو میرے دل میں کوئی لالچ نہیں آئے گا میں ماضی میں جس قسم کے حالات سے دوچار رہی ہوں اس سے مجھے دولت سے نفرت ہوگئی ہے لوگوں نے مجھے ہوس کا نشانہ بنایا۔ دولت کے لئے مجھے استعمال کیا مجھ جیسی حسین عورت اگر چاہے تو اپنے لئے دولت کے انبار لگا سکتی ہے یہاں پر کاش کمار بھی اگرچہ مجھے کھلونا سمجھ کر کھیلتا رہا مگر اس نے مجھے ایک راستہ دکھا دیا تھا پر کاش نے مجھے صرف اپنی ضرورت بنایا تھا مجھے پلیٹ میں سجا کر کسی اور کے سامنے پیش نہیں کیا تھا لیکن میں مرد کی فطرت سے واقف ہوں دوسرے آفیسر بلاوجہ مجھ پر مہربان نہیں تھے میں ایک جگہ ٹکے رہنے کے خیال سے ان کی حوصلہ افزائی کرتی رہی ہوں ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، آزادانہ گفتگو، کبھی کبھی ان کے ساتھ بیٹھ کر شراب پی لینا، میں ان چیزوں میں کوئی برائی نہیں سمجھتی لیکن کسی نے آج تک میرے جسم کو نہیں چھوا۔ مجھے اس محکمہ میں چار سال ہو چکے ہیں میں اگر چاہتی تو ان افسروں کو اپنے قدموں پر جھکا کر اپنے لئے دولت کے انبار لگا سکتی تھی مگر مجھے دولت کی ہوس نہیں۔ میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا۔"

"تو پھر.....!" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔ "کیا چاہتی ہو تم، ایک محب وطن ہندوستانی ہونے کے ناطے ہمیں پولیس کے حوالے کر دینا چاہتی ہو؟"

"میں چاہتی ہوں کہ تم لوگ خیر و عافیت سے نکل جاؤ۔" نندنی نے کہا۔

میں اچھل پڑا۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ بولی "میں ہندوستانی ضرور ہوں مگر ہندوستان میں میری خالصہ قوم کے ساتھ جو کچھ بھی ہوتا رہا ہے اس سے مجھے ہندوستان سے نفرت ہوگئی ہے تم لوگوں کی حقیقت جاننے کے بعد دو باتوں سے مجھے تم دونوں سے ہمدردی ہوگئی ہے پہلی بات تو یہ کہ رتنا کا تعلق میرے دھرم سے ہے وہ میرے دیش کی رہنے والی ہے میں اس کی مدد کیوں نہ کروں اور تم۔" اس نے ایک بار میرے چہرے پر نظریں جما دیں "تم پاکستانی ہو، ہندوستان میں جب خالصہ تحریک چلی تھی تو پاکستان دنیا کا واحد ملک تھا جس نے اخلاقی طور پر خالصہ تحریک کی حمایت کی تھی۔ اس پر ہندو حکمرانوں نے پاکستان کو سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دی تھیں۔ پاکستان کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے اور میں احسان فراموش نہیں ہوں کہ ہندوستان میں ایک پاکستانی پر برا وقت آیا ہے تو میں اس کی طرف سے منہ موڑ لوں۔ رتنا تمہارا ساتھ دے رہی ہے تو اس نے تمہاری خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال رکھی ہے تو میں تمہارا ساتھ کیوں نہ دوں۔"

میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا میری توقع کے بالکل برعکس نندنی ہماری اصلیت جان لینے کے باوجود ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہوگئی تھی۔

"اور مجھے افسوس تو اس بات کا ہے کہ ششادری نے مجھے قابل اعتماد نہیں سمجھا اور تم لوگوں کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا۔"

"اگر ششادری کو تم پر اعتماد نہ ہوتا تو ہمیں تمہارے پاس ہرگز نہ بھیجتی۔" میں نے جواب دیا۔

"ششادری کی ایک مختلف کہانی ہے اگر وہ ہمیں اپنے کوارٹر میں جگہ نہ دیتی تو ہم یقیناً پکڑے جا چکے ہوتے۔"

میں نے بات کرتے ہوئے گردن گھما کر برآمدے کی طرف دیکھا۔ رتنا نے ہمیں اندر سے دیکھ لیا تھا اور وہ چائے بنا کر لا رہی تھی۔

قریب آ کر اس نے ٹرے درمیان میں پڑی ہوئی میز پر رکھ دی اور ایک کپ اٹھا کر نندنی کی طرف بڑھا دیا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"چائے تو میں پی لوں گی رتنا لیکن وہ زیور کہاں چھپا رکھے ہیں تم نے؟" نندنی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

رتنا اس زور سے اچھلی کہ وہ کرسی سمیت الٹ گئی۔ نندنی کے حلق سے قہقہہ ابل پڑا میں نے جلدی سے اٹھ کر رتنا کو سہارا دے کر کرسی پر بٹھا دیا اس کا چہرہ خوف سے پیلا پڑ گیا تھا۔

"تت.....تم؟" وہ نندنی کی طرف دیکھ کر ہکلا کر رہ گئی۔

"ارے....." نندنی نے کپ جلدی سے میز پر رکھ دیا اور آگے جھک کر رتنا کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ "ارے تم تو ایک دم ڈر گئیں، میں تو مذاق کر رہی تھی۔"

رتنا نے میری طرف دیکھا، مجھے اطمینان سے بیٹھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔

"پریشان مت ہو رتنا۔" میں نے کہا۔ "نندنی سب کچھ جان چکی ہے لیکن یہ ہماری طرف ہے، ڈرنے کی ضرورت نہیں، یہ واقعی تم سے مذاق کر رہی تھی۔"

رتنا بہت دیر تک اپنی کیفیت پر قابو نہیں پا سکی تھی۔ وہ عجیب سی نظروں سے نندنی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نندنی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"میں واقعی مذاق کر رہی تھی، تم تو ڈر گئیں، بیٹھ جاؤ، چائے پیو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" نندنی نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

رتنا دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی، میں اسے بتانے لگا کہ نندنی نے کس طرح ہمارے بارے میں بالکل صحیح رائے قائم کی تھی میں نے اسے وہ سرکلر بھی دکھایا۔

"اگر میری نیت خراب ہوتی تو تم لوگوں کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتی اور خاموشی سے پولیس کو یہاں بلوا لیتی، تم لوگوں کو تو اس وقت پتہ چلتا جب تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی ہوتیں۔" نندنی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ "میں نے پرسوں رات ہی تمہاری باتوں سے اندازہ لگا لیا تھا کہ تم ہندو نہیں سکھ فیملی سے تعلق رکھتی ہو، ہم دونوں کا دھرم ایک ہے، اگر ہم ایک دوسرے کا ساتھ نہیں دیں گے تو اور کون دے گا۔ وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی پھر بولی "یہاں تم لوگ بالکل محفوظ ہو، تم لوگوں کو خیر و عافیت سے یہاں سے نکالنا اب میری ذمے داری ہے لیکن اس کے لئے چند روز انتظار کرنا پڑے گا، کم از اس وقت تک جب تک تم لوگوں کی تلاش کا ہنگامہ ٹھنڈا نہیں ہو جاتا۔"

رتنا اس کی باتوں سے بظاہر مطمئن ہوگئی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ اس کے اندر کھلبلی مچی ہوئی تھی

اس دوران ششادری بھی پہنچ گئی۔ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے وہ اپنی ڈیوٹی سے سیدھی یہاں آئی تھی کیونکہ اس کے جسم پر بھی گلابی ساڑھی تھی اور سینے پر بیج بھی لگا ہوا تھا۔ نندنی نے اس سے بھی شکایت کی اس نے یہاں کے حوالے سے اسے قابل اعتماد نہیں سمجھا اور ہمارے بارے میں سچی بات نہیں بتائی۔

ششادری کا جواب وہی تھا کہ اگر بھروسہ نہ ہوتا تو ہمیں یہاں لے کر نہ آتی۔

امبر سے سیاحوں کی آخری بس آٹھ بجے جاتی تھی اس لئے ششادری تو واپس چلی گئی اور رتنا اور نندنی رات کے کھانے کی تیاری کرنے لگیں میں برآمدے میں آ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور نندنی کے بارے میں سوچنے لگا میں سوچ رہا تھا کہ وہ ہمیں دھوکہ دینے کی کوشش تو نہیں کر رہی۔ ایسا تو نہیں کہ ہمیں دھوکے میں رکھ کر آج تک ہی ہمارے خلاف کوئی کارروائی کر ڈالے۔ بہرحال ہمیں اس سلسلے میں محتاط رہنے کی ضرورت تھی۔

کھانے کے بعد نندنی دیر تک ہمارے کمرے میں بیٹھی رہی اور جب وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تو میں اور رتنا دیر تک سرگوشیاں کرتے رہے اور آخر کار میری پلکیں نیند کے بوجھ سے جھکنے لگیں۔

یہاں رہتے ہوئے ہمیں پانچ روز ہو چکے تھے اس دوران ہمارا زیادہ وقت بنگلے کے اندر رہتے ہوئے ہی گزرا تھا۔ البتہ شام کے بعد ہم پچھلے دروازے سے باہر نکل جاتے اور دیر تک کھلے میدان میں ٹہلتے رہتے۔ نندنی کا ماتحت گپتا بھی ہم سے کچھ بے تکلف ہو چکا تھا۔ وہ واقعی بڑا سیدھا سادا، مطیع و فرمانبردار قسم کا آدمی تھا۔ نندنی اور رتنا کو دیدی کہہ کر بلاتا تھا۔

ان پانچ دنوں کے دوران ششادری باقاعدگی سے آتی رہی تھی اس نے ہمیں ایک پرانا سا اٹیچی کیس بھی لا کر دے دیا تھا ہم نے اپنا مال اور کپڑے اس میں رکھ لئے تھے۔ نندنی بھی کم از کم تین مرتبہ ششادری کے ساتھ جے پور جا چکی تھی۔

وہ ساتواں روز تھا۔ نندنی جے پور گئی ہوئی تھی اس کی واپسی شام سات بجے کے قریب ہوئی اس کے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ رتنا نے فوراً ہی چائے بنا کر اسے پیش کر دی۔

"بہت تھکی ہوئی ہو اور پریشان بھی نظر آ رہی ہو کوئی خاص بات؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم لوگوں کی تلاش کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور اب کچھ نئے طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں اس مرتبہ ٹورازم کے گیسٹ ہاؤسز اور سرکاری ڈاک بنگلوں کو بھی چیک کیا جا رہا ہے۔ مجھے شبہ ہے کسی روز وہ لوگ اس طرف کا بھی رخ نہ کر لیں۔" نندنی نے کہا اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولی "میں چاہتی ہوں کہ تم لوگ اس سے پہلے ہی یہاں سے چلے جاؤ اور میں اس سلسلے میں بھاگ دوڑ کر رہی ہوں۔ ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے اگر میری کوشش کامیاب ہو گئی تو اس کے لئے کچھ رقم خرچ کرنی پڑے گی۔"

"کتنی رقم؟" میں نے پوچھا۔

"تیس چالیس ہزار......" نندنی نے جواب دیا۔ "اس پلان میں تین چار آدمی ملوث ہوں گے۔ انہیں رقم کا لالچ دے کر ہی آمادہ کیا جا سکتا ہے۔"

"پلان کیا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"ہمارے ہیڈ کوارٹر سے دوسرے شہروں کے لئے بھی ٹورز کا انتظام کیا جاتا ہے۔" نندنی نے جواب دیا۔ "ایسا اس وقت ہوتا ہے جب کسی ایک پوائنٹ پر جانے والے سیاحوں کی تعداد کم سے کم چالیس ہو۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ آج کل میں سارسکا پیلس کے لئے کسی ٹور کا انتظام ہو جائے، میں نے ڈائریکٹر سے بھی بات کی ہے۔

"سارسکا پیلس یہاں سے کتنی دور ہے۔" میں نے پوچھا۔

"تقریباً سو کلومیٹر" نندنی نے جواب دیا۔ "دہلی کی طرف جانے والی ہائی وے پر تقریباً ساٹھ کلو میٹر آگے جا کر شمال کی طرف ایک سڑک نکلتی ہے جو سارسکا اور سلسرتھ سے ہوتی ہوئی الور تک چلی جاتی ہے۔ سارسکا دہلی نیشنل ہائی وے نمبر آٹھ سے تقریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے یہ علاقہ گھنے جنگلات سے پٹا ہوا ہے جہاں ٹائیگر، چیتے، نیل گائیں، ریچھ، ہرن اور دوسرے جنگلی جانور بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سارسکا اسی جنگل کے کنارے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے یہاں ایک قدیم تاریخی محل بھی ہے ایک بہت شاندار پرائیویٹ ہوٹل اور چند ریسٹورنٹس ہیں، شکار اور جنگلی حیات سے دلچسپی رکھنے والے غیر ملکی سیاح اس طرف جاتے رہتے ہیں اگر اس ٹور کا بندوبست ہو گیا تو سمجھو یہاں سے نکلنا آسان ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"اس بس کے ڈرائیور اور گائیڈ کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا جائے گا۔" نندنی نے جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہیں گاڑی چلانی آتی ہے نا، میرا مطلب ہے بس چلا سکتے ہو نا؟" نندنی نے پوچھا، میں نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "ڈرائیور کی وردی تمہیں پہنا دی جائے گی اور گائیڈ کی ساڑھی رتنا کو اصل ڈرائیور اور گائیڈ عام مسافروں کی حیثیت سے بس میں سفر کریں گے۔ سارسکا پہنچ کر تم دونوں الور اور وہاں سے دہلی یا آگرہ کی طرف نکل جانا۔"

"اگر گائیڈ بھی کوئی مرد ہوا تو رتنا کیا کرے گی۔" میں نے پوچھا۔

"بیرونی ٹرپس پر عام طور پر لیڈی گائیڈز کو بھیجا جاتا ہے۔" نندنی نے جواب دیا۔ "میں کوشش کروں گی کہ اس بس پر بھی کسی لیڈی گائیڈ ہی کی ڈیوٹی لگائی جائے۔"

"تو یہ بندوبست کب ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"کوشش کروں گی کہ پرسوں تک یہ ٹور ارینج ہو جائے۔" نندنی نے جواب دیا۔

"اور اگر بعد میں راز کھل گیا کہ تم نے ہمیں فرار ہونے میں مدد دی تھی تو جانتی ہو اس کا انجام کیا ہو گا۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"جانتی ہوں۔" نندنی نے جواب دیا۔ "لیکن میرے ساتھ جو ہو گا مجھے اس کی پروا نہیں، تم لوگ تو نکل جاؤ گے اور جب تم لوگ خیریت سے اپنی منزل پر پہنچ جاؤ تو مجھے یاد کر لینا۔" بات کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

اس سے اگلے روز شام سات بجے کے قریب نندنی کو ٹیلی فون پر کوئی پیغام ملا، اس کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور پندرہ بیس منٹ بعد باہر نکلی تو میں اسے دیکھ کر چونک گیا۔ وہ کہیں جانے کے لئے تیار ہوئی تھی ہلکے نیلے رنگ کی ساڑھی اس پر خوب جچ رہی تھی ہلکے سے میک اپ نے اس کے حسن کو نکھار دیا تھا۔

"کہیں جا رہی ہو؟" میں پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔

"ڈائریکٹر صاحب نے طلب کیا ہے اپنے بنگلے پر۔" نندنی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ہوسکتا ہے میں دیر سے واپس لوٹوں۔ میں گپتا کو یہاں چھوڑ جاؤں گی اگر میری عدم موجودگی میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجے تو تم لوگ بالکل ریسیور مت اٹھانا۔ گپتا ہی کال ریسیو کرے گا۔

نندنی کو ایسی کوئی ہدایت دینے کی ضرورت نہیں تھی ہمارے یہاں رہتے ہوئے کئی مرتبہ فون کی گھنٹی بجی تھی لیکن ہم فون کے قریب بھی نہیں گئے تھے۔ نندنی آٹھ بجے والی بس پر چلی گئی اس کے تھوڑی ہی دیر بعد گپتا آ گیا اور رات کا کھانا تیار کرنے کی ذمہ داری اس نے سنبھال لی۔

کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں تو اپنے کمرے میں آ گئے اور گپتا برتن دھونے کے بعد سٹنگ روم میں صوفے پر لیٹ گیا میں اور رتنا سرگوشیوں میں باتیں کرتے رہے اور وقت دھیرے دھیرے بیتتا رہا۔

ہمارا خیال تھا کہ نندنی گیارہ بارہ بجے کے قریب آ جائے گی وہ تو نہیں آئی البتہ پونے بارہ کے قریب ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی میں کمرے سے نکل کر سٹنگ روم میں آ گیا۔ گپتا صوفے پر سو رہا تھا۔ اس کے خراٹے ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز سے زیادہ تیز تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر گپتا کو جھنجوڑ دیا اور ٹیلی فون کی طرف اشارہ کیا اس نے جلدی سے اٹھ کر ریسیور اٹھا لیا۔

وہ کچھ دیر تک فون پر بات کرتا رہا اور پھر ریسیور رکھ کر میری طرف مڑ گیا۔

''دیدی صبح آئے گی، آپ لوگ بھی سو جائیے۔'' اس نے کہا اور صوفے پر لیٹ گیا۔ میں چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ رتنا سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

''نندنی کا فون تھا وہ وہیں رہے گی۔'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''کہاں......'' رتنا نے بے اختیار پوچھ لیا۔

''اپنے ڈائریکٹر کی کوٹھی پر اسے ہمارے فرار کا بندوبست کرنا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بے چاری۔'' رتنا نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے لئے کیا کچھ کر رہی ہے۔''

میں جواب دینے کے بجائے پلنگ پر لیٹ گیا، رتنا تو اس کے تھوڑی دیر بعد سو گئی مجھے دیر تک نیند نہیں آ سکی میں یہی سوچتا رہا کہ ہمارے ساتھ دھوکا تو نہیں ہو رہا۔ ایسا تو نہیں کہ نندنی جان بوجھ کر یہاں سے ہٹ گئی ہو اور رات کو کسی وقت چھاپہ پڑ جائے۔

میں نے اپنا پستول تکیے کے قریب رکھ لیا۔ باہر کوئی پتا بھی کھڑکتا تو میں چونک پڑتا، کئی بار جیسے باہر تاریکی میں دبے دبے قدموں کی آواز سنائی دی تھی اور کئی بار میں نے اٹھ کر کھڑکیوں سے جھانکا تھا مگر سب کچھ میرا واہمہ ثابت ہوا۔

دن کی روشنی پھیلنے لگی، ڈربے میں بند مرغیوں میں تین چار مرغ بھی تھے انہوں نے باری باری بانگیں دینا شروع کر دیں۔

اب مجھے اطمینان ہو گیا کہ ہمارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہوگا۔ رات بھر جاگتے رہنے سے میری آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی۔ میری آنکھیں بند ہو گئیں اور میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

☆......☆......☆

نظیر محمد ناجی کی ایڈ [illegible] سے مجھ پوریہ آپ بیتی ابھی جاری ہے مزید واقعات کیلئے حصہ چہارم ملاحظہ فرمائیں